ردِّ قادیانیت

رسائل

- حضرت مولانا محمد عبداللہ جونا گڑھیؒ
- حضرت مولانا مفتی عتیق اللہ شاہ کشمیریؒ
- حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
- حضرت مولانا محمد عبداللہ روپڑیؒ
- حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھویؒ
- حضرت مولانا حسن رضا خان قادریؒ
- حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین بریلویؒ
- حضرت مولانا سید محمود احمد رضویؒ
- جناب چوہدری رحمت الٰہی صاحب
- حضرت مولانا محمد شریف خالد رضویؒ
- جناب پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب
- حضرت مولانا ڈاکٹر نظام الدین شامزئی
- حضرت مولانا ابوالنذیر راولپنڈی
- جناب نیاز لدھیانوی صاحب

احتسابِ قادیانیت

جلد ۴۹

حضوری باغ روڈ ملتان - فون : 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

نام کتاب : احتساب قادیانیت جلد انچاس (۴۹)

مصنفین : حضرت مولانا محمد عبداللہ جوناگڑھیؒ
حضرت مولانا مفتی عتیق اللہ شاہ کشمیریؒ
حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
حضرت مولانا محمد عبداللہ روپڑیؒ
حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھویؒ
حضرت مولانا حسن رضا خان قادریؒ
حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین بریلویؒ
حضرت مولانا سید محمود احمد رضویؒ
جناب چوہدری رحمت الٰہی صاحب
حضرت مولانا محمد شریف خالد رضویؒ
جناب پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب
حضرت مولانا ڈاکٹر نظام الدین شامزئی
حضرت مولانا ابوالنذیرؒ راولپنڈی
جناب نیاز لدھیانوی صاحب

صفحات : ۴۸۰

قیمت : ۲۵۰ روپے

مطبع : ناصر زین پریس لاہور

طبع اوّل : اگست ۲۰۱۲ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

فہرست رسائل مشمولہ......احتساب قادیانیت جلد۴۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

عرض مرتب

الحمدللّٰہ و کفٰی و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی امابعد!

قارئین کرام! لیجئے محض اللہ رب العزت کے فضل وکرم واحسان سے احتساب قادیانیت کی جلد انچاس(۴۹) پیش خدمت ہے۔اس جلد میں سب سے پہلے:

۱...... الامر قداستحکم، بجواب الدلیل المحکم : ایک قادیانی نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ورفع سماوی اور نزول من السماء قرب قیامت کا انکار کرتے ہوئے ''الدلیل المحکم '' نامی پمفلٹ تحریر کیا۔مولانا عبداللہ بن عنایت اللہ جوناگڑھیؒ نے اس رسالہ میں قادیانی رسالہ کا جواب تحریر کیا۔مکمل نام ''حیات مسیح، الامر قداستحکم، بجواب الدلیل المحکم '' ہے۔یہ رسالہ ۱۳۳۹ھ میں لکھا گیا۔

۲...... آزاد کشمیر میں مرزائیوں کے ہتھکنڈے: اخبار صادق پونچھ کشمیر سے شائع ہوتا تھا۔اس کا ایڈیشن راولپنڈی سے شائع ہوتا تھا۔اس کی جلد ۱۱شمارہ ۲۷اشاعت مورخہ ۲۵رجنوری ۱۹۵۱ء بروز جمعہ ایک ضمیمہ شائع کیا گیا۔جس میں ایک ہی مقالہ تھا۔جس کا نام تھا''آزاد کشمیر میں مرزائیوں کے ہتھکنڈے'' مقالہ نگار حضرت مولانا شمس العلماء مفتی عتیق اللہ شاہ تھے۔جو پونچھ کشمیر کے مفتی اعظم تھے اور شمس العلماء کے خطاب یافتہ بھی۔انہوں نے مذہبی سے کہیں زیادہ سیاسی حوالہ سے کشمیر میں قادیانی سازشوں کے بارہ میں مواد کا انبار جمع کر دیا ہے۔اس جلد میں یہ رسالہ شامل ہے۔

۳/۱...... قادیانی مسئلہ: برصغیر کے معروف صاحب قلم رہنما جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ صاحب نے فروری ۱۹۵۳ء میں ''قادیانی مسئلہ'' نامی کتابچہ تحریر فرمایا۔درحقیقت جنوری ۱۹۵۳ء میں ۲۳نکات بائیس علماء کرام نے منظور کئے۔ان میں قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ بھی تھا۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت چلانے کے فیصلہ کے وقت جناب مودودی صاحب موجود تھے۔جب تحریک چلی تو اپنے کو دور کھیتوں میں جا کھڑا کیا۔اس زمانہ میں ۲۲علماء کی

دستوری سفارشات میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت دینے کے مطالبہ کی حمایت میں یہ پمفلٹ تحریر کیا جو چھپوا کر تحریک کے زمانہ میں بھرپور تقسیم کیا۔ فوج میں بھی تقسیم ہوا۔ جب لاہور میں جنرل اعظم نے مارشل لاء لگایا تب اس پمفلٹ کی اشاعت کو بہانہ بنا کر سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ صاحب کو بھی دھر لیا گیا۔ مارشل لاء حکام نے آپ کے لئے موت کی سزا دی جو بعد میں معاف کر دی گئی۔ اسی پمفلٹ کی وجہ سے مودودی صاحب ان مراحل سے گذرے۔ ورنہ ان کا بیان ریکارڈ کا حصہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف تحریک ختم نبوت سے لاتعلقی کا اظہار کیا بلکہ ان کی جماعت کے جو رہنماء اس تحریک میں شامل ہوئے انہیں جماعت سے خارج کرنے کی سزا دی۔ خیر واقعہ یہ ہے کہ جناب مودودی صاحب خوب لکھاری آدمی تھے۔ ان کی اس خوبی تحریر نے جماعت اسلامی کو اساس مہیا کی۔ لیکن ان کا قلم اتنا آزاد تھا کہ انبیاء علیہم السلام وصحابہ کرامؓ کے متعلق وہ امت مسلمہ کے اجتماعی مؤقف کو نظر انداز کر جاتے تھے۔ یہ رسالہ خوب معلوماتی اور معقولی دلائل کا حامل رسالہ ہے جو اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت کر رہے ہیں۔

۴/۲...... ختم نبوت: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے عقیدہ ختم نبوت پر فروری ۱۹۶۲ء میں یہ رسالہ مرتب فرمایا۔ عقیدہ ختم نبوت کو نقلی وعقلی دلائل سے خوب ترمبرہن کیا۔ عقیدہ ختم نبوت پر کئی احادیث مبارکہ لائے۔ اجماع وتواتر کے مستند ترین حوالہ جات سے اپنے مؤقف کو خوب واضح کیا۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی یعنی نزول من السماء الی الارض بجسدہ العنصری عقیدۂ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ اس مناسبت سے نزول مسیح علیہ السلام کو احادیث سے خوب واضح کیا۔ یہ رسالہ بھی اس جلد میں شامل اشاعت ہے۔

۵/۳...... فتنۂ عظیم: غالباً تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے آرٹیکل لکھا جسے جناب غلام نبی جانباز مرزا نے فتنۂ عظیم کے نام سے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا۔ اس جلد میں یہ شامل اشاعت ہے۔

۶...... مرزائیت اور اسلام: حضرت مولانا محمد عبداللہ محدث روپڑی نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران میں یہ کتابچہ تحریر فرمایا۔ لیکن اپریل ۱۹۵۴ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ تحریک ختم نبوت کی منیر انکوائری کمیشن کے دوران میں قتل مرتد، مسلمان کی تعریف، اسلامی حکومت کے خدوخال زیر بحث آئے۔ مولانا موصوف نے آخر میں اس پر بحث کی ہے۔ معلوماتی مقالہ ہے۔ اس جلد میں شائع کرنے پر خوشی ہے۔ فالحمدللہ!

۷...... مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے بارے میں چند سوالات از مولانا محمد حسین بٹالویؒ...... جوابات از مولانا عبدالرحمٰن صوفی محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی: ۱۸۹۰ء میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے ہند کے مختلف جید علماء ومفتیان سے چند سوالات بابت مرزا قادیانی کئے۔ ان میں مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھو کھے نے جو جوابات دیئے وہ پمفلٹ کی شکل میں علیحدہ جمعیت اہل حدیث لاہور ۱۹۶۸ء میں شائع کئے۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ کا مکمل فتویٰ فتاویٰ ختم نبوت میں شائع ہو چکا ہے۔ اس پمفلٹ کی یہاں ضرورت نہ تھی۔ میرے کام کے ساجھی عزیز الرحمٰن رحمانی کی عقلمندی کے سامنے میں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

۸...... قهر الديان علىٰ مرتد بقاديان: چند لوگ قادیانی ہوئے۔ انہوں نے مناظرہ کا چیلنج اشتہار کے ذریعہ دیا۔ ان کے مقابلہ میں ایک اشتہار ''ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری'' نام سے اس پمفلٹ میں دیا گیا۔ اس کی صرف فصل اوّل اس پمفلٹ میں شائع ہوئی۔ روہیلکھنڈ گزٹ یکم رجولائی ۱۹۰۵ء میں قادیانی اشتہار شائع ہوا۔ وہ قادیانی اشتہار پنجہ ند قادیانی کا تھا۔ اس کا جواب مولانا حسن رضا خان سنی، حنفی، قادری برکاتی نے دیا۔ ایک ماہنامہ شائع کرنے کا اس میں اعلان ہے۔ اس کا کیا بنا یہ مؤرخ کا موضوع ہے۔ راقم تو لکیر کا فقیر جامع ہے اور بس۔

۹...... قادیانی کذاب: کان پور کے مفتی اعظم علامہ مفتی رفاقت حسین بریلوی نے یہ کتاب تحریر فرمائی۔ ''قادیانی کذاب'' نام تجویز کیا۔ نام سے سن تصنیف نکلتا ہے۔ کیا خوب قادیانی کو سمجھا ہے اور اچھے انداز میں سمجھانے کی سعی مشکور کی ہے۔

۱۰...... فتنۂ قادیانی: مولانا سید محمود احمد صاحب رضوی حزب الاحناف جامع مسجد گنج بخش لاہور کے خطیب ماہنامہ رضوان کے ایڈیٹر، دارالعلوم حزب الاحناف کے استاذ الحدیث تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ تھے اور اس کے سیکرٹری جنرل حضرت مولانا سید محمود احمد رضویؒ تھے۔ اس زمانہ میں آپ نے یہ رسالہ شائع کیا۔ جو اس جلد میں شامل کیا گیا ہے۔

۱۱...... واقعہ ربوہ کی تحقیقاتی عدالت کے سامنے جماعت اسلامی پاکستان کا بیان: ۲۹رمئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ (چناب نگر) ریلوے اسٹیشن پر قادیانیوں نے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے چناب ایکسپریس پر سوار طلباء کو شدید زدوکوب کیا۔ ان کو اپنی بدترین بربریت کا نشانہ بنایا۔ اس سانحہ کے ردعمل میں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی۔ سانحہ ربوہ کی انکوائری کے لئے لاہور ہائیکورٹ

کے مسٹر جسٹس صمدانی پر مشتمل انکوائری کمیشن قائم ہوا۔ اس وقت جماعت اسلامی کے سیکرٹری جنرل جناب چوہدری رحمت الٰہی مرحوم تھے۔ آپ نے جماعت کی طرف سے انکوائری کمیشن میں بیان جمع کرایا۔ بعد میں اسے پمفلٹ کی شکل میں شائع بھی کر دیا۔ ایک معلوماتی، تاریخی دستاویز ہے۔ جسے احتساب قادیانیت کی اس جلد میں شائع کر رہے ہیں۔

۱۲...... خاتم النبیین: مولانا ابومحمد شریف خالد رضوی نقشبندی، قادری خطیب جامع مسجد جاتری کہنہ ضلع شیخوپورہ کا یہ رسالہ ہے۔ احادیث مبارکہ سے کثرت کے ساتھ استدلال کیا ہے۔

۱۳...... قادیانیت پر آخری ضرب: پروفیسر شاہ فرید الحق کا مرتب کردہ رسالہ ہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے جستہ جستہ حالات کو اپنے مکتب فکر کے حوالہ سے تحریر کیا ہے۔ ''ساون کے آنکھوں کے مریض کو ہر طرف ہریالی'' ہی پر اسے محمول کیا جاسکتا ہے۔

۱۴...... عقیدہ ظہور مہدی احادیث کی روشنی میں: جنوری ۱۹۸۱ء کے اردو ڈائجسٹ لاہور میں مولانا اختر کاشمیری نے ایک مضمون میں سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کا انکار کیا۔ اس دور میں ہمارے مخدوم حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ جامعہ فاروقیہ کراچی میں مدرس تھے۔ متعدد فتاویٰ جات اس عنوان پر آئے۔ آپ نے ان کا جہاں اجمالی جواب تحریر کیا وہاں سیدنا مہدی علی الرضوان کے ظہور کے عقیدہ پر احادیث کو جمع کرنا شروع کیا۔ تو یہ کتاب مرتب ہوگئی۔ اس کے چار ابواب ہیں۔ باب اوّل...... عقیدہ ظہور مہدی احادیث کی روشنی میں۔ باب ثانی...... عقیدہ ظہور مہدی محدثین کی نظر میں۔ باب ثالث...... عقیدہ ظہور مہدی متکلمین کی نظر میں۔ باب چہارم...... منکرین ظہور مہدی کے دلائل پر تبصرہ۔ ابواب کی فہرست کا سرسری جائزہ لیں تو بات بہت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ ہمارے مخدوم حضرت مولانا ڈاکٹر شیخ الحدیث مفتی نظام الدین شامزئیؒ نے اس عنوان کا حق ادا کر دیا ہے۔ ابن خلدون کے اعتراضات کو مولانا اختر کاشمیری نے ''پرانی شراب نئی بوتل'' کے بمصداق پیش کیا۔ حضرت مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس جام زور وخدع کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اس علمی خزانہ کو احتساب قادیانیت کی اس جلد میں شائع کرنے کی خوشی کے ٹھکانہ کا قارئین کو سمجھانا میرے لئے بہت مشکل ہے۔ خارجیوں کو دن میں تارے دکھلا دیئے ہیں۔

۱۵...... مرزائی مذہب کا خاتمہ: جنوری ۱۹۵۰ء میں مولانا ابوالنذیر راولپنڈی نے یہ رسالہ تحریر کیا۔ قادیانیت کی تردید میں بہت ہی معلوماتی اور آسان باتیں درج کی ہیں۔ احتساب کی اس جلد میں اسے شامل کر رہے ہیں۔

۱۶...... بنا سپتی نبوت: جناب نیاز لدھیانوی صاحب ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کراچی بندرروڈ پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں ہوتے تھے۔ نشتر پارک میں قادیانی ظفراللہ خان کا جلسہ ہوا۔ پھر ۱۹۵۳ء کی تحریک چلی تو نیاز لدھیانوی گرفتار بھی ہوئے۔ اس تحریک کے زمانہ میں یہ کتابچہ لکھا جو احتساب قادیانیت کی اس جلد میں پیش خدمت ہے۔

غرض احتساب قادیانیت جلد انچاس (۴۹) میں:

۱......	مولانا محمد عبداللہ جونا گڑھیؒ	کا	۱	رسالہ
۲......	مولانا مفتی عتیق اللہ شاہ کشمیریؒ	کا	۱	رسالہ
۳......	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	کے	۳	رسائل
۴......	مولانا محمد عبداللہ روپڑیؒ	کا	۱	رسالہ
۵......	مولانا عبدالرحمٰن لکھویؒ	کا	۱	رسالہ
۶......	مولانا حسن رضا خان قادریؒ	کا	۱	رسالہ
۷......	مولانا مفتی رفاقت حسین بریلویؒ	کا	۱	رسالہ
۸......	مولانا سید محمود احمد رضویؒ	کا	۱	رسالہ
۹......	جناب چوہدری رحمت الٰہی لاہور	کا	۱	رسالہ
۱۰......	مولانا محمد شریف خالد رضویؒ	کا	۱	رسالہ
۱۱......	جناب پروفیسر شاہ فریدالحق	کا	۱	رسالہ
۱۲......	مولانا ڈاکٹر نظام الدین شامزئیؒ	کا	۱	رسالہ
۱۳......	مولانا ابوانند بزؒ راولپنڈی	کا	۱	رسالہ
۱۴......	جناب نیاز لدھیانوی	کا	۱	رسالہ

....

گویا ۱۴ حضرات کے کل	۱۶	رسائل

احتساب قادیانی کی جلد ۴۹ میں شامل اشاعت ہیں۔ فلحمدللہ علیٰ ذالک!

محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا!

۳۱ر اگست ۲۰۱۲ء

الامر قد استحکم

بجواب الدلیل المحکم

حضرت مولانا محمد عبداللہ جوناگڑھیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برسوں سے سننے میں آیا تھا کہ پنجاب میں کسی مسلمان کہلانے والے نے دعویٰ نبوت ومسیحیت کیا ہے۔ تعجب تو سخت ہوا تھا کہ یہ کیسا مسلمان، مسلمان اور یہ جرأت؟ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی سننے میں آتا تھا کہ بہادر علماء اسلام نے اس کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے۔ اس سے مطمئن تھا کہ شیخ شیرازی نے کہا ہے:

چو کارے بے فضولی من برآید
مراد روے سخن گفتن نشاید

امسال سفر رنگون کا اتفاق ہوا اور اسی سفر میں چند مرزائیوں سے ملاقات ہوئی۔ دیکھا کہ ابتداء گفتگو میں یہ لوگ شیر کا سا حملہ کرتے ہیں اور اپنے مخاطب کو ذلیل سمجھ کر یہ گمان کرتے ہیں کہ اس کو چند منٹوں میں ہم لاجواب کر دیں گے۔ اسی لئے مرزا قادیانی کے تمام دعاوی تسلیم کر کے بحث کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ مخاطب کے کلام پر ہنسے جاتے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد جب میدان تنگ نظر آتا ہے تو پہلو بدل کر مرزا قادیانی کے دعووں سے دستکش ہو کر کہنے لگتے ہیں کہ یہ سب مرزا قادیانی پر بہتان ہے۔ نہ انہوں نے نبوۃ کا دعویٰ کیا نہ مسیحیت کا۔ البتہ مجدد بکسر دال اور محدث بفتح دال تھے۔

پانچ چھ روز ہوئے کہ ایک دوست نے میرے پاس ایک پرانا رسالہ ۱۹۰۴ء کا تالیف شدہ بھیجا اور کہا کہ اس میں قرآن اور اصح الکتب صحیح البخاری سے موت مسیح ثابت کی گئی ہے۔ میں نے اس کو پڑھ کر جواب لکھا جو ہدیہ ناظرین ہے: العبد

الفقیر المفتقر الی اللہ عبداللہ بن عنایت اللہ

مورخہ ۱۴؍جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

السلام علیکم! آپ کا بھیجا ہوا رسالہ الدلیل المحکم پہنچا۔ جس میں مرزائی نے قرآن مجید کی تین آیات سے حضرت مسیح ابن مریم کی موت پر استدلال کیا ہے۔

پہلی آیت: ’’یاعیسے انی متوفیك ورافعك الیّ (آل عمران:۵۵)‘‘

دوسری آیت: ’’وقولهم انا قتلنا المسیح عیسے ابن مریم رسول اللّٰه ۰ وما قتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم ۰ وان الذین اختلفوا فیه لفی شك منه ۰ مالهم به من علم الا اتباع الظن ۰ وماقتلوه یقینا ۰ بل رفعه اللّٰه الیه (النساء

:۵۷، ۵۸) ''ان دو آیات میں سے دوسری آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کی نسبت ایک حرف بھی نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ دونوں آیتوں کو ملا کر نتیجہ نکالا جائے۔ بشرطیکہ پہلی کے معنی مقرر ہو جائیں کہ یہاں پر لفظ ''متوفیك'' کے معنے سوا موت کے کچھ نہیں ہیں۔

مرزائی صاحب کا سارا زور صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر پر ہے کہ انہوں نے ''متــوفیك'' کے معنے ''ممیتک'' کئے ہیں۔ ہم نے مرزائی کی خاطر صحیح بخاری کی کتاب التفسیر سورۂ بقر کو اول سے آخر تک تین مرتبہ دیکھا۔ کہیں پتہ نہیں چلا۔ بلکہ یوں کہیے کہ سورۂ بقر کی تفسیر میں حضرت امام بخاریؒ اس آیت کو لائے ہی نہیں۔ لاچار ہو کر پھر مرزائی صاحب کے رسالے کو دیکھا تو رسالے کے آخر میں ایک تیسری آیت لایا ہے۔ جو سورۂ مائدہ کی ہے اور اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت صحیح بخاری میں صرف اتنی آئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ میری امت کے لائے جائیں گے۔ وہ مجھ تک آنے سے روکے جائیں گے۔ میں کہوں گا یہ میرے اصحاب ہیں ان کو آنے دو۔ جواب ملے گا کہ آپ کو خبر نہیں کہ انہوں نے دین سے ارتداد کیا تھا۔ یہ سن کر میں وہی بات کہوں گا جو اس نیک بندے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہی تھی اور وہ یہ ہے: ''وکنت علیهم شهیداً مادمت فیهم ۰ فلما توفیتنی كنت انت الرقیب علیهم...... الخ (المائدہ:۱۱۷)'' ﴿مجھے میری موجودگی میں تو ان کا حال معلوم تھا۔ مگر جب توفیتنی کی حالت کو آپ نے پہنچا دیا تو پھر آپ ہی جانیں کہ انہوں نے کیا کیا۔﴾

اس جگہ پر ہم نے توفیتنی کے معنی اپنی زبان میں کچھ نہ کئے بلکہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اس لئے کہ اگر میں اپنے تحقیق کردہ معنے لکھتا تو میاں قادیانی اس کو قبول نہ فرماتے اور اگر قادیانی طور پر ترجمہ کرتا ہوں تو میں خدا کی کتاب کا پہلا خائن ہوتا۔ حاصل یہ ہے کہ مسکین مرزائی کی رسائی یہاں تک ہوئی ہے کہ ان تین آیتوں میں سے دو میں تو جناب والا کو لفظ ''توفی'' نظر آرہا ہے۔ جس کے مختلف معانی میں سے صرف ایک معنی موت ہیں۔

تیسری آیت سورۂ نساء جو رسالے کے نمبر کی رو سے دوسری ہے۔ اس میں سے رفع کو اڑایا۔ پھر تینوں کو ترتیب دے کر نتیجہ نکال لیا کہ: ''توفی عیسی ثم رفع الی ربه ثم ارتدمن ارتدمن امته وقال هوابن الله وكذا وكذا ''یعنی (۱) حضرت مسیح علیہ السلام نے وفات پائی (۲) پھر اٹھائے گئے۔ (۳) پھر ان کی امت گمراہ ہوئی۔ جس گمراہی سے حضرت مسیح خدا کے سامنے لاعلمی کا اظہار کریں گے۔ اس پر تائیداً حضرت محمد ﷺ کی اپنی امت کی گمراہی سے لاعلمی کا بیان قادیانی نے کیا ہے۔ جو ہو بہو اسی عبارت میں ہے جو واقعی حضرت مسیح علیہ السلام

کے الفاظ ہیں۔ یہ ترتیب مقدمات قادیانی کے رسالے کی پریشان عبارتوں میں سے ہم نے قائم کی ہے۔ ورنہ اس بندۂ خدا نے تو یوں ہی مفسرین کو برا بھلا کہنے اور دانت پیسنے کے سوا کچھ نہیں کیا اور اگر وہ مانیں تو یہ ہمارا احسان ہے قادیانی کی جماعت پر کہ اس ترتیب سے بآسانی وہ ممات مسیح پر استدلال کر سکتے ہیں۔

چلئے اب ہم اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں۔ ''متوفی'' صیغہ اسم فاعل کا ہے۔ جس کو خداتعالیٰ نے اپنی نسبت ادا فرمایا ہے۔ جس کا ہم قادیانی خواہش کے مطابق یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

''اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں اپنی طرف۔'' اسم فاعل، اسم مفعول وغیرہ کل اسماء کسی زمانہ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے۔ جس کو ایک بچہ جس نے علم صرف کی ابتدائی کتابیں پڑھی ہوں۔ سمجھ سکتا ہے۔ البتہ فعل زمانوں میں سے کسی نہ کسی زمانہ کا محتاج ہوگا۔ پس پہلی آیت: ''انی متوفیك ورافعك الیّ'' میں خدا نے اپنے اسماء جس میں سے دو اسموں کا استعمال فرمایا جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق وعقیدہ ہے اور رہے گا۔ بے شک اللہ رب العزت حضرت مسیح علیہ السلام کو مارنے والا ہے اور ان کے بعد جو نسلیں قیامت تک ہوں گی۔ سب کا وہی مارنے والا ہے۔ خدا کی صفتیں ازلی وابدی ہیں۔ ان کا ظہور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ کون سا مسلمان ہے جس کا عقیدہ ہو کہ خداتعالیٰ حضرت مسیح کو نہ مارے گا اور وہ دائماً ابداً زندہ رہیں گے۔ چلئے اب حضرت ابن عباسؓ نے بالفرض متوفی کے معنی ممیت کئے بھی ہوں تو ہمارا کیا نقصان ہے۔ ہم تو پہلے سے مانے ہوئے ہیں کہ حضرت مسیح مرنے والے ہیں۔

اب رہی وہ آیت کہ جس میں بصیغہ فعل فرمایا ہے: ''بل رفعه الله الیه'' پھر رفع کو موت کے بعد ثابت کرنے کے لئے قادیانی نے تیسری آیت سورۂ مائدہ پیش کی ہے: ''فلما توفیتنی'' اب یہاں مہربانی فرما کر حضرت ابن عباسؓ کو بلالاؤ تو ہم آپ کو بہادر سمجھیں۔ لاکھ بار قادیان کے منارۂ مصنوعی پر چڑھ کر یا ابن عباسؓ، یا ابن عباسؓ کر گلا پھاڑو۔ جواب تک نہیں ملے گا اور کیوں ملے۔ وہ جرالامت ہیں۔ وہ مسکین قادیانیوں کی طرح اس بات پکار پکار سے ناواقف نہیں ہیں کہ کلام عرب میں جس مادے کے جو معنے اسم میں ہوتے ہیں انہیں معنوں کا ہونا فعل میں لازم نہیں اور یہ بھی لازم نہیں کہ ہر مادہ میں اسم فعل کے معنے متغائر ہوں۔

مثلاً ضارب اسم فائل ہے جس کے معنے مارنے والا وغیرہ۔ اور فعل میں آکر: ''ضرب الله مثلا رجلا فیه شرکاء متشاکسون (الزمر:۲۹)'' یہاں ضرب کے معنے مثال بیان کرنے کے۔ ایسے موقع پر اگر کسی نیم ملا کو کسی معتبر مفسر کی تفسیر میں ضارب کے معنے

مارنے والا پڑھنے میں آگئے تو اسی معنے کو لے کر ان باکمال بزرگوں سے جھگڑتا پھرے گا کہ دیکھو اتنے بڑے مفسر نے تو یہ معنے کئے ہیں اور تم اس کے خلاف کر رہے ہو۔ تم کو خدا کا خوف نہیں۔ تم بے انصاف ہو۔ تمہاری آنکھوں پر تعصب کی پٹی پڑی ہوئی ہے۔

کہو مسلمانو! اور خدا لگتی کہو کہ اس نیم ملا کا یہ الزام ان اکابر علماء پر مناسب اور موزوں ہوگا؟ ہرگز نہ ہوگا۔ گو ہمیں اب تک بڑی تلاش کے بعد بھی صحیح البخاری کی سورۂ بقرہ کی تفسیر اس آیت: ''انـــی متـوفيك ''کے متعلق کچھ نہیں ملا۔ تاہم صحابہ کا زمانہ چونکہ خیر القرون ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی کو وصال منکوحہ آسمانی ابھی ابھی ہوا ہے؟ لہٰذا ان کے اصحاب وحوارین بھی زندہ موجود ہیں۔ علماء اسماء الرجال نے فیصلہ کیا ہے کہ: ''الصحابة كلهم عدول ''اسی بناء پر ہم بھی فیصلہ کرتے ہیں کہ نبی کے اصحاب کو جب عدول کہا گیا ہے تو متنبی کے اصحاب کو صدوق کیوں نہ کہا جائے؟ مگر لیجئے ہم آپ کو صدوق سمجھ کر کہتے ہیں کہ ضرور حضرت ابن عباسؓ نے متوفیک کی تفسیر آپ کے کہنے کے موافق اسم فاعل ہونے کی حالت میں کی ہوگی۔ مگر مکرما۔ فعل کی تفسیر میں آنجناب سے کچھ کہلوا دیجئے۔ تو مدۃ العمر آپ کا ممنون رہوں گا۔

جب آپ کا صرف میں کچا پن معلوم ہوا کہ اسم کو زمانہ کے ساتھ وابستہ کر رہے ہو۔ یہ ویسے نحوی بودا پن بھی جناب کا ظاہر ہے کہ آپ عطف واوی کو ترتیب کے لئے مفید سمجھ رہے ہو۔ علم کی کمی کے ساتھ مفتی یا مصنف بننا اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنا ہے۔ دیکھو بھائی حروف عاطفہ مثلاً واو، اور فا، اور ثم۔ ان میں سے ثم بے شک ترتیب وتراخی کو چاہتا ہے اور ف بھی کبھی کبھی ترتیب کا کام دے جاتا ہے۔ لیکن غریب واو تو نہ الالذی نہ اولا الذی۔ خدا کے لئے کسی عربی کے مدرسے میں جا کر اس طالب علم سے پوچھو کہ جس نے نحو میں پہلا قدم رکھا ہو۔ وہ چھوٹتے ہی آپ کو عطف واوی کی مثال میں کہہ دے گا کہ جب عرب کہے۔ جاءنی زید وعمر۔ تو سامع یہی سمجھے گا کہ متکلم ان دونوں کا آنا بیان کر رہا ہے۔ اس کلام میں شرط نہیں کہ اگر عمر پہلے آیا تھا یا متکلم نے زید کو کیوں مقدم کیا۔

ہاں ہاں صرف ونحو پڑھنا شاید مرزائی مذہب میں ناجائز ہو۔ ان ایمان داروں کو صرف قرآن پر ایمان ہے۔ بہت اچھی بات ہے۔ دیکھئے قرآن مجید کو ہاتھ میں باوضو ہو کر لیجئے۔ قبلہ رخ ہو کر بیٹھئے۔ آدھا ادھر۔ آدھا ادھر۔ بیچ میں کھولئے سورۂ مریم کو ملاحظہ فرمائیے۔ سب سے پہلے حضرت زکریا اور یحییٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قصہ نظر آئے گا۔ اس کے بعد واو عاطفہ کے ساتھ حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے ہونہار نونہال حضرت مسیح کلمۃ اللہ وروح اللہ کا ذکر شروع ہوا ہے۔ یہ واو عاطفہ جو حضرت مریم اور حضرت زکریا کے قصوں کے درمیان واقع ہوئی ہے۔ یہ تو بلا

شبہ قادیانی پارٹی کے مفید مدعا ہے۔ کیونکہ بلاریب حضرت مریم صدیقہ حضرت زکریا سے موخر ہیں۔ ذرا آگے بڑھیے پھر واؤ عاطفہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کی ابتداء میں آ کر مرزائی تنور پر پانی ڈال دیا۔ اب تیسر واؤ عاطفہ نے دوبارہ قادیانی جماعت کی پشت گرم کر دی۔ کیونکہ یقیناً حضرت کلیم اللہ، حضرت خلیل اللہ سے پیچھے بلکہ ان کی اولاد میں ہیں۔ لو مرزائیو! مبارک۔ مجھ سے جہاں تک بن سکے گا آپ کی بات بنانے کی کوشش کروں گا۔ افسوس چوتھی واؤ عاطفہ نے ساری آرزو خاک میں ملادی کہ حضرت ذبیح اللہ کے قصے پر آ پڑی۔

ارے آہ! حضرت ذبیح اللہ تو جناب کلیم اللہ سے کہیں گے۔ لو صاحب اب تو واؤ عاطفہ کو ہماری قادیانی جماعت سے کچھ دشمنی سی ہوگئی۔ دو مرتبہ ہماری بہادر قوم کی حمایت کر کے اب جو مخالفت آئی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد نہایت پرانے، پیشوائے پیشنیاں حضرت ادریس علیہ السلام کو لیا اور وہاں سے ترقی کر کے جناب ابوالبشر آدم علیہ السلام تک پہنچی۔ پھر وہاں سے تنزل کر کے ابوالبشر ثانی حضرت نوح علیہ السلام کی جانب توجہ فرما کر پھر ایک بار قادیانی اصحاب کو دلاسا دے گئی۔ مگر میری پیاری مرزائی جماعت ہے ذرا ہوشیار۔ جوان کا ہو کر پھر مخالف ہو جائے۔ اس کے دم دلاسوں میں دوبارہ نہ آئیں گے۔ واؤ عاطفہ نے پہلے ان کا ساتھ دیا پھر چھوڑا۔ پھر ملی۔ پھر ٹپکا۔ ایسے بیوفا دوست سے انہوں نے ناتا کاٹا۔ اب ہزار بار واؤ عاطفہ ان کی طرفداری کرے۔ اس کی ایک نہ سنیں گے۔

دیکھا مرزائی محبو! میں آپ سے پہلے کہہ چکا تھا کہ اس معشوق ہرجائی کے بھروسے نہ رہو۔ یہ تم کو آہستہ آہستہ لے جا کر ایسے گڑھے میں گرائے گی کہ جہاں زفیر وشہیق کے سوا نہ کوئی ساتھی ہوگا نہ ہمدم۔ مگر آج گھرے دوستوں کی کون سنتا ہے۔ لو اب میں آپ کو تنہائی میں سناتا ہوں۔ وہ آپ نے جو معنے ’’متوفیك‘‘ کے حضرت ابن عباسؓ سے سنے ہیں وہ سب صحیح۔ لیکن اسمیت نے وقعیت کو کھالیا اور واؤ عاطفہ نے ترتیب سے برائے قرآن وحدیث وصرف ونحو، ومعنی وبیان ومحاورات عرب۔ انکار کر دیا۔ جبکہ ترتیب ہی نہ رہی تو خدارا آپ ہی کہیے کہ آپ کے پاس کون سی دلیل رہ گئی جس کی رو سے آپ متوفیک، کو رافعك الیّ پر مقدم کرسکو۔ اب کہو خوف خدا آپ کو نہیں، یا ہم کو، اور تعصب کی پٹی چشم والا پر ہے یا ہماری گناہ گاہ آنکھ پر۔

اس تقریر میں آپ کی پیش کردہ دو آیاتوں سے آپ کے استدلال کا جواب ہو گیا۔ بایں طور کہ حضرت ابن عباسؓ کا ترجمہ ممیتک والی آیت میں عطف واوی جب مفید نہ ہوا تو اس کے ساتھ جو لفظ ’’رافعك الیّ‘‘ ہے۔ وہ اور دوسری آیت میں ’’بل رفع الله الیه‘‘ یہ دونوں بعد

الموت ہونے غیر ثابت ہوئے اور یہ ظاہر بات ہے کہ پہلی آیت کا رفع بعد الموت کو ثابت کرنے والی صرف ترتیب ہے۔ سو ترتیب ہی نہ رہی تو اب رفع کو بعد الموت ثابت کرنے کے لئے آپ کے ہاتھ میں کیا رہا۔ اور جب پہلی آیت والا رفع آپ کے کام کا نہ رہا تو دوسری آیت کا رفع اس کا بھائی وہ کیوں آپ کی دلجوئی اور اشک شوئی کرنے لگا۔ بات وہی ہے جو مسلمانوں نے پہلے سے سمجھ رکھی ہے کہ آیات قرآنیہ میں رفع مسیح کو موت مسیح سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

اگر در خانہ کس است
ایں قدر بس است

لیجئے اب تیسری آیت سورۂ مائدہ کا حال سنئے۔ سورۂ مائدہ والی آیت میں آپ نے تین باتوں پر اپنی طاقت صرف کر دی ہے۔

اوّل...... یہ کہ اس میں حضرت مسیح علیہ السلام قیامت کے دن ''فلما توفیتنی'' فرمائیں گے۔

دوم...... یہ کہ واقعہ ''توفیتنی'' کے بعد آنجناب کو خدا یا خدا کا بیٹا کہا گیا۔

سوم...... یہ کہ جناب خاتم النبیینؐ اپنا جواب اور جناب ابن مریم کا جواب ایک ہی عبارت میں ادا فرماتے ہیں۔ حالانکہ آپؐ مرنے کے بعد جی کر یہ جواب دیں گے۔ پس جبکہ جواب دونوں کا یکساں ہے تو حالت بھی دونوں پیغمبروں کی یکساں ہونی چاہئے۔ ماشاء اللہ کیا ہی استدلال ہے؟ میں نے اس لئے مرزائی جماعت کو بہادر کا خطاب دیا ہے۔ سنو عزیز من، آپ کے شبہات کا نمبر وار جواب حاضر خدمت ہے۔

لفظ ''توفی'' ابواب ثلاثی مزید فیہ کا ایک مصدر ہے۔ جس کو ثلاثی مجرد میں لے جانے سے فوت رہ جاتا ہے۔ چونکہ قوت آپ کے ہاتھ سے فوت ہو چکا ہے۔ اس لئے آپ اس کے بھائی توفی سے اپنی تشفی کر رہے ہیں۔ سارا زور آپ کا اور آپ کی جماعت کا اس بات پر ہے کہ اوّل تو یہ لفظ موت کے سوا کوئی معنے رکھتا ہی نہیں اور اگر بالفرض کوئی معنے ہوں بھی تو قرآن مجید اس معنی میں کہیں ناطق نہیں ہوا۔ اس تقریر سے یا تو یہ پایا جاتا ہے کہ آپ قرآن دانی میں بھی ایسے عدیم المثیل ہیں جیسے صرف ونحو وعربیت وغیرہ میں۔ یا یہ جان بوجھ کو خلق اللہ کر دھوکہ دے رہے ہیں۔

خدا کے لئے غصے اور غضب سے تھوڑی دیر کے واسطے کنارہ کش ہو کر کہو کہ آپ نے اپنے اسی رسالے الدلیل محکم کے آخر میں ص۲۳ پر جو ۲۴ مقامات قرآنی سے لفظ ''توفی'' کو اٹھا کر ایک فہرست کی صورت میں دکھایا ہے اور جلی قلم سے زور وشور کے ساتھ دعویٰ کیا ہے کہ اب سب مقامات میں توفی کے معنے موت اور قبض روح کے سوا کچھ نہیں ہوتے اور ڈنکے کی چوٹ

دعوے پر دعوے کہ جس کا جی چاہے تراجم اور تفاسیر دیکھ لے۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون!
برخوردار، سعادت آثار، نیک کردار۔ اگر ایسا ہی کرنا تھا تو اتنا ہی کر دیتے کہ اس فہرست میں سے ان مقامات کو قلم انداز کر دینا چاہئے تھا۔ جن مقامات میں اگر توفی کے معنے موت اور قبض روح کے کئے جائیں تو قرآن کتاب الٰہی نہیں رہتا۔

چلئے لیجئے! اپنے رسالے کو ہاتھ میں اور کھولئے ص ۲۳ پھر آیئے نمبر ۶ پر۔ جہاں آپ نے حوالہ سورۂ انعام کا دیا ہے۔ وہ پوری آیت یہ ہے: ''ھوالذی یتوفکم باللیل ویعلم ماجرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی۰ ثم الیہ مرجعکم ثم ینبئکم بما کنتم تعملون (الانعام:۶۰)'' اس آیت کا ترجمہ ہم مرزائیوں کی خواہش کے مطابق کرتے ہیں۔ تاکہ ہر خوش قسمت بندہ آسانی سے سمجھ لے کہ مرزائی خواہش کے مطابق ترجمہ ہونے سے بھی مرزائیوں کو مفید نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمارا ترجمہ ان کو کم صدمہ پہنچاتا ہے۔ لیکن ان کا ترجمہ تو ان کی ساری عمارت گرا دیتا ہے۔ چونکہ مرزائی تمام آیات قرآنیہ میں لفظ ''توفی'' کے معنے موت اور قبض روح کے کرتے ہیں۔ اس سے نہایت خوش ہیں۔ اس لئے ہمیں اور معانی کے اثبات کی تکلیف اٹھانا فضول ہے۔

لیجئے صاحب! ترجمہ حاضر ہے۔ ﴿وہ خدا جو تم کو ہر رات کو مار ڈالتا ہے اور تمہارے دن کے کاموں کو جانتا ہے پھر تم کو اس میں اٹھاتا ہے تاکہ وقت مقرر تک پہنچائے پھر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پھر تم کو تمہارے اعمال کی خبر دے گا۔﴾

عطف کی بحث میں جو ہم نے کہا تھا کہ واؤ ترتیب کو نہیں چاہتی۔ البتہ ثم کا استعمال ترتیب کے لئے ہوتا ہے۔ وہی ثم صاحب یہاں آپہنچے جو اس آیت میں تین جگہ رونق افروز ہیں۔ ثم کا ترجمہ میں نے پھر کیا ہے۔ یہ ''پھر'' کا لفظ میرے ترجمہ میں تین بار آیا ہے۔ اب ترتیب قرآنی کو دیکھو کہ رات کو تمہیں مار ڈالتا ہے۔ (پھر کیا ہوتا ہے) کہ دن ہونے پر تم کو اٹھاتا ہے۔ (یہ مارنا جلانا بار بار کا کیوں ہوتا ہے تاکہ آسانی سے تم وقت مقرر تک ''یعنی اصلی موت کی گھڑی تک پہنچو'') پھر کیا ہوتا ہے کہ تم مر کر خدا کی طرف لوٹ جاتے ہو۔ پھر کیا ہوگا۔ خدا تم کو تمہارے اعمال کی خبر دے گا۔

اس آیت میں تین جگہ پر آکر ثم نے کیا کیا۔ سب سے پہلے پہلا کام بتایا، اس کے بعد کا کام بعد میں بتایا۔ اس کے بعد اس کے بعد کا کام۔ یعنی پہلے شب وروز کا مارنا جلانا بتایا۔ پھر اصلی موت تک پہنچنا جتایا۔ پھر خدا کی طرف لوٹ جانے کا ارشاد ہوا۔ سب سے آخر میں اعمال سے آگہی پانے کی اطلاع بخشی۔ اس میں سب سے پہلے روزانہ موت کا ذکر فرمایا۔ یہی وہ

"تـــوفـــی" کا ترجمہ ہے۔اگر یہی توفی یا موت جو ہم کو اور تم کو ہمیشہ بستر پر لیٹتے ہی آ جاتی ہے۔حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی آ گئی تو اس موت سے انکار کرنے والا پاگل خانے کا مستحق ہے۔ ہم خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں کہ اس موت میں جناب مسیح ایک بار نہیں بلکہ ہزار بار مر چکے ہیں۔آپ جس موت کے آرزومند ہیں وہ یہ موت نہیں جو ہم کو تم کو ہمیشہ آیا کرتی ہے۔اب ہم اپنی اس تحریر کی اوّل سطروں سے دست کش ہوتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ آئندہ ہم توفی کا معنی موت ہی کریں گے۔کیونکہ اوّل تو اس معنی کو ہمارے مرزائی دوستوں نے قبول کرلیا۔دوسرے یہ کہ یہ معنی بہ نسبت مرزائی حضرات کے ہم کو زیادہ مفید ہیں۔دل ماشاد چشم ماروشن۔اچھا تشریف لائیے اور آپ کے دوسرے استدلال کا حل سنئے۔

دوسرا استدلال آپ کا سورۂ مائدہ کی مذکورہ آیت سے یہ ہے کہ مسیحوں کی مسیح پرستی سے حضرت مسیح علیہ السلام کا خدا کے سامنے لاعلمی کا اظہار کرنا اور اس لاعلمی کو بوجہ موت کے بتانا۔یعنی حضرت مسیح یوں گزارش کریں گے کہ خدایا جب تو نے مجھے مار ڈالا تو پھر تو ہی ان کے حال سے خبردار تھا۔

بہت ٹھیک آپ کسی عدالت کے وکیل یا مختار رہ چکے ہیں۔مگر دوست قرآن سے اور تاریخ سے آپ نخفانہ ہو آپ بے خبر ہیں۔آپ کو تاریخ سے اتنا پتہ تو ملا کہ یہودیوں کا اعتقاد مصلوب ومقتول کی نسبت ایسا اور ویسا تھا۔اس لئے اللہ رب العزت نے ان کے مصلوب یا مقتول ہونے کی نفی فرمائی۔لیکن یہ پتہ ایسا ہی ہے جیسا کوئی مناظرے کے وقت اپنے حریف کو کوئی مضمون دکھا دیتا ہے۔حریف مسکین اس صحیح کتاب کے اتنے ہی مضمون کا عالم ہوتا ہے جتنا اس کو بوقت مناظرہ دکھایا گیا اور ہم کو تو اس میں بھی کلام ہے کہ آیا یہودیوں کا یہ اعتقاد تھا کہ وہ سبھی مقتولوں اور مصلوبوں کو ملعون سمجھا کرتے تھے۔یا صرف قادیانی متنبی کا خانہ ساز خیالی پلاؤ ہے۔جو محض احمقوں اور نادانوں کو جال میں پھانسنے کے لئے پکایا تھا۔

چونکہ پنجاب اور وسط ہند میں یہودی نہیں ہیں۔اس لئے وہاں کے باشندوں پر یہ جادو چل جاتا ہے۔لیکن ہم لوگ جنوبی ہند میں رہتے ہیں۔یہودیوں کے مساجد ومنابر،ان کی شادی غمی سب ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ہم تو ان کو ایسا ہی پاتے ہیں جیسا اس آخر زمانہ میں بے علم مسلمانوں نے پیروں اور شہیدوں سے حاجتیں مانگنا اور ان کو خدائی کارخانے کا مالک اور مختار جاننا دین سمجھ رکھا ہے۔یہودی بھی اپنے بزرگوں اور شہیدوں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔لیکن خیر اس متنبی کے اصحاب کو جبکہ ہم نے ایک قاعدے کی رو سے صدوق کہہ دیا ہے تو پھر متنبی صاحب بھی ویسے ہی سچے۔ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ یہودی کیا کہتے تھے اور کہتے ہیں۔ہم تو اپنے نومسیحیوں سے

مصافحہ کرنے کو ہیں۔ جن کا علم خلافت قادیان بروزن بادیان میں لہرا رہا ہے۔ پیارے توسیحیو! آؤ دیکھو یہ ہمارا تمہارا خانگی معاملہ ہے۔ کسی غیر کو دخل در معقولات کا مجاز نہیں۔

وہ جو سورۂ مائدہ کی آیت ہے۔ دوسرا استدلال قائم کرنے میں آپ کو مغالطہ ہوا ہے۔ یہ بالکل حق بجانب ہے۔ آپ ایک سیدھے سادھے ولی آدمی ہیں اور ہیں بھی حق پسند۔ قرآن کی محبت میں چکنا چور۔ ادھر عام قاعدہ ہے کہ عشق اور عقل کی بنتی نہیں۔ عشق آیا اور عقل چلی۔ پھر مصیبت یہ کہ علم کی کمی۔ پھر مصیبت پر مصیبت یہ کہ قرآن کریم کے مقامات مشکلہ میں یہ ایک مقام ہے جہاں اچھے اچھوں کی دال کم گلتی ہے۔ وہاں آپ جیسا سادہ لوح، حدیث العہد بالمسیحیت جدیدہ۔ اگر ٹھوکر کھا جائے تو معذور ہے:

بہت شہسواروں کو یاں گرتے دیکھا حالی
بہت یکہ تازوں کو یاں گرتے دیکھا

کچھ مضائقہ نہیں۔ پھسلتی زمین پر پھسلنا قابل مضحکہ نہیں ہوتا۔ آیئے سنبھل بیٹھئے۔ یہ جو اس آیت شریفہ میں آپ کو دو لفظ دکھائی دے رہے ہیں۔ ایک "فلما توفیتنی" یعنی جبکہ تو نے مجھے مار ڈالا۔ دوسرا یہ کہ مرنے کے بعد میں نہیں جانتا کہ مجھے کس نے خدا بنایا اور کس نے خدا کا بیٹا۔

دیکھو اسی موقع پر آپ کو سمجھا کہا تھا کہ آپ قرآن اور تاریخ دونوں سے ناواقف ہیں۔ تاریخ پر آپ کو کس قدر عبور ہوتا تو آپ جان لیتے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بعض نادان دوستوں نے ان کی زندگی ہی میں ابن اللہ کہنا شروع کر دیا تھا اور یہی وجہ زیادہ تر یہودی علماء کے غصے کا باعث ہوئی۔ جنہوں نے اپنے امرا اور حکام کو آنجناب کے قتل پر ابھارا۔ حالانکہ جناب مسیح ان نادان دوستوں کی اس نالائق حرکت سے نالاں تھے۔ مگر کرتے کیا۔ نہ طاقت تھی نہ حکومت۔ کوئی تعجب کرے گا کہ مسیح کے ماننے والوں سے خود اپنے مقتدا کی موجودگی میں یہ حرکت۔ پھر ان کے منع کرنے پر بھی باز نہ آنا خلاف عقل۔ میں ان متعجبین کو ایک لائن بتاتا ہوں کہ ذرا اپنے گھر کی تاریخ۔ تاریخ اسلام پڑھو۔ غلالی شیعہ کا قصہ دیکھو۔ آج واقف کار لوگ کہتے ہیں کہ دنیا سے یہ شیاطین سب کے سب اٹھالئے گئے جو جناب اسد اللہ الغالب علی کرم اللہ وجہہ کو آپ کی زندگی میں الہ کہتے تھے۔ جناب حیدر تو جہاں کسی غالی شیعہ کا پتہ لگتا ضرب وقتل سے اس کا علاج کرتے۔ اتنا ہونے پر بھی وہ اپنے ناپاک عقیدے سے باز نہیں آتے تھے اور جناب زوج بتول کی اس خفگی اور قتل کی تاویل یوں کرتے تھے کہ چونکہ آپ الہ بے شک ہیں۔ مگر اس راز کو مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہم اس راز کا بے صبری سے افشاء کرتے ہیں۔ اس لئے آپ ہم کو قتل کرتے ہیں۔

کہئے ان شقاوتوں کا کوئی علاج ہے؟ میں کہتا ہوں اس گروہ کے بقایا سقایا ایران اور ہندوستان کے بعض مقاموں میں اب تک موجود ہیں۔ یہ خیال غلط ہے کہ وہ بالکل ناپید ہو گئے۔ غور فرمائیے کہ جس مرض کا علاج شیر خدا سے اپنی حکومت اور خلافت کے ہاتھوں سے نہ ہو سکا۔ وہ بیماری جناب مسیح کی زبانی نصیحتوں سے کیونکر دور ہو سکتی؟

اب رہا دوسرا شبہ۔ وہ یہ کہ جب تو نے اقرار کر لیا ہے کہ یہودی پیروں اور شہیدوں کو مشکل کشاء اور حاجت روا مانتے تھے۔ نیز قرآن کریم بھی شہادت دے رہا ہے کہ انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا۔ ایسی حالت میں کیونکر مانا جائے کہ یہودیوں نے جناب مسیح کو صرف ابن اللہ ہونے کے شبہ میں مار ڈالنا چاہا۔ کیونکہ جس قوم میں جس بات کی عادت ہو جاتی ہے وہ بات ان کو غصہ نہیں دلاتی۔ اس شبے کے ازالے کے لئے کسی کتاب کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں۔ اپنے ہی شہروں، بستیوں کو دیکھو کہ جہاں لاکھوں قبریں اور چلے اور تعزیے پوجے جاتے ہیں۔ یہی مسلمان قرآن وحدیث اور فقہ اور اصول کے ماننے والے۔ گور پرست چلا پرست رشتہ پرست۔ پیر پرست، زندہ پرست، مردہ پرست۔ زن پرست۔ زر پرست۔ آشنا پرست لاکھوں نہیں کروڑوں پڑے ہیں۔ مصیبت کے وقت یا غوث۔ دشمن پر حملہ کرتے وقت یا علی۔ دریا کے سفر میں یا خواجہ خضر۔ ان کے شرک میں کسی ادنیٰ ذی شعور کو بھی کچھ تامل ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ مگر باوجود اپنی اتنی روی حالت کے ہندوؤں کی بت پرستی پر خفا ہو رہے ہیں۔ پارسیوں کی آتش پرستی پر ناراض ہیں۔ عیسائیوں کی مسیح پرستی پر برسر جنگ ہیں۔ مشرکین مکہ پر ان کے لات منات کے ماننے پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ حالانکہ ان تمام قوموں نے ان شرک میں آلودہ مسلمانوں سے بڑھ کر کوئی کام نہیں کیا۔ جو یہ کر رہے ہیں وہی وہ کرتے ہیں۔ پھر خفا ہونے کی وجہ کیا۔ میاں حالی مرحوم نے کیا ہی اچھا نقشہ کھینچا ہے۔ جس میں ان نام کے مسلمانوں کی پوری تصویر مع خد و خال کے نظر آ رہی ہے:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں — پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے — نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

جیسا ان شرک آلود مسلمانوں کو کوئی حق نہیں کہ کسی ہندو، عیسائی پر طعنہ زنی کریں۔ ایسا ہی ان مشرک یہودیوں کو بھی کوئی حق نہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اب اللہ کہلانے پر خفا ہوتے۔ مگر انہوں نے بلا استحقاق یہ کام کیا۔ جیسے آج کل کے نیم مسلم لوگ بلا استحقاق ہندوؤں وغیرہ کو مشرک کہہ رہے ہیں۔ امید ہے کہ ایک تاریخی واقع سے ان دو شبہوں کا ازالہ اتنا ہی بس ہوگا۔ ورنہ یار باقی صحبت باقی۔

ہم نے اوپر کے صفحات پر آپ کے خفا ہونے کی دو باتیں کہی تھیں۔ کیا کیا جائے۔ سر دست کوئی لفظ نہ ملا تو یہی کہہ دیا۔ قرآن و تاریخ، دونوں سے آپ ناواقف ہیں۔ خدا نہ کرے کہ آپ خفا ہوں۔ ان میں سے تاریخی ناواقفی کا مسئلہ بتا کر قرآنی ناواقفی کو ہم بتانا چاہتے ہیں۔ سنئے اور لٹھ نہ اٹھایئے۔

قرآنی اسلوب بیان سے وہی شخص واقف ہوسکتا ہے جو ہر ہر مقام پر ٹھہرے اور تمام مضامین خواہ وہ فقہی ہوں یا تاریخی۔ امثال ہوں یا غیر۔ سب کو غور سے پڑھے۔ پھر سب کی تطبیق میں اجتہاد کرے۔ اپنے مذہبی مسلمات کو ان پر عرض کرے۔ ان میں سے جس مسئلہ مذہبی کو مخالف کتاب مجید کے پائے چھوڑتا جائے۔ نہ یہ کہ کتاب مجید کو اپنے مذہب کے سانچے میں ڈھالتا جائے۔ ہزار سر دردیوں اور خون پسینہ ایک کرنے کے بعد قرآنی غوامض کے درشہوار کو پائے گا۔

جو آپ الزام پرانی فیشن کے مسلمانوں کو دیتے ہیں کہ وہ لوگ حدیثوں، تفسیروں اور مذہبی مقتداؤں کے کلام کے تابع آیات قرآنیہ کو کرتے ہیں۔ جیسے بن سکے توڑ مروڑ کے اپنے مسلمات اور معتقدات کے خلاف قرآن کو ایک قدم چلنے نہیں دیتے یہ بے شک۔ لیکن پیارے مرزائی دوست اس الزام سے آپ ہی بچ نہ سکے۔ آپ چراغ لے کر ڈھونڈو تو ان ہزاروں مرزائیوں میں سے ایک بھی ایسا نہ ملے گا جس نے مرزا قادیانی ملعون کی مرضی کے خلاف قرآن پاک کو ایک انچ بھی ادھر ادھر کروٹ بدلنے دی ہو۔

پھر کانا کانے کو اور لنگڑا لنگڑے کو کس چیز کا عار دلاتا ہے۔ آپ کو اگر اپنی مذہبی اشاعت کے علاوہ احوال قیامت کے دریافت کرنے کا موقع ملا ہوتو آسانی سمجھ جائیں گے کہ اس دن کا نام یوم الفزع الاکبر کہا گیا ہے۔ اس دن تمام انبیاء صدیقین جن کے رتبے سے بالاتر کوئی رتبہ نہیں ہے۔ نفسی نفسی اور رب سلم رب سلم۔ پکارتے ہوں گے۔: ”وتری الناس سکاریٰ وما هم بسکاریٰ ولکن عذاب الله شدید (الحج:۲)“ جس کا شر مستطیر ہوگا۔ ہر نیک و بد پر کم وبیش اس کا اثر پہنچے گا۔ ایسی گھبراہٹ ہوگی کہ بیٹے کو باپ اور جورو کو خاوند بھول جائے گا۔ سب نظر

کے سامنے پھرتے ہوں گے مگر کسی کو پہچانے گا نہیں۔ سورۂ معارج یبصرونھم جس گھبراہٹ میں انسان کھانا یا پیاس سب بھول جائے گا۔ وہی گھبراہٹ حضرت مسیح علیہ السلام کو ان کی امت کا معاملہ بھلا دے گی۔ وہ ان لوگوں کے شرکیہ اقوام سے بھی لاعلمی ظاہر فرمائیں گے۔ جو ان کی ۳۰ سالہ موجودگی دنیا میں ان کے حق میں کہہ گئے تھے۔

پھر تم تعجب کرو گے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ کیا انبیاء اور صدیقین پر گھبراہٹ اور اس کے اثر سے اتنا نسیان کہ اپنے مشاہدات اور وجدانات سے انکار کر دیں گے۔ ہاں کر دیں گے۔ لیجئے آپ کے تعجب کا علاج ابھی ہوا جاتا ہے۔ ذرا قرآن مجید کو پھر باوضو ہو کر ہاتھ میں لے کر سورۂ مائدہ کی آخیر کی آیت جس میں آپ اور ہم بحث کر رہے ہیں۔ اس مقام سے ایک دو ورق داہنی جانب کو الٹا کر دیکھئے۔ کیا نظر آ رہا ہے۔ وہ ایک ہولناک منظر دکھائی دیتا ہے جو یہ ہے: ''یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب (المائدہ:۱۰۹) '' ﴿جس دن اللہ رب العزت سارے رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا کہ تم کیا جواب دے گئے۔ کہیں گے خدایا ہم کچھ نہیں جانتے۔ آپ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں۔﴾

میں پوچھتا ہوں کون ہے جو نہیں جانتا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو کیا جواب ملا۔ کون بے خبر ہے اس سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کو کیا جواب ملا۔ اور ان کی قوموں نے ان برگزیدہ بندگان خدا کے ساتھ کیا برتاؤ کئے۔ باوجود اس قدر ہدایت کے کیا نبیوں کے سچے لوگ جھوٹ بولیں گے اور جھوٹ بھی علیم وخبیر کے آگے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

یہ جھوٹ نہیں بلکہ اسی یوم الفزع الاکبر کی گھبراہٹ نے ان کو از خود رفتہ کر دیا۔ انہیں کچھ یاد نہیں رہا کہ وہ کیا کہیں۔

اگرچہ یہ گھبراہٹ کی حالت خاصان خدا پر دیر تک نہ رہے گی۔ بلکہ رفتہ رفتہ غضب الٰہی میں کمی ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچے گی کہ انبیاء اور صدیقین کو چھوڑ کر ادنیٰ آدمی بھی اپنی عرض معروض کا مجاز ہو جائے گا۔ جس کا انتباہ اس آیت کریمہ میں ہے: ''یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسھا (النحل:۱۱۱)'' جناب خاتم المرسلین ﷺ سے جناب ام المومنین صدیقہؓ نے پوچھا کہ قیامت کے دن آپ ہم کو یاد کریں گے۔ فرمایا تین جگہ پر تو کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ حساب کتاب۔ میزان کے وقت۔ فرمائیے سید المرسلین، شافع روز محشر کو بھی جب ان تین مقامات میں یہ حالت طاری ہو تو پھر کس کی بات کا ٹھکانہ۔ جس جگہ تمام قواعد وقوانین پاس کئے ہوئے سند یافتہ

"صم بکم" ہو جائیں گے۔ وہاں حضرت مسیح اور جملہ انبیاء اپنے محفوظات سے غافل ہو کر انکار کریں گے کہ ہم نہیں جانتے۔ وہ جواب ایک سکر اور مدہوشی کی حالت کا ہوگا۔ جس کو آپ قیامت کے دن سے بے ڈر ہو کر استدلال میں لا رہے ہیں۔ اگر وہ جواب حضرت مسیح علیہ السلام کا واقعیت کے مطابق ہے اور سورۂ حج آیت اول: "وتری الناس سکٰرٰی وماھم بسکٰرٰی" کے اثر سے متاثر ہوئے بغیر ہوش کی حالت میں دیا ہے۔ تو اس جواب کا کیا علاج ہے جو حضرت مسیح نے جماعت انبیاء کے ساتھ شامل ہو کر دیا ہے۔ اگر وہ بھی حالت ہوش میں دیا گیا ہے اور وہ جماعت انبیاء کا جواب مطابق واقع ہے۔ تو اخبار قرانی سب غلط ٹھہرتے ہیں۔ جن میں صریح خبریں ہیں کہ قوم نوح نے یہ کہا اور قوم ابراہیم اور قوم لوط و قوم عاد نے اپنے اپنے انبیاء کو جھٹلایا۔ یہاں تک کہ مشرکین مکہ کا نبی آخر الزمان کو شاعر اور ساحر وغیرہ کہنا جو قرآن میں مذکور ہے۔ سب غلط ٹھہرتا ہے اور یہ سب تصدیقیں اور تکذیبیں انبیاء مذکور کے سامنے ان کی زندگی میں ہوئی ہیں۔ جس کو وہ حضرات ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ باوجود اس قدر جاننے کے انکار ولاعلمی کا سبب وہی گھبراہٹ اور بے چینی ہے جس کا لازمی نتیجہ نسیان اور ذہول۔ کبھی آپ کسی بادشاہ عالی جاہ کے دربار میں تو گئے نہ ہوں گے۔ مگر کسی عدالت کے جج کو کسی پر غصہ آتے ہوئے ضرور دیکھا ہوگا کہ غریب مدعی یا مدعا علیہ ان میں سے جس پر حاکم عدالت غصے میں آیا اور ڈانٹنا شروع کیا۔ بس وہیں وہ اپنے کام کے جتنے دلائل دے آیا تھا سب بھول گیا۔ اظہار دینے میں غلطیاں کرنے لگا۔

ہمارے دیار میں ایک جنگل ہے جس میں شیر اور درندے جانور بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اس میں دیسیوں کو شیر کا شکار کرنے کی ممانعت اور یورپی اقوام کو اجازت ہے۔ صاحب بہادر اکثر شکار کے لئے آیا کرتے ہیں۔ جو ان میں سے احتیاط برتتا ہے۔ وہ تو کچھ مشکلوں سے کامیاب ہو جاتا ہے اور جس نے ذرا بے احتیاطی کی اور شیر کے سر پر جا پہنچا۔ بس پھر کیا تھا۔ شیر کے غراتے ہی پاجامہ پیشاب سے تر۔ بھری ہوئی بندوق ہاتھ سے جا پڑی۔ سارے داؤ پیچ حرف غلط۔

یہ دنیا کی ادنیٰ سی دہشت انسان کو داؤ پیچ سارے بھلا دیتی ہے۔ یہاں تک کہ بھاگنا بھی محال ہو جاتا ہے۔ تو اس پچاس ہزار برس کے دل ہلا دینے والے دن کا کیا پوچھنا: "یوم ترونھا تذھل کل مرضعة عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملھا (الحج: ۲)"

متعدد رواتیوں سے مختلف کتب حدیث میں دیکھا گیا کہ جس وقت اللہ رب العزت حضرت مسیح علیہ السلام سے پوچھے گا کہ تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو اللہ کے سوا۔ یہ سوال ہوتے ہی جناب کلمۃ اللہ و روح اللہ کے بدن میں تھرتھری پیدا ہو کر تمام بالوں کی جڑوں

سے خون پھوٹ نکلے گا۔ یہی حالت ہوگی۔ جس میں کل کے کل انبیاء مع حضرت مسیح اور محمد ﷺ کے از خود رفتہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دل جوئی فرمائے گا۔ یہاں تک کہ یہی بہترین اور برترین جماعت شفاعت گنہگاران کا منصب حاصل کرے گی۔ جن میں شفاعت عظمیٰ اور شفاعت عامہ کی کرسی حضرت ختم الرسل ﷺ کے لئے مخصوص ہوگی۔ اس تقریر کے بعد پھر تکلیف کر کے قیامت کے دن کے اس منظر کو سامنے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو مخاطب کرلیا ہے۔ خطاب طول طویل ہے۔ جس سے سورۂ مائدہ کے آخری دو رکوع بھر گئے ہیں اور جواب حضرت مسیح کا بہ نسبت سوال کے بہت مختصر ہے۔ اس دوبارہ کلام الٰہی کو دیکھنے سے آپ بآسانی سمجھ لیں گے کہ عام خطاب اور اس کا جواب۔ پھر خاص خطاب اور اس کا جواب۔ دونوں میں کیا مناسبت ہے۔ اس وقت آپ میرا بے حد احسان مانیں گے۔

اب لیجئے! تیسرے شبہ کا جواب۔ جو آپ نے فرمایا ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنا جواب بھی وہی فرمایا جو جواب حضرت مسیح علیہ السلام دیں گے اور یقیناً آپ وفات پا چکے ہیں۔ پس یقیناً ثابت ہوا کہ آپ پس مردن جی کر جواب دیں گے۔ اس مشارکت جوابی سے لازم آیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مر کر جی کر یہ جواب دیں گے۔

سبحان اللہ! ہمارے ذہن ناقص کی رسائی اس کلام اور استدلال کے علو اور رفعت تک نہیں ہوسکتی۔ میری عقل مختصر کو اتنا حوصلہ نہیں کہ یہ معلوم کرسکوں کہ اس وقت آپ کا روئے سخن کس طرف ہے۔ یعنی اپنے رسالے کا یہ خاص جملہ کن کے سمجھانے کے لئے لکھا ہے۔ اگر غیر مسلم آپ کے مخاطب ہیں تو بلا سے، اور اگر یہ نہائل آپ کی مسلمانوں کو ہے تو محض تحصیل حاصل ہے۔ کون بدبخت آپ کو ملا تھا جو ناحق آپ کو ستا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ جواب ان کی اسی زندگی میں ہوگا۔

آپ خاطر جمع رکھئے کہ مشرق سے مغرب تک کے مسلمان جناب سالار انبیاء سے لے کر آج تک کے مسلمان اس پر متفق ہیں، کہ جواب مذکورہ حضرت مسیح ابن مریم کا مر کر جینے کے بعد ہوگا۔ اب وقت زیادہ ہوگیا۔ اس سے زیادہ میں آپ کی سمع خراشی کرنا نہیں چاہتا۔ ذرا دو باتیں رخصت ہوتے ہوتے سنتے جائیں۔

شاید اطراف پنجاب میں یہ دستور ہو کر مر کر جی اٹھنے کے بعد کے کلام کی اگر کوئی زندہ آدمی نقل کرے۔ مثلاً اہل جنت کا کلام: ”الحمد لله الذی هدا نالهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هد انا الله (الاعراف:۴۳)“ بطور شکر علی الاسلام کے کہنے لگے۔ تو آپ کے گرد ونواح کے لوگ اس کی نماز جنازہ اور تجہیز وتکفین کے لئے حاضر ہو جاتے ہوں گے ہوسکتا ہے۔

ہر ملکے وہر رسمے

ہمارے ہاں ایسا دستور نہ ہونے سے پوچھنا پڑا۔ ذرا ٹھہریئے بات ختم ہوئی جاتی ہے۔
یہاں تک تو آپ کے نقلی دلائل کا جواب ہوا۔ اب تھوڑا سا حضور کی عقلی حجت کے لئے بھی لیتے جایئے۔

آپ کی عقل اس کو محال سمجھتی ہے کہ سدا جینے کا رتبہ پانے کا اگر کوئی مستحق ہوتا تو جناب رسالت مآب محمد ﷺ علیہ الف تحیۃ والثناء اس کے مستحق ہوتے۔

کاش میں نے آپ کے جواب کی تیاری نہ کی ہوتی اور پہلے ہی سوچ لیا ہوتا کہ ایسی پادر ہوا باتوں کا بھی ہماری محفل میں گزر ہوگا۔

میاں! جب تم آپ ہی تسلیم کر رہے ہو کہ وفات پانا نبوت ورسالت کے منافی نہیں اور نہ زندہ مع الجسم آسمان پر اٹھ جانا نبوت اور رسالت کو لازم۔ (دلیل المحکم ص ۴)

یہاں پر آپ کے رسالے کی عبارت اختصار کے ساتھ لکھی گئی۔ میں کہتا ہوں کہ کسی خبطی سے آپ کو پالا پڑ گیا تھا جس نے مسلمانوں کے معتقدات کی غلط خبریں دے کر آپ کو پریشان کر گیا۔ واقعی آپ حق بجانب ہیں۔ ان غلط خبروں کی وجہ سے آپ درہم برہم ہو رہے ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں کوئی مسلمان حضرت مسیح علیہ السلام کے سدا جینے کا معتقد نہیں۔ کوئی مسلمان وفات پانے کو نبوت ورسالت کے منافی نہیں مانتا۔ کوئی مسلمان زندہ مع الجسم آسمان پر اٹھ جانے کو لازمہ رسالت نہیں مانتا۔ کوئی مسلمان عمر درازی کو کمالات نبوت سے نہیں مانتا۔ محض طویل العمر ہونے کو کمالات نبوت سے جب تعلق ہی نہیں تو ایسی چیز کے لئے جناب ختم رسالت نے کب آپ کو وکیل بنایا۔ جس میں آپ حضرت مسیح علیہ السلام سے منازعت کر رہے ہیں۔ مدعی سست گواہ چست۔

ص ۲۱ پر آپ نے اشہب قلم کو یوں جولانی بخشی ہے کہ قرآن شریف کے معنی اس کے مروجہ اور مصطلحہ الفاظ کے لحاظ سے کرے ورنہ تفسیر بالرائے ہوگی۔ آپ کے اس قول سے تمام اسلامی دنیا آپ کو مبارک باد دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ اسی روش پر آپ کو اور ہم کو رکھے۔ لیکن نور چشما مرزا قادیانی ملعون کی قبر میں ہڈیاں آپ کو کوس رہی ہوں گی کہ یہ ناخلف ہماری تمام محنت برباد کر رہا ہے۔ ہم تو جیسے مسیح بنے تب سے قرآن کے معنے مروجہ مصطلحات کے خلاف ہی کرتے رہے۔ ہاں ہاں خوب یاد آیا۔ میں نے اپنے رسالے کو صفحہ ۷ پر مرزائیوں کو جو الزام دیا ہے کہ وہ قرآن کریم کو مقولات مرزا کے موافق کیا کرتے ہیں۔ اس الزام سے آپ تو بری ہو گئے۔ والسلام!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

آزاد کشمیر

میں مرزائیوں کے ہتھکنڈے

حضرت مولانا مفتی عتیق اللہ شاہ کشمیریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوائے کشمیر کوٹلی

دجال قادیان اور اس کے بیٹے کذاب ربوہ (چناب نگر) مرزا بشیر محمود کی ابلیس برادری نے ریاست جموں و کشمیر کے غیور اہلیان اور سادہ لوح مسلمانوں کی دولت ایمان پر ڈاکہ ڈالنے، ان کی وحدت ملی کو پارہ پارہ کرنے اور انہیں اپنی بیس سالہ واحد قومی تنظیم سے برگشتہ خاطر اور اپنے آزمودہ و مخلص رہنماء بطل حریت رئیس الاحرار قائد ملت چودھری غلام عباس خان سے بدگمان کرنے اور ہر ممکن طریق سے انتشار پھیلا کر تحریک آزادی کشمیر کی راہ میں روڑے اٹکانے کے لئے جہاں دجل و فریب کے بیسیوں جال پھیلائے۔

وہاں اب تحصیل کوٹلی ضلع میرپور میں ایک شیطانی چرخہ چلایا ہے۔ جس کا نام انہوں نے ”نوائے کشمیر“ رکھا ہے۔ یہ چیتھڑا جسے اخبار کہنا بھی درحقیقت اخبارات کی توہین ہے۔ فرقہ ضالہ مرزائیہ کے مکروہ مقاصد کی تبلیغ او رناپاک ارادوں کی تکمیل کے لئے اگرچہ لاہور اور راولپنڈی ہی میں مرتب و مدون ہوتا ہے۔ تاہم اسے کوٹلی آزاد کشمیر سے شائع ہونا بیان کیا جاتا ہے اور علاقہ میں وسیع پیمانہ پر اس کی مفت تقسیم عمل میں لائی جاتی ہے۔ دجل و تلبیس کی مذکرۃ الصدر اشاعت کا معاملہ اگر صرف تحصیل کوٹلی تک ہی محدود ہوتا تو شاید ہم یہ سطور قلمبند کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔ کیونکہ کوٹلی کے تقریباً تمام مرزائی جاہل مطلق ہیں۔ اس لئے ان کے جواب کے لئے یہی کافی تھا کہ: ”جواب جاہلاں باشد خموشی“

البتہ اگر مرزائیوں کے کسی زرخرید غلام کو اسلام کے منافی ہرزہ سرائی میں مصروف پاتے تو خود بھی لاحول پڑھتے اور اپنے سادہ لوح بھائیوں کو رفع شر کے لئے یہی آزمودہ نسخہ بتاتے اور اسے حسب ضرورت استعمال کرنے کی تاکید کرتے کہ اس سے شیاطین کا دم دبا کر بھاگنا یقینی تھا اور اگر اس طرح مرزائی اپنے منحوس اشغال اور ملعون حرکات سے باز نہ آتے تو پھر ہم کوٹلی کے مرزائی ٹولہ کے خبث باطن کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ کر ان کی ملت فروشیوں سے مسلمانان ریاست کو آگاہ کرتے۔ اسلامیان ریاست کو یاد دلاتے۔ اس روح فرسا اور زہرہ گداز واقعہ کی، جب کوٹلی کی شاہی مسجد کو ڈوگرہ حکومت نے مقفل کر دیا تھا اور مسجد کو واگزار کرانے کے لئے غازی الٰہی بخش، شیخ فضل لطیف اور دوسرے سرفروش مجاہدوں کی سرکردگی میں میرپور، بھمبر، پونچھ، کوٹلی میرپور وغیرہ مقامات سے جتھے آنے شروع ہوگئے۔ زعمائے مسلم کانفرنس نے پوری ریاست میں

تہلکہ مچا دیا تھا اور نہایت مستعدی کے ساتھ اس مہم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے سرگرم عمل ہوگئے تھے کہ مرزائیوں نے اپنے قادیانی پیر طریقت کے اشارے پر ایک علیحدہ مسجد کی بنیاد ڈال دی اور یوں ڈوگرہ حکومت کو یقین دلایا کہ کوٹلی کے مسلمانوں کو اب اس پرانی مسجد کی کوئی ضرورت نہیں رہی بلکہ محض شرارتاً ہنگامہ آرائی کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے گئے وہ کس سے پوشیدہ ہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ مسجد کو آخری لمحات تک ڈوگرہ حکومت نے واگزار نہ کیا۔

جہاد کی مخالفت

اگر ہمارے سادہ لوح بھائیوں کو مرزائیوں کی دسیسہ کاریوں سے آگاہ کرنے کے لئے یہ واقعہ ملتفی نہ ہوتا، تو ہم انہیں بتاتے کہ موجودہ جہاد کشمیر میں کوٹلی کے مرزائیوں نے کون سی خدمات انجام دی ہیں۔ اس سلسلہ میں صرف اس قدر بتادینا یقیناً کافی ہوتا کہ جب مساجد کو نذر آتش کیا جانے لگا۔ بے گناہ اور معصوم بچوں کو موت کے گھاٹ اتارا جانے لگا۔ عصمت مآب خواتین کی بے حرمتی ہونے لگی تو ریاست کے غیرت مند مسلمانوں نے طاغوتی طاقتوں کو للکارا اور کوٹلی کے جواں ہمت مجاہد اور سرفروش مسلمان غازی راجہ سخی دلیر خان میجر ملک سردار خان، کرنل راجہ محمود خان، لیفٹیننٹ سید یوسف شاہ، لیفٹیننٹ راجہ کرم داد خان اور دوسرے غازیان نامدار کی کمان میں ڈوگرہ فوج سے نبرد آزما ہوئے۔ علاقہ کے عوام اس موقع پر تعلیمات اسلامی کے مطابق ہمہ تن مصروف جہاد ہو گئے۔ انہوں نے اپنے اہل و عیال اور جان و مال کو ناموس اسلام پر تصدق کر دینا پسند کر لیا تو کوٹلی کے مرزائیوں کو اپنے خود ساختہ اور فرنگی پرداختہ قادیانی نبی کی وہ تعلیم یاد آ گئی، جس میں اس نے کہا ہے کہ: ”اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے، میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں۔“

(تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۲۲۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۴)

اس خیال کے مدنظر کوٹلی کے مرزائی میدان جہاد سے بھاگ کر راولپنڈی پہنچے۔ یہاں بنا سپتی قادیانی نبی کا داماد برسر اقتدار و بااختیار تھا۔ اس نے اپنے سسر کی امت کو جہاد اسلامی سے مکمل طور پر پرہیز کرنے کے صلہ میں عالیشان مکان، مال و اسباب سے بھرپور دکانیں، راشن اور کپڑے کے ڈپو، لوہے فولاد کے ذخائر الاٹ کر دیئے۔ مفت راشن، کپڑے کی مراعات دلوائیں اور نہ صرف یہ بلکہ ان میں سے بعض کو ایسے اختیارات بھی تفویض کر دیئے کہ وہ جسے چاہیں مہاجر بنا کر پاکستان کی مہاجر پروری سے ناجائز فائدہ اٹھائیں۔ یہ امر کچھ کم تعجب انگیز نہیں کہ تحصیل کوٹلی

کے مسلم مہاجرین کا راولپنڈی میں عرصہ سے راشن بند ہے اورالاٹ منٹس منسوخ۔لیکن اسی کوٹلی کے مرزائی بھگوڑے ابھی تک مفت راشن، کپڑا اور رہائشی مراعات سے استفادہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس ناجائز لوٹ کھسوٹ کے طفیل فرقہ مرزائیہ نے ہزارہا روپیہ پیدا کیا اور آزاد علاقہ میں اپنے چیلے چانٹوں کے ذریعہ دیہاتی، شہری، کشمیری، پنجابی، مہاجر انصار اور اسی نوع کے دوسرے نفاق پرور سوال پیدا کر کے مسلمانوں کی توجہ مقصد اعلیٰ یعنی آزادی کشمیر سے ہٹانے کی درپردہ تیاری مکمل کر لی۔لیکن مسلم کانفرنس کے آزمودہ کار اور مخلص کارکنوں نے علاقہ بھر میں تنظیمی دورے کر کے اور مسلمانوں کو ایک مسلک میں منسلک کر کے مرزائی مفسدین کی منافقانہ سازشوں کا قلع قمع کر دیا۔ اتحاد و تنظیم کا یہ روح پرور سماں امت مرزائیہ کے لئے قدرتی طور پر ناقابل برداشت ہے اور وہ نہایت چالاکی سے ایسے چور دروازے تلاش کر رہے ہیں، جہاں سے گھس کر وہ مسلمانوں کی قومی، ملی تنظیم کو پارہ پارہ کر سکیں۔لیکن خدا نے چاہا تو اب انہیں اپنے ذلیل مقاصد میں ہرگز کامیابی نہ ہوگی۔

فرض شناس اور دیانتدار حکام واہلکار

علاقہ کے مسلم عوام کی موجودہ بیداری، خود اعتمادی اور یک جہتی کا ایک سبب آزاد کشمیر حکومت کے فرض شناس اور دیانتدار حکام اور اہلکاروں کا نظم ونسق کی بحالی کے سلسلہ میں اخلاص و محبت سے سرگرم عمل ہونا اور اسلامی اصول وضوابط پر حتی الامکان عمل پیرا ہونا ہے۔ان فرض شناس افسروں اور اہلکاروں کے رویہ نے عوام کو بڑی حد تک یقین دلایا ہے کہ موجودہ حکومت ان کی اپنی حکومت ہے اور یہ نتیجہ ہے ان کے باہمی اتحاد واتفاق کا، ان کی واحد سیاسی وقومی تنظیم آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کی مسلسل ومتواتر جدوجہد کا۔

مرزائیوں کا نیا حملہ

مسلم عوام کو امن واطمینان نصیب ہونا چونکہ فرقہ باطلہ مرزائیہ کے معتقدات اور مصنوعی نبی کے خود ساختہ الہامات کو باطل ٹھہراتا ہے۔اس لئے کوٹلی کے مرزائیوں نے سرکاری ملازموں کے خلاف بھی بے بنیاد پروپیگنڈہ کی ایک مہم شروع کر رکھی ہے۔جس کی غرض وغایت سوائے اس کے کچھ نہیں کہ دیانتداری سے فرائض انجام دینے والے ملازمین کو ڈرا دھمکا کر، لالچ دے کر، یا منت سماجت کر کے ناجائز مراعات حاصل کی جائیں۔جو قدرتی طور پر عامۃ المسلمین کو شاق گزریں گی اور اس طرح علاقہ میں پھر بے چینی و بے اطمینانی کا دور دورہ ہو جائے گا۔

مسلمانوں کی توجہ فروعی مسائل میں الجھ جائے گی۔ان کے خیالات میں پراگندگی اور ذہنوں میں انتشار پیدا ہوگا اور مرزائی ٹولہ آسانی کے ساتھ دجل فریب اور الحاد وزندقہ کی اشاعت کرنے کے علاوہ اپنے جھوٹے نبی کے جھوٹے الہامات وپیش گوئیوں کا ڈھنڈورا پیٹنے اور سادہ لوح مسلمانوں کی دولت ایمانی پر ڈاکہ ڈالنے کا سلسلہ جاری رکھ سکیں گے۔ چنانچہ یہ ایک نا قابل انکار واقعہ ہے کہ یہ چالاک ومکار ٹولہ حصول مقصد کے لئے شروع ہی سے کم علم اور سادہ لوح مسلمانوں کو استعمال کرتا آرہا ہے۔

لہٰذا کوٹلی کے مرزائی بھی اسی اصول پر کاربند ہیں اور انجان مسلم عوام کو اپنے جال میں پھانسنے کیلئے جو کچھ کررہے ہیں وہ ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں۔اس غایت درجہ موقع پرست اور بے حد چالاک ٹولہ کا تازہ شکار کوٹلی کا بے چارہ ''فضل الٰہی'' ہے۔ جو مرزائیاں کوٹلی کا رشتہ دار اور مسلمانان کوٹلی کے نزدیک غیر دیانتدار ہونے کی پاداش میں راندۂ جماعت قرار پاچکا تھا۔اس نمدہ بدھ کو خدا جانے کون سے سبز باغ دکھا کر اسے ایک اخبار کا مالک ومدیر بنا دیا گیا ہے۔لیکن مدیر صاحب کے ذاتی کردار اور قابلیت کا یہ عالم ہے کہ آپ کوٹلی کی انجمن اسلامیہ کے نام نہاد صدر کی حیثیت سے انجمن کے رجسٹرات نکاح خوانی کی فیس کے ہزاروں روپے کے علاوہ تعمیر مسجد فنڈ کا بہت سارو پیہ ہضم کر چکے ہیں اور اپنی اس شرمناک خیانت کی وجہ سے جماعت سے نکالے گئے ہیں اور شاید ہی درست طور پر اپنا نام لکھ سکتے ہوں۔اخبار کے ادارۂ تحریر کے ایک اور رکن ابھی کل تک سڑکوں پر کھڑے ہو کر سانڈے کا تیل بیچا کرتے تھے۔اب قادیانی نبی کی طرح پہلی چھلانگ میں حکیم، ایڈیٹر اور نہ جانے کیا کچھ بن چکے ہیں اور کیا کچھ بنا چاہتے ہیں۔ مالک ومدیر نوائے کشمیر فضل الٰہی کے ذمہ قومی فنڈ سے تقریباً ۱۰ ہزار روپیہ ہے۔گزشتہ ستمبر میں جب قوم نے اس رقم کا مطالبہ کیا تو صاف مکر گئے۔مسلمان عوام سوائے اس کے سر دست اور کر ہی کیا سکتے تھے کہ انہیں غبن اور قومی غداری کے الزام سے خارج از جماعت کر کے حق تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کریں۔ جو ایسے بے وفایان ملت اور غداران قوم کو بالآخر ذلیل ورسوا کرتا ہے۔

منافق اعظم

لیکن یہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی اگر کچھ لوگ مرزائیوں کے ہتھکنڈوں سے پورے طور پر خبردار نہ ہوتے تو پھر ہم کھلے لفظوں میں انہیں بتاتے کہ کوٹلی کے مرزائیوں کا پیر استاد اور سب سے زیادہ فتنہ پرداز مرزائی میر عالم درزی جسے منافق اعظم لکھنا زیادہ موزوں ہوگا اور ابھی کل تک جو کپڑے ٹانکنا بھی اچھی طرح نہ جانتا تھا اور نان شبینہ تک کے لئے دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا

تھا۔آج عالی شان دو منزلہ مکان، دکانیں اور ڈپو راولپنڈی میں رکھتا ہے۔بسوں کا مالک ہے اور کوٹلی میں بھی خالص جعل سازی کی بدولت حیثیت پیدا کر چکا ہے یعنی تین کنال رقبہ قیمتاً خرید کر اور بہت سارقبہ بیت المال کا شامل کر کے پختہ دکانیں تعمیر کرا چکا ہے۔وہی تو ہے جس نے اپنے لڑکے منظور احمد مدیر معاون نوائے کشمیر کی آڑ میں اکابرین ملت پر بازاری انداز میں پھبتیاں کسنے اور تحریک حریت کشمیر کے خلاف آوازے کسنے کا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مرزائی برادری کی خوشنودی حاصل کر کے مرزائیوں کے وظیفہ پر اس کا لڑکا لاہور میں قانونی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔اس سلسلہ میں ہم مسلمانان کوٹلی کی معلومات میں یہ بتا کر یقیناً مفید اضافہ کر رہے ہیں کہ نوائے کشمیر کے صفحات پر چھپنے والے مقالہ نہ تو جاہل مطلق مدیر نوائے کشمیر کے رشحات کلک ہیں اور نہ ہی سانڈے کا تیل بیچنے والے نیم حکیم صاحب کے ذہن وفکر کی پیداوار، بلکہ ان ذلیل وطویل مقالات کے مصنف کشمیر میں مرکز مرزائیت کے فرستادہ ایجنٹ عبدالواحد وعبدالغفار سابق مدیران مرزائی آرگن اصلاح سری نگر ہیں۔جنہیں مسلمانوں میں افتراق اور انتشار پیدا کرنے کی دیرینہ مہارت حاصل ہے اور جن کے اخبار اصلاح کی پوری زندگی مسلم اکابرین کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈے اور نفاق بین المسلمین سے عبارت رہی ہے۔

قصر مرزائیت کوٹلی کا دوسرا ستون

کوٹلی کی مرزائی برادری کا ایک اور رکن کرم دین نیلاری المعروف سماں جسے قصر مرزائیت کا دوسرا ستون کہنا بے جا نہ ہوگا۔اگرچہ حروف ابجد تک سے نابلد محض ہے اور قلندروں کے بے زبان ''کرم دین'' کی طرح صرف ڈگڈگی کی لے پر رقص کرنا جانتا ہے۔اپنے تئیں ارسطوئے ثانی تصور کرتا اور ''مولوی کرم دین'' کہلاتا ہے۔یہ لال بجھکو کوٹلی کا قدیم باشندہ ہے لیکن گزشتہ برس اس نے گریہ مسکین بن کر نائب تحصیلدار بجیرہ پونچھ کے حضور آنسو بہائے اور اپنے آپ کو مقبوضہ پونچھ کا باشندہ ظاہر کر کے زمین الاٹ کرانا چاہی۔لیکن تحقیقات ضابطہ کے دوران یہ پول کھل گیا اور درخواست مسترد ہوگئی۔اخبار تو اپنے گھر کا تھا۔درمسئلہ ایک مرزائی کی جعل سازی کی ناکامی کا تھا۔چنانچہ اخبار کے ذریعہ اس راندۂ اسلام نے آزاد کشمیر کے نائب تحصیلدار سے لے کر مشیر مال تک پر کیچڑ اچھالنے کا سلسلہ شروع کر دیا اور اب اپنی درخواست نگران اعلیٰ حکومت آزاد کشمیر کی خدمت میں شاید اس خیال کے تحت بھیج رکھی ہے کہ عدم استحقاق کی بناء پر جب وہاں سے بھی جواب مل جائے تو یہ بدزبان ان کی ذات والا صفات پر بھی حرف گیری شروع کر دے۔

خطرناک منصوبہ

یہ سب ڈرامہ درحقیقت ایک نہایت ہی مہلک اور ملت کش اقدار کے لئے رچایا گیا ہے اور اس کمینہ مرزائی نے نہایت مکاری اور عیاری سے فرقہ باطلہ مرزائیہ کی تعلیم پر عمل کیا ہے۔ یعنی نوائے کشمیر کوٹلی میں اپنی مفروضہ داستان الاٹمنٹ بیان کرتے ہوئے پونچھ میں ایک ہوائی اڈہ کے محل وقوع کی نشاندہی کر دی ہے اور اس طرح ایک اہم فوجی راز کا انکشاف کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو نوائے کشمیر کوٹلی ۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۰ء ص ۲) اہم فوجی رازوں کے افشاء کا یہ ناپاک سلسلہ دوران جنگ میں بھی جاری رہا ہے۔ ضرورت صرف مرزائیوں کے مکارانہ طریق کار سمجھنے کی ہے۔

ایک واقعہ

وادی مینڈر پر جب دشمن کا قبضہ مکمل ہو رہا تھا اور ستم رسیدہ مسلمان آبادی بھارتی فوجوں کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر پناہ کے لئے پاکستان کی سمت ہجرت کر رہی تھی۔ کرم دین کسی خفیہ مہم پر مینڈر گیا اور وہاں بھارتی فوجوں نے اسے مسلمان سمجھ کر گرفتار کر لیا۔ لیکن جوں ہی اس شخص نے انہیں بتایا کہ "میں مسلمان نہیں بلکہ مرزائی ہوں اور بھارتی حکومت کا وفادار، اپنے قادیانی نبی کے الہامات اور پیش گوئیاں کی رو سے قیام پاکستان کا مخالف، اور یہ کہ ہمیں نے تو آپ کو گورداسپور کی مسلم اکثریت کا علاقہ دلوایا ہے اور ہمارے مرزائی درویش آزادی سے قادیان میں سکونت پذیر ہیں۔ نیز ہم ہی تو ہیں جو رتن باغ لاہور سے محاذ چھمب پر خالص مرزائیوں کے دستے بھیج کر آپ کی امداد کر رہے ہیں۔" تو نہ صرف بھارتی فوج نے اسے رہا کر دیا بلکہ انعام واکرام سے بھی نوازا اور پھر کسی خاص سمجھوتہ کے بعد اسے سرحد پار پہنچا دیا۔ چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دن کے بعد کوٹلی سے لے کر حد متارکہ جنگ تک مرزائی نہایت اطمینان سے آباد ہیں اور مقبوضہ علاقہ کے ساتھ ان کا لین دین اور آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے۔ بلکہ لوگوں میں جو باتیں اس تعلق میں مشہور ہیں وہ غمازی کرتی ہیں کہ اس فرقہ کے اکثر افراد دشمن سے معقول مشاہرہ پاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ البتہ ایک بات یقینی ہے کہ مرزائی بھارتی حکومت کے دوست ہیں۔

منافقین کے مشاغل

کوٹلی کے مسلمان خوب جانتے ہیں کہ جہاد آزادی سے پیشتر امیر عالم، کرم دین اور اسی قبیل کے دوسرے مرتدین مختلف حیلوں اور بہانوں سے مسلمانوں میں سر پھٹول کرانے اور پھر مقدمہ بازی پر نوبت پہنچانے کا کھلا کاروبار کرتے تھے تاکہ اس طرح ان کے نیم خواندہ بھارتی

دانشمند وکیل کی وکالت چمکے، جو ان کی شکم پروری کا واحد کفیل تھا۔ اس کے علاوہ یہ لوگ سادہ لوح دیہاتیوں کی لڑکیوں کی تعلیم تبلیغ اور دولت کا دلاسہ لگا کر ورغلانے اور پھر قادیان لے جا کر ٹھکانے لگانے یعنی دام کھرے کرنے کا مدتوں کاروبار کرتے رہے۔ اس ذلیل کاروبار میں سرکار قادیان کا ایک یک چشم ملا مبلغ محمد حسین بھی شریک تھا۔ جو اپنی حرافہ بیوی کے توسط سے نوعمر لڑکیوں کو ورغلانے اور بہکانے کے فن میں مہارت رکھتا تھا اور ہر پھیرے ایک دو لڑکیاں اغواء کر کے قادیان لے جاتا تھا۔ ایک دو مرتبہ پولیس کے ہتھے بھی چڑھا۔ لیکن اپنے رفقائے کار کی کوشش سے صاف بچ کر نکل گیا۔ چنانچہ آج کل جوان گنتی کے چند مرتدین ومنافقین پر ہن برس رہا ہے اور وہ مسلمانوں کے متاع ایمان کو خریدنے کی ڈینگیں ہانکتے نظر آتے ہیں یہ اغواء بردہ فروشی اور پھر ضمیر فروشی سے ہتھیائی ہوئی حرام کی کمائی کا کرشمہ ہے ورنہ کون نہیں جانتا کہ ان کا ایک پست ہمت بھائی آج بھی ''دو پیسے پاؤ'' کا نام نہاد حلوہ بیچ کر بسر اوقات کر رہا ہے۔ خیر یہ تو تھا ایک جملہ معترضہ۔ حق بات تو یہ ہے کہ انگریز بہادر کے خود کاشتہ پودے قادیانی نبی کے یہ ذلیل چیلے ایمان کی پونجی بیچ کر دنیاوی مال و دولت اکٹھی کر چکے ہیں اور اپنے آقایان نعمت کے ادنیٰ اشارہ پر شیرازہ ملت کو برہم کرنے اور کشمیر کا سودا چکا کر قادیان کو حاصل کرنے کے لئے رقص ابلیس میں مصروف ہیں۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ظاہر کیا جا چکا ہے۔ یہ فتنہ سامانیاں کوٹلی کے چند ملعون مرزائیوں اور ان کے زرخرید ایجنٹوں کے بس کی بات نہیں۔ بلکہ ان کا تعلق مرزا بشیر الدین اور ان کے پورے ٹولہ سے ہے۔ لہٰذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ریاست جموں وکشمیر کے مسلمانوں کو بالعموم اور کوٹلی ضلع میرپور کے مسلمانوں کو بالخصوص اس حقیقت سے واقف کر دیا جائے کہ مرزائیت کا ظہور کس تاریخی پس منظر میں ہوا۔ مرزائیت کے معرض وجود میں آنے کی غرض وغایت کیا تھا اور قیام پاکستان کے سلسلے میں مرزائیوں نے کس کس طرح رخنہ اندازیاں کیں اور کشمیر کی آزادی کے راستہ میں کیوں اور کب سے حائل ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے ان کے خاص خاص حربے کیا ہیں۔ اور ان سے بچنے کے لئے عامۃ المسلمین کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ یہ سب کچھ اگرچہ بڑی تفصیل چاہتا ہے تاہم کوشش کی جائے گی کہ مختصر طور پر ان ساری باتوں پر آئندہ صفحات میں روشنی ڈالی جائے۔

فرنگی عہد کی پیدا کردہ عام خرابیوں میں ایک سب سے بڑی اور سب سے زیادہ نقصان دہ خرابی ہندی مسلمانوں کی تعلیمات اسلامیہ سے بے گانگی ہے۔ یہ دو صد سالہ دور غلامی جہاں

اسلامی معاشرہ میں مختلف قسم کی قباحتیں پیدا کر گیا۔ وہاں علوم دینی سے مسلمانوں کی بے خبری اس درجہ تک پہنچ گئی کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے مسلمان مرزائیوں کو مسلمانوں کے فروعی اختلافات رکھنے والے متعدد گروہوں کے زمرہ میں شمار کرنے لگے۔ حالانکہ مرزائیت کا اسلام سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ مرزائیت ایک ذاتی نوعیت کا خود تراشیدہ مذہب ہے۔ جو دجال قادیان مرزا غلام احمد قادیانی کا ساختہ اور برٹش راج کا پرداختہ ایک ایسا مسلک ہے جسے اسلامی اصول عبادات کے پردہ میں محض اس لئے رہنے دیا گیا کہ غیر صالح فطرت رکھنے والے دنیا پرست اور جہلا آسانی کے ساتھ اسے قبول کر لیں اور مذہبی دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے دین فطرت کی مشہور زمانہ فتوحات سے حسب ضرورت استفادہ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔

مرزائیت اسلام نہیں

مرزائیت درحقیقت اسلام کی ایک ایسی غیر محسوس تردید ہے۔ جو اندر ہی اندر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیتی ہے اور اس کے چکر میں پھنسا ہوا آدمی الحاد و زندقہ کی ایک ایسی گہری کھائی میں گر جاتا ہے جہاں سے ابھرنا پھر اس کے بس میں نہیں رہتا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ مرزائیت اسلام کی موت ہے۔ اسلام و مرزائیت میں اتنا ہی بعد ہے جتنا تاریکی اور روشنی میں، سیاہ وسفید میں، جنت و دوزخ میں۔ اسلام ایک خالص روحانی مذہب ہے اور مرزائیت ایک خالص سیاسی مسلک۔ اسلام دین فطرت ہے اور مرزائیت ذریعہ جلب منفعت۔ اسے مذہب سمجھنے والے یا مذہب حقہ اسلامیہ سے اسے ذرہ بھر مناسبت دینے والے بیگانہ دین ومذہب ہیں اور انہیں درحقیقت دین ومذہب سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

انگریز کا خود کاشتہ پودا

مرزائیت کا مقصد وحید صرف یہ ہے کہ دنیائے اسلام پر انگریز کا قبضہ مضبوط ہو جائے اور مسلمانوں کے قلوب حفاظت دین کے پاکیزہ جذبہ سے خالی ہو جائیں۔ تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی اس حقیقت سے بے خبر نہیں کہ صلیبی لڑائیوں میں عیسائیوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں پے در پے مار کھائی تو آتش غضب وانتقام نے ان کے تن بدن میں آگ سی لگا دی۔ لیکن عیسائی دنیا جانتی تھی کہ جب تک مسلمان فلسفہ جہاد کو سمجھتا ہے اور اسے اپنے مذہب کا ایک جزو سمجھتے ہوئے عسکری زندگی اختیار کئے ہوئے ہے۔ جب تک اس کے دل میں توحید ورسالت کا درست نظریہ موجود ہے۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت مغلوب نہیں کر سکتی۔ اس لئے انگریزوں نے اول تو

مختلف حیلوں اور بہانوں سے مسلمانوں کو تعلیمات اسلامی سے منحرف کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ زر خرید علمائے سوء سے اپنے حق میں پرچار کرایا۔ غلط سلط عقائد کی ترویج و تشہیر کی کوشش کی۔ لیکن اسے اس مقصد میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ پادریوں اور زر پرستوں کی کوششیں علمائے حق اور صوفیاء مشائخ کرام کے مواعظ حسنہ کی وجہ سے پروان نہ چڑھ سکیں۔ اسی اثناء میں مسلمانان ہند نے استخلاص وطن کے لئے ۱۹۵۷ء میں ایک مسلح جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ جسے تاریخ کی کتابوں میں غدر کے نام سے موسوم کیا گیا۔ چنانچہ انگریز کو یقین ہو گیا کہ جب تک مسلمان کا قلب جذبہ جہاد اسلامی سے معمور اور نشہ وحدت و رسالت سے مخمور ہے۔ اس کا ذہنی طور پر غلام بننا اور غیر اسلامی حکومت کو دل سے تسلیم کرنا ناممکن ہے۔ چنانچہ فرنگی نبض شناسوں نے کامل سوچ بچار اور گہرے غور و خوص کے بعد بیسویں صدی کے اوائل میں ایک ایسا آدمی تلاش کر لیا جو فکر معاش میں ٹامک ٹوئیے مار رہا تھا اور اپنے کتابی علم کی بناء پر ان کے ڈھب کا تھا۔ یہ شخص مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ جو وکالت کے امتحان میں ناکام ہونے کی وجہ سے ان دنوں بے حد دل برداشتہ ہو رہا تھا۔ علاقہ کے انگریز حکام اور پادریوں کے توسط سے معاملہ طے ہوا اور جلد ہی خدایان فرنگ کے اشارہ سے مرزائے قادیان نے دعوئے نبوت کی ہانک لگا دی اور انگریز کی ساختہ پرداختہ نبوت پنجاب کے اس گم نام قصبے میں فروغ پانے گی۔

مدعی نبوت کے دعاوی

مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاں نبی، مسیح موعود، مہدی موعود، کرشن اور جانے کیا کیا ہونے کے دعوے کئے وہاں خدائی دعوے کرنے میں بھی اس فرعون بے سامان نے جھجک محسوس نہ کی۔ جہاد کو قطعاً حرام قرار دے دیا اور اپنی نبوت سے انکار کرنے والے تمام مسلمانوں کو بیک جنبش قلم کافر، مرتد، حرامزادے اور اسی قسم کے الفاظ سے یاد کر کے ان پر ایک ہزار بار لعنت بھیجی۔ زناہ کو بڑے منطقی دلائل سے جائز قرار دیا اور اسلامی معتقدات کا نہایت دلیری سے مضحکہ اڑایا اور ایک ایسے ٹولہ کی بنیاد ڈال دی جن کے اعمال و اقوال حسب ذیل سطور میں رقم ہیں۔

امت مرزائیہ کے عقائد

مرزائی کسی دوسرے مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ حتیٰ کہ معصوم مسلمان بچوں تک کے جنازہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ غیر مرزائی کو اپنی لڑکی کا رشتہ نہیں دیتے۔ مسلمان امام کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت قائداعظمؒ کے جنازہ میں اس

فرقہ باطلہ کے افراد نے جنازہ گاہ میں موجود ہوتے ہوئے شرکت نہیں کی۔ مرزائی حج بیت اللہ کی استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک مکہ ومدینہ میں روحانیت کے چشمے سوکھ گئے اور قادیان وربوہ مقامات مقدسہ ہیں۔ عملی طور پر تمام مسلمانوں سے اس فرقہ نے مقاطعہ کر رکھا ہے۔ حتیٰ کہ غیر مرزائی دکاندار سے ایک پیسہ کی چیز خریدنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کے متعلق ان کا بنیادی عقیدہ ہے کہ: ”جہالت کی موت مرتے ہیں۔“

سیاسی عقائد

مرزائیوں کے نزدیک انگریز کی حکومت موجب رحمت اور انگریز اولی الامر منکم کے مصداق ہیں۔ موجودہ خلیفہ قادیان اکھنڈ ہندوستان کو اپنے الہامات بتاتا ہے۔ مرزائیوں نے قیام پاکستان کی آخر وقت تک مخالفت کی۔ مسلم لیگ کی مہم جو قیام پاکستان کے لئے لڑی گئی۔ مرزائیوں کے نزدیک ایک مخالفانہ مہم تھی جس کا اس ٹولہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مسلم لیگ کے مقابلہ میں اپنے امیدوار علیحدہ کھڑے کئے۔ تقسیم ملک کی انتہائی مخالفت کی اور تقسیم ہند کے بعد ہندو کو انگریز کا جانشین اور اولی الامر تسلیم کر لیا۔ ہندوستان کی وفاداری کا حلف اٹھایا اور اس کی فرمانبرداری کے لئے اپنے حلقہ میں وسیع پراپیگنڈہ کیا۔ پنجاب حد بندی کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کے نمائندہ کے مقابلہ پر اپنا نمائندہ بشیر احمد ایڈووکیٹ مقرر کیا گیا اور انجانے انداز میں ریڈکلف کے ہاتھ مضبوط کر کے گورداسپور کی مسلم اکثریت کا علاقہ بھارت کو دلوا دیا گیا اور کشمیر پر وہ عظیم مصیبت نازل کرانے کے سامان فراہم کئے گئے جو آج تک بھارتی فوج کے نام سے ارض کشمیر پر مسلط ہے کہ بقول امام وقت مرزائے قادیان پر ایمان نہ لانے والے عامۃ المسلمین پر مصائب کا نزول بھی ان کے خود ساختہ قادیانی نبی کی صداقت کا ثبوت اور الہامات کا ایک حصہ تھا۔

انگریز کی مدح

اسلامیان ہند کے سب سے بڑے محسن بابائے ملت قائداعظمؒ اور دوسرے قومی کارکنوں، علماء کرام اور صوفیائے عظام کی مساعی جمیلہ سے ہندوستانی مسلمانوں میں آزادی کی تحریک چل نکلی۔ جو انگریز اولی الامر کے اشارہ پر قادیان کے اس جھوٹے نبی نے مقتدر زعمائے ملت اور تحریک آزادی کے متعلق یوں اپنی مرتد ٹولی کو نصیحت کی:

”میں دیکھتا ہوں کہ جاہل اور شریر لوگ مسلمانوں میں گورنمنٹ کے مقابلہ پر ایسی ایسی حرکتیں کرتے نظر آتے ہیں کہ جن سے بغاوت کی بو آتی ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کے لوگوں کو

جومختلف مقاموں پر پنجاب وہندوستان میں موجود ہیں، نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس تعلیم کو خوب یادرکھیں کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری پوری اطاعت کریں۔ خدا کی مصلحت نے اس گورنمنٹ کو چن لیا ہے اور ہمارافرقہ احمدیہ(قادیانیہ) چند سالوں میں لاکھوں تک پہنچ گیا ہے۔ کیاتم خیال کرسکتے ہوکہ تم مکہ یامدینہ میں اپنا گھر بنا کرشریرلوگوں کے حملوں سے بچ سکو گے۔ ہرگز نہیں بلکہ تمام اسلامی علماؤں کے فتوؤں کی رو سے تم واجب القتل ہواور ہرایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے۔ کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافراور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو یہی انگریزلوگ ہیں جوتمہیں ان دشمنوں سے بچاسکتے ہیں۔ یہ حکومت باعث رحمت ہے، تمہارے لئے ایک برکت ہے۔ تمہاری مخالف جو مسلمان ہیں، ان سے انگریز ہزار درجے بہتر ہے۔'' (تبلیغ رسالت ج۱۰ص۲۲۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۵۸۴،۵۸۳،۵۸۲)

اسی طرح اس وقت کے وائسرائے اور گورنر پنجاب کوایک خط میں لکھا ہے: ''اس خود کاشتہ پودا کی نسبت اپنے ماتحت حکام کواشارہ فرمائیے کہ وہ بھی میرے خاندان اورفرقہ کی ثابت شدہ وفاداریوں اوراخلاص کالحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کوایک خاص اور عنایت کی نظر سے دیکھیں۔'' (تبلیغ رسالت ج۷ص۷، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۲۱)

قارئین نے مصنوعی نبی کے سیاسی مسلک کانمونہ ملاحظہ کرلیا۔ اس کے ساتھ ہی ادنیٰ ملازمین سرکاری کی ''نظرخاص ونظرعنایت'' کے لئے مرزاجی کی بےقراری کاعالم، اب ذراشان نبوت ملاحظہ ہو:۔

- ''میں محمد ہوں (ایک غلطی کاازالہ ص۳، خزائن ج۱۸ص۲۰۹)''اورجس نے مجھ میں اور محمد میں فرق جانا بس اس نے مجھے پہچاناہی نہیں۔'' (خطبہ الہامیہ ص۱۷۱، خزائن ج۱۶ص۲۵۹)

''دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اورعبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں''خدا کی مانند'' مطلب یہ کہ میں خدا کی مانند ہوں، اوردوسرے نبیوں نے مجھ کوخدا کی مانند بتایا ہے۔'' (اربعین نمبر۳ص۲۵، خزائن ج۱۷ص۴۱۳)

''میں نے خواب میں دیکھا کہ بعینہ اللہ ہوں اور پھر میں نے یقین کرلیا کہ میں خدا ہی ہوں۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴، خزائن ج۵ص ایضاً)

ابھی کہاں، اورکمالات انگریزی نبی ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں کہ:

''ہمارادعویٰ ہے کہ ہم رسول اورنبی ہیں۔''

(اخبار بدر۵مارچ۱۹۰۸ء، ملفوظات ج۱۰ص۱۲۷)

"قرآن مجید جو احمد کی بشارت ہے وہ احمد میں ہی ہوں۔" (استغفراللہ)

(ازالہ اوہام ص ۶۷۳، خزائن ج ۱۰ ص ۴۶۳)

"خدا قادیان میں نازل ہوگا۔" (مجموعہ الہامات مرزا تذکرہ ص ۴۳۷ طبع سوم)

"خدا نے میرا نام آدم رکھا۔" (حقیقت الوحی ص ۷۳ حاشیہ، خزائن ج ۲۲ ص ۷۶)

"تو بمنزلہ موسیٰ کے ہے۔" (تتمہ حقیقت الوحی ص ۸۴، خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۰)

حد ہی تو کر دی مرزا قادیانی نے ایک ہی سانس میں یہ کہہ کر کہ:۔

"میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں، میں محمد ہوں۔"

(تتمہ حقیقت الوحی ۸۵،۸۴، خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۱)

اس پر بھی طبیعت سیر نہ ہوئی تو انگریز بہادر کے خود کاشتہ نبی قادیانی نے مزید ہرزہ سرائی شروع کر دی کہ: "خدا تعالیٰ نے بارہا میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ملک ہند میں کرشن نام کا جو نبی گزرا ہے اور جس کرشن آخری زمانہ میں آنے والا ہے، وہ میں ہی ہوں۔"

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۸۵، خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۱)

قادیانی نبی کے سیاہی اور مذہبی عقائد کی محولہ صدر جھلک ملاحظہ کرنے کے بعد اب ذرا نبی زادہ، مصلح موعود اور نہ جانے کیا کیا۔ یعنی مرزا بشیر الدین محمود جو اپنے باوا جان سے بھی بلند درجات و مراتب کے مدعی ہیں، کے سیاسی عقیدے کی بھی حقیقت خود ان ہی کی زبان، دجل ترجمان سے سن لیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ: (قیام پاکستان سے چار ماہ پہلے)

"ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہندو مسلم سوال اٹھ جائے اور ساری قومیں شیر و شکر ہو کر رہیں۔ تا ملک کے حصے بخرے نہ ہوں (یعنی پاکستان قائم نہ ہو) بے شک یہ کام بڑا مشکل ہے۔ مگر اس کے نتائج بھی بہت شاندار ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد رہیں تا احمدیت اس وسیع بیس پر ترقی کرے۔ ممکن ہے عارضی طور پر افتراق پیدا ہو (یعنی پاکستان بن جائے) اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا جدا رہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ یہ حالت جلد دور ہو جائے۔" (یعنی پاکستان کو ختم کر کے اکھنڈ بھارت کے تار اسنکھی تخیل کی تکمیل کی جائے) (الفضل قادیان مورخہ ۱۵ راپریل ۱۹۴۷ء)

اور یہ امر واقعہ ہے کہ پوری امت مرزائیہ گزشتہ تین برس سے متواتر کوشش کر رہی ہے کہ لاڈلے خلیفہ قادیان کی مندرجہ صدر آرزو بر آئے اور پاکستان پھر سے ہندوستان میں ضم ہو کر

خلیفہ قادیان کے دجال وقت ہونے کا ثبوت مہیا کرے۔ لیکن کیا.......... مگر نہیں۔ ہمیں سردست قادیانی نبی کے اقوال کی روشنی میں فرقہ باطلہ مرزائیہ کے ادعائے اسلام کا جائزہ لینا ہے۔

مرزائے قادیان کے اقوال متذکرہ کی بناء پر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جب مرزا قادیانی اور اس کے قائم کردہ ٹولے کے ایمانی عقائد اور معاملات اسلام سے کوسوں دور ہیں۔ تو پھر ان کا کلمہ طیبہ کو پڑھ لینا اور ارکان اسلامی روزہ، نماز وغیرہ نقل کرنا بھی محض دکھاوے کا ہے اور بہت بڑا فریب، ورنہ یہ ٹولہ اسلام سے کلیتہً خارج ہے اور انہیں رسمی طور پر بھی مسلمان سمجھنا، یا کہنا، مذہب حقہ اسلامیہ کی توہین ہے۔ بلاشبہ یہ ٹولہ کافر ہے اور مرتدین و منافقین میں شامل ہے۔

مرزائی پاکستان کے وفادار نہیں، غدار ہیں

اسی طرح یہ حقیقت بھی مسلم ہے اور ناقابل تردید کہ یہ بدباطن گروہ پاکستان کا بھی وفادار نہیں بلکہ غدار ہے۔ بدترین غدار، کیونکہ ہندوستان کی تقسیم اور پاکستان کا قیام ایک عارضی حالت سمجھنے والا اور اسے دور کرنے کی کوشش کرنے والا پاکستان کا دشمن ہی ہوسکتا ہے، دوست ہرگز نہیں۔ آخر تاراسنگھ کے عزائم اور خلیفہ قادیان کے محولہ صدر ارادے ایک ہی نوعیت کے ہی تو ہیں۔ اور رسوائے زمانہ دشمنانان اسلام و پاکستان شیاما پرشاد و مکرجی وغیرہ تو یہی بک رہے ہیں کہ پاکستان کا قیام ایک عارضی کیفیت ہے۔ جسے دور کرنا ہر ہندو، سکھ کا دھرم ہے۔

دنیا بھر کے علماء امت کا فتویٰ

اس پمفلٹ کے قارئین نے یہ تو سنا ہی ہوگا کہ مرزائی مبلغ جب کابل میں گئے تو وہاں کے علماء نے انہیں مرتد قرار دے کر سنگسار کرایا اور دنیا بھر کے علماء اسلام نے اس فیصلہ کی تصدیق کی۔ پاکستان کے نامور عالم دین شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم نے بھی اپنے رسالہ ''الشہاب'' میں گروہ باطلہ مرزائیہ کو مرتد ٹھہرایا ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال مرحوم اپنے ایک مشہور مقالہ میں فرماتے ہیں کہ: ''مرزائیت اسلام کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ یہ کوئی دینی فرقہ نہیں بلکہ ایک سیاسی ٹولی اور گروپ ہے جس کا عقیدہ ہے کہ جہاد کا قرآنی حکم منسوخ ہو چکا ہے اور انگریز حاکم مامور من اللہ ہے۔ اس لئے اس کی اطاعت لازمی ہے۔ اس لحاظ سے مرزائی مسلمانوں سے الگ اور جدا ایک اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔'' (حرف اقبالؒ)

مخلصانہ مشورہ

اسلام کو کمزور و بدنام کرنے، مسلمانوں کو ذلیل و خوار اور منتشر و پراگندہ کرنے کے لئے

مرزائے قادیان کے کارنامے اور موجودہ مرزا قادیانی (خلیفہ قادیان یا دجال ربوہ) کی نت نئی سازشوں اور ہتھکنڈوں کی تفصیل کے لئے زیر نظر پمفلٹ کی تنگ دامانی اجازت نہیں دیتی۔ اس لئے ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں یہ مخلصانہ مشورہ پیش کرتے ہیں کہ آپ مستقل طور پر اخبار سہ روزہ آزاد سرکلر روڈ لاہور کا مطالعہ جاری رکھیں، تاکہ اس گروہ مرتدین کی شرانگیزیوں سے آشنا اور کوائف حاضری و تعلیمات اسلامیہ سے بہرہ مند ہوتے رہیں۔

ریاست جموں و کشمیر کی قومی تحریکوں میں مرزائیوں کا حصہ

جہاں تک ریاست جموں و کشمیر کے اندر تحریک حریت کا تعلق ہے، اس کی مختصر سی تاریخ جامع الفاظ میں بانی تحریک چودھری غلام عباس خان قائد ملت اسلامیہ ریاست جموں و کشمیر کی زبانی سنیں: ''حکومت آزاد کشمیر کا قیام اس خواب کی زندہ جاوید تعبیر ہے جو ۱۹۲۸ء میں پرنس آف ویلز کالج کے چند غیور طلباء نے دیکھا تھا اور مسلم ینگ مینز ایسوسی ایشن کی شکل میں سیاست کے عملی میدان میں اتر کر پہلی بار ڈوگرہ حکومت کے سیاہ نامہ اعمال کا مواخذہ کیا تھا۔ ۱۹۳۱ء میں اسلامیان جموں و کشمیر کو متحد و منظم کر کے انہیں جدوجہد آزادی کے لئے تیار کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی اور اس عظیم اور ناقابل تسخیر قوت کی بنیاد پڑی۔ جسے آج ''آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس'' کہا جاتا ہے اور مشکلات کے باوجود جس کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی اور وہ راہ آزادی کے دشوار ترین مراحل طے کرتی رہی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ڈوگرہ حکومت کو طوعاً و کرہاً تقاضائے ملی کے آگے گھٹنے ٹیک دینے پڑے۔ ہندو کانگریس کو کشمیر میں مسلمانوں کا سیاسی اقتدار منظور نہ تھا۔ چنانچہ اسلامیان جموں و کشمیر کی متحد و منظم صفوں میں انتشار پھیلانے کے لئے مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس کا لبادہ اوڑھنے کی دعوت دی گئی۔''

چنانچہ اس مرحلہ پر قائد ملت اور ان کے رفقائے کار نے نیشنل کانفرنس کا روپ دھارنے کی اس منافقانہ تجویز کو ٹھکرا کر تنظیم ملت کے لئے جو ایمان دارانہ قدم اٹھایا۔ وہ اس اسلامی تصور کی بناء پر تھا۔ جو آگے چل کر قیام پاکستان کا باعث بنا اور اس پیش بندی نے ملت اسلامیہ کو ہندو کانگریس کے دام میں گرفتاری سے بچا لیا۔

آزاد کشمیر قرارداد کی منظوری

اسی طرح جب شیخ عبداللہ اور ان کے حواریوں نے اپنے کھوئے ہوئے وقار کی بحالی اور سستی شہرت کے حصول کے لئے ''کشمیر چھوڑ دو'' کا شوشہ چھوڑا تو ۱۹۴۶ء میں قائد ملت کی قیادت میں مسلم کانفرنس نے ''آزاد کشمیر'' کی انقلابی قرارداد منظور کی اور اسلامیان ریاست جموں

دکشمیر کو اس راہ پر گامزن کر دیا جو انہیں اپنی منزل مقصود پاکستان کی طرف لے جاتی ہے۔ مسلم کانفرنس نے طویل جدوجہد کے بعد ۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو آزاد کشمیر کی منظور کردہ قرارداد کا عملی طور پر سنگ بنیاد رکھا۔ یعنی آزاد علاقہ کے نظم ونسق کے لئے ایک حکومت قائم کی جو مسلم کانفرنس کے ماتحت ایک اعلیٰ اختیارات کے انتظامیہ ادارہ کی حیثیت سے علاقے کا نظم ونسق سنبھالے ہوئے ہے۔ اس حکومتی ادارہ کے لئے مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ بمنزلہ قومی پارلیمان یا مجلس آئین ساز کے ہے اور آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے صدر قائد ملت چودھری غلام عباس خان آزاد کشمیر حکومت کے نگران اعلیٰ کی حیثیت سے اسلامیان ریاست جموں وکشمیر کی قیادت فرما رہے ہیں۔

علامہ اقبال اور قادیانی

شاید پڑھنے والوں کے دل میں اس مرحلہ پر یہ سوال پیدا ہو کہ تحریک آزادی کشمیر مرزائی کب اور کیسے حائل ہوئے؟ تو اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ یہ فرقہ باطلہ ریاست میں تحریک حریت کے آغاز سے ہی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی میں رکاوٹ پیدا کرتا چلا آیا ہے اور آج تک بدستور یہی منافقانہ فریضہ بجالا رہا ہے۔

اور مفصل جواب یہ کہ ۱۹۳۱ء میں جب تحریک حریت کشمیر کی ابتداء ہوئی اور ریاست کے باہر ستم رسیدہ کشمیری مسلمانوں کی استمداد کے لئے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی اور علامہ محمد اقبالؒ اس کمیٹی کے صدر منتخب ہوئے تو موجودہ خلیفہ قادیان بھی اپنے بااثر حواریوں کی امداد سے اس کمیٹی کے رکن بن گئے اور اپنی عادت وفطرت کے مطابق کمیٹی کو ناکام بنانے، تحریک کو ختم کرنے اور ڈوگرہ راج کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے جوڑ توڑ میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ ان کی پس پردہ سازشوں کو علامہ اقبالؒ نے شدت سے محسوس کیا اور اصلاح احوال کے لئے کمیٹی کے جدید انتخاب کی طرح ڈالی تا کہ مرزائیوں کا اس امدادی کمیٹی سے اخراج ہو سکے۔ قائد ملت اور ان کے رفقائے کار نے علامہ مرحوم کے اس اقدام کی پرزور حمایت کی لیکن مرزائیوں نے جو کشمیر کمیٹی پر بری طرح مسلط تھے، انتخاب جدید کو آگے بڑھنے نہ دیا اور علامہ اقبال کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ اس کمیٹی کو سرے سے ختم کر دیں اور یوں مسلمانان کشمیر کو مرزائیوں کے منافقانہ عزائم کے تباہ کن اثرات سے بچا لیں۔ چنانچہ یہ کمیٹی توڑ دی گئی اور ریاستی مسلمان مسلم کانفرنس کے جھنڈے تلے منظم ہونے کی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔ لیکن صفحہ تاریخ پر یہ واقعہ پوری تفصیلات کے ساتھ رقم ہو گیا کہ مرزائیوں کی کٹ حجتی اور ڈھٹائی کی وجہ سے کشمیری مسلمان

اپنے دس کروڑ ہندی مسلمانوں کی عملی ہمدردیوں کے محروم ہو گئے اور مجلس احرار اسلام کے ہزاروں سرفروش اور جانباز رضا کاروں پر جو مظلوم مسلمانان کشمیر کی امداد کے لئے ریاست میں داخل ہورہے تھے۔ قید و بند کی صعوبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

در پردہ سازشیں

مسلمانان ریاست جموں و کشمیر کی واحد سیاسی جماعت آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے مخلص ارکان فرقہ مرزائیہ کے ملت کش عزائم سے واقف تھے۔ اس لئے مسلم کانفرنس کے آئین میں ایسی دفعات شامل کر لی گئیں جن کی رد سے مرزائیوں کے لئے اس جماعت کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ لیکن یہ لوگ بھی کب نیچے بیٹھنے والے تھے۔ کشمیر میں تنخواہ دار ایجنٹوں کی ایک کھیپ بھیج دی گئی۔ سرینگر سے اصلاح نام کا ایک ہفتہ وار اخبار جاری کر دیا گیا اور نہایت ہوشیاری سے ایک طرف تو مسلمانوں کے متاع ایمان پر ڈاکے ڈالنے شروع کر دیئے گئے اور دوسری طرف مسلمان اکابرین ملت اور مسلم کانفرنس کے خلاف مکروہ پروپیگنڈہ کی بنیاد ڈال دی۔ چنانچہ کوٹلی کے رسوائے عالم جریدہ "نوائے کشمیر" کے پس پردہ مقالہ نویس عبدالغفار و عبدالواحد مرکز مرزائیہ قادیان کے تنخواہ دار ایجنٹوں کی حیثیت سے "اصلاح" سرینگر کے صفحات پر برسوں اپنے خبث باطن کا سنڈاس بکھیرتے رہے اور نہایت چالاکی اور مکاری سے مسلمانوں میں انتشار و افتراق کی آگ بھڑکانے میں سرگرم عمل رہے۔ چنانچہ اخبار بین حضرات سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ "اصلاح" نے مسلمانان کشمیر کی تحریک آزادی کو نقصان پہنچانے کی مہم کو آخیر وقت تک جاری رکھا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ خدا تعالٰی نے ان کے ناپاک ارادوں کو کامیابی کے زینہ تک پہنچنے نہ دیا۔ بلکہ الٹا انہیں خائب و خاسر کر کے اپنے حقیقی ڈربہ میں گھسنے پر مجبور کر دیا۔

مرزائیوں کی ایک اور کوشش

۱۹۴۶ء کی تاریخی اور انقلابی قرارداد آزادی کے منظور کرنے کے بعد جب ڈوگرہ حکومت نے قائد ملت چودھری غلام عباس خان اور آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے دوسرے ممتاز کارکنوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا تو ان کی عدم موجودگی میں مرزائیوں کو پھر ایک موقع مل گیا کہ وہ ریاستی سیاسیات میں گھس پھنس کر اپنی دیرینہ آرزوؤں کو پورا کریں۔ چنانچہ انہوں نے جہاد آزادی کے دوران میں "فرقان بٹالین" کے نام سے ایک فوج مرتب کی جو خالص مرزائیوں پر مشتمل تھی۔ دراصل اس فوج کی ترتیب اس لئے عمل میں لائی گئی کہ اس کے نام پر یہ اپنے ٹولہ منظم

و مسلح کر سکیں گے۔ اس کے ساتھ ہی مرزائیوں نے کشمیر کے بعض ایسے اصحاب کو بھی اپنے دام تزویر میں پھانس لیا جو وقت کی غلط بخشیوں اور عبوری دور کے قحط الرجال کے طفیل بڑے بن چکے تھے۔ جنہیں قوم وملت کے اجتماعی مفاد سے کہیں زیادہ اپنے ذاتی فوائد سے کام تھا۔ چنانچہ آزاد کشمیر کے ان ابن الوقت ارباب اختیار سے ساز باز کر کے مرزائی ٹولہ ایک طرف تو حکومت کے قریب قریب تمام کلیدی عہدوں پر قابض ہو گیا تو دوسری طرف پاکستان میں پناہ حاصل کرنے کے لئے آنے والے مہاجرین میں گھل مل کر، اور ان پر اپنی منافقانہ چاپلوسی اور لفظی ہمدردی کا جادو چلا کر خاصا اثر ورسوخ پیدا کر لیا۔ بدقسمتی سے کشمیری مہاجروں کے آرام وآرائش سے متعلق پاکستانی امدادی اداروں کے بعض بااختیار آفیسر بھی کٹر مرزائی تھے۔ ان لوگوں نے کشمیری مہاجروں کی بدحالی اور بے سروسامانی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے پاکستان میں مسلم کانفرنس کے مقابلہ میں انجمن مہاجرین کے نام سے ایک متوازی جماعت قائم کر دی۔ جس کا ظاہری مقصد تو مہاجرین کے سود و بہبود سے متعلقہ امور کی نگرانی بتایا گیا مگر در پردہ اسے مسلم کانفرنس کے اندر اس کے مخلص کارکنوں کے خلاف سادہ لوح کشمیری مسلمانوں میں منافرت کے بیج بونے کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ ادھر مرزائی ارباب اختیار پاکستان نے اس نئے ادارہ کی جڑیں مضبوط کرنے اور اس کے اثر ورسوخ کا مہاجرین پر سکہ بٹھانے کے لئے راشن، کپڑا وغیرہ کی تقسیم، مہاجروں کی تصدیق وغیرہ تمام امور میں انجمن مہاجرین کے مرزائی ارکان کو بڑھاوا دینا شروع کر دیا۔

وہ تو خدا کا فضل شامل ہوا۔ قائد ملت اور چیدہ مسلم کارکن دشمنوں کی قید سے رہا ہو کر پاکستان پہنچ گئے اور مسلم کانفرنس کے خلاف پیدا کردہ اس طوفان بدتمیزی کا طلسم ٹوٹنے لگا اور کشمیری عوام پر ''انجمن مہاجرین'' کے مرزایانہ ہتھکنڈوں کی حقیت کھلنے لگی۔ لیکن اب مفاد پرست اشخاص کی غالب اکثریت مرزائی ٹولہ کے زیر اثر آ چکی تھی اور ابن الوقت قسم کے بعض کشمیری حضرات راولپنڈی، لاہور، سیالکوٹ وغیرہ مقامات کی مرزائی ایجنسیوں کے آلہ کار بن چکے تھے۔ اس لئے انتشار وافتراق کی جڑیں کاٹنے کے لئے مسلم کانفرنس کو بیک وقت کئی محاذوں پر سرگرم عمل ہونا پڑا۔ مرزائی ٹولہ کے ساختہ پرداختہ خدائی خوار قدم قدم پر نئی رکاوٹیں کھڑی کرنے اور مختلف ذرائع سے انتشار و بے چینی کو فروغ دینے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ حتیٰ کہ خود مسلم کانفرنس میں کشمیری بلاک کے نام سے ایک نئی لعنت کھڑی کر دی گئی تھی۔ سیالکوٹ ایسے مہاجر اکثریت کے ضلع سے ''جہاد'' اور ''آزاد کشمیر'' کے نام سے دو اخبار قوم میں نفاق وافتراق کے زہریلے جراثیم بکھیرنے اور کشمیری مہاجر رائے عامہ کو مسلم کانفرنس سے بدظن کرنے کا مکروہ فریضہ

بجالا رہے تھے اور اس پر طرفہ تماشا یہ کہ مرزائی موقعہ پرستوں کی مجرمانہ سازش کے تحت ابھی تک حکومت پاکستان نے کشمیری مہاجروں کو مہاجر ہی تسلیم نہیں کیا تھا اور انہیں دارالامان پاکستان میں سر چھپانے کے لئے مکان تک ملنا دشوار تھا۔ ان غایت درجہ پریشان کن اور تشویشناک حالات میں قائد ملت چودھری غلام عباس خان ڈوگرہ قید سے رہا ہو کر پاکستان پہنچے اور انہوں نے آتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ بابائے ملت حضرت قائداعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں کشمیری مہاجرین کی بے سروسامانی اور پریشانی سے مطلع کیا۔ انہیں اس شرارت سے باخبر کیا کہ کشمیریوں کو ابھی تک دیگر مہاجرین کی طرح رہنے سہنے کی رعایتیں حاصل نہیں۔

چنانچہ قائد ملت کی بروقت کوشش سے نہ صرف کشمیری مہاجرین کو "مہاجر" قرار دیا گیا بلکہ قائداعظمؒ نے مہاجرین کشمیر کی فوری اور مناسب امداد کے لئے کروڑوں روپیہ ریلیف فنڈ سے صرف کرنے کا فرمان جاری فرمایا اور تمام صوبائی حکومتوں کو تاکید کی گئی کہ وہ کشمیری مہاجروں کو اپنا محبوب مہمان سمجھتے ہوئے انہیں پاکستان میں زیادہ سے زیادہ آسائش مہیا کریں۔ چنانچہ یہ قائد ملت کی مہاجر پروری اور حضرت قائداعظمؒ کی فیاضی اور سیر چشمی ہی کا نتیجہ ہے کہ آج کشمیری مہاجر جہاں کہیں بھی ہیں۔ حکومت پاکستان کے مہمان تصور کئے جاتے ہیں۔ ورنہ فرقہ باطلہ مرزائیہ کے زیر اثر خدائی فوجداروں نے تو اس قسم کا طرز عمل اختیار کر رکھا تھا کہ کشمیری مسلمان پاکستان سے عقیدت و محبت کے جذبات کھو بیٹھیں، بلکہ الٹا بدگمانیوں کا شکار ہو کر کوئی ایسی حرکت کر بیٹھیں جس سے ان کی پاکستان کے متعلق وفاداری مشتبہ ہو جائے۔

قائد ملت نے کشمیری مہاجروں کی پرورش اور نگہداشت کا مسئلہ حل کر کے مسلمانان جموں و کشمیر کی صفوں کو از سر نو درست کرنے اور "آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس" کو ایک فعال جماعت کی حیثیت سے عوام پاکستان اور حکومت پاکستان سے متعارف کرانے پر توجہ مبذول فرمائی اور اپنی مسیحا نفسی سے جہاں پوری قوم میں حیات تازہ کی روح پھونکی وہاں مسلمانان ریاست کی واحد نمائندہ جماعت آل جموں و کشمیر کی اہمیت سے حکومت کو آگاہ کرنے اور اسے مسلمانان کشمیر کی نمائندگی کا بلا شرکت غیرے حق دار قرار دلوا کر قومی وقار کو بحال کیا۔ مفتن و بداندیش عناصر کو جماعت سے خارج کرنے، نسلی اور نسبتی تفوق و برتری کے دعویداروں اور مسلمانوں میں ذات پات اور صوبائی تعصب کی بناء پر امتیازات برتنے والے منافقوں کی گوشمالی کرنے کے علاوہ آزاد کشمیر حکومت میں فسطائی رجحانات کا خاتمہ کیا اور اسلامی جمہوری بنیادوں پر جدید حکومت کی تشکیل کر کے اسے زیادہ سے زیادہ مفاد عامہ میں دلچسپی لینے کا پابند بنایا اور مرزائیوں کی پس پردہ

سازشوں کے طفیل آزاد کشمیر حکومت اور مسلم کانفرنس کے درمیان پیدا کردہ اختلاف کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ غرضیکہ کشمیری مسلمانوں کے محبوب رہنماء اور مخلص قائد نے اپنی بے نظیر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر امت مرزائیہ قادیانیہ کی ان تمام سازشوں کا تار و پود بکھیر دیا جو مسلمانان ریاست جموں و کشمیر کو راہ راست سے گمراہ کرنے کے لئے اس دشمن اسلام ٹولہ نے مرتب کر رکھی تھیں اور یوں اپنے قائدانہ تدبر کا دشمنوں سے بھی لوہا منوایا۔

نام نہاد فرقان بٹالین کے کرتوت

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ مرزائیوں نے فرقان بٹالین کے نام سے جو فوج مرتب کی تھی اس کی غرض و غایت صرف یہ تھی اس اس طریقہ سے فرقہ باطلہ مرزائیہ کو جہاں ایک مسلح ہونے کا بہانہ ہاتھ آ جائے گا۔ وہاں وہ اپنے منافقانہ منصوبوں کو بھی آسانی سے بروئے کار لا سکیں گے۔ چنانچہ یہی کچھ ہوا اور مرزائیوں کی اس فوج نے بے شمار اسلحہ حاصل کر کے اور راشن، کپڑا وغیرہ ہتھیا کر اسے نہایت بے دردی سے ضائع کیا۔ اس کے علاوہ بقول اخبار (آزاد لاہور) ''تنسیخ جہاد کا عقیدہ رکھنے والی امت مرزائیہ نے فرقان بٹالین کے نام سے مرزائیوں کی جدا فوج بنا کر جہاد کشمیر میں جو کچھ کیا اور ہندوستان کی جو خدمات انجام دیں۔ مسلم مجاہدین کی جوانیوں کا جس شرمناک طریق سے سودا چکایا۔ اس پر خون کے آنسو بہائے جائیں تو بھی کم ہیں۔ مجاہدین کے کیمپ میں جو اسکیم بنتی، فوراً ہندوستان پہنچ جاتی۔ جہاں مجاہدین مورچے بناتے، دشمن کو پتہ چل جاتا اور جہاں مجاہدین ٹھکانہ کرتے، وہیں ہندوستانی ہوائی جہاز پہنچ جاتے۔'' (آزاد لاہور ۱۷ اپریل ۱۹۵۰ء)

غرضیکہ فرقان بٹالین کیا تھی۔ دشمن کا مسلح و منظم پانچواں کالم تھا جو نہایت ہوشیاری سے مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپتا رہا۔ یہاں تک کہ مجاہدین کے پیہم اصرار پر آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے مقتدر زعماء نے حکومت پاکستان کو توجہ دلائی اور اس نام نہاد فوج کو ختم کر کے مجاہدین کشمیر کو اس بدبخت بٹالین کی درپردہ سازشوں سے نجات دلوائی۔

فرقان بٹالین کی غدارانہ کارکردگی کی تفصیل اگرچہ لوح تاریخ پر ثبت ہو چکی ہے اور وقت آنے پر شائع بھی ہو جائے گی۔ لیکن اس کا سب سے زیادہ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ یہ غائیت درجہ خطرناک گروہ ایک عرصہ تک مجاہدین کے کیمپ میں گھسا رہا اور ناقابل بیان قومی و ملی نقصان کا موجب بنا۔

بہرحال اتنا ضرور ہوا کہ یہ غدار اور مرتد ٹولہ مسلمانوں کو آئندہ کسی موقعہ پر دھوکہ دینے

اور کسی نئے فریب میں مبتلا کرنے کے قابل نہیں رہا اور اس کا شرمناک نامہ اعمال نگاہ عالم سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔

سلاح خانۂ مرزائیت کا آخری حربہ

اپنے شیطانی منصوبوں میں بار بار ناکام ہونے اور قدم قدم پر منہ کی کھانے کے بعد مرزائیوں کو یقین ہو جانا چاہئے تھا کہ وہ مسلمانان کشمیر کے جذبہ استخلاص وطن کو ٹھنڈا کرنے اور ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جب کہ ہر ریاستی مسلمان کے دل میں پاکستان اور اہل پاکستان کے لئے بے پایاں محبت موجود ہے اور وہ راہ راست سے گمراہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن نہیں۔ یقین ہی تو ایمان کی بنیاد ہوتا ہے۔ وہ مرزائی ہی نہیں بن سکتا جو صاحب ایقان ہو اور حالات سے سبق حاصل کر سکتا ہو۔ مرزائی ٹولہ نے اپنے مرشد کی سنت کے مطابق عامۃ المسلمین کو فریب دینے اور جلیل القدر مسلم اکابرین پر بہتان باندھنے کی ''تحریری'' مہم کا آغاز کر دیا اور جیسا کہ گزشتہ اوراق میں واضح کیا جا چکا ہے۔ انہوں نے لاہور اور کوٹلی سے ''نوائے کشمیر'' کے پر فریب نام سے دو نئے اخبار جاری کر دیئے۔ جو ریاست کے اندر اور باہر ایک ہی مقصد کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ اور وہ مقصد ہے امت مرزائیہ کا محبوب ترین مقصد۔ یعنی مسلمانوں کو ''آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس'' اور ''دولت خداداد پاکستان'' سے بدظن اور بددل کر کے آزادی کشمیر کی تحریک کو کمزور کرنا۔ چنانچہ ایک ذلیل چیتھڑے جن اصحاب کے ملاحظہ سے گزرتے ہیں وہ مرزائی صحافت کی اس جدید چار سو بیسی اور خالص مرزائیہ مغالطہ دہی پر یقیناً لعنتیں بھیجتے ہوں گے۔ جو ان ننگ صحافت اخبار چیوں نے اختیار کر رکھی ہے۔ مثلاً لاہور کے چیتھڑے ''نوائے کشمیر'' کی ۲ر اکتوبر کی اشاعت میں ''افسوس ناک پہلو'' کے زیر عنوان مجاہد دکن سلطان ٹیپو شہید سے کشمیر کے ایک نسلی عفریت کے آسیب زدہ اور دون ہمت فرد کو نسبت دے کر سلطان شہید کی روح کو اذیت دی جاتی ہے۔ محض اس لئے کہ یہ ننگ وطن روپیہ اور اقتدار کی حرص میں آستانہ مرزائیت پر اپنے ذہن و ضمیر کی بھینٹ چڑھا کر جادۂ حق و صداقت سے منحرف ہو چکا ہے۔

اسی طرح کوٹلی کا ناقوس خصوصی اپنی ۱۷ر نومبر ۱۹۵۰ء کی اشاعت کے صفحہ اول پر قائد ملت چودھری غلام عباس خان کو ان دو رسوائے زمانہ اور نابکار تخریب پسندوں کی صف میں کھڑا کرنے کی ناپاک کوشش کرتا ہے جن میں سے ایک تو پکا مرزائی ہے اور آزاد کشمیر حکومت کی تشکیل

سے لے کر آج تک مسلسل مسلم کانفرنس کے متوازی جماعتیں بنانے کا کام کرتا رہا ہے اور دوسرا اس قدر بدعنوانیوں، بے ضابطگیوں اور بداعمالیوں کا مرتکب ہو چکا ہے جنہیں مسلمانان ریاست کبھی معاف نہیں کر سکتے اور نہ فراموش کر سکتے ہیں۔ اس شخص نے مسند اقتدار سے اتارے جانے کے بعد مرزائیوں کے اشارہ پر اپنے کھوئے ہوئے وقار کی بحالی کی خاطر اپنی جری اور بہادر برادری کو چاہ ہلاکت و بربادی میں دھکیلنے سے بھی گریز نہیں کیا اور اپنے قبیلہ کے معزز ترین رہنماء سردار فیروز علی خان اور دوسرے قومی کارکنوں سے سرکشی کر کے وہ کچھ کیا جو تارا سنگھ اور پٹیل ایسے مشہور دشمنان اسلام و پاکستان سے بھی بن نہ آیا تھا۔ ذرا قیاس کیجئے "غلام نبی گلکار" ایسے بے دم کے نمدے اور جہاد اسلامی کے منکر مرزائی کو "غازی پاکستان انور مرحوم" سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ اور کیا لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ جب مجاہد انور رزمگاہ کشمیر میں داد شجاعت دے رہا تھا تو "گلکار" بے دین پونچھ ہاؤس راولپنڈی کے ساز وسامان کو بیچ کھانے اور انجمن مہاجرین ایسے مفسد اور متعفن ادارے کی تاسیس و تشکیل میں مصروف تھا۔ وہی "انجمن مہاجرین" جس کے مرزائی ایجنٹوں کو مہاجر مسلمانان کشمیر نے مناسب گوشمالی کرنے کے بعد منہ کالا اور برہنہ جسم کر کے واپس بھیج دیا تھا اور اپنے کیمپوں کے قریب انہیں پھٹکنے نہیں دیا۔

مرزائی بہتان طرازوں کا منتہائے نظر

ادنٰی حیثیت کے موقع پرست سیاسی غنڈوں کو مسلمانان ریاست کشمیر کے مخلص ترین رہنماؤں کے مقابلہ میں لاکران کے غیر معروف اور گم نام ناموں کے ساتھ، خود ساختہ دمیں لگانا اور انہیں بانس پر چڑھانے کے لئے مداریوں والے مضحکہ خیز طریقے اختیار کرنا اور قسم قسم کی فریب کاریوں اور حیلہ سازیوں سے مسلم کانفرنس کی موجودہ بے نظیر قیادت کے خلاف رائے عامہ کو ورغلانے کی کوششوں کو ہی معراج سیاست سمجھنا اگرچہ فرقہ باطلہ مرزائیہ کا قدیمی مشغلہ تھا۔ لیکن انہیں قائدملت کے مقابلہ پر بار بار ناکام ہونے کے باوجود جو چیز میدان عمل میں دھکیل رہی ہے، وہ ہے جناب قائدملت اور ان کے مخلص ترین رفیق کار فخر کشمیر جناب اے آر ساغر کی مرزائی شناسی، مرزائیوں کا مرشد مرزا بشیر الدین یہ بھول نہیں سکتا کہ "مسلم کانفرنس" کی موجودہ قیادت مرزائیوں کی مسئلہ کشمیر میں مداخلت برداشت نہیں کر سکتی اور نہ ہی مسلم کانفرنس اس گروہ مرتدین کو اپنی صفوں میں گھسنے کی اجازت دے سکتی ہے۔ ساغر صاحب نے تو غیر مبہم الفاظ میں ان لوگوں کو بتا رکھا ہے کہ آپ کشمیر کے معاملہ میں کم یا زیادہ کسی طرح دخل نہ دیں۔ اسی طرح انہوں نے فتنہ

مرزائیت کے بارہ میں کہا ہے کہ ہم نے مرزائیت کو پوری طرح دفع کر دیا ہے۔ ہم نے قادیانیت کے خلاف پوری قوت صرف کر دی ہے اور اس ٹولہ کو بتا دیا ہے کہ ایک شخص ایک وقت میں ایک ہی جگہ کا وفادار رہ سکتا ہے۔ وہ یا تو آزاد کشمیر سے تعلق جوڑ سکتا ہے، یا ربوہ سے رشتہ رکھ سکتا ہے۔ ایک وقت میں دو حاکموں کی تابعداری اور دو جماعتوں سے وفا ممکن نہیں۔ جہاں تک مرزائیت کو کشمیر میں دخل انداز ہونے سے روکنے کا تعلق ہے۔ ہم ہر حد تک مقابلہ کو تیار ہیں۔ ظاہر ہے کہ مرزائیوں سے متعلق یہ فیصلہ کن عزائم مسلمانان ریاست جموں وکشمیر کی واحد سیاسی تنظیم آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کی اساس وبنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ان حالات میں امت مرزائیہ کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں رہتا کہ یا تو کشمیر کے معاملہ میں دخل در معقولات سے دست بردار ہو کر ہمیشہ کے لئے قعر گمنامی میں روپوش ہو جائیں اور یا پھر اپنے شیطانی ترکش کے تیر مسلم کانفرنس کی موجودہ قیادت پر برسا کر اپنی آتش حسد وانتقام کو بجھائیں۔ چنانچہ مؤخر الذکر اور آخری چارۂ کاران دنوں اس بدباطن گروہ نے اختیار کر رکھا ہے۔ مسلم کانفرنس کی صدارت کے انتخاب جدید کی بے ہنگم غوغا آرائی بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ جب کہ ایک معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے انسان سے بھی یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ پاکستان مسلم لیگ کے انتخابات ۱۹۴۶ء کے بعد اب تک نہیں ہو سکے۔ حالانکہ قیام پاکستان کے بعد حالات معمول پر آئے چار سال ہو چکے ہیں۔ لیکن اب تک مجلس دستور ساز یا کسی صوبائی مجلس قانون ساز کے انتخابات نہیں ہوئے لہٰذا کشمیر کی تحریک آزدی کی تکمیل سے پہلے اس قسم کے انتخابات کے مطالبے کرنا اور اس تعلق میں خود ساختہ اور اضطراب انگیز افواہیں پھیلانا نہ صرف احمقوں کی جنت میں بسنے والے عقل باختہ افراد کو زیب دیتا ہے بلکہ قومی وملکی مصالح کی رو سے ایک ناقابل معافی جرم ہے۔ جس کا مرزائی ٹولہ دھڑلے سے مرتکب ہو رہا ہے۔ قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ اس سے پہلے ایک بار مرزائی پتے بازوں نے آزاد کشمیر حکومت کو تسلیم کرنے اور اس کے نمائندے مرکزی مجلس دستور ساز پاکستان میں لئے جانے کا شوشہ چھوڑا تھا۔ جس کا بالفاظ دیگر یہ مدعا تھا کہ کشمیر کی موجودہ عارضی حد بندی کو عملاً مستقل حیثیت دے دی جائے۔ اس غایت درجہ مہلک فریب کاری کا پردہ عزت مآب لیاقت علی خان وزیراعظم پاکستان نے واہ کیمپ میں بدوران تقریر چاک کر دیا تھا۔

تازہ ترین فریب کاری

اسی طرح ان دنوں (جنوری ۱۹۵۱ء) آزادی کشمیر کے لئے ایک پانچ سالہ منصوبہ کی تیاری اور مقبوضہ کشمیر میں خفیہ تحریک کے اجراء کا احمقانہ اور منافقانہ نعرہ لگوایا جا رہا ہے۔ جس کی غرض وغایت صرف یہ ہے کہ ایک طرف تو بھارتی حکومت وادی کے مسلمانوں پر من مانے ظلم وستم کا آغاز کر دے تو دوسری طرف پاکستان میں مقیم کشمیری مسلمان اور پاکستانی عوام یاس وقنوطیت کا شکار ہو کر حوصلہ ہار دیں اور آزادی کشمیر کے لئے حکومت پاکستان واکابرین پاکستان کے بلند وبانگ دعاوی سے اظہار بیزاری کریں۔ اس انتہائی طور پر خطرناک اور مہلک حماقت اور کامل طور پر مرزایانہ فریب دہی کے ڈھول کا پول پاکستان کے مشہور ومقتدر اخبار نوائے وقت لاہور نے ۲۹ نومبر (۱۹۵۰ء) کی اشاعت میں کھولا ہے۔

مرزائی ٹولہ حسن سلوک کا مستحق نہیں

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ مسلم کانفرنس کی موجودہ صالح قیادت کے ہاتھوں فرقہ ضالہ مرزائیہ بری طرح مات کھا کر اب ذبح کئے ہوئے مرغ کی طرح پھڑ پھڑا رہا ہے۔ مسلم کانفرنس اگر چاہتی تو سیاسیات کشمیر سے مرزائیوں کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال باہر پھینکتی۔ لیکن ضبط وتحمل اور رواداری مسلمان کی فطرت ہے اور وہ اعدائے اسلام کو ہمیشہ اپنے اخلاق کریمانہ اور حسن سلوک سے ہی رام کرتے آئے ہیں۔ لیکن اس موقع پر ہم اپنی حکومت آزاد کشمیر کے ارباب اختیار کو یہ یاد دلانہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر آپ میں سے بعض اصحاب کا یہ خیال ہو کہ حسن سلوک سے سکھوں، یہودیوں اور مرزائیوں کو راہ راست پر لایا جا سکتا ہے۔ تو یہ ان کی بھول ہے اور بہت بڑی خود فریبی۔ اسلامی آئین میں مرزائیوں کو نقاش پاکستان علامہ اقبالؒ کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں سے کلیتاً جدا اور علیحدہ اقلیت سے زیادہ رعایت نہیں دی جا سکتی۔ ریاست جموں وکشمیر کا نیا آئین مرتب ہونے سے پہلے اگر مرزائیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت قرار دینا اگر مناسب نہ ہو تو کم از کم مملکت آزاد کشمیر کے دفاع واستحکام کا شدید تقاضہ ہے کہ اس مرتد ٹولہ کے تمام ادارے اور اخبارات یک قلم بند کر کے ان کی معاندانہ اور تخریبی سرگرمیوں کو ختم کر دیا جائے اور ان کی منافقانہ نقل وحرکت پر کڑی پابندیاں عائد کر کے ایسے انتظامات عمل میں لائے جائیں کہ یہ مفسد ٹولہ مملکت میں اپنے ناپاک مقاصد اور ذلیل عزائم کی تکمیل آسانی کے ساتھ نہ کر سکے۔ اس کے ساتھ ہی اس گروہ کے مسلمہ غداروں، دشمن کے ایجنٹوں اور دغابازوں کو اسلامی عدالت کے

کٹہرے تک پہنچا کر انہیں ان کے سیاہ اعمال کی پاداش میں عبرت ناک سزائیں دی جائیں۔ کم از کم ایک متوقع اسلامی ریاست کے طول وعرض میں اس ٹولہ کو اپنی خلاف اسلام سرگرمیوں کی اجازت نہ ہونی چاہئے۔

آزاد کشمیر کے علماء کرام پیران عظام اور مفتی صاحبان سے گزارش

حضرات! آپ سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ فرقہ ضالہ مرزائیہ نے اپنی پوری قوت سے ریاست جموں وکشمیر کے سادہ لوح اور کم علم مسلمانوں کو جادۂ مستقیم سے بہکانے کی مہم شروع کر رکھی ہے۔ مرتدین گروہ در گروہ حدود ریاست میں داخل ہو کر اور مختلف بہروپ بھر کر امت محمدیہ کو اپنے دام منافقت وارتداد میں پھنسانے اور پیرواں حضرت خاتم الرسل ﷺ کو دجال اعظم مرزا غلام احمد قادیانی کا حلقہ بگوش بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور اپنے سلاخ خانہ شیطانیت کا ہر حربہ استعمال کر رہے ہیں۔ اس لئے وقت وحالات کا تقاضہ ہی نہیں آپ حضرات کا مذہبی اور منصبی فرض بھی ہے کہ اپنے حلقہ اثر وعقیدت میں بیسویں صدی کی اس خانہ ساز اور مصنوعی نبوت کے دجل وتلبیس کا پردہ چاک کرنے اور انگریز کے اس خود کاشتہ پودے کے زہریلے خواص کو گاہ بہ گاہ طشت از بام کرنے پر توجہ مبذول فرمائیں اور حکومت پر زور ڈالیں کہ وہ اس شیطانی ٹولہ کی رہزنی سے سادہ لوح عوام اور اسلام کے پردہ میں الحاد وزندقہ پھیلانے کی کارروائیوں کو آئینی طور پر روکنے کے اسلامی ذرائع کو بروئے کار لائے۔ یہاں یہ بیان کر دینا بے جا نہ ہوگا کہ کسی بھی اسلامی مملکت میں اس بدعت کو داخل نہیں ہونے دیا جاتا۔ اس لئے حکومت آزاد کشمیر کو یہی حکمت عملی اختیار کرنا ہوگی۔

عامۃ المسلمین سے درخواست

اسی طرح ہم ریاست جموں وکشمیر کے عوام سے درخواست کریں گے کہ آپ کو اسلام کی سربلندی، پاکستان کا استحکام اور اپنے وطن عزیز کشمیر کی آزادی سے محبت ہے۔ اگر آپ کے قلب میں شہیدان وطن کے خون اور مجاہدین کی قربانیاں کا ذرہ برابر بھی احساس ہے۔ اگر آپ حضرت سرور کائنات ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں اور ان کے بعد بروئے حکم خداوندی ہر مدعی نبوت کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، اور یقین[illegible] سمجھتے ہیں کہ یہی عین اسلام ہے تو خدارا فرقہ باطلہ مرزائیہ کی قلمی، مالی، معاونت اور اشتراک[illegible] نست سے فوری اور مکمل طور پر دست کش ہو جائیں اور ان کی تباہ کن سرگرمیوں اور اسلام کش کارروائیوں سے پورے طور پر

چوکنے رہیں اوران کی ہر فتنہ انگیزی کا راستہ روکنے اور ہر شرارت کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے مستعد و تیار ہو جائیں۔

مذہب حقہ اسلامی کو اسلام ہی کی آڑ میں تحریف، تلبیس اور مکاری سے نقصان پہنچانے والے، اسلام ہی کی شکل وصورت بنا کر اور اسلامی طرز بودوماند اختیار کر کے شجر توحید ورسالت کی جڑیں کھوکھلی کرنے والے مرزائی مرتدین کے ہتھکنڈوں کے خلاف سردست مندرجہ ذیل طریقے فوری طور پر عمل میں لائے جائیں۔

۱...... مساجد کے امام صاحبان وعظ خوان، مقررین رد قادیانیت پر مواعظ حسنہ کا سلسلہ شروع کریں۔

۲...... آزاد جموں وکشمیر حکومت کے شعبہ دینیات سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ فتنہ مرزائیت کی مؤثر روک تھام کرے۔

ارباب اختیار پاکستان سے گزارش!

پاکستان کے ارباب اقتدار واختیار کی خدمت میں اگرچہ اس سلسلہ میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ تاہم بر سبیل تذکرہ یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ آل جموں وکشمیر کانفرنس نے قائد ملت چودھری غلام عباس خان کی قیادت میں اسلامیان ریاست جموں و کشمیر کو پاکستان کے راستہ پر گامزن کرنے اور انتہائی نازک مواقع پر وقار ملی کو بحال رکھنے کا جو تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے وہ اس حقیقت کا شاہد ومصدق ہے کہ آگے چل کر کشمیر کا فیصلہ ووٹ سے ہو یا چوٹ سے۔ یہ تنظیم اور یہی قیادت اس مہم کو بطریق احسن سر کرسکتی ہے اور مسلمانان ریاست کے لئے موجب نجات بن سکتی ہے۔

فریب خوردگان بساط سیاست کے لئے مفید مشورہ

جو بدقسمت اقتدار کے لالچ اور ذاتی منفعت کی حرص یا مرزائیوں کے دجل وفریب اور شیطانی وسوسوں کا شکار ہو گئے ہیں اور مسلم کانفرنس سے کٹ کر سواد اعظم سے ناتہ توڑ چکے ہیں۔ ان کے لئے اس سے زیادہ مفید اور کوئی مشورہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنے نفس کی سرکشی پر قابو پائیں اور خدا تعالیٰ سے اپنی سابقہ غلطیوں کی خلوص قلب سے معافی مانگ کر پھر سے اپنی قومی تنظیم سے منسلک ہو جائیں۔ یقیناً پاکستان کے ارباب تدبیر کا بھی ان کے لئے یہی مشورہ ہوگا۔ ان فریب خوردگان بساط سیاست کو معلوم ہونا چاہئے کہ مرزائی نوسر باز انہیں جس راستے پر چلا رہے ہیں وہ

تباہی اور ہلاکت کا راستہ ہے اور اس کے ڈانڈے دولت خداداد پاکستان کے دشمنوں کی سرحدوں سے ملتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزائیوں، مرزائیوں کے رشتہ داروں، دوستوں اور آلہ کاروں کی ملی بھگت سے پاکستان دولت خداداد پاکستان کے پر شکوہ قصر مملکت کے سائے تلے قدم قدم پر ریاست جموں وکشمیر غیور و جسور مسلمانوں میں باہمی منافرت پیدا کرنے اور انتشار و افتراق کی مہلک آگ بھڑکانے کے کارخانے کھولے ہوئے ہیں اور غرض مند عناصر نہایت چابک دستی سے مسلمانوں کو ان کے آزمودہ کار اور مخلص و دیرینہ قومی خادموں اور مسلمہ رہنماؤں سے توڑنے اور سیاسی گمراہی کے ذلیل کیچڑ میں لت پت کرنے کی "تنخواہیں" پا رہے ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مسلمانان ریاست جموں وکشمیر کی انیس سالہ جدوجہد آزادی کی واحد علمبردار اور شہدائے ملت کے گرم و سرخ خون کی امانت دار آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے دامن اثر و وقار کو داغدار کرنے اور اس کی قوت و طاقت کو کمزور بیان کرنے کی مرزائی ایجنسیاں پورے طور پر سرگرم عمل ہیں اور سادہ لوح عوام تو درکنار، بھلے چنگے پڑھے لکھے اور سمجھدار انسان ان کے پرفریب تکلم وتخاطب سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ لیکن ہمیں بانی پاکستان اور محسن اعظم اسلامیان ہندوستان کے یہ سنہری الفاظ ہرگز نہیں بھولنے چاہئیں کہ "میں مسلمانان ریاست جموں وکشمیر کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے جھنڈے تلے منظم ہوں اور اپنے مخلص ترین لیڈر چودھری غلام عباس خان کا دامن مضبوطی سے تھام لیں۔"

دجل وتلبیس کے دو مختلف العقائد اور متعفن ٹولے
(ایک تخمی مرزائی دوسرا قلمی مرزائی)

حق تو یہ ہے کہ فرقہ باطلہ مرزائیہ نے اسلام کو جو نقصان پہنچایا ہے وہ دیگر غیر مسلم نہیں پہنچا سکتے۔ قادیانی وہ سانپ ہیں جو اسلام کے ہی دامن میں پناہ لیتے ہیں اور اسلام ہی کے جسد اطہر پر اپنے زہریلے ڈنگ چلاتے ہیں۔ یعنی وہ مار آستین ہیں۔ جو اس شخص پر اپنے رس بھرے دانت چلاتے ہیں جس کی آستین اس کے لئے دارالامان ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر اسلام کے اصول وعقائد میں رخنہ اندازی کرنے والے اپنی اسلامیت کا مکارانہ، بے حقیقت اور پرفریب مظاہرہ کرکے دین فطرت کے حقائق سے علانیہ انکار کرنے تلبیس کی باتوں سے اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام کو جھٹلانے اور رحمت عالم ﷺ کے ارشادات طیبہ کا مضحکہ اڑانے

والے اگر اسلام اور مسلمانوں کے غیر مسلموں سے بھی بڑھ کر دشمن اور صریحاً کافر نہیں تو اور کون ہیں؟ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ فرقہ ضالہ قادیانیہ کا وجود اسلام اور ملت اسلامیہ کے لئے کفار ومشرکین سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔

مسلمان عوام کو ہر ممکن طریق پر اپنے فریب میں مبتلا کرنے کے لئے اس فرقہ باطلہ نے دو علیحدہ گروہ بنا رکھے ہیں۔ ایک گروہ مرزا غلام احمد کو پیغمبر مانتا ہے اور دوسرا مجدد بتاتا ہے اور بظاہر دونوں گروہوں میں کٹا چھنی رہتی ہے۔ لیکن مسلمانوں کے نزدیک دونوں گروہ مرتد ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے الگ الگ دکانیں کھول رکھی ہیں۔ یوں سمجھ لیجئے ایک گروہ قلمی ہے اور دوسرا تخمی۔ خدا تعالیٰ ان دونوں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

لطیفہ: مرزائیوں کے بیان کردہ دونوں گروہ خود مرزا ہی کی کتابوں سے اپنے عقیدہ کو صحیح ثابت کرتے ہیں اور درحقیقت معاملہ بھی کچھ اس قسم کا ہے۔ قارئین! نے یہ ضرب المثل تو سن رکھی ہوگی کہ ’’دروغ گورا حافظہ نہ باشد‘‘ جھوٹے مرزا کا حافظہ بھی کچھ واجبی سا تھا۔ چنانچہ حافظہ کی اس کمزوری کے تحت وہ بڑی بڑی فاش غلطیاں کر جاتا تھا۔ جو آج اس کے پیروؤں کے لئے خاصا دردسر بنی ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر کہیں تو اس دروغ باف نے اپنے آپ کو نبی اللہ بتایا ہے اور اپنے منکرین کو کافر۔ کہیں واضح الفاظ میں لکھتا ہے کہ لوگ مجھ پر یہ بہتان باندھتے ہیں کہ اس شخص نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔ میں حضرت سرور کائنات خاتم الرسل کے بعد ہر مدعی نبوت کو جھوٹا سمجھتا ہوں اور اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۱ص۲۳۰)

غرضیکہ حافظے کی خرابی کے باعث یہ شخص ساری عمر اس قسم کے متضاد ومختلف دعوے کرتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آخری عمر میں اسے اپنی اس اعصابی کمزوری کا شدید احساس تھا اور علاج کے طور پر ایک بے حد قیمتی اور مقوی شراب موسومہ بہ ’’ٹانک وائن‘‘ استعمال کرتا رہا۔ بدبخت خود تو جہالت وگمراہی کی موت مر گیا۔ لیکن اپنے مریدوں کے لئے ایک مستقل جھگڑا کھڑا کر دیا جو اس کے کذب وبہتان کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے۔ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین!

معزز ارکان جمعیت العلمائے آزاد کشمیر سے دردمندانہ اپیل

حضرات! جہاں تک میری ذاتی معلومات کا تعلق ہے۔ آزاد کشمیر کی جمعیت العلمائے اسلام آزاد کشمیر کے اغراض ومقاصد، آئین وضوابط کی ترتیب وتدوین کے دوران فرقہ باطلہ مرزائیہ کے دجل وتبلیس کا تاروپود بکھیرنے اور ریاست جموں وکشمیر میں اس جہنمی آگ کو پھیلنے سے روکنے کا مسئلہ بھی زیر غور لایا گیا تھا۔ بلکہ تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں ’’رد قادیانیت‘‘ پر زور دیا گیا

تھا۔لیکن خدانخواستہ ایسا نہ بھی ہوتا ہے تو پھر بھی مطابق فرمان ایزدی:"ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر"

علمایان امت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو نیک کام کی طرف بلائیں ا ان کے اچھے برے سے مطلع کرتے رہیں۔اس لئے میں عامۃ المسلمین آزاد کشمیر کی جانب یہ جائز گلہ کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ مملکت آزاد کشمیر کے واحد دینی ادارہ (جمعیت علماء کشمیر) کی حیثیت سے قادیانی فتنہ کو دبانے اور حضور رسالت مآب ﷺ کی امت کو گمراہ والے دجالی ٹولہ کے منافقانہ لیکن پرزور حملوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے ابھی تک اس سر کا ثبوت نہیں دیا۔جو بموائے آیہ کریمہ مندرجہ بالا جمعیت علمائے اسلام پر فرض ہے اور جس انجام دہی کے تعلق میں ریاست جموں وکشمیر کے مسلمان جمعیت کی ہر تجویز پر لبیک کہنے اور ہر قربانی دینے کے لئے مضطرب ومنتظر ہیں۔حضرات! دجال قادیان کے ایجنٹ مختلف بھیس بدل کر ریاستی مسلمانوں کے متاع ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں اور آپ حضرات کی مصلحت آمیز یا نادانستہ چشم پوشی نے ان کے حوصلے اتنے بلند کر دیئے ہیں کہ وہ اعلانیہ تکفیر وتحقیر سے بھی نہیں چوکتے۔اندریں حالات دین حنیف کی عزت ووقار کا تقاضہ اور ہمارے سیاسی مفادات کی حفاظت کا بشدت اصرار ہے کہ بھارتی حملہ آوروں سے احسن طور پر نمٹنے کے لئے پہلے پانچویں کالم کا قلع قمع کیا جائے۔ مرزائی مفسدوں کے گھریلو اور خانہ ساز عقائد زبان حال سے علماء کرام کو دعوت مبارزت دے رہے ہیں۔لہٰذا جمعیت العلمائے اسلام آزاد کشمیر کو یہ چیلنج قبول کر لینا چاہئے اور انگریز کے اس خود کاشتہ پودے کو جڑ سے اکھیڑ کر جہنم کی گہرائیوں میں دھکیل دینا چاہئے تاکہ وہ پھر قیامت تک حدود ریاست میں ابھر نہ سکے۔میرے ناقص خیال میں تجاویز ذیل فوری عمل کی مستحق ہیں:

۱...... حکومت آزاد کشمیر سے مطالبہ کیا جائے کہ آزاد علاقہ میں تبلیغ مرزائیت کے تمام ذرائع پر کنٹرول کرے اور اس بداندیش گروہ کی نقل وحرکت اور سرگرمیوں کی نگرانی کرے۔

۲...... تردید وتغلیط مرزائیت کے لئے شعبہ امور مذہبی کے تحت ایک خاص مجلس کا قیام عمل میں لایا جائے اور ایک منظم منصوبہ کے تحت پورے علاقہ میں "مرزائیت کے دجل وتلبیس" کا بھانڈا پھوڑنے کا کام شروع کیا جائے۔

۳...... مرزائیوں نے عملی طور پر لیکن نہایت احتیاط سے مسلمانوں کا مقاطعہ کر رکھا ہے۔اس

شرمناک اور مجرمانہ کارروائی کا مناسب ترین سدباب کیا جائے۔

۴...... آزاد کشمیر کے مذہبی نصاب تعلیم میں اس فرقہ باطلہ کی قرار واقعی تکذیب وتردید کے اسباق کا اضافہ کیا جائے۔

کیا میری اس دردمندانہ اپیل کو معزز اراکین جمعیت زیر غور لائیں گے؟

مسلمانان ریاست جموں وکشمیر کو قائداعظمؒ کا زریں مشورہ

''خوش قسمت ہے وہ قوم جسے چودھری غلام عباس ایسا مخلص رہنما میسر ہے۔''

بانیٔ پاکستان بابائے ملت حضرت قائداعظمؒ نے فرمایا: ''مسلمانان کشمیر! میرا آپ کے لئے یہی مشورہ ہے کہ آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے جھنڈے تلے متحد اور منظم ہوجاؤ اور اپنے رہنما، چودھری غلام عباس کا دامن مضبوطی سے تھام رکھو۔''

انہوں نے فرمایا: ''خوش قسمت ہے وہ قوم جسے چودھری غلام عباس ایسا مخلص رہنماء میسر ہے۔''

''کام کرو، کام، اور اپنے وطن کو غلامی کی ذلت سے بچاؤ۔''

''غلام عباس ہی ایک ایسا شخص ہے، جو کشمیر میں ہندو کانگریس کے منصوبوں اور ڈوگرہ سامراج کی چالوں کو ناکام بنا سکتا ہے۔''

آج جبکہ کشمیر کے مسلمان موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا انتہائی یاس وناامیدی کے عالم میں مجاہدین اسلام کا راستہ تک رہے ہیں اور آزاد کشمیر وپاکستان میں بسنے والے مسلمان ہی نہیں، پوری اسلامی دنیا اپنے مجبور ومضطرب بھائیوں کو بھارت کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے بے قرار اگر کوئی بدبخت مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے اور بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظمؒ کے بتائے ہوئے راستہ سے ہٹانے کی ادنیٰ ترین کوشش کرتا نظر آئے تو ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہونا چاہئے کہ اسے راہ راست پر لانے کے لئے اول تو پوری کوشش کریں اور اگر اس میں ناکامی ہو تو اسے کتے کی طرح دھتکار دیں۔ دیوانے کتے کی طرح جسے انسانی بستیوں سے دور بھگانا ہر ہوش مند شہری کا اخلاقی فرض ہے۔''

خدا کرے کہ آزاد کشمیر کے مسلمان فرقہ باطلہ مرزائیہ کی شرارتوں سے محفوظ رہیں۔

آزاد کشمیر زندہ باد، پاکستان پائندہ باد!　　　　محمد عتیق اللہ عفی عنہ!

قادیانی مسئلہ

حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اس مختصر کتابچہ میں وہ تمام دلائل جمع کر دیئے گئے ہیں۔ جن کی بناء پر ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دیا جائے۔ اس کے ساتھ ان تمام اعتراضات اور عذرات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ جو اس مطالبے کے خلاف مختلف حلقوں سے پیش کئے جاتے ہیں۔ جمہوری نظام کا یہ مسلم قاعدہ ہے کہ یا تو دلیل سے بات مانو یا دلیل سے منواؤ۔ محض طاقت کے بل پر ایک معقول و مدلل بات کو رد کرنا جمہوریت نہیں ہے۔ اس لئے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ملک کے آئین ساز حضرات یا تو دلیل سے ہماری بات مانیں۔ یا سامنے آ کر دلائل پیش کریں۔ جن کی بناء پر ہماری اس بات کو نہیں مانتے۔ محض اس بھروسے پر کہ مجلس آئین ساز میں انہیں اکثریت حاصل ہے۔ اگر وہ ایک معقول عوامی مطالبے کو بلا دلیل رد کریں گے تو یہ ان کے اپنے ہی حق میں نقصان دہ ہوگا۔ عوامی مطالبہ آخر کار پورا ہو کر ہی رہے گا۔ ابوالاعلیٰ مودودی!

قادیانی مسئلہ

گزشتہ ماہ جنوری ۱۹۵۳ء میں پاکستان کے ۳۳ سربرآوردہ علماء نے تازہ دستوری سفارشات پر غور و غوض کر کے جو اصلاحات اور جوابی تجاویز مرتب کی ہیں۔ ان میں سے ایک اہم تجویز یہ بھی ہے کہ: ”ان تمام لوگوں کو جو مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہیں۔ ایک جداگانہ اقلیت قرار دیا جائے اور ان کے لئے پنجاب سے مرکزی اسمبلی میں ایک نشست مخصوص کر دی جائے۔“ جہاں تک علماء کی دوسری تجاویز کا تعلق ہے۔ ان کی معقولیت تو اتنی واضح ہے کہ علماء کے مخالفین کو بھی ان پر کچھ کہنے کی ہمت نہ ہو سکی اور اگر انہوں نے کچھ کہا بھی تو وہ جگر سوختہ کے دھوئیں سے زیادہ نہ تھا۔ جس کا ملک کے پڑھے لکھے اور ذی فہم لوگوں کی نگاہ میں کوئی وزن نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس خاص تجویز کے بارے میں ہم محسوس کرتے ہیں کہ قادیانی مسئلے کا بہترین حل ہونے کے باوجود تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد ابھی تک اس کی صحت و معقولیت کی قائل نہیں ہو سکی ہے اور پنجاب و بہاولپور کے سواء دوسرے علاقوں خصوصاً بنگال میں، ابھی عوام الناس بھی پوری طرح اس کا وزن محسوس نہیں کر رہے ہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان صفحات میں پوری وضاحت کے ساتھ وہ دلائل بیان کر دیں جن کی بناء پر علماء نے بالاتفاق یہ تجویز پیش کی ہے۔

ختم نبوت کی نئی تفسیر

واقعہ یہ ہے کہ قادیانیوں کا مسلمانوں سے الگ ایک امت ہونا اس پوزیشن کا ایک لازمی منطقی نتیجہ ہے جو انہوں نے خود اختیار کی ہے۔ وہ اسباب ان کے اپنے ہی پیدا کردہ ہیں۔ جو انہیں مسلمانوں سے کاٹ کر ایک جداگانہ ملت بنا دیتے ہیں۔

پہلی چیز جو انہیں مسلمانوں سے جدا کرتی ہے وہ ختم نبوت کی نئی تفسیر ہے جو انہوں نے مسلمانوں کی متفق علیہ تفسیر سے ہٹ کر اختیار کی۔ ساڑھے تیرہ سو سال سے تمام مسلمان بالاتفاق یہ مانتے رہے ہیں اور آج بھی یہی مانتے ہیں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپؐ کے بعد اب کوئی نبی مبعوث ہونے والا نہیں ہے۔ ختم نبوت کے متعلق قرآن مجید کی تصریح کا یہی مطلب صحابہ کرامؓ نے بھی سمجھا تھا اور اسی لئے انہوں نے ہر اس شخص کے خلاف جنگ کی جس نے حضورؐ کے بعد دعوائے نبوت کیا۔ پھر یہی مطلب بعد کے ہر دور میں تمام مسلمان سمجھتے رہے ہے جس کی بناء پر مسلمانوں نے اپنے درمیان کبھی کسی ایسے شخص کو برداشت نہیں کیا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔ لیکن قادیانی حضرات نے تاریخ میں پہلی مرتبہ "خاتم النبیین" کی یہ نرالی تفسیر کی کہ نبی کریم ﷺ نبیوں کی مہر ہیں اور اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ حضور ﷺ کے بعد اب جو بھی نبی آئے گا اس کی نبوت آپؐ کی مہر تصدیق لگ کر مصدقہ ہوگی۔ اس کے ثبوت میں قادیانی لٹریچر کی بکثرت عبارتوں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ مگر ہم صرف تین حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

'خاتم النبیین کے بارے میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔" (ملفوظات احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۹۰)

"ہمیں اس سے انکار نہیں کہ رسول کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ مگر ختم کے معنی وہ نہیں جو "احسان" کا سواد اعظم سمجھتا ہے اور جو رسول کریم ﷺ کی شان اعلیٰ و ارفع کے سراسر خلاف ہے کہ آپ نے نبوت کی نعمت عظمیٰ سے اپنی امت کو محروم کر دیا۔ بلکہ یہ ہیں آپ نبیوں کی مہر ہیں۔ اب وہی نبی ہوگا جس کی آپ تصدیق کریں گے...... انہی معنوں میں ہم رسول کریم کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں۔" (الفضل قادیان مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۹ء)

"خاتم مہر کو کہتے ہیں۔ جب نبی کریم مہر ہوئے تو اگر ان کی امت میں کسی قسم کا نبی نہیں ہوگا تو وہ مہر کس طرح ہوئے یا مہر کس پر لگے گی؟" (الفضل قادیان، مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۲۲ء)

تفسیر کا یہ اختلاف صرف ایک لفظ کی تاویل وتفسیر تک ہی محدود نہ رہا۔ بلکہ قادیانیوں نے آگے بڑھ کر صاف صاف اعلان کردیا کہ نبی ﷺ کے بعد ایک نہیں، ہزاروں نبی آسکتے ہیں۔ یہ بات بھی ان کے اپنے واضح بیانات سے ثابت ہے۔ جن سے صرف چند کو ہم نقل کرتے ہیں۔

"یہ بات بالکل روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔" (حقیقت النبوت ص ۲۲۸)

"انہوں نے (یعنی مسلمانوں نے) یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے خزانے ختم ہو گئے۔ ان کا یہ سمجھنا خدا تعالیٰ کی...... قدر کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے، ورنہ ایک نبی کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہوں گے۔" (انوار خلافت ص ۶۲)

"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے ضرور کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے۔ کذاب ہے۔ آپ کے بعد نبی سکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔" (انوار خلافت ص ۶۵)

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ نبوت

اس طرح نبوت کا دروازہ کھول کر مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور قادیانی گروہ نے ان کو حقیقی معنوں میں نبی تسلیم کیا۔ اس کے ثبوت میں قادیانی حضرات کی بے شمار مستند تحریرات میں سے چند یہ ہیں:

"اور مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) نے بھی اپنی کتابوں میں اپنے دعویٰ رسالت ونبوت کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں کہ "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔" (ملفوظات ج ۱۰ ص ۱۲۷) یا جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں اس سے انکار کرسکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ اس دنیا سے گزر جاؤں۔" (دیکھو خط حضرت مسیح موعود بطرف ایڈیٹر اخبار عام لاہور، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۷)

یہ خط حضرت مسیح موعود نے اپنی وفات سے صرف تین دن پہلے یعنی ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو لکھا اور آپ کے یوم وصال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اخبار عام میں شائع ہوا۔ (کلمۃ الفصل ص ۱۱۰)

"پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب (مرزا قادیانی) ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں، بلکہ حقیقی نبی ہیں۔" (حقیقت النبوۃ ص ۱۷۴)

دعوئے نبوت کے لازمی نتائج

نبوت کے دعوے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص بھی اس نبوت پر ایمان نہ لائے وہ کافر قرار دیا جائے۔ چنانچہ قادیانیوں نے یہی کیا۔ وہ ان تمام مسلمانوں کو اپنی تحریر و تقریر میں علانیہ کافر قرار دیتے ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے۔ اس کے ثبوت میں ان کی چند صریح عبارتیں یہ ہیں۔

''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔'' (آئینہ صداقت ص ۳۵)

''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا، یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا، وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔'' (کلمۃ الفصل ص ۱۱۰)

''ہم چونکہ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور غیر احمدی آپ کو نبی نہیں مانتے۔ اس لئے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کہ کسی نبی کا انکار بھی کفر ہے۔ غیر احمدی کافر ہیں۔''

(بیان مرزا بشیر الدین محمود احمد با جلاس سب جج عدالت گورداسپور، مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۶، ۲۹ رجون ۱۹۲۲ء)

قادیانیوں کا مسلمانوں سے جدا مذہب

وہ صرف یہی نہیں کہتے کہ مسلمانوں سے ان کا اختلاف محض مرزا قادیانی کی نبوت کے معاملے میں ہے، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا، ہمارا اسلام، ہمارا قرآن، ہماری نماز، ہمارا روزہ، غرض ہماری ہر چیز مسلمانوں سے جدا ہے۔ ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء کے الفضل میں خلیفہ صاحب کی ایک تقریر طلباء کو نصائح کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔ جس میں انہوں نے اپنی جماعت کے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان کیا اختلاف ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں:

''ورنہ حضرت مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ ان کا (یعنی مسلمانوں کا) اسلام اور ہے اور ہمارا اور، ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور، ان کا حج اور ہمارا اور ہے اور اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔''

۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء کے الفضل میں خلیفہ کی ایک اور تقریر شائع ہوتی ہے جس میں وہ اس بحث کا ذکر کرتے ہیں جو مرزا قادیانی کی زندگی میں اس مسئلے پر چھڑ گئی تھی کہ احمدیوں کو اپنا ایک

مستقل مدرسہ دینیات قائم کرنا چاہئے یا نہیں۔ اس وقت ایک گروہ کی رائے یہ تھی کہ نہیں کرنا چاہئے اوران کی دلیل یہ تھی کہ: "ہم میں اوردوسرے مسلمانوں میں چند مسائل کا اختلاف ہے، ان مسائل کو مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے حل کر دیا ہے اوران کے دلائل بتا دیتے ہیں، باقی باتیں دوسرے مدرسوں سے سیکھی جاسکتی ہیں۔" دوسرا گروہ اس کے برعکس رائے رکھتا تھا۔ اس دوران میں مرزا قادیانی آ گئے اورانہوں نے یہ ماجرا سن کر اپنا فیصلہ دیا۔ اس فیصلے کو خلیفہ صاحب ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

"یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے ہمیں اختلاف ہے۔"

نئے مذہب کے نتائج

اس ہمہ گیر اختلاف کو اس کے آخری منطقی نتائج تک بھی قادیانیوں نے خود ہی پہنچا دیا اور مسلمانوں سے تمام تعلقات منقطع کر کے ایک الگ امت کی حیثیت سے اپنی اجتماعی تنظیم کر لی۔ اس کی شہادت قادیانیوں کی اپنی تحریرات سے ہمیں یہ ملتی ہے۔

"حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے سختی سے تاکید فرمائی ہے کہ کسی احمدی کو غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ باہر سے لوگ اس کے متعلق بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے اتنی دفعہ ہی میں یہی کہوں گا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں، جائز نہیں، جائز نہیں۔" (انوار خلافت ص ۸۹)

"ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اوران کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔" (انوار خلافت ص ۹۰)

"اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے، وہ تو مسیح موعود کا منکر نہیں؟ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا؟...... غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہوا، اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔" (انوار خلافت ص ۹۳)

"حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ

نے اس کو بھی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی تو حضرت خلیفہ اول نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹادیا گیا اور جماعت سے خارج کردیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔" (انوار خلافت ص ۹۳، ۹۴)

"حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریمؐ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا جو ہم ان کے ساتھ مل کر کرسکتے ہیں؟ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی، دوسرے دنیوی، دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلق کا بھاری ذریعہ رشتہ ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے، تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریمؐ نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے۔"
(کلمۃ الفصل ص ۱۶۹)

یہ قطع تعلق صرف تحریر و تقریر ہی تک محدود نہیں بلکہ پاکستان کے لاکھوں آدمی اس بات کے شاہد ہیں کہ قادیانی عملاً بھی مسلمانوں سے کٹ کر ایک الگ امت بن چکے ہیں۔ نہ وہ ان کے ساتھ نماز کے شریک، نہ جنازے کے، نہ شادی بیاہ کے۔ اب اس کے بعد آخر کون سی معقول وجہ رہ جاتی ہے کہ ان کو اور مسلمانوں کو زبردستی ایک امت میں باندھ رکھا جائے؟ جو علیحدگی نظریئے اور عمل میں فی الواقع رونما ہو چکی ہے اور پچاس برسوں سے قائم ہے، آخر اب اسے آئینی طور پر کیوں نہ تسلیم کرلیا جائے؟

حقیقت یہ ہے کہ قادیانی تحریک نے ختم نبوت کی ان حکمتوں اور مصلحتوں کو اب تجربے سے ثابت کردیا ہے جنہیں پہلے محض نظری حیثیت سے سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل تھا۔ پہلے ایک شخص یہ سوال کرسکتا تھا کہ آخر کیوں محمد عربی ﷺ کی نبوت کے بعد دنیا سے ہمیشہ کے لئے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ منقطع کردیا گیا۔ لیکن اب قادیانی تجربے نے عملاً ثابت کردیا کہ امت مسلمہ کی وحدت [illegible] استحکام کے لئے ایک نبی کی متابعت پر تمام کلمہ گویان توحید کو مجتمع کردینا اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہے اور نئی نئی نبوتوں کے دعوے کس طرح ایک امت کو پھاڑ کر اس کے اندر مزید امتیں بنانے اور اس کے اجزاء کو پارہ پارہ کرنے کے موجب ہوتے ہیں۔ اب اگر یہ تجربہ ہماری آنکھیں

کھول دے اور ہم اس نئی امت کو مسلمانوں سے کاٹ کر الگ کر دیں تو پھر کسی نبوت کا دعویٰ لے کر اٹھنے اور امت مسلمہ کے اندر پھر سے قطع و برید کا سلسلہ شروع کرنے کی ہمت نہ ہوگی ورنہ ہمارے اس ایک قطع و برید کو برداشت کر لینے کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم ایسے ہی دوسرے بہت سے حوصلہ مندوں کی ہمت افزائی کر رہے ہیں۔ ہمارا آج کا تحمل کل دوسروں کے لئے نظیر بن جائے گا اور معاملہ ایک قطع و برید پر ختم نہ ہوگا۔ بلکہ آئے دن ہمارے معاشرے کو نئی نئی پراگندیوں کے خطرے سے دوچار ہونا پڑے گا۔

قادیانیوں کو علیحدہ امت قرار دینے کا مطالبہ

یہ ہے وہ اصل دلیل جس کی بناء پر ہم قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس دلیل کا کوئی معقول جواب کسی کے پاس نہیں ہے۔ مگر سامنے سے مقابلہ کرنے کے بجائے چند دوسرے سوالات چھیڑے جاتے ہیں جو براہ راست نفس معاملہ سے متعلق نہیں ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں اس سے پہلے بھی مختلف گروہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے رہے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں۔ اگر اسی طرح ایک ایک کی تکفیر پر دوسرے کو امت سے کاٹ دینے کا سلسلہ شروع کر دیا جائے تو سرے سے کوئی امت مسلمہ باقی نہ رہے گی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں قادیانیوں کے علاوہ چند اور گروہ بھی ایسے موجود ہیں جو نہ صرف بنیادی عقائد میں سواد اعظم سے گہرا اختلاف رکھتے ہیں۔ بلکہ عملاً انہوں نے اپنی اجتماعی شیرازہ بندی مسلمانوں سے الگ کر رکھی ہے اور قادیانیوں کی طرح وہ بھی سارے مذہبی ومعاشرتی تعلقات مسلمانوں سے منقطع کئے ہوئے ہیں۔ پھر کیا ان سب کو بھی امت سے کاٹ پھینکا جائے گا؟ یا یہ معاملہ کسی خاص ضد کی وجہ سے صرف قادیانیوں ہی کے ساتھ کیا جا رہا ہے؟ آخر قادیانیوں کا وہ خاص قصور کیا ہے؟ جس کی بناء پر اس طرح کے دوسرے گروہوں کو چھوڑ کر خصوصیت سے ان ہی کو الگ کرنے کے لئے اتنا اصرار کیا جاتا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ علیحدگی کا مطالبہ تو اقلیت کیا کرتی ہے۔ مگر یہ عجیب ماجرا ہے کہ آج اکثریت کی طرف سے اقلیت کو الگ کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اقلیت اس کے ساتھ رہنے پر مصر ہے۔

بعض لوگوں کے ذہن پر یہ خیال بھی مسلط ہے کہ قادیانی حضرات ابتداء سے عیسائیوں، آریہ سماجیوں اور دوسرے حملہ آوروں کے مقابلے میں اسلام کی مدافعت کرتے رہے ہیں اور دنیا بھر میں وہ اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ یہ سلوک زیبا نہیں ہے۔

اور آخر میں اب یہ بات بھی بڑے معتبر ذرائع سے سننے میں آئی ہے کہ قادیانیوں کے خلاف یہ اقدام اٹھانا ہمارے ذمہ داران حکومت کے نزدیک پاکستان کے لئے سیاسی حیثیت سے بہت نقصان دہ ہے۔ کیونکہ ان کی رائے میں قادیانی وزیر خارجہ (ظفر اللہ خان قادیانی) کا ذاتی اثر انگلستان اور امریکہ میں بہت زیادہ ہے اور ہم ان ممالک سے جو کچھ بھی مل سکتا ہے۔ ان ہی کے توسط سے مل سکتا ہے۔

ذمہ داران حکومت کا رویہ

آخری بات چونکہ ذرا مختصر ہے۔ اس لئے پہلے ہم اسی بات کا جواب دیں گے۔ پھر دوسرے سوالات پر بحث کریں گے۔

اگر یہ واقعہ ہے کہ ہمارے ذمہ داران حکومت یہی خیال کرتے ہیں تو ہمارے نزدیک ایسے کوزمغز اور کند ذہن لوگوں کی قیادت سے یہ ملک جتنی جلدی نجات پا جائے اتنا ہی بہتر ہے۔ جو لوگ ایک ملک کی قسمت کو کسی ایک شخص یا چند اشخاص پر منحصر سمجھتے ہیں۔ وہ ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی پاکستان کی زمام کاران کے ہاتھ میں رہنے دی جائے۔ انگلستان اور امریکہ میں کوئی سیاسی مدبر اتنا احمق نہیں ہو سکتا کہ وہ آٹھ کروڑ کی آبادی رکھنے والے ایک عظیم الشان ملک اور اس کے ذرائع و وسائل اور اس کے جغرافیائی محل وقوع کا وزن محسوس کرنے کے بجائے صرف ایک شخص کا وزن محسوس کرے اور اس ملک کے ساتھ جو کچھ بھی معاملہ کرے۔ اس شخص کی خاطر کرے اور اس شخص کے ہٹتے ہی پورے ملک سے اس لئے روٹھ جائے کہ تم نے اسی ایک آدمی کو ہٹا دیا جس کے پاس خاطر سے ہم تمہیں "روٹی، کپڑا" دے رہے تھے۔ یہ احمقانہ بات اگر انگلستان اور امریکہ کے لوگ سن پائیں تو وہ ہمارے مدبرین عظام کی عقل وخرد پر بے اختیار ہنس پڑیں گے اور انہیں سخت حیرت ہوگی کہ ایسے طفل مکتب اس بدقسمت ملک کے سربراہ کار بنے ہوئے ہیں۔ جنہیں اتنی موٹی سی بات بھی معلوم نہیں ہے کہ باہر کی دنیا میں قادیانی وزیر خارجہ کو جو کچھ بھی اہمیت حاصل ہے پاکستان کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ نہ کہ پاکستان کی اہمیت اس خاص وزیر خارجہ کے طفیل۔

اب ہم اوپر کے سوالات میں سے ایک ایک کو لے کر سلسلہ وار ان کا جواب دیتے ہیں۔

۱...... مسلمانوں میں شغل تکفیر

بلاشبہ مسلمانوں میں یہ ایک بیماری پائی جاتی ہے کہ ان کے مختلف گروہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے رہتے ہیں۔ اب بھی بعض گروہوں کا یہ شغل نامبارک جاری ہے۔ لیکن اس کو حجت بنا

کر قادیانی گروہ کو امت مسلمہ میں رکھنا کئی وجوہ سے غلط ہے۔

اولاً: اس شغل کی بعض غلط اور بری مثالوں کو پیش کر کے یہ کلی حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ تکفیر ہمیشہ غلط ہی ہوتی ہے اور سرے سے کسی بات پر کسی کی تکفیر ہونی ہی نہ چاہئے۔ فروعات کے ذرا ذرا سے اختلاف پر تکفیر کر دینا اگر ایک غلط حرکت ہے تو اسی طرح دین کی بنیادی حقیقتوں سے کھلے کھلے انحراف پر تکفیر نہ کرنا بھی سخت غلطی ہے۔ جو لوگ بعض علماء کی بے جا تکفیر بازی سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ ہر قسم کی تکفیر سرے سے ہی بے جا ہے۔ ان سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ہر شخص ہر حال میں مسلمان ہی رہتا ہے خواہ وہ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے یا نبوت کا مدعی ہو یا اسلام کے بنیادی عقائد سے صریحاً منحرف ہو جائے؟

ثانیاً: مسلمانوں کے جن گروہوں کی باہمی تکفیر بازی کو آج حجت بنایا جا رہا ہے۔ ان کے سر برآوردہ علماء ابھی ابھی کراچی میں سب کے سامنے جمع ہوئے تھے اور انہوں نے بالاتفاق اسلامی حکومت کے اصول مرتب کئے تھے۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو مسلمان سمجھتے ہوئے ہی یہ کام کیا۔ اس سے بڑھ کر اس بات کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے کے بعض عقائد کو کافرانہ عقائد کہنے اور سمجھنے کے باوجود ایک دوسرے کو خارج از دائرۂ اسلام نہ کہتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں؟ لہٰذا یہ اندیشہ بالکل فرضی ہے کہ قادیانیوں کو الگ کر دینے کے بعد مختلف گروہوں کو امت سے کاٹ پھینکنے کا سلسلہ چل پڑے گا۔

ثالثاً: قادیانیوں کی تکفیر کا معاملہ دوسرے گروہوں کی باہمی تکفیر بازی سے بالکل مختلف نوعیت رکھتا ہے۔ قادیانی ایک نئی نبوت لے کر اٹھے ہیں۔ جو لازماً ان تمام لوگوں کو ایک امت بناتی ہے جو اس نبوت پر ایمان لے آئیں اور ان تمام لوگوں کو کافر بنا دیتی ہے جو اس پر ایمان نہ لائیں۔ اسی بناء پر قادیانی تمام مسلمانوں کی تکفیر پر متفق ہیں اور تمام مسلمان ان کی تکفیر پر متفق۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک بہت بڑا بنیادی اختلاف ہے۔ جس کو مسلمانوں کے باہمی فروعی اختلافات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

۲...... مسلمانوں میں دوسرے فرقے

بلاشبہ مسلمانوں میں قادیانیوں کے علاوہ بعض اور گروہ بھی ایسے موجود ہیں۔ جو اسلام کی بنیادی حقیقتوں میں مسلمانوں سے اختلاف رکھتے ہیں اور مذہبی و معاشرتی تعلقات منقطع کر کے اپنی جداگانہ تنظیم کر چکے ہیں۔ لیکن چند وجوہ ایسے ہیں جن کی بناء پر ان کا معاملہ قادیانیوں سے بالکل مختلف ہے۔

وہ مسلمانوں سے کٹ کر بس الگ تھلگ ہو بیٹھے ہیں۔ان کی مثال ایسی ہے جیسے چند چھوٹی چھوٹی چٹانیں ہوں جو سرحد پر پڑی ہوں۔اس لئے ان کے وجود پر صبر کیا جاسکتا ہے۔لیکن قادیانی مسلمانوں کے اندر مسلمان بن کر گھستے ہیں۔اسلام کے نام سے اپنے مسلک کی اشاعت کرتے ہیں۔مناظرہ بازی اور جارحانہ تبلیغ کرتے پھرتے ہیں اور مسلم معاشرے کے اجزاء کو توڑ پھوڑ کر اپنے جداگانہ معاشرے میں شامل کرنے کی مسلسل کوشش کر رہے ہیں۔ان کی بدولت مسلم معاشرے میں اختلال وانتشار کا ایک مستقل فتنہ برپا ہے۔جس کی وجہ سے ان کے معاملے میں ہمارے لئے وہ صبر ممکن نہیں ہے۔جو دوسرے گروہوں کے معاملے میں کیا جاسکتا ہے۔

ان گروہوں کا مسئلہ ہمارے لئے صرف ایک دینیاتی مسئلہ ہے کہ آیا اپنے مخصوص عقائد کی بناء پر وہ اسلام کے پیرو سمجھے جاسکتے ہیں یا نہیں۔اگر بالفرض وہ اسلام کے پیرو نہ بھی مانے جائیں تو جس جمود کی حالت میں وہ ہیں۔اس کی وجہ سے ان کا مسلمانوں میں شامل رہنا ہمارے لئے نہ خطرہ ایمان ہے اور نہ کوئی معاشرتی،معاشی یا سیاسی مسئلہ ہی پیدا کرتا ہے۔لیکن مسلمانوں میں قادیانی مسلک کی مسلسل تبلیغ ایک طرف لاکھوں ناواقف دین مسلمانوں کے لئے ایمان کا خطرہ بنی ہوئی ہے۔دوسری طرف جس خاندان میں بھی ان کی یہ تبلیغ کارگر ہو جاتی ہے۔وہاں فوراً ایک معاشرتی مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔کہیں شوہر اور بیوی میں جدائی پڑ رہی ہے۔کہیں باپ اور بیٹے ایک دوسرے سے کٹ رہے ہیں اور کہیں بھائی اور بھائی کے درمیان شادی وغم کی شرکت تک کے تعلقات منقطع ہو رہے ہیں۔اس پر مزید یہ کہ قادیانیوں کی جتھ بندی سرکاری دفاتر میں،تجارت میں،صنعت میں،زراعت میں،غرض زندگی کے ہر میدان میں مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہے۔جس کی وجہ سے معاشرتی مسئلے کے علاوہ اور دوسرے مسائل بھی پیدا ہو رہے ہیں۔

۳......قادیانیوں کے سیاسی عزائم

پھر دوسرے گروہوں کے کوئی ایسے سیاسی رجحانات نہیں ہیں جو ہمارے لئے کسی حیثیت سے خطرناک ہوں اور ہمیں مجبور کرتے ہوں کہ ہم فوراً ان کے مسائل کو حل کرنے کی فکر کریں۔لیکن قادیانیوں کے اندر بعض ایسے خطرناک سیاسی رجحانات پائے جاتے ہیں جن سے کسی طرح آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں۔

ان کو ابتداء سے یہ احساس رہا ہے کہ ایک نئی نبوت کا دعویٰ لے کر جو شخص یا گروہ اٹھے اس کا کسی آزاد و بااختیار مسلم سوسائٹی کے اندر پنپنا مشکل ہے۔وہ مسلم قوم کے مزاج سے واقف

ہیں کہ وہ طبعاً ایسے دعوؤں سے متنفر ہے جو ماننے اور نہ ماننے والوں کے درمیان کفر واسلام کی تفریق کے نظام دین کو اور اسلامی معاشرے کے نظام کو درہم برہم کرتے ہوں۔ وہ مسلمانوں کی تاریخ سے واقف ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے دور سے لے کر آج تک اس طرح کے مدعیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا رہا ہے۔ انہیں خوب معلوم ہے کہ جہاں حکومت مسلمانوں کے اپنے ہاتھ میں ہو وہاں نئی نئی نبوتوں کے چراغ نہ کبھی جلنے دیئے گئے ہیں اور نہ آئندہ کبھی امید کی جاسکتی ہے کہ جلنے دیئے جاسکیں گے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ صرف ایک غیر مسلم حکومت ہی میں آدمی کو یہ آزادی مل سکتی ہے کہ حکومت کو اپنی وفاداری وخدمت گزاری کا پورا اطمینان ولانے کے بعد مذہب کے دائرے میں جو دعویٰ چاہے کرے اور مسلمانوں کے دین، ایمان اور معاشرے میں جیسے فتنے چاہے اٹھاتا رہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ اسلام کی حکومت پر کفر کی حکومت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ ان کی شکارگاہ مسلمان قوم ہی ہے۔ کیونکہ وہ اسلام کے نام پر اپیل کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کے اسلحہ سے کام لیتے ہیں۔ لیکن ان کا مفاد یہ مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمان قوم ایک کافر اقتدار کے پنجے میں بے بس ہو کر ان کی شکارگاہ بنی رہے اور یہ اس کافر اقتدار کے پکے وفادار بن کر اس کا شکار کرتے رہیں۔ ایک آزاد خود مختار مسلمان قوم ان کے لئے بڑی سنگلاخ زمین ہے جسے وہ دل سے پسند نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے۔

اس کے ثبوت میں مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت کے بکثرت بیانات میں سے صرف چند کا نقل کر دینا کافی ہے:

''بلکہ اس گورنمنٹ کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ہم یہاں سے نکل جائیں تو نہ ہمارا مکہ میں گزارا ہو سکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں۔ تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اس کے برخلاف کوئی خیال اپنے دل میں رکھیں۔'' (ملفوظات جلد اول ص ۳۱۲)

''میں اپنے کام، نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں، نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ ایران میں، نہ کابل میں، مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔''

(تبلیغ رسالت ج ۶ ص ۶۹، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۷۰)

''یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سائے سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے۔ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہیں قتل کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے۔ کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو تم

اس خداداد نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لئے ہی اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت تمہیں بھی نابود کر دے گی...... ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے۔ تمہارے لئے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہارے لئے وہ سپر ہے۔ پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو اور ہمارے مخالف جو مسلمان ہیں۔ ہزار ہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں کیونکہ وہ ہمیں واجب القتل نہیں سمجھتے۔ وہ تمہیں بے عزت نہیں کرنا چاہتے۔"

(تبلیغ رسالت ج ١٠ ص ١٢٣، مجموعہ اشتہارات ج ٣ ص ٥٨٤)

"ایرانی گورنمنٹ نے جو سلوک مرزا علی محمد باب بانی فرقہ بابیہ اور اس کے بے کس مریدوں کے ساتھ محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے کیا اور جو ستم اس فرقے پر توڑے گئے۔ وہ ان دانش مند لوگوں پر مخفی نہیں ہیں۔ جو قوموں کی تاریخ پڑھنے کے عادی ہیں اور پھر سلطنت ٹرکی نے جو ایک یورپ کی سلطنت کہلاتی ہے جو برتاؤ بہاء اللہ بانی فرقہ بابیہ بہائیہ اور اس کے جلا وطن شدہ پیروؤں سے ١٨٦٣ء سے لے کر ١٨٩٢ء تک پہلے قسطنطنیہ پھر ایڈریانوپل اور بعد ازاں مکہ کے جیل خانے میں کیا۔ وہ بھی اطلاع رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ دنیا میں تین ہی بڑی سلطنتیں کہلاتی ہیں (غالباً مسلمانوں کی تین بڑی سلطنتیں مراد ہیں۔ یعنی ٹرکی، ایران اور افغانستان۔) اور تینوں نے جو تنگ دلی اور تعصب کا نمونہ اس شائستگی کے زمانے میں دکھایا وہ احمدی قوم کو یہ یقین دلائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ احمدیوں کی آزادی تاج برطانیہ کے ساتھ وابستہ ہے...... لہٰذا تمام سچے احمدی جو حضرت مرزا قادیانی کو مامور من اللہ اور ایک مقدس انسان تصور کرتے ہیں بدون کسی خوشامد اور چاپلوسی کے دل سے یقین کرتے ہیں کہ برٹش گورنمنٹ ان کے لئے فضل ایزدی اور سایہ رحمت ہے اور اس کی ہستی کو وہ اپنی ہستی خیال کرتے ہیں۔"

(الفضل قادیان ١٣ ر ستمبر ١٩١٤ء)

یہ عبارت اپنی زبان سے خود کہہ رہی ہے کہ کفار کی غلامی، جو مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی مصیبت ہے۔ مدعیان نبوت اور ان کے پیروں کے لئے وہی عین رحمت اور فضل ایزدی ہے۔ کیونکہ اس کے زیر سایہ ان لوگوں کو اسلام میں نئی نئی نبوتوں کے فتنے اٹھانے اور مسلم معاشرے کی قطع و برید کرنے کی آزادی حاصل ہو سکتی ہے اور اس کے برعکس مسلمانوں کی اپنی آزاد حکومت، جو مسلمانوں کے لئے ایک رحمت ہے، ان لوگوں کے لئے وہی ایک آفت ہے

کیونکہ با اختیار مسلمان بہر حال اپنے ہی دین کی تخریب اور اپنے ہی معاشرے کی قطع و برید کو بخوشی برداشت نہیں کر سکتے۔

۴...... پاکستان میں قادیانی ریاست بنانے کا منصوبہ

اس مستقل رجحان کے علاوہ اب ایک نیا رجحان قادیانی گروہ میں یہ ابھر رہا ہے کہ وہ پاکستان کے اندر ایک قادیانی ریاست کی بنیاد ڈالنا چاہتے ہیں۔ قیام پاکستان کو ابھی پورا ایک سال بھی نہیں گزرنے پایا تھا کہ ۲۳ر جولائی ۱۹۴۸ء کو قادیانی خلیفہ نے کوئٹہ میں ایک خطبہ دیا جو ۱۳ر اگست کے الفضل میں بایں الفاظ شائع ہوا ہے:

''برٹش بلوچستان...... جواب پاکی بلوچستان ہے، کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے۔ یہ آبادی اگرچہ دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے مگر بوجہ ایک یونٹ ہونے کے اسے بہت اہمیت حاصل ہے۔ دنیا میں جیسے افراد کی قیمت ہوتی ہے۔ یونٹ کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ کی کانسٹی ٹیوشن ہے۔ وہاں اسٹیٹس سینٹ کے لئے اپنے ممبر منتخب کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی اسٹیٹ کی آبادی دس کروڑ ہے یا ایک کروڑ ہے۔ سب اسٹیٹس کی طرف سے برابر ممبر لئے جاتے ہیں۔ غرض پاکی بلوچستان کی آبادی ۶۔۵ لاکھ ہے اور اگر ریاستی بلوچستان کو ملا لیا جائے تو اس کی آبادی ۱۱ لاکھ ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک یونٹ ہے اس لئے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ زیادہ آبادی کو تو احمدی بنانا مشکل ہے۔ لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلدی احمدی بنایا جا سکتا ہے...... یاد رکھو تبلیغ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ہماری بیس مضبوط نہ ہو۔ پہلے بیس (BASE) مضبوط ہو تو پھر تبلیغ پھیلتی ہے۔ پس پہلے اپنی بیس (BASE) مضبوط کر لو۔ کسی نہ کسی جگہ اپنی بیس (BASE) بنالو کسی ملک میں ہی بنالو...... اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے اور یہ بڑی آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔''

یہ تقریر کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ سوال یہ ہے کہ دوسرے گروہ جن کی موجودگی کا حوالہ دے کر قادیانیوں کو برداشت کرنے کا ہمیں مشورہ دیا جاتا ہے۔ کیا ان میں سے کسی کے ایسے منصوبے ہیں؟ کیا ان میں سے بھی کوئی ایسا ہے جو اپنے مذہب کے لئے غیر مسلم اقتدار کو مفید سمجھتا ہو اور مسلم اقتدار قائم ہوتے ہی ریاست کے اندر اپنی ایک ریاست بنانے کی فکر میں لگ گیا ہو؟ اگر نہیں تو پھر ان کی مثال قادیانیوں پر کیوں چسپاں کی جاتی ہے؟

۵......اکثریت کا علیحدگی کا مطالبہ

اب اس سوال کو لیجئے یعنی یہ کہ علیحدگی کا مطالبہ تو اقلیتیں کیا کرتی ہیں۔ یہاں یہ کیسی الٹی بات ہو رہی ہے کہ اکثریت اس کا مطالبہ لے کر اٹھی ہے۔ یہ سوال جو لوگ کرتے ہیں کیا براہ کرم ان میں سے کوئی صاحب کسی سیاسی انجیل کی ایسی کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں جس میں یہ قانون کلی بیان کیا گیا ہو کہ علیحدگی کا مطالبہ کرنا صرف اقلیت ہی کے لئے جائز ہے۔ اکثریت ایسے کسی مطالبے کو پیش کرنے کی حق دار نہیں ہے؟ ہمیں بتایا جائے کہ یہ اصول کہاں لکھا ہے اور کس نے اسے مقرر کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ مطالبات ہمیشہ ضرورت کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں اور وہی ان کو پیش کرتا ہے جسے ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ ایک مطالبہ جس ضرورت کی بناء پر کیا جا رہا ہے۔ وہ بجائے خود معقول ہے یا نہیں۔ یہاں اختلاط کا نقصان اکثریت کو پہنچ رہا ہے نہ کہ اقلیت کو۔ اس لئے اکثریت یہ مطالبہ کرنے پر مجبور ہوئی ہے کہ اس اقلیت کو آئینی طور پر الگ کر دیا جائے جو ایک طرف عملاً الگ ہو کر علیحدگی کا پورا فائدہ اٹھا رہی ہے اور دوسری طرف اکثریت کا جز بن کر اختلاط کے فوائد بھی سمیٹتی چلی جاتی ہے۔ ایک طرف وہ مسلمانوں سے مذہبی و معاشرتی تعلقات منقطع کر کے اپنی الگ جتھہ بندی کرتی ہے اور منظم طریقے سے ان کے خلاف ہر میدان میں کشمکش کرتی ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں میں مسلمان بن کر گھستی ہے۔ اپنی تبلیغ سے اپنی تعداد بڑھاتی ہے۔ مسلم معاشرے میں تفریق کا فتنہ برپا کرتی ہے اور سرکاری ملازمتوں میں مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے متناسب حصے کی بہ نسبت بدرجہا زیادہ حصہ حاصل کر لیتی ہے۔ اس صورت حال کا سراسر نقصان اکثریت کو پہنچ رہا ہے اور بالکل ناجائز فائدہ اقلیت اٹھا رہی ہے۔ پھر کون سی معقول وجہ ہے کہ ایسے حالات میں اقلیت علیحدگی کا مطالبہ نہیں کرتی تو اسے زبردستی اکثریت کے سینے پر مونگ دلنے کے لئے بٹھائے رکھا جائے اور اکثریت کے مطالبہ علیحدگی کو رد کر دیا جائے؟

علیحدگی کے اسباب اکثریت نے نہیں بلکہ خود اقلیت نے پیدا کئے۔ عملاً اپنا الگ معاشرہ اس نے خود بنایا۔ اکثریت سے مذہبی و معاشرتی روابط اس نے خود توڑے۔ اس روش کا فطری تقاضا یہ تھا کہ وہ خود اس علیحدگی کو تسلیم کر لیتی جو اس نے فی الواقع اختیار کی ہے۔ اسے اگر تسلیم کرنے سے وہ گریز کرتی ہے تو یہ اس سے پوچھئے کہ کیوں گریز کرتی ہے اور خدا نے آپ کو دیکھنے والی آنکھیں دی ہیں تو خود دیکھئے کہ آخر اپنے ہی عمل کے لازمی نتائج قبول کرنے سے اسے

کیوں گریز ہے۔اس کی نیت اگر دغا اور فریب سے کام چلانے کی ہے تو آپ کی عقل کہاں چلی گئی ہے کہ آپ خود اپنی قوم کو اس دغابازی کا شکار بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔

۶......قادیانیوں کی تبلیغ کی حقیقت

آخری جواب طلب بات یہ رہ جاتی ہے کہ قادیانی حضرات اسلام کی مدافعت اور تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔اس لئے ان سے ایسا سلوک نہیں کرنا چاہئے۔

یہ درحقیقت ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے جس میں بالعموم ہمارے نئے تعلیم یافتہ لوگ بری طرح مبتلا ہیں۔اس لئے ہم ان سے گزارش کرتے ہیں کہ ذرا آنکھیں کھول کر مرزا قادیانی کی حسب ذیل عبارتوں کو ملاحظہ فرمائیں۔یہ عبارتیں اس مذہب کے بانی کی نیت اور مقاصد کو خود ہی بڑی خوبی سے بیان کر رہی ہیں۔(تریاق القلوب ص ب ،خزائن ج۱۵ص ۴۸۹،۴۸۸ ضمیمہ نمبر۳ بعنوان ''حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست) میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

''بیس برس کی مدت سے میں اپنے دلی جوش سے ایسی کتابیں زبان فارسی اور عربی اور اردو اور انگریزی میں شائع کر رہا ہوں جن میں بار بار یہ لکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ جس کے ترک سے وہ اللہ عالیٰ کے گناہ گار ہوں گے کہ اس گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ اور دلی جاں نثار ہو جائیں اور جہاد اور خونی مہدی کے انتظار وغیرہ بیہودہ خیالات سے جو قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتے، دستبردار ہو جائیں اور اگر وہ اس غلطی کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو کم سے کم یہ ان کا فرض ہے کہ اس گورنمنٹ محسنہ کے ناشکر گزار نہ بنیں اور نمک حرامی سے خدا کے گناہ گار نہ ٹھہریں۔''

آگے چل کر پھر اسی عاجزانہ درخواست میں لکھتے ہیں:

''اب میں اپنی گورنمنٹ محسنہ کی خدمت میں جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ بست سالہ میری خدمت ہے جس کی نظیر برٹش انڈیا میں ایک بھی اسلامی خاندان پیش نہیں کر سکتا۔یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قدر لمبے زمانہ تک جو بیس برس کا زمانہ ایک مسلسل طور پر تعلیم مذکورۂ بالا پر زور دیتے جانا کسی منافق اور خودغرض کا کام نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کا کام ہے جس کے دل میں اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی ہے۔ہاں میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نیک نیتی سے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے مباحثے بھی کیا کرتا ہوں اور ایسا ہی پادریوں کے مقابل پر بھی مباحثات کی کتابیں شائع کرتا رہا ہوں اور میں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جب کہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہوگئی اور حد اعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ نورافشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے،نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مؤلفین نے

ہمارے نبی ﷺ کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص ڈاکو تھا، چور تھا، زنا کار تھا اور صدہا پرچوں میں یہ شائع کیا کہ یہ شخص اپنی لڑکی پر بدنیتی سے عاشق تھا اور باایں ہمہ جھوٹا تھا تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے، ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے۔ تاسریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بدامنی پیدا نہ ہو۔ تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی۔ چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں بالمقابل سختی تھی۔ کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش رکھنے والے آدمی موجود ہیں۔ ان کے غیظ وغضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا۔" (تریاق القلوب ص ب، ج، خزائن ج ۱۵ ص ۴۹۰، ۴۸۹، ۴۸۸)

پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں: "سو مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اول درجے کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریز کا ہوں کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اول درجے پر بنا دیا ہے۔ (۱) والد مرحوم کے اثر نے (۲) اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے (۳) خدا تعالیٰ کے الہام نے۔" (ترقاق القلوب ص ج، خزائن ج ۱۵ ص ۴۹۱)

انگریزی حکومت کی وفاداری

"شہادۃ القرآن ص ۳، خزائن ج ۶ ص ۳۸۰ کے ساتھ ایک ضمیمہ ہے جس کا عنوان ہے "گورنمنٹ کی توجہ کے لائق" اس میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

"سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں۔ یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سائے میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔"

مرزا قادیانی کی ایک درخواست "بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ" درج ہے۔ جس میں وہ پہلے اپنے خاندان کی وفاداریوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ چٹھیاں نقل کرتے ہیں جو ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ خان کو کمشنر لاہور، فنانشل کمشنر پنجاب اور دوسرے انگریز افسروں نے ان کی وفادارانہ خدمات کے اعتراف میں عطاء کی تھیں۔ نیز ان خدمات کو گنوایا گیا ہے جو ان

کے خاندان کے دوسرے بزرگوں نے انجام دیں۔ پھر لکھتے ہیں۔ ''میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر کو پہنچا ہوں۔ اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں تا کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱)

آگے چل کر لکھتے ہیں: ''میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو مطلع کیا کہ لوگ کیونکر امن اور آرام اور آزادی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱)

پھر وہ اپنی کتابوں کی ایک لمبی فہرست دیتے ہیں جن سے ان کو وفادارانہ خدمات کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں:

''گورنمنٹ تحقیق کرے کہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہزاروں مسلمانوں نے جو مجھے کافر قرار دیا اور مجھے اور میری جماعت کو جو ایک گروہ کثیر پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہے۔ ہر ایک طور کی بدگوئی اور بداندیشی سے ایذاء دینا اپنا فرض سمجھا۔ اس تکفیر اور ایذاء کا ایک مخفی سبب یہ ہے کہ ان نادان مسلمانوں کے پوشیدہ خیالات کے برخلاف دل و جان سے گورنمنٹ انگلشیہ کی شکر گزاری کے لئے ہزارہا اشتہارات شائع کئے گئے اور ایسی کتابیں بلاد عرب و شام وغیرہ تک پہنچائی گئیں۔ یہ باتیں بے ثبوت نہیں۔ اگر گورنمنٹ توجہ فرمائے تو نہایت بدیہی ثبوت میرے پاس ہیں۔ میں زور سے کہتا ہوں اور میں دعویٰ سے گورنمنٹ کی خدمت میں اعلان دیتا ہوں کہ باعتبار مذہبی اصول کے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ کا اول درجے کا وفادار اور جانثار یہی نیا فرقہ ہے جس کے اصولوں میں سے کوئی اصول گورنمنٹ کے لئے خطرناک نہیں۔''

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۴، ۱۵)

آگے چل کر پھر لکھتے ہیں: ''اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۹)

محرکات ''تبلیغ''

تھوڑی دیر کے لئے اس سوال کو نظر انداز کر دیجئے کہ یہ زبان اور تحریر کسی نبی کی ہو بھی

سکتی ہے یا نہیں۔ہم یہاں جس پہلو کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ اس مذہب کی تبلیغ وتلقین اور ''مدافعت اسلام'' کے وہ مقاصد اور محرکات ہیں۔ جو بانی مذہب نے خود بیان کئے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی یہ نام نہاد ''خدمت دین'' کسی قدر کی مستحق رہ جاتی ہے۔اس پر بھی اگر کوئی شخص اس خدمت دین کی حقیقت نہ سمجھ سکے تو ہم اس سے گزارش کریں گے کہ ذرا قادیانیوں کے اپنے ان اعترافات کو آنکھیں کھول کر پڑھے:

''عرصہ دراز کے بعد اتفاقاً ایک لائبریری میں ایک کتاب ملی جو چھپ کر نایاب بھی ہوگئی تھی۔اس کتاب کا مصنف ایک اطالوی انجینئر جو افغانستان میں ذمہ دار عہدہ پر فائز تھا۔وہ لکھتا ہے کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب (قادیانی) کو اس لئے شہید کیا گیا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے اور حکومت افغانستان کو خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ اس سے افغانوں کا جذبہ حریت کمزور ہوجائے گا اور ان پر انگریزوں کا اقتدار چھا جائے گا۔ایسے معتبر راوی کی روایت سے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر صاحبزادہ عبداللطیف صاحب خاموشی سے بیٹھے رہتے اور جہاد کے خلاف کوئی لفظ نہ کہتے تو حکومت افغانستان کو انہیں شہید کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔''

(مرزا بشیر الدین محمود احمد کا خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل مورخہ ۶ راگست ۱۹۳۵ء)

''افغانستان گورنمنٹ کے وزیر داخلہ نے مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا ہے۔کابل کے دو اشخاص ملا عبدالحلیم چہار آسیانی وملا انور علی دکاندار قادیانی عقائد کے گرویدہ ہو چکے تھے اور لوگوں کو اس عقیدہ کی تلقین کر کے انہیں اصلاح کی راہ سے بھٹکا رہے تھے۔ان کے خلاف مدت سے ایک اور دعویٰ دائر ہو چکا تھا اور مملکت افغانیہ کے مصالح کے خلاف غیر ملکی لوگوں کے سازشی خطوط ان کے قبضے سے پائے گئے جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھ لگ چکے تھے۔''

(اخبار الفضل بحوالہ امان افغانستان مورخہ ۳ رمارچ ۱۹۲۵ء)

''روسیہ (یعنی روس) میں اگرچہ تبلیغ احمدیت کے لئے گیا تھا۔لیکن چونکہ سلسلہ احمدیہ اور برٹش گورنمنٹ کے باہمی مفاد ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔اس لئے جہاں میں اپنے سلسلے کی تبلیغ کرتا تھا۔وہاں لازماً مجھے گورنمنٹ انگریزی کی خدمت گزاری بھی کرنی پڑتی تھی۔''

(بیان محمد امین قادیانی مبلغ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۸ رستمبر ۱۹۲۲ء)

''دنیا ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے۔چنانچہ جب جرمنی میں احمدیہ عمارت کے افتتاح کی تقریب میں ایک جرمن وزیر نے شمولیت کی تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ

کیوں تم ایسی جماعت کی کسی تقریب میں شامل ہوئے جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔"

(خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ، مندرجہ اخبار الفضل مورخہ یکم نومبر ۱۹۳۴)

"ہمیں امید ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی توسیع کے ساتھ ہمارے لئے اشاعت اسلام کا میدان بھی وسیع ہو جائے گا اور غیر مسلم کو مسلم بنانے کے ساتھ ہم مسلمان کو پھر مسلمان کریں گے۔"

(لارڈ ہارڈنگ کی سیاحت عراق پر اظہار خیال، مندرجہ اخبار الفضل ۱۱ر فروری ۱۹۱۰)

"فی الواقع حکومت برطانیہ ایک ڈھال ہے جس کے نیچے احمدی جماعت آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہے۔ اس ڈھال کو ذرا ایک طرف کر دو اور دیکھو کہ زہریلے تیروں کی کیسی خطرناک بارش تمہارے سروں پر ہوتی ہے۔ پس کیوں ہم اس گورنمنٹ کے شکرگزار نہ ہوں۔ ہمارے فوائد اس گورنمنٹ سے متحد ہو گئے ہیں اور اس گورنمنٹ کی تباہی ہماری تباہی ہے اور اس گورنمنٹ کی ترقی ہماری ترقی۔ جہاں جہاں اس گورنمنٹ کی حکومت پھیلتی جاتی ہے ہمارے لئے تبلیغ کا ایک میدان نکلتا آتا ہے۔" (الفضل ۱۹ر اکتوبر ۱۹۱۵ء)

"سلسلہ احمدیہ کا گورنمنٹ برطانیہ سے جو تعلق ہے وہ باقی تمام جماعتوں سے نرالا ہے۔ ہمارے حالات ہی اس قسم کے ہیں کہ گورنمنٹ اور ہمارے فوائد ایک ہو گئے ہوئے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ کی ترقی کے ساتھ ہمیں بھی آگے قدم بڑھانے کا موقع ملتا ہے اور اس کو خدانخواستہ اگر کوئی نقصان پہنچے تو اس صدمے سے ہم بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔"

(خلیفہ قادیان کا اعلان، مندرجہ اخبار الفضل ۲۷ر جولائی ۱۹۱۸ء)

قادیانیت کے بنیادی خدوخال

اب قادیانی جماعت کی پوری تصویر آپ کے سامنے ہے۔ اس کے بنیادی خدوخال یہ ہیں:

۱...... پچاس برس سے زیادہ مدت ہوئی۔ جب کہ انگریزی دور حکومت میں مسلمان غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ پنجاب میں ایک شخص نبوت کا دعویٰ لے کر اٹھا۔ جس قوم کو اللہ کی توحید اور رسالت محمدیؐ کے اقرار نے ایک قوم، ایک ملت اور ایک معاشرہ بنایا تھا۔ اس کے اندر ایک شخص نے یہ اعلان کیا کہ مسلمان ہونے کے لئے توحید و رسالت محمدی پر ایمان لانا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ میری نبوت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور جو اس پر ایمان نہ لائے وہ توحید و رسالت محمدیؐ پر ایمان رکھنے کے باوجود کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

۲...... اس بنیاد پر اس نے مسلم معاشرے میں کفر و ایمان کی نئی تفریق پیدا کی اور جو لوگ اس پر ایمان لائے۔ ان کو مسلمانوں سے الگ ایک امت اور ایک معاشرے کی شکل میں منظم کرنا

شروع کر دیا۔ اس نئی امت اور مسلمانوں کے درمیان اعتقاداً اور عملاً ویسی ہی جدائی پڑ گئی جیسی ہندوؤں اور عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان تھی۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ نہ عقیدے میں شریک رہی، نہ عبادت میں، نہ رشتے ناطے اور نہ شادی وغم میں۔

۳...... بانی مذہب کو اوّل روز سے یہ احساس تھا کہ مسلم معاشرہ اپنی اس قطع و برید کو بخوشی برداشت نہیں کرے گا اور نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس نے اور اس کے جانشینوں نے نہ صرف ایک پالیسی کے طور پر انگریزی حکومت کی پختہ وفاداری وخدمت گزاری کا رویہ اختیار کیا بلکہ عین اپنے مؤقف کے فطری تقاضے سے ہی انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کا مفاد لازماً غلبہ کفر کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہندوستان ہی میں نہیں۔ تمام دنیا میں اس بات کے خواہش مند رہے اور عملاً اس کے لئے کوشاں رہے کہ آزاد مسلمان قومیں بھی انگریزوں کی غلام ہو جائیں تا کہ ان میں اس نئے مذہب کی اشاعت کے لئے راہ ہموار ہو سکے۔

۴...... اس طرح بیرونی اقتدار سے گٹھ جوڑ کر کے اس جماعت نے مسلمانوں کی ان تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا جو گزشتہ نصف صدی میں اسے مسلمانوں سے خارج کرنے کے لئے کی گئیں اور انگریزی حکومت اس بات پر مصر رہی کہ یہ گروہ مسلمانوں سے الگ، بلکہ ہر چیز میں ان کا مخالف ہونے کے باوجود ان ہی میں شامل رہے گا۔ اس تدبیر سے مسلمانوں کو دہرا نقصان اور قادیانی جماعت کو دہرا فائدہ پہنچایا گیا۔

الف...... عام مسلمانوں کو علماء کی تمام کوششوں کے باوجود یہ باور کرایا جاتا رہا کہ قادیانیت اسلام ہی کا ایک فرقہ اور قادیانی گروہ مسلم معاشرے ہی کا ایک حصہ ہے۔ اس طرح قادیانیت کے لئے مسلمانوں میں پھیلنا زیادہ آسان ہو گیا کیونکہ اس صورت میں ایک مسلمان کو قادیانیت اختیار کرتے ہوئے یہ اندیشہ لاحق نہ ہوتا کہ وہ اسلام سے نکل کر کسی دوسرے معاشرے میں جارہا ہے۔ قادیانیوں کو اس سے یہ فائدہ پہنچا کہ وہ مسلمانوں میں سے برابر آدمی توڑ توڑ کر اپنی تعداد بڑھاتے رہے اور مسلمانوں کو یہ نقصان پہنچا کہ ان کے معاشرے میں ایک بالکل الگ اور مخالف معاشرہ سرطان کی طرح اپنی جڑیں پھیلاتا رہا۔ جس کی بدولت ہزارہا خاندانوں میں تفرقے برپا ہو گئے۔ خصوصیت کے ساتھ پنجاب اس کا سب سے زیادہ شکار ہوا۔ کیونکہ یہ بلا اسی صوبے سے اٹھی تھی اور یہی وجہ ہے کہ آج پنجاب ہی کے مسلمان اس کے خلاف سب سے بڑھ کر مشتعل ہیں۔

ب...... انگریزی حکومت کی منظور نظر بن کر قادیانی جماعت انگریزی حکومت کی فوج، پولیس، عدالت اور دوسری ملازمتوں میں اپنے آدمی دھڑا دھڑ بھرتی کراتی چلی گئی اور یہ سب کچھ اس نے

مسلمان بن کر ملازمتوں کے اس کوٹے سے حاصل کیا جو مسلمانوں کے لئے مخصوص تھا۔ مسلمانوں کو اطمینان دلایا جاتا رہا کہ یہ ملازمتیں تم کو مل رہی ہیں۔ حالانکہ وہ بڑی کثیر تعداد میں ان قادیانیوں کو دی جارہی تھیں جو مسلمانوں کے مدمقابل بن کر اپنی مخالفانہ جتھہ بندی کئے ہوئے تھے۔ ایسا ہی معاملہ ٹھیکوں اور تجارتوں اور زمینوں کے بارے میں بھی کیا گیا۔

۵...... اب یہ گروہ اپنے اس گہرے احساس کی بناء پر کہ پاکستان کا مسلم معاشرہ آزاد ہونے کے بعد زیادہ دیر تک اسے برداشت نہیں کرے گا۔ بہت تیزی سے اپنی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ ایک طرف اس کے تمام وہ افراد جو ذمہ دار سرکاری عہدوں پر ہیں۔ حکومت کے ہر شعبے میں اپنے آدمی بھرتی کرا رہے ہیں تاکہ تھوڑی مدت ہی میں ان کی طاقت اتنی مضبوط ہو جائے کہ پاکستان کے مسلمان آزاد ومختار ہونے کے باوجود ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ دوسری طرف وہ اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ کم از کم بلوچستان پر قبضہ کر کے پاکستان کے اندر اپنی ایک ریاست بنالیں۔

تمام دینی جماعتوں کا متفقہ مطالبہ

ان وجوہ سے پاکستان کی تمام دینی جماعتوں نے بالاتفاق مطالبہ کیا ہے کہ اس سرطان کے پھوڑے کو مسلم معاشرے کے جسم سے فوراً کاٹ پھینکا جائے اور سر ظفر اللہ خان کو وزارت کے منصب سے ہٹا دیا جائے۔ جن کی بدولت ملک کے اندر بھی اور باہر کے مسلم ممالک میں بھی اس سرطان کی جڑیں پھیل رہی ہیں اور قادیانیوں کو پاکستان کے کلیدی مناصب سے ہٹانے اور ملازمتوں میں ان کی آبادی کے تناسب سے ان کا حصہ مقرر کرنے کی جلدی سے جلدی فکر کی جائے۔

مگر حکومت پاکستان کو اس سے انکار ہے۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کو اس سے انکار ہے۔ حکومت کے ذمہ دار عہدیداروں کو اس سے انکار ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے ملک کی تعلیم یافتہ آبادی کا ایک بڑا حصہ بھی اس غلط فہمی کا شکار ہے کہ یہ محض مسلمانوں کی باہمی فرقہ وارانہ لڑائیوں کا شاخسانہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس کو بھی اس تجویز سے اختلاف ہے۔ اس کے پاس آخر دلیل کیا ہے؟ ہم نے اپنے دلائل پوری وضاحت کے ساتھ پیش کر دیئے ہیں۔ اب اگر کسی کے پاس کوئی دلیل ہے تو وہ سامنے لائے۔ ورنہ بلا دلیل ایک بات پر اڑ جانا، جس کا الزام کبھی ''ملا'' کو دیا جاتا تھا۔ اب اس کے مرتکب وہ لوگ ہوں گے جو ''ملا'' نہ ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ اور وہ یقین رکھیں کہ رائے عامہ اور دلیل کی متفقہ طاقت ان کو آخرکار نیچا دکھا کر رہے گی۔

ختم نبوت

حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

موجودہ زمانے میں اسلام کے خلاف جو فتنے رونما ہوئے ہیں۔ان میں سے ایک بڑا فتنہ وہ نئی نبوت ہے۔جس کا دعویٰ اس صدی کے آغاز میں کیا گیا تھا اور اس کی دعوت ۶۰ سال سے امت میں گمراہی پھیلانے کا بہت بڑا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔دوسرے فتنوں کی طرح یہ فتنہ بھی دراصل صرف اس وجہ سے اٹھا اور پھیلا ہے کہ مسلمان عام طور پر اپنے دین سے جاہل ہیں۔یہ جہالت اگر نہ ہوتی اور لوگ ختم نبوت کے مسئلے کو اچھی طرح سمجھتے ہوتے تو کسی طرح ممکن نہ تھا کہ محمد ﷺ کے بعد کسی شخص کا دعوائے نبوت ایک مسلمان قوم کے اندر پھل پھول سکتا۔

آج بھی اس فتنے کا قلع قمع کرنے کی صحیح اور مؤثر ترین تدبیر اگر کوئی ہوسکتی ہے۔تو وہ یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو عقیدہ ختم نبوت کی حقیقت اور دین میں اس کی اہمیت خوب سمجھادی جائے اور اس سلسلے میں جو شبہات دلوں میں ڈالے جاتے ہیں۔انہیں معقول دلائل کے ساتھ رد کر دیا جائے۔اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر یہ مختصر رسالہ مرتب کیا گیا ہے۔جو حضرات اس سے استفادہ حاصل کریں ان سے گزارش ہے کہ وہ اسے محض پڑھ کر نہ رہ جائیں۔بلکہ اس کے پھیلانے میں حتیٰ الوسع پورا حصہ لیں۔ضرورت ہے کہ یہ ہر پڑھے لکھے آدمی تک پہنچے اور پڑھے لکھے لوگ اسے ان پڑھ لوگوں کو پڑھ کر سنائیں۔امید ہے کہ اس سے نہ صرف وہ لوگ محفوظ ہو جائیں گے جو ابھی اس گمراہی سے متاثر نہیں ہوئے ہیں۔بلکہ جو متاثر ہوچکے ہیں۔ان میں سے بھی حق پسند لوگوں کے سامنے حق واضح ہوجائے گا۔البتہ ان لوگوں کا کوئی علاج اللہ کے سوا کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔جو ایک غلط بات کو مان لینے کے بعد اپنے دل کے دروازے بند کر چکے ہیں۔

ابوالاعلیٰ مودودی ...... ۱۲رفروری۱۹۶۲ء ...... لاہور

ختم نبوت

ماکان محمدابااحدمن رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیما۔ (الاحزاب:۴۰)" ﴿لوگو! محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔﴾

یہ آیت سورۂ احزاب کے پانچویں رکوع میں نازل ہوئی ہے۔اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار و منافقین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ جو حضرت زینبؓ سے سیدنا محمد ﷺ کے نکاح پر طعن و تشنیع اور بہتان و افتراء کے طوفان اٹھا رہے تھے۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ زینبؓ محمد ﷺ کے منہ بولے بیٹے کی بیوی تھیں اور اس بناء پر وہ حضور کی بہو ہوتی تھیں۔اب زیدؓ کے طلاق دینے کے بعد محمد ﷺ نے اپنی بہو سے نکاح کرلیا ہے۔اس کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر ۳۷ میں فرمایا کہ یہ نکاح ہمارے حکم سے ہوا ہے اور اس لئے ہوا ہے کہ مسلمانوں کے لئے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے، جبکہ وہ انہیں طلاق دے چکے ہوں، نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پھر آیت نمبر ۳۸، ۳۹ میں فرمایا کہ نبیؑ پر جو کام اللہ فرض کردے اس کے کرنے سے کوئی طاقت نبی کو باز نہیں رکھ سکتی۔انبیاء کا کام لوگوں سے ڈرنا نہیں بلکہ اللہ سے ڈرنا ہے اور ہمیشہ سے ان کے معاملہ میں اللہ کی سنت یہی رہی ہے کہ وہ کسی کی پروا کئے بغیر اللہ کے پیغام پہنچائیں اور بلا تردد اس کے احکام بجالائیں۔اس کے بعد یہ آیت ارشاد فرمائی جس میں مخالفین کے تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

ان کا اولین اعتراض یہ تھا کہ آپؐ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے۔حالانکہ آپؐ کی شریعت میں بھی بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام ہے۔اس کے جواب میں فرمایا گیا:''ماکان محمد ابا احد من رجالکم '' ﴿محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔﴾ یعنی جس شخص کی مطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے۔وہ بیٹا تھا کب کہ اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا؟ تم لوگ تو جانتے ہو کہ محمد ﷺ کا سرے سے کوئی بیٹا ہے ہی نہیں۔

ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اچھا۔اگر منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہے۔تب بھی اس کی چھوڑی ہوئی عورت سے نکاح کرلینا زیادہ سے زیادہ بس جائز ہی ہوسکتا تھا۔آخر اس کا کرنا کیا ضروری تھا؟۔

اس کے جواب میں فرمایا گیا:''ولکن رسول اللہ '' ﴿مگر وہ اللہ کے رسول ہیں۔﴾ یعنی ان کے لئے یہ ضروری تھا کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کررکھا ہے۔اس کے بارے میں تمام تعصبات کا خاتمہ کردیں اور اس کی حلت کے معاملے میں کسی شک

وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں[1]۔

پھر مزید تاکید کے لئے فرمایا: "وخاتم النبیین" ﴿اور وہ خاتم النبیین ہیں۔﴾ یعنی ان کے بعد کوئی رسول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں ہے کہ اگر قانون اور معاشرے کی کوئی اصلاح ان کے زمانے میں نافذ ہونے سے رہ جائے تو بعد کا آنے والا نبی یہ کسر پوری کر دے، لہٰذا یہ اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا تھا کہ اس رسم جاہلیت کا خاتمہ وہ خود ہی کر کے جائیں۔

اس کے بعد مزید زور دیتے ہوئے فرمایا گیا: "وکان اللہ بکل شی علیما" ﴿اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔﴾ یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ اس وقت محمد ﷺ کے ہاتھوں اس رسم جاہلیت کو ختم کرانا کیوں ضروری تھا اور ایسا نہ کرنے میں کیا قباحت تھی۔ وہ جانتا ہے کہ اب اس کی طرف سے کوئی نبی نہیں آنے والا لہٰذا اگر اپنے آخری نبی کے ذریعہ سے اس نے اس رسم کا خاتمہ اب نہ کرادیا تو پھر کوئی دوسری ہستی دنیا میں ایسی نہ ہوگی جس کے توڑنے سے یہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں ہمیشہ کے لئے ٹوٹ جائے۔ بعد کے مصلحین اگر اسے توڑیں گے بھی تو ان میں سے کسی کا فعل بھی اپنے پیچھے ایسا دائمی اور عالمگیر اقتدار نہ رکھے گا کہ ہر ملک اور ہر زمانے میں لوگ اس کا اتباع کرنے لگیں اور اس میں سے کسی کی شخصیت بھی اپنے اندر اس تقدس کی حامل نہ ہوگی کہ کسی فعل کا محض اس کی سنت ہونا ہی لوگوں کے دلوں سے کراہیت کے ہر تصور کا قلع قمع کر دے۔

---

[1] منکرین ختم نبوت اس مقام پر یہ سوال کرتے ہیں کہ معترضین کا یہ اعتراض کس روایت میں وارد ہوا ہے؟ لیکن یہ سوال دراصل ان کی بے علمی کا نتیجہ ہے۔ قرآن مجید میں بیسیوں مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے اعتراضات نقل کئے بغیر ان کے جوابات دیئے ہیں اور جواب کی عبارت سے خود بخود یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اعتراض کیا تھا۔ جس کا یہ جواب دیا جارہا ہے۔ یہاں بھی جواب خود اعتراض کا مضمون بیان کررہا ہے۔ پہلے فقرے کے بعد "ولکن" (مگر) کے لفظ سے دوسرا فقرہ شروع کرنا اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ پہلے فقرے میں مخاطب کی ایک بات کا جواب ہو جانے کے باوجود اس کا ایک سوال یا اعتراض باقی رہ گیا تھا۔ جس کا جواب دوسرے فقرے میں دیا گیا ہے۔ پہلے فقرے میں ان کو اس اعتراض کا جواب مل چکا تھا کہ محمد ﷺ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے۔ اس کے بعد ان کا یہ اعتراض باقی تھا کہ آخر اس کام کو کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ اس پر فرمایا گیا: "مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔" یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ زید کھڑا نہیں ہوا مگر بکر کھڑا ہوا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ "زید کھڑا نہیں ہوا" سے ایک بات کا جواب مل جانے کے بعد سائل کا یہ سوال باقی رہ جاتا تھا کہ پھر کون کھڑا ہوا ہے؟ اسی سوال کا جواب "مگر بکر کھڑا ہوا ہے" کا فقرہ دے رہا ہے۔

قرآن کے سیاق وسباق کا فیصلہ

ایک گروہ، جس نے اس دور میں نئی نبوت کا فتنہ عظیم کھڑا کیا ہے۔ لفظ خاتم النبیین کے معنی ''نبیوں کی مہر'' کرتا ہے اور اس کا مطلب یہ لیتا ہے کہ نبی ﷺ کے بعد جو انبیاء بھی آئیں گے وہ آپ کی مہر لگنے سے نبی بنیں گے۔ یا بالفاظ دیگر جب تک کسی کی نبوت پر آپ کی مہر نہ لگے، وہ نبی نہ ہوگا۔ لیکن جس سلسلہ بیان میں یہ آیت وارد ہوئی اس کے اندر رکھ کر اسے دیکھا جائے تو اس لفظ کا یہ مفہوم لینے کی قطعاً کوئی گنجائش نظر نہیں آتی، بلکہ اگر یہی اس کے معنی ہوں تو یہاں یہ لفظ بے محل ہی نہیں، مقصود کلام کے بھی خلاف ہو جاتا ہے۔ آخر اس بات کا کیا تک ہے کہ اوپر سے تو شکوک وشبہات کا جواب دیا جار ہا ہو اور یکا یک یہ بات کہہ ڈالی جائے کہ محمدؐ نبیوں کی مہر ہیں۔ آئندہ جو نبی بھی بنے گا، ان کی مہر لگ کر بنے گا۔ اس سیاق وسباق میں یہ بات نہ صرف یہ کہ بالکل بے تکی ہے۔ بلکہ اس سے وہ استدلال الٹا کمزور ہو جاتا ہے جو اوپر سے معترضین کے جواب میں چلا آ رہا ہے۔ اس صورت میں تو معترضین کے لئے یہ کہنے کا اچھا موقع تھا کہ آپ یہ کام اس وقت نہ کرتے تو کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس رسم کو مٹانے کی ایسی ہی کچھ شدید ضرورت ہے تو آپ کے بعد آپ کی مہر لگ کر جو انبیاء آتے رہیں گے ان میں سے کوئی اسے مٹا دے گا۔ ایک دوسری تاویل اس گروہ نے یہ بھی کی ہے کہ ''خاتم النبیین'' کے معنی افضل النبیین کے ہیں۔ یعنی نبوت کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے۔ البتہ کمالات نبوت حضورؐ پر ختم ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ مفہوم لینے میں بھی وہی قباحت ہے جو اوپر ہم نے بیان کی ہے۔ سیاق وسباق سے یہ مفہوم بھی کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ بلکہ الٹا اس کے خلاف پڑتا ہے۔ کفار و منافقین کہہ سکتے ہیں کہ حضرت، کم درجے کے ہی سہی، بہرحال آپؐ کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے۔ پھر کیا ضرور تھا کہ اس رسم کو بھی آپؐ ہی مٹا کر تشریف لے جاتے۔ پس!

لغت کی رو سے خاتم النبیین کے معنی

پس جہاں تک سیاق وسباق کا تعلق ہے۔ وہ قطعی طور پر اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں خاتم النبیین کے معنی سلسلہ نبوت کو ختم کر دینے والے ہی کے لئے جائیں اور سمجھا جائے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ لیکن یہ صرف سیاق ہی کا تقاضا نہیں ہے۔ لغت بھی اسی معنی کی مقتضی ہے۔ عربی لغت اور محاورے کی رو سے ''ختم'' کے معنی مہر لگانے، بند کرنے، آخر تک پہنچ جانے، اور کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانے کے ہیں۔ ''ختم العمل'' کے معنی ہیں ''فرغ من العمل'' ''کام سے فارغ ہو گیا۔'' ختم الاناء کے معنی ہیں ''برتن کا منہ بند کر دیا اور اس پر مہر لگا دی تا کہ نہ کوئی چیز اس میں سے نکلے اور نہ کچھ اس کے اندر داخل ہو۔''

"ختم الکتاب" کے معنی ہیں "خط کو بند کر کے اس پر مہر لگادی تا کہ خط محفوظ ہو جائے۔" "ختم علی القلب" کے معنی "دل پر مہر لگادی کہ نہ کوئی بات اس کی سمجھ میں آئے نہ پہلے سے جمی ہوئی کوئی بات اس میں سے نکل سکے۔" "ختام کل مشروب" کے معنی ہیں: "وہ مزا جو کسی چیز کے پینے کے بعد آخر میں محسوس ہوتا ہے۔" "خاتمة کل شیء عاقبته واخرته" کے معنی: "ہر چیز کا خاتمہ سے مراد ہے اس کی عاقبت اور آخرت۔" "خاتم القوم ،اخرھم" خاتم القوم" سے مراد ہے قبیلے کا آخری آدمی۔ (ملاحظہ ہو لسان العرب، قاموس اور اقرب الموارد[1])

[1] یہاں ہم نے لغت کی صرف تین کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن بات انہی تین کتابوں پر منحصر نہیں ہے۔ عربی زبان کی کوئی معتبر لغت اٹھا کر دیکھ لی جائے۔ اس میں لفظ خاتم کی یہی تشریح ملے گی۔ لیکن منکرین ختم نبوت خدا کے دین میں نقب لگانے کے لئے لغت کو چھوڑ کر اس بات کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی شخص کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہا، یا خاتم المفسرین کہنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جس شخص کو یہ لقب دیا گیا ہے۔ اس کے بعد کوئی شاعر یا فقیہ یا مفسر پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس فن کے کمالات اس شخص پر ختم ہو گئے۔ حالانکہ مبالغے کے طور پر اس طرح کے القاب کا استعمال یہ معنی ہرگز نہیں رکھتا کہ لغت کے اعتبار سے خاتم کے اصل معنی ہی کامل یا افضل کے ہو جائیں اور آخری کے معنی میں یہ لفظ استعمال کرنا سرے سے غلط قرار پائے۔ یہ بات صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے۔ جو زبان کے قواعد سے ناواقف ہو۔ کسی زبان میں بھی یہ قاعدہ نہیں ہے کہ اگر کسی لفظ کو اس کے حقیقی معنی کے بجائے کبھی کبھی مجازاً کسی دوسرے معنی میں بولا جاتا ہے۔ تو وہی معنی اس کے اصل معنی بن جائیں اور لغت کی رو سے جو اس کے حقیقی معنی ہیں۔ ان میں اس کا استعمال ممنوع ہو جائے۔ آپ کسی عرب کے سامنے جب کہیں گے: "جاء خاتم القوم" تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہ لے گا کہ قبیلے کا فاضل و کامل آدمی آ گیا۔ بلکہ اس کا مطلب وہ یہی لے گا کہ پورا کا پورا قبیلہ آ گیا ہے۔ حتیٰ کہ آخری آدمی جو رہ گیا تھا وہ بھی آ گیا۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی نگاہ میں رہنی چاہئے کہ خاتم الشعراء، خاتم الفقہا اور خاتم المحدثین وغیرہ القاب جو بعض لوگوں کو دیئے گئے ہیں۔ ان کے دینے والے انسان تھے اور انسان کبھی یہ نہیں جان سکتا کہ جس شخص کو وہ کسی صفت کے اعتبار سے خاتم کہہ رہا ہے۔ اس کے بعد پھر کوئی اس صفت کا حامل پیدا نہیں ہوگا۔ اسی وجہ سے انسانی کلام میں ان القاب کی حیثیت مبالغے اور اعتراف کمال سے زیادہ کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے متعلق یہ کہہ دے کہ فلاں صفت اس پر ختم ہو گئی تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسے بھی انسانی کلام کی طرح مجازی کلام سمجھ لیں۔ اللہ نے اگر کسی کو خاتم الشعراء کہہ دیا ہوتا تو یقیناً اس کے بعد کوئی شاعر نہیں ہو سکتا تھا اور اللہ نے جسے خاتم النبیین کہہ دیا غیر ممکن ہے کہ اس کے بعد کوئی نبی ہو سکے۔ اس لئے کہ اللہ عالم الغیب ہے اور انسان عالم الغیب نہیں ہے۔ اللہ کا کسی کو خاتم النبیین کہنا اور انسانوں کا کسی کو خاتم الشعراء وغیرہ کہہ دینا آخر ایک درجہ میں کیسے ہو سکتا ہے۔

اسی بنا پر تمام اہل لغت اور اہل تفسیر نے بالاتفاق خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے لئے ہیں۔ عربی لغت ومحاورے کی رو سے خاتم کے معنی ڈاک خانے کی مہر کے نہیں ہیں۔ جسے لگا لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد وہ مہر ہے جو لفافے پر اس لئے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے اور نہ باہر کی کوئی چیز اندر جائے۔

ختم نبوت کے بارے میں نبی ﷺ کے ارشادات

قرآن کے سیاق وسباق اور لغت کے لحاظ سے اس لفظ کا جو مفہوم ہے۔ اسی کی تائید نبی ﷺ کی تشریحات کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر چند صحیح ترین احادیث ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

۱...... ''قال النبی ﷺ کانت بنواسرائیل تسوسهم الانبیاء کلماهلك نبی خلفه نبی، وانه لانبی بعدی وسیکون خلفاء (بخاری ج۱ص ۴۹۱، کتاب المناقب، باب ماذکرعن بنی اسرائیل) '' ﴿نبی ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی مر جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا بلکہ خلفاء ہوں گے۔﴾

۲...... ''قال النبی ﷺ ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنٰی بیتا فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویتعجبون له ویقولون هلّا وضعت هذا اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النبیین (بخاری ج۱ص ۵۰۱، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، مسلم ج۲ ص۲۴۸) '' ﴿نبی ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہار حیرت کرتے تھے۔ مگر کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور خاتم النبیین ہوں (یعنی میرے آنے پر نبوت کی عمارت تکمیل ہو چکی ہے۔ اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے جسے پر کرنے کے لئے کوئی نبی آئے)﴾

اس مضمون کی چار حدیثیں مسلم، کتاب الفضائل، باب خاتم النبیین میں ہیں اور آخری حدیث میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''فجئت فختمت الانبیاء'' ﴿پس میں آیا اور میں نے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا۔﴾

یہی حدیث انہیں الفاظ میں ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل النبی اور کتاب الآداب، باب الامثال میں ہے۔ مسند ابوداؤد طیالسی میں یہ حدیث جابر بن عبداللہؓ کی روایت کردہ احادیث کے سلسلے میں آئی ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: "ختم بی الانبیاء" ﴿میرے ذریعہ سے انبیاء کا سلسلہ ختم کیا گیا۔﴾

مسند احمد میں تھوڑے تھوڑے لفظی فرق کے ساتھ اس مضمون کی احادیث حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی گئی ہیں:

۳...... "ان رسول اللہ ﷺ قال فضلت علی الانبیاء بست، اعطیت جوامع الکلم، ونصرت بالرعب، واحلت لی الغنائم، وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا، و ارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون (مسلم ج۱ص۱۹۹ کتاب المساجد، ترمذی، ابن ماجه)" ﴿رسول ﷺ نے فرمایا: مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ (۱) مجھے جامع و مختصر بات کہنے کی صلاحیت دی گئی۔ (۲) مجھے رعب کے ذریعہ نصرت بخشی گئی۔ (۳) میرے لئے اموال غنیمت حلال کئے گئے۔ (۴) میرے لئے زمین کو مسجد بھی بنادیا گیا اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی۔ یعنی میری شریعت میں نماز صرف مخصوص عبادت گاہوں میں ہی نہیں بلکہ روئے زمین پر ہر جگہ پڑھی جاسکتی ہے اور پانی نہ ملے تو میری شریعت میں تیمم کر کے وضو کی حاجت پوری کی جاسکتی ہے اور غسل کی حاجت بھی۔ (۵) مجھے تمام دنیا کے لئے رسول بنایا گیا۔ (۶) اور میرے اوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کردیا گیا۔﴾

۴...... "قال رسول اللہ ﷺ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (ترمذی ج۲ص۵۳ کتاب الرؤیا، باب ذهاب النبوة، مسند احمد ج۳ص۲۶۷، مرویات انس بن مالك)" ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔﴾

۵...... "قال النبی ﷺ انا محمدی، انا احمد، وانا الماحی الذی یمحیٰ بی الکفر، وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی عقبی، وانا العاقب الذی لیس بعده نبی (بخاری ج۱ص۵۰۱، مسلم ج۲ص ۲۶۱ کتاب الفضائل باب اسماء النبی، ترمذی ج۲ص۱۱۱ کتاب الآداب، باب اسماء النبی، مؤطا کتاب اسماء النبی،

المستدرك للحاكم، كتاب التاريخ باب «اسماء النبی) ” ﴿نبی ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ سے کفر محو کیا جائے گا۔ میں حاشر ہوں کہ میرے بعد لوگ حشر میں جمع کئے جائیں گے (یعنی میرے بعد اب بس قیامت ہی آنی ہے) اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔﴾

۶...... ”قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لم یبعث نبیا الاحذ رامته الدجال انا اخر الانبیاء وانتم اخرالامم وھو خارج فیکم لامحالة (ابن ماجه ص۲۹۷،کتاب الفتن، باب الدجال) ” ﴿رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو (مگر ان کے زمانے میں وہ نہ آیا) اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ لامحالہ اب اس کو تمہارے اندر سے ہی نکلنا ہے۔﴾

۷...... ”عن عبدالرحمٰن بن جبیر قال سمعت عبداللہ بن عمر وبن عاص یقول خرج علینا رسول اللہ ﷺ یوما کالمودع فقال انا محمد النبی الامی قاله ثلاث مرات ولا نبی بعدی (مسند احمد ص۱۷۲، مرویات عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ) ” ﴿عبدالرحمٰن بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کو یہ کہتے سنا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے مکان سے نکل کر ہمارے درمیان تشریف لائے۔ اس انداز سے کہ گو آپ ہم سے رخصت ہو رہے ہیں۔ آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا: ”میں محمد نبی امی ہوں۔“ پھر فرمایا: ”اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“﴾

۸...... ”قال رسول اللہ ﷺ لانبوۃ بعدی الاالمبشرات، قیل وماالمبشرات یارسول اللہ؟ قال الرؤیا الحسنة اوقال الرؤیا الصالحة (مسند احمد ص۴۵۴، مرویات ابوالطفیلؓ، نسائی ص۱۱۱ باب الامر بالاجتھادفی الدعاء، ابوداؤد ج۱ ص ۸۹، باب الدعاءفی الرکوع والسجود) ” ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔ صرف بشارت دینے والی باتیں ہیں۔ عرض کیا گیا وہ بشارت دینے والی باتیں کیا ہیں یارسول اللہ؟ فرمایا ”اچھا خواب“ یا فرمایا ”صالح خواب“ (یعنی وحی کا اب کوئی امکان نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کسی کو اللہ کی طرف سے کوئی اشارہ ملے گا بھی تو بس اچھے خواب کے ذریعہ سے مل جائے گا)﴾

۹...... ”قال النبی ﷺ لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب (ترمذی

ج۲ص ۲۰۹، کتاب المناقب) " ﴿نبی ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطابؓ ہوتے۔﴾

۱۰...... "قال رسول ﷺ لعلیؓ انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ، الّا انه لانبی بعدی (بخاری ج۲ص ۶۳۳ باب غزوه التبوك وهی غزوة العسره، مسلم ج۲ص ۲۷۸، کتاب فضائل الصحابه) " ﴿رسول ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: "میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی ہارون علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔﴾

بخاری و مسلم نے یہ حدیث غزوۂ تبوک کے ذکر میں بھی نقل کی ہے۔ مسند احمد میں اس مضمون کی دو احادیث حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کی گئی ہیں جن میں سے ایک کا آخری فقرہ یوں ہے: "الّا انه لانبوة بعدی " ﴿مگر میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔﴾ ابوداؤد طیالسی، امام احمدؒ اور محمد بن اسحاق نے اس سلسلے میں جو تفصیلی روایات نقل کی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ تبوک کے لئے تشریف لے جاتے وقت نبی ﷺ نے حضرت علیؓ کو مدینہ طیبہ کی حفاظت و نگرانی کے لئے اپنے پیچھے چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ منافقین نے اس پر طرح طرح کی باتیں ان کے بارے میں کہنی شروع کر دیں۔ انہوں نے جا کر حضورؐ سے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟ اس موقع پر حضورؐ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: "تم تو میرے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہوئے جو موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جاتے ہوئے حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی نگرانی کے لئے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ اسی طرح میں تم کو مدینے کی حفاظت کے لئے چھوڑے جا رہا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حضور کو اندیشہ ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ یہ تشبیہ کہیں بعد میں کسی فتنے کی موجب نہ بن جائے۔ اس لئے فوراً آپؐ نے یہ تصریح فرما دی کہ میرے بعد کوئی شخص نبی ہونے والا نہیں ہے۔"

۱۱...... "عن ثوبان قال رسول اللہ ﷺ وانه سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلّهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی (ابوداؤد ج۲ص ۱۲۷، کتاب الفتن) " ﴿ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اور یہ کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"﴾

اس مضمون میں ایک اور حدیث ابوداؤد نے کتاب الملاحم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ ترمذی نے بھی حضرت ثوبانؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے یہ دونوں روایتیں نقل کی ہیں اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: "حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین کلهم یزعم انه رسول الله ۔" ﴿یہاں تک کہ اٹھیں گے تیس کے قریب جھوٹے فریبی جن میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔﴾

۱۲...... "قال النبیﷺ لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیران یکونوا انبیاء فان یکن من امتی احد فعمرؓ (بخاری ج۱ ص۵۲۱ مناقب عمر بن الخطابؓ، کتاب المناقب)" ﴿نبیﷺ نے فرمایا: "تم سے پہلے جو بنی اسرائیل گزرے ہیں۔ ان میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ میری امت میں اگر کوئی ہوا تو وہ عمر ہوگا۔"﴾

مسلم میں اس مضمون کی جو حدیث ہے۔ اس میں "یکلمون" کی بجائے "محدثون" کا لفظ ہے۔ لیکن "مکلم اور محدث" دونوں کے معنی ایک ہیں۔ یعنی ایسا شخص جو مکالمہ الٰہی سے سرفراز ہو یا جس کے ساتھ پردۂ غیب سے بات کی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کے بغیر مخاطبہ الٰہی سے سرفراز ہونے والے بھی اگر ہوتے تو وہ حضرت عمرؓ ہوگا۔"

۱۳...... "قال رسول اللهﷺ لانبی بعدی ولاامة بعد امتی (بیهقی، کتاب الرؤیا، طبرانی)" ﴿رسول اللہﷺ نے فرمایا: "میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت (یعنی کسی نئے آنے والی نبی کی امت) نہیں۔"﴾

۱۴...... "قال رسول اللهﷺ فانی آخر الانبیاء وان مسجدی آخر المساجد (مسلم ج۱ ص۴۴۶، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰة بمسجد مکه والمدینه)" ﴿رسول اللہﷺ نے فرمایا: "میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد (یعنی نبوی) ہے۔﴾

منکرین ختم نبوت اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جس طرح حضورؐ نے اپنی مسجد کو آخر المساجد فرمایا۔ حالانکہ وہ آخری مسجد نہیں ہے۔ بلکہ اس کے بعد بھی بے شمار مساجد دنیا میں بنی ہیں۔ اسی طرح جب آپؐ نے فرمایا کہ میں آخر الانبیاء ہوں تو اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ آپؐ کے بعد نبی آتے رہیں گے۔ البتہ فضیلت کے اعتبار سے آپ آخری نبی ہیں اور آپ کی

مسجد آخری مسجد ہے۔ لیکن درحقیقت اسی طرح کی تاویلیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ یہ لوگ خدا اور رسول کے کلام کو سمجھنے کی اہلیت سے محروم ہو چکے ہیں۔ صحیح مسلم کے جس مقام پر یہ حدیث وارد ہوئی ہے اس کے سلسلے کی تمام احادیث کو ایک نظر ہی آدمی دیکھ لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ حضورؐ نے اپنی مسجد کو آخری مسجد کس معنی میں فرمایا ہے۔ اس مقام پر حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ام المومنین حضرت میمونہؓ کے حوالہ سے جو روایات امام مسلم نے نقل کی ہیں۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں صرف تین مساجد ایسی ہیں جن کو عام مساجد پر فضیلت حاصل ہے۔ جن میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے اور اسی بناء پر صرف انہیں تین مساجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر کیا جانا جائز ہے۔ باقی کسی مسجد کا یہ حق نہیں ہے کہ آدمی دوسری مساجد چھوڑ کر خاص طور پر ان میں نماز پڑھنے کے لئے سفر کرے۔ ان میں سے پہلی مسجد مسجد الحرام ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ دوسری مسجد مسجد اقصیٰ ہے جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا اور تیسری مسجد مدینہ طیبہ کی مسجد نبوی ہے جس کی بنیاد نبی اکرم ﷺ نے رکھی۔ حضورؐ کے ارشاد کا منشاء یہ ہے کہ اب چونکہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ اس لئے میری اس مسجد کے بعد دنیا میں کوئی چوتھی مسجد ایسی بننے والی نہیں ہے جس میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مساجد سے زیادہ ہو اور جس کی طرف نماز کی غرض سے سفر کر کے جانا درست ہو۔

منکرین ختم نبوت رسول ﷺ کے ان ارشادات کے مقابلہ میں اگر کوئی چیز پیش کرتے ہیں تو وہ یہ روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: "قولوا انه خاتم الانبياء ولا تقولوا لا نبی بعده" (یہ تو کہو کہ حضورؐ خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔) لیکن اول تو حضورؐ کے صاف صاف ارشادات کے مقابلہ میں حضرت عائشہؓ کے کسی قول کو پیش کرنا ہی سخت گستاخی و بے ادبی ہے۔ اس پر مزید یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف جس روایت میں یہ قول منسوب کیا گیا ہے۔ وہ بجائے خود غیر مستند ہے۔ اسے حدیث کی کسی معتبر کتاب میں کسی قابل ذکر محدث نے نقل نہیں کیا ہے۔ تفسیر کی ایک کتاب درمنثور اور لغت حدیث کی ایک کتاب تکملہ مجمع البحار سے اس کو نقل کیا جاتا ہے۔ مگر اس کی سند کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ایسی ایک ضعیف ترین روایت اور وہ بھی ایک صحابیہ کے قول کو لا کر نبی اکرم ﷺ کے ان ارشادات کے مقابلہ میں پیش کیا جاتا ہے جنہیں عام اکابر محدثین نے صحیح سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔

یہ احادیث بکثرت صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہیں اور بکثرت محدثین نے ان کو بہت سی قوی سندوں سے نقل کیا ہے۔ان کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے مختلف مواقع پر، مختلف طریقوں سے، مختلف الفاظ میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ آپؐ آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ نبوت کا سلسلہ آپؐ پر ختم ہو چکا ہے اور آپؐ کے بعد جو لوگ بھی رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کریں۔ وہ دجال و کذاب ہیں۔قرآن کے الفاظ "خاتم النبیین" کی اس سے زیادہ مستند و معتبر اور قطعی الثبوت تشریح اور کیا ہو سکتی ہے؟۔رسول پاک ﷺ کا ارشاد تو بجائے خود سند و حجت ہے۔مگر جب وہ قرآن کی ایک نص کی شرح کر رہا ہو تب تو وہ اور بھی زیادہ قوی حجت بن جاتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ محمد ﷺ سے بڑھ کر قرآن کو سمجھنے والا اور اس کی تفسیر کا حق دار اور کون ہو سکتا ہے کہ وہ ختم نبوت کا کوئی دوسرا مفہوم بیان کرے اور ہم اسے قبول کرنا کیا معنی قابل التفات بھی سمجھیں؟

صحابہ کرامؓ کا اجماع

قرآن و سنت کے بعد تیسرے درجے میں اہم ترین حیثیت صحابہ کرامؓ کے اجماع کی ہے۔ یہ بات تمام معتبر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے فوراً بعد جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کی نبوت تسلیم کی۔ان سب کے خلاف صحابہ کرامؓ نے بالاتفاق جنگ کی تھی۔

اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ مسیلمہ کذاب کا معاملہ قابل ذکر ہے۔ یہ شخص نبی ﷺ کی نبوت کا منکر نہ تھا۔بلکہ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اسے حضورؐ کے ساتھ شریک نبوت بنایا گیا ہے۔اس نے حضور کی وفات سے پہلے جو عریضہ آپ کو لکھا تھا۔اس کے الفاظ یہ ہیں: "من مسیلمة رسول الله الی محمد رسول الله سلام علیك فانی اشرکت فی الامر معك" (تاریخ الطبری ج۲ ص ۳۰۲) ﴿مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف۔آپ پر سلام ہو۔آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں۔﴾

علاوہ بریں مؤرخ طبری (ج۲ ص ۲۷۶) نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ مسیلمہ کے ہاں جو اذان دی جاتی تھی۔اس میں: "اشهد ان محمد رسول الله" کے الفاظ بھی کہے جاتے تھے۔

اس صریح اقرار رسالت محمدی کے باوجود اسے کافر اور خارج از ملت قرار دیا گیا اور اس

سے جنگ کی گئی۔ تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنو حنیفہ نیک نیتی کے ساتھ In Good Faith اس پر ایمان لائے تھے اور انہیں واقعی اس غلط فہمی میں ڈالا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کو خود شریک رسالت کیا ہے۔ نیز قرآن کی آیات کو ان کے سامنے مسیلمہ پر نازل شدہ آیات کی حیثیت سے ایک ایسے شخص نے پیش کیا تھا۔ جو مدینہ طیبہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کر کے گیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج۵ ص ۵۱)

مگر اس کے باوجود صحابہ کرامؓ نے ان کو مسلمان تسلیم نہیں کیا اور ان پر فوج کشی کی۔ پھر یہ کہنے کی بھی گنجائش نہیں کہ صحابہؓ نے ان کے خلاف ارتداد کی بناء پر نہیں بلکہ بغاوت کے جرم میں جنگ کی تھی۔ اسلامی قانون کی رو سے باغی مسلمانوں کے خلاف اگر جنگ کی نوبت آئے تو ان کے اسیران جنگ غلام نہیں بنائے جاسکتے۔ بلکہ مسلمان تو درکنار، ذمی بھی اگر باغی ہوں تو گرفتار ہونے کے بعد ان کو غلام بنانا جائز نہیں ہے۔ لیکن مسیلمہ اور اس کے پیروؤں پر جب چڑھائی کی گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے اعلان فرمایا کہ ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے گا اور جب وہ لوگ اسیر ہوئے تو فی الواقع ان کو غلام بنایا گیا۔ چنانچہ انہی میں سے ایک لونڈی حضرت علیؓ کے حصے میں آئی۔ جس کے بطن سے تاریخ اسلام کی مشہور شخصیت محمد بن حنفیہ (حنفیہ سے مراد ہے قبیلہ بنو حنیفہ کی عورت) نے جنم لیا۔ (البدایہ والنہایہ ج۱ ص ۳۱۲، ۳۲۵)

اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ نے جس جرم کی بناء پر ان سے جنگ کی تھی وہ بغاوت کا جرم نہیں تھا۔ بلکہ یہ جرم تھا کہ ایک شخص نے محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے لوگ اس کی نبوت پر ایمان لائے۔ یہ کارروائی حضور کی وفات کے فوراً بعد ہوئی ہے۔ ابوبکر صدیقؓ کی قیادت میں ہوئی ہے اور صحابہؓ کی پوری جماعت کے اتفاق سے ہوئی ہے۔ اجماع صحابہؓ کی اس سے زیادہ صریح مثال شاید ہی کوئی اور ہو۔

تمام علمائے امت کا اجماع

اجماع صحابہؓ کے بعد چوتھے نمبر پر مسائل دین میں جس چیز کو حجت کی حیثیت حاصل ہے وہ دور صحابہؓ کے بعد کے علمائے امت کا اجماع ہے۔ اس لحاظ سے جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی سے لے کر آج تک ہر زمانے کے اور پوری دنیائے اسلام میں ہر ملک کے علماء اس عقیدے پر متفق ہیں کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا اور یہ کہ جو بھی آپؐ

کے بعد اس منصب کا دعویٰ کرے یا اس کو مانے وہ کافر، خارج از ملت اسلام ہے۔ اس سلسلہ کے حد بھی چند شواہد ملاحظہ ہوں۔

...... امام ابوحنیفہؒ (۸۰ھ تا ۱۵۰ھ) کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا: ''مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی علامات پیش کروں۔'' اس پر امام اعظمؒ نے فرمایا کہ ''جو شخص اس سے نبوت کی کوئی علامت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ رسول ﷺ فرما چکے ہیں کہ لا نبی بعدی'' (مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہؓ، لابن احمد المکی ج۱ ص۱۶۱، مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۲۱)

۲...... علامہ ابن جریر طبریؒ (۲۱۰ تا ۳۲۴ھ) اپنی مشہور تفسیر قرآن میں آیت: ''ولکن رسول اللہ وخاتم النبین'' کا مطلب بیان کرتے ہیں: ''الذی ختم النبوة فطبع علیها فلا تفتح لاحد بعده الی قیام الساعة'' ﴿جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی، اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لئے نہیں کھلے گا۔﴾ (تفسیر ابن جریر ج۲۲ ص۱۶)

۳...... امام طحاویؒ (۲۳۹ تا ۳۲۱ھ) اپنی کتاب ''عقیدہ طحاویہ'' میں سلف صالحین اور خصوصاً امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے عقائد بیان کرتے ہوئے نبوت کے بارے میں یہ عقیدہ تحریر کرتے ہیں: ''اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے برگزیدہ بندے، چیدہ نبی اور پسندیدہ رسول ہیں اور خاتم الانبیاء، امام الاتقیا، سید المرسلین اور حبیب رب العلمین ہیں اور ان کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ گمراہی اور خواہش نفس کی بندگی ہے۔'' (شرح العقیدة الطحاویہ ص۱۱۳، ۱۱۲، ملخص)

۴...... علامہ ابن حزم اندلسی (۳۸۴، ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں: ''یقیناً وحی کا سلسلہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد منقطع ہو چکا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ وحی نہیں ہوتی مگر ایک نبی کی طرف اور اللہ عزوجل فرما چکا ہے کہ محمد نہیں ہیں تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، مگر وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔'' (المحلی ج۱ ص۹۳، ۹۴)

۵...... امام غزالیؒ (۴۵۰ تا ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں۔ (امام غزالیؒ کی اس رائے کو ہم ان کی اصل عبارت کے ساتھ اس لئے نقل کر رہے ہیں کہ منکرین ختم نبوت نے اس حوالے کی صحت کو بڑے زور و شور سے چیلنج کیا ہے)

''لو فتح هذا الباب (ای باب انکار کون الاجماع) انجر الی امور شنیعة وهو ان قائلا لو قال یجوز ان یبعث رسول بعد نبینا محمد ﷺ

فیبعد التوقف فی تکفیره ومستبد استحالة ذالك عند البحث تستمدمن الاجماع لامحالة، فان العقل لایحیله، ومانقل فیه من قوله لانبی بعدی، من قوله تعالیٰ خاتم النبیین،فلا یعجیزهذا القائل عن تاویله، فیقول خاتم النبیین ارادبه اولوالعزم من الرسل ،فان قالوا النبیین عام، فلایبعد تخصیص العام، وقوله لانبی بعدی لم یردبه الرسول وفرق بین النبی والرسول والنبی اعلی مرتبة من الرسول الی غیرذالك من انواع الهذیان، فهذا مثاله لایمکن ان ندعی استحالته ،من حیث مجرد اللفظ ، فانافی تاویل ظواهر التشبیه قضینا باحتمالات ابعد من هذه،ولم یکن ذالك مبطلاً للنصوص، ولکن الردعلی هذا القائل ان الامة فهمت بالاجماع من هذا اللفظ ومن قرائن احواله انه افهم عدم نبی بعده ابدا وعدم رسول الله ابداوانه لیس فیه تاویل ولاتخصیص فمنکر هذا لایکون الا منکرالاجماع (الاقتصاد فی الاعتقاد ص۱۲۳،۱۲۲)''

اگر یہ دروازہ (یعنی اجماع کو حجت ماننے سے انکار کا) کھول دیا جائے تو بڑی قبیح باتوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ مثلاً اگر کہنے والا کہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کسی نبی کی بعثت ممکن ہے تو اس کی تکفیر میں تامل نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن بحث کے موقع پر جو شخص اس کی تکفیر میں تامل کو ناجائز ثابت کرنا چاہتا ہو اسے لامحالہ اجماع سے مدد لینی پڑے گی۔ کیونکہ عقل اس کے عدم جواز کا فیصلہ نہیں کرتی اور جہاں تک نقل کا تعلق ہے اس عقیدے کا قائل لانبی بعدی اور خاتم النبیین کی تاویل کرنے سے عاجز نہ ہوگا۔ وہ کہے گا کہ خاتم النبیین سے مراد اولوالعزم رسولوں کا خاتم ہوتا ہے اور اگر کہا جائے کہ نبیین کا لفظ عام ہے تو عام کو خاص قرار دے دینا اس کے لئے کچھ مشکل نہ ہوگا اور لانبی بعدی کے متعلق وہ کہہ دے گا کہ لارسول بعدی تو نہیں کہا گیا، رسول اور نبی میں فرق ہے اور نبی کا مرتبہ رسول سے بلند تر ہے۔ غرض اس طرح کی بکواس بہت کچھ کی جا سکتی ہے اور محض لفظ کے اعتبار سے ایسی تاویلات کو ہم محال نہیں سمجھتے بلکہ ظواہر تشبیہ کی تاویل میں ہم اس سے بھی زیادہ بعید احتمالات کی گنجائش مانتے ہیں اور اس طرح کی تاویلیں کرنے والے کے متعلق ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ نصوص کا انکار کر رہا ہے۔ لیکن اس قول کے قائل کی تردید

میں ہم یہ کہیں گے کہ امت نے بالاتفاق اس لفظ (یعنی لا نبی بعدی) اور نبی ﷺ کے قرائن احوال سے یہ سمجھا ہے کہ حضورؐ کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے بعد کبھی نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول، نیز امت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اس میں کسی تاویل اور تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو منکر اجماع کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

۶...... محی السنہ بغویؒ (متوفی ۵۱۰ھ) اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھتے ہیں: ''اللہ نے آپؐ کے ذریعہ سے نبوت کو ختم کیا، پس آپ انبیاء کے خاتم ہیں...... اور ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(معالم التنزیل ص ۱۷۸)

۷...... علامہ زمخشری (۴۶۷ تا ۵۳۸ھ) تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں: ''اگر تم کہو کہ نبی ﷺ آخری نبی کیسے ہوئے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں نازل ہوں گے؟ تو میں کہوں گا کہ آپؐ کا آخری نبی ہونا اس معنی میں ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جو آپؐ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدیہ کے پیرو اور آپؐ کے قبلے کی طرف نماز پڑھنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ گویا کہ وہ آپؐ ہی کی امت کے ایک فرد ہیں۔'' (ج ۳ ص ۵۴۵،۵۴۴)

۸...... قاضی عیاضؒ (متوفی ۵۴۴ھ) لکھتے ہیں: ''جو شخص اپنے حق میں نبوت کا دعویٰ کرے، یا اس بات کو جائز رکھے کہ آدمی نبوت کا اکتساب کر سکتا ہے اور صفائی قلب کے ذریعے سے مرتبہ نبوت تک پہنچ سکتا ہے۔ جیسا کہ بعض فلسفی اور غالی صوفی کہتے ہیں اور ایسا شخص جو نبوت کا دعویٰ تو نہ کرے مگر یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے...... ایسے سب لوگ کافر اور نبی ﷺ کے جھٹلانے والے ہیں۔ کیونکہ آپؐ نے خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر پہنچائی ہے کہ آپ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں اور تمام انسانوں کی طرف آپؐ کو بھیجا گیا ہے اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر مفہوم پر محمول ہے۔ اس کے معنی و مفہوم میں کسی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ان تمام گروہوں کے کافر ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں۔ بر بنائے اجماع بھی اور بر بنائے نقل بھی۔'' (شفاء ج ۲ ص ۲۴۷)

۹...... علامہ شہرستانیؒ (متوفی ۵۴۸ھ) اپنی مشہور کتاب الملل والنحل میں لکھتے ہیں: ''اور اسی طرح جو کہے...... کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا ہے (بجز عیسیٰ علیہ السلام کے) تو اس کے کافر ہونے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہے۔'' (ج۳ص۲۴۹)

۱۰...... امام رازیؒ (۵۴۳تا۶۰۶ھ) اپنی تفسیر کبیر میں آیت خاتم النبیین کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس سلسلہ بیان میں ''خاتم النبیین'' اس لئے فرمایا کہ جس نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی ہو وہ اگر نصیحت اور توضیح احکام میں کوئی کسر چھوڑ جائے تو اس کے بعد آنے والا نبی اسے پورا کرسکتا ہے۔ مگر جس کے بعد کوئی آنے والا نبی نہ ہو وہ اپنی امت پر زیادہ شفیق ہوتا ہے اور اس کو زیادہ واضح رہنمائی دیتا ہے۔ کیونکہ اس کی مثال اس باپ کی ہوتی ہے جو جانتا ہے کہ اس کے بیٹے کا کوئی ولی و سرپرست اس کے بعد نہیں ہے۔'' (ج۱۳ص۲۱۴)

۱۱...... علامہ بیضاویؒ (متوفی ۶۸۵ھ) اپنی تفسیر انوار التنزیل میں لکھتے ہیں: ''یعنی آپؐ انبیاء میں سب سے آخری نبی ہیں۔ جس نے ان کا سلسلہ ختم کردیا یا جس سے انبیاء کے سلسلے پر مہر کردی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپؐ کے بعد نازل ہونا ختم نبوت میں قادح نہیں ہے کیونکہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ہی کے دین پر ہوں گے۔'' (ج۲ص۱۹۶)

۱۲...... علامہ حافظ الدین نسفیؒ (متوفی ۷۱۰ھ) اپنی تفسیر ''مدارک التنزیل'' میں لکھتے ہیں: '' اور آپؐ خاتم النبیین ہیں...... یعنی نبیوں میں سب سے آخری۔ آپؐ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں بنایا جائے گا۔ رہے عیسیٰ علیہ السلام تو وہ ان انبیاء میں سے ہیں جو آپؐ سے پہلے نبی بنائے جاچکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمد ﷺ پر عمل کرنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ گویا کہ وہ آپ کی امت کے افراد میں سے ہیں۔'' (ص۴۷۱)

۱۳...... علامہ علاؤالدین بغدادیؒ (متوفی ۷۲۵ھ) اپنی تفسیر ''خازن ج۵ص۲۱۸'' میں لکھتے ہیں: ''وخاتم النبیین، یعنی اللہ نے آپؐ پر نبوت ختم کردی اب نہ آپؐ کے بعد کوئی نبوت ہے نہ آپؐ کے ساتھ کوئی اس میں شریک...... وکان اللہ بکل شیء علیما ﴿یہ بات اللہ کے علم میں ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں﴾

۱۴...... علامہ ابن کثیرؒ (متوفی ۷۷۴ھ) اپنی مشہور و معروف تصنیف میں لکھتے ہیں: ''پس یہ آیت اس باب میں نص صریح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تو رسول بدرجہ اولیٰ نہیں

ہے۔کیونکہ رسالت کا منصب خاص ہے اور نبوت کا منصب عام، ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا......حضورﷺ کے بعد جو شخص بھی اس مقام کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ،مفتری ،دجال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے، خواہ وہ کیسے ہی خرق عادت اور شعبدے اور جادو اور طلسم اور کرشمے بنا کر لے آئے......یہی حیثیت ہر اس شخص کی ہے جو قیامت تک اس منصب کا مدعی ہو۔" (تفسیر ابن کثیر ج۶ ص۳۸۱،۳۸۴)

۱۵...... علامہ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ) تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں: "وکان اللہ بکل شیء علیما، یعنی اللہ اس بات کو جانتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو آپؐ کی شریعت کے مطابق عمل کریں گے۔" (ص۳۵۵)

۱۶...... علامہ ابن نجیمؒ (متوفی ۹۷۰ھ) اصول فقہ کی مشہور کتاب الاشباہ والنظائر، کتاب السیر ،باب الردہ میں لکھتے ہیں: "اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمدﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ ان باتوں میں سے ہے جن کا جاننا اور ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔" (ص۱۰۲)

۱۷...... ملا علی قاریؒ (متوفی ۱۰۱۶ھ) شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: "ہمارے نبیﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔" (ص۲۰۲)

۱۸...... شیخ اسماعیل حقیؒ (متوفی ۱۱۳۷ھ) تفسیر البیان میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "عاصم نے لفظ خاتم ت کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔جس کے معنی آلہ ختم کے جس سے مہر کی جاتی ہے۔جیسے طابع اس چیز کو کہتے ہیں جس سے ٹھپا لگایا جائے۔مراد یہ ہے کہ نبیﷺ انبیاء میں سب سے آخر تھے۔جن کے ذریعہ سے نبیوں کے سلسلے پر مہر لگا دی گئی۔فارسی میں اسے "مہر پیغمبراں" کہیں گے۔یعنی آپؐ سے نبوت کا دروازہ سربمہر کر دیا گیا اور پیغمبروں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔باقی قاریوں نے اسے ت کے زیر کے ساتھ خاتم پڑھا ہے۔یعنی آپ مہر کرنے والے تھے۔فارسی میں اس کو "مہر کنندہ پیغمبراں" کہیں گے۔اس طرح یہ لفظ بھی خاتم کا ہم معنی ہے......اب آپؐ کی امت کے علماء آپؐ سے صرف ولایت ہی کی میراث پائیں گے۔نبوت کی میراث آپؐ کی ختمیت کے باعث ختم ہو چکی اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپؐ کے بعد نازل ہونا آپؐ کے خاتم النبیین ہونے میں قادح نہیں ہے کیونکہ خاتم النبیین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جائے گا......اور عیسیٰ علیہ السلام آپؐ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ

نازل ہوں گے تو شریعت محمدیؐ کے پیروکی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ آپ ﷺ ہی کے قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے۔ آپؐ کی امت کے ایک فرد کی طرح ہوں گے۔ نہ ان کی طرف وحی آئے گی اور نہ وہ نئے احکام دیں گے۔ بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہوں گے...... اور اہلسنت والجماعت اس بات کی قائل ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا: ''ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین'' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا ''لانبی بعدی'' اب جوکوئی کہے کہ ہمارے نبیؐ کے بعد کوئی نبی ہے تو اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے نص کا انکار کیا اور اسی طرح اس شخص کی بھی تکفیر کی جائے گی جو اس میں شک کرے۔ کیونکہ حجت نے حق کو باطل سے ممیز کردیا ہے اور جو شخص محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اس کا دعویٰ باطل کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا۔'' (جلد۲۲ص ۱۸۸)

۱۹...... فتاویٰ عالمگیری، جسے بارھویں صدی ہجری میں اورنگزیب عالمگیر کے حکم سے ہندوستان کے بہت سے اکابر علماء نے مرتب کیا تھا، اس میں لکھا ہے: ''اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلم نہیں ہے اور اگر وہ کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا میں پیغمبر ہوں تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔'' (جلد۲ص ۲۶۳)

۲۰...... علامہ شوکانیؒ (متوفی ۱۲۵۵ھ) اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں: ''جمہور نے لفظ خاتم کو ''ت'' کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور عاصم نے زبر کے ساتھ۔ پہلے قرأت کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے انبیاء کو ختم کیا، یعنی سب کے آخر میں آئے۔ دوسری قرأت کے معنی ہیں کہ آپ ان کے لئے مہر کی طرح ہوگئے۔ جس کے ذریعہ سے ان کا سلسلہ سربمہر ہوگیا اور جس کے شمول سے ان کا گروہ مزین ہوا۔'' (جلد۴ص ۲۷۵)

۲۱...... علامہ آلوسیؒ (متوفی ۱۲۷۰ھ) تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں: ''نبی کا لفظ رسول کی بہ نسبت عام ہے۔ لہٰذا رسول ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے خود بخود لازم آتا ہے کہ آپ خاتم النبیین بھی ہوں اور آپؐ کے خاتم الانبیاء ورسل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں وصف نبوت سے آپؐ کے متصف ہونے کے بعد اب جن وانس میں سے ہر ایک کے لئے نبوت کا وصف منقطع ہوگیا۔'' (تفسیر روح المعانی ج۸ص ۳۹)

''رسول اللہ ﷺ کے بعد جو شخص وحی نبوت کا مدعی ہو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ اس

امر میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔" (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۳۸)

"رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایک ایسی بات ہے جسے کتاب اللہ نے صاف صاف بیان کیا۔ سنت نے واضح طور پر اس کی تصریح کی اور امت نے اس پر اجماع کیا۔ لہٰذا جو اس کے خلاف کوئی دعویٰ کرے اسے کافر قرار دیا جائے گا۔" (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۳۹)

یہ ہندوستان سے لے کر مراکش اور اندلس تک اور ٹرکی سے لے کر یمن تک ہر مسلمان ملک کے اکابر علماء و فقہاء اور محدثین و مفسرین کی تصریحات ہیں۔ ہم نے ان کے ناموں کے ساتھ ان کے سنین ولادت و وفات بھی دے دیئے ہیں۔ جن سے ہر شخص بیک نظر معلوم کر سکتا ہے کہ پہلی صدی سے تیرھویں صدی تک تاریخ اسلام کی ہر صدی کے اکابر ان میں شامل ہیں۔ اگر چہ ہم چودھویں صدی کے علمائے اسلام کی تصریحات بھی نقل کر سکتے تھے۔ مگر ہم نے قصداً انہیں اس لئے چھوڑ دیا کہ ان کی تفسیر کے جواب میں ایک شخص یہ حیلہ کر سکتا ہے کہ ان لوگوں نے اس دور کے مدعی نبوت کی ضد میں ختم نبوت کے یہ معنی بیان کئے ہیں۔ اس لئے ہم نے پہلے کے علماء کی تحریریں نقل کی ہیں جو ظاہر ہے کہ آج کے کسی شخص سے کوئی ضد نہ رکھ سکتے تھے۔ ان تحریروں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ پہلی صدی سے آج تک پوری دنیائے اسلام متفقہ طور پر "خاتم النبیین" کے معنی "آخری نبی" ہی سمجھتی رہی ہے۔ حضورؐ کے بعد نبوت کے دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند تسلیم کرنا ہر زمانے میں تمام مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ رہا ہے اور اس امر میں مسلمانوں کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا کہ جو شخص محمد رسول ﷺ کے بعد رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور جو اس کے دعوے کو مانے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

اب یہ دیکھنا ہر صاحب عقل آدمی کا اپنا کام ہے کہ لفظ خاتم النبیین کا جو مفہوم لغت سے ثابت ہے۔ جو قرآنی عبارت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔ جس کی تصریح نبی ﷺ نے خود فرما دی ہے۔ جس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے اور جسے صحابہ کرامؓ کے زمانے سے لے کر آج تک تمام دنیا کے مسلمان بلا اختلاف مانتے رہے ہیں۔ اس کے خلاف کوئی دوسرا مفہوم لینے اور کسی نئے مدعی کے لئے نبوت کا دروازہ کھولنے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے اور ایسے لوگوں کو کیسے مسلمان تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ جنہوں نے باب نبوت کے مفتوح ہونے کا محض خیال ہی ظاہر نہیں کیا ہے۔ بلکہ اس دروازے سے ایک صاحب حریم نبوت میں داخل بھی ہو گئے ہیں اور یہ لوگ ان کی نبوت پر ایمان بھی لے آئے ہیں۔ اس سلسلے میں تین باتیں اور قابل غور ہیں۔

کیا اللہ کو ہمارے ایمان سے کوئی دشمنی ہے؟

پہلی بات یہ ہے کہ نبوت کا معاملہ ایک بڑا ہی نازک معاملہ ہے۔ قرآن مجید کی رو سے یہ اسلام کے ان بنیادی عقائد میں سے ہے۔ جن کے ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کے کفر وایمان کا انحصار ہے۔ ایک شخص نبی ہو اور آدمی اس کو نہ مانے تو کافر، اور وہ نبی نہ ہو اور آدمی اس کو مان لے تو کافر۔ ایسے ایک نازک معاملے میں تو اللہ تعالیٰ سے کسی بے احتیاطی کی بدرجہ اولیٰ توقع نہیں کی جاسکتی۔ اگر محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ خود قرآن میں صاف صاف اس کی تصریح فرماتا۔ رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے اس کا کھلا کھلا اعلان کراتا اور حضورؐ دنیا سے کبھی تشریف نہ لے جاتے جب تک اپنی امت کو اچھی طرح خبردار نہ کر دیتے کہ میرے بعد بھی انبیاء آئیں گے اور تمہیں ان کو ماننا ہوگا۔ آخر اللہ اور اس کے رسول کو ہمارے دین وایمان سے کیا دشمنی تھی کہ حضورؐ کے بعد نبوت کا دروازہ تو کھلا ہوتا اور کوئی نبی آنے والا بھی ہوتا جس پر ایمان لائے بغیر ہم مسلمان نہ ہوسکتے۔ مگر ہم کو نہ صرف یہ کہ اس سے بے خبر رکھا گیا۔ بلکہ اس کے برعکس اللہ اور اس کا رسولؐ، دونوں ایسی باتیں فرما دیتے جن سے تیرہ سو برس تک ساری امت یہی سمجھتی رہی اور آج بھی سمجھ رہی ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

اب اگر بفرض محال نبوت کا دروازہ واقعی کھلا بھی ہو اور کوئی نبی آ بھی جائے تو ہم بے خوف وخطر اس کا انکار کر دیں گے۔ خطرہ ہوسکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی باز پرس ہی کا تو ہوسکتا ہے۔ وہ قیامت کے روز ہم سے پوچھے گا تو ہم یہ سارا ریکارڈ بر سر عدالت لا کر رکھ دیں گے۔ جس سے ثابت ہو جائے گا کہ معاذ اللہ اس کفر کے خطرے میں تو اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت ہی نے ہمیں ڈالا تھا۔ ہمیں قطعاً کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ اس ریکارڈ کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ ہمیں کسی نئے نبی پر ایمان نہ لانے کی سزا دے ڈالے گا۔ لیکن اگر نبوت کا دروازہ فی الواقع بند ہے اور کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اور اس کے باوجود کوئی شخص کسی مدعی کی نبوت پر ایمان لاتا ہے۔ تو اسے سوچ لینا چاہئے کہ اس کفر کی پاداش سے بچنے کے لئے وہ کون سا ریکارڈ خدا کی عدالت میں پیش کر سکتا ہے۔ جس سے وہ رہائی کی توقع رکھتا ہے۔ عدالت میں پیشی ہونے سے پہلے اسے اپنی صفائی کے مواد کا یہیں جائزہ لینا چاہئے اور ہمارے پیش کردہ مواد سے مقابلہ کر کے خود ہی دیکھ لینا چاہئے کہ جس صفائی کے بھروسے پر وہ کام کر رہا ہے۔ کیا ایک عقلمند آدمی اس پر اعتماد کر کے کفر کی سزا کا خطرہ مول لے سکتا ہے؟

اب نبی کی آخر ضرورت کیا ہے؟

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ نبوت کوئی ایسی صفت نہیں ہے جو ہر اس شخص میں پیدا ہو جایا کرے جس نے عبادت اور عمل صالح میں ترقی کر کے اپنے آپ کو اس کا اہل بنالیا ہو۔ نہ یہ کوئی ایسا انعام ہے جو کچھ خدمات کے صلے میں عطا کیا جاتا ہو۔ بلکہ یہ ایک منصب ہے جس پر ایک خاص ضرورت کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مقرر کرتا ہے۔ وہ ضرورت جب داعی ہوتی ہے تو ایک نبی اس کے لئے مامور کیا جاتا ہے اور جب ضرورت نہیں رہتی تو خواہ مخواہ انبیاء پر انبیاء نہیں بھیجے جاتے۔

قرآن مجید سے جب ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی کے تقرر کی ضرورت کن حالات میں پیش آئی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ صرف چار حالتیں ایسی ہیں۔ جن میں انبیاء مبعوث ہوئے ہیں۔

اوّل! یہ کہ کسی خاص قوم میں نبی بھیجنے کی ضرورت اس لئے ہو کہ اس میں پہلے کبھی کوئی نبی نہ آیا تھا اور کسی دوسری قوم میں آئے ہوئے نبی کا پیغام بھی اس تک نہ پہنچ سکتا تھا۔

دوم! یہ کہ نبی بھیجنے کی ضرورت اس وجہ سے ہو کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کی تعلیم بھلا دی گئی ہو۔ یا اس میں تحریف ہو گئی ہو اور اس کے نقش قدم کی پیروی کرنا ممکن نہ رہا ہو۔

سوم! یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعہ سے مکمل تعلیم وہدایت لوگوں کو نہ پہنچی ہو اور تکمیل دین کے لئے مزید انبیاء کی ضرورت ہو۔

چہارم! یہ کہ ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لئے ایک اور نبی کی حاجت ہو۔

اب یہ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی ضرورت بھی نبی ﷺ کے بعد باقی نہیں رہی ہے۔

قرآن خود کہہ رہا ہے کہ حضورؐ کو تمام دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا ہے۔ اور دنیا کی تمدنی تاریخ بتا رہی ہے کہ آپؐ کی بعثت کے وقت سے مسلسل ایسے حالات موجود رہے ہیں کہ آپؐ کی دعوت سب قوموں کو پہنچ سکتی تھی اور ہر وقت پہنچ سکتی تھی۔ اس کے بعد الگ الگ قوموں میں انبیاء آنے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔

قرآن اس پر بھی گواہ ہے اور اس کے ساتھ حدیث وسیرت کا پورا ذخیرہ اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ حضورؐ کی لائی ہوئی تعلیم بالکل اپنی صحیح صورت میں محفوظ ہے۔ اس میں مسخ و

تحریف کا کوئی عمل نہیں ہوا ہے۔ جو کتاب آپؐ لائے تھے۔ اس میں ایک لفظ کی بھی کمی وبیشی آج تک نہیں ہوئی نہ قیامت تک ہوسکتی ہے۔ جو ہدایت آپؐ نے اپنے قول وعمل سے دی۔ اس کے تمام آثار آج بھی اس طرح ہمیں مل جاتے ہیں کہ گویا ہم آپؐ کے زمانے میں موجود ہیں۔ اس لئے دوسری ضرورت بھی ختم ہوگئی۔

پھر قرآن مجید یہ بات بھی صاف صاف کہتا ہے کہ حضورؐ کے ذریعہ سے دین کی تکمیل کر دی گئی۔ لہٰذا تکمیل دین کے لئے بھی اب کوئی نبی درکار نہیں رہا۔

اب رہ جاتی ہے چوتھی ضرورت، تو اگر اس کے لئے کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضورؐ کے زمانے میں آپؐ کے ساتھ مقرر کیا جاتا۔ ظاہر ہے جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ وجہ بھی ساقط ہوگئی۔

اب ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ پانچویں وجہ کون سی ہے جس کے لئے آپؐ کے بعد ایک نبی کی ضرورت ہو؟ اگر کوئی کہے کہ قوم بگڑ گئی ہے۔ اس لئے اصلاح کی خاطر ایک نبی کی ضرورت ہے۔ تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ محض اصلاح کے لئے نبی دنیا میں کب آیا ہے کہ آج صرف اس کام کے لئے وہ آئے؟ نبی تو اس لئے مقرر ہوتا ہے کہ اس پر وحی کی جائے اور وحی کی ضرورت یا تو کوئی نیا پیغام دینے کے لئے ہوتی ہے۔ یا پچھلے پیغام کی تکمیل کرنے کے لئے یا اس کی تحریفات سے پاک کرنے کے لئے۔ قرآن اور سنت ﷺ کے محفوظ ہوجانے اور دین کے مکمل ہو جانے کے بعد جب وحی کی سب ممکن ضرورتیں ختم ہوچکی ہیں۔ تو اب اصلاح کے لئے صرف مصلحین کی حاجت باقی ہے نہ انبیاء کی۔

نئی نبوت اب امت کے لئے رحمت نہیں بلکہ لعنت ہے

تیسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ نبی جب بھی کسی قوم میں آئے گا۔ فوراً اس میں کفر و ایمان کا سوال اٹھ کھڑا ہوگا۔ جو اس کو مانیں گے وہ ایک امت قرار پائیں گے اور جو اس کو نہ مانیں گے وہ لامحالہ دوسری امت ہوں گے۔ ان دونوں امتوں کا اختلاف محض فروعی اختلاف نہ ہوگا۔ بلکہ ایک نبی پر ایمان لانے اور نہ لانے کا ایسا بنیادی اختلاف ہوگا جو انہیں اس وقت تک جمع نہ ہونے دے گا جب تک ان میں سے کوئی ایک اپنا عقیدہ نہ چھوڑ دے۔ پھر ان کے لئے عملاً بھی ہدایت اور قانون کے ماخذ الگ الگ ہوں گے۔ کیونکہ ایک گروہ وہ اپنے تسلیم کردہ نبی کی پیش کی ہوئی وحی اور اس کی سنت سے قانون لے گا اور دوسرا گروہ اس کے ماخذ قانون ہونے کا سرے سے منکر ہوگا۔ اس بناء پر ان کا ایک مشترک معاشرہ بن جانا کسی طرح بھی ممکن نہ ہوگا۔

ان حقائق کو اگر کوئی شخص نگاہ میں رکھے تو اس پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ ختم نبوت امت مسلمہ کے لئے اللہ کی ایک بہت بڑی رحمت ہے۔ جس کی بدولت ہی اس امت کا ایک دائمی اور عالمگیر برادری بننا ممکن ہوا ہے۔ اس چیز نے مسلمانوں کو ایسے ہر بنیادی اختلاف سے محفوظ کر دیا ہے۔ جو ان کے اندر مستقل تفریق کا موجب ہوسکتا ہے۔ اب جو شخص بھی محمد ﷺ کو اپنا ہادی و رہبر مانے اور ان کی دی ہوئی تعلیم کے سوا کسی اور ماخذ ہدایت کی طرف رجوع کرنے کا قائل نہ ہو وہ اس برادری کا فرد ہے اور ہر وقت ہوسکتا ہے۔ یہ وحدت اس امت کو کبھی نصیب نہ ہو سکتی تھی۔ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہو جاتا۔ کیونکہ ہر نبی کے آنے پر یہ پارہ پارہ ہوتی رہتی۔

آدمی سوچے تو اس کی عقل خود یہ کہہ دے گی کہ جب تمام دنیا کے لئے ایک نبی بھیج دیا جائے اور جب اس نبی کے ذریعہ سے دین کی تکمیل بھی کر دی جائے اور جب اس نبی کی تعلیم کو پوری طرح محفوظ بھی کر دیا جائے تو نبوت کا دروازہ بند ہو جانا چاہئے تا کہ اس آخری نبی کی پیروی پر جمع ہو کر تمام دنیا میں ہمیشہ کے لئے اہل ایمان کی ایک ہی امت بن سکے اور بلا ضرورت نئے نئے نبیوں کی آمد سے اس امت میں بار بار تفرقہ نہ برپا ہوتا رہے۔ نبی خواہ "ظلی" ہو یا "بروزی" امتی ہو یا صاحب شریعت اور صاحب کتاب، بہر حال جو شخص نبی ہوگا اور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہوگا۔ اس کے آنے کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ اس کے ماننے والے ایک امت بنیں اور نہ ماننے والے کافر قرار پائیں۔ یہ تفریق اس حالت میں تو ناگزیر ہے جبکہ نبی کے بھیجے جانے کی فی الواقع ضرورت ہو۔ مگر جب اس کے آنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے تو خدا کی حکمت اور اس کی رحمت سے یہ بات قطعی بعید ہے کہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کرے اور انہیں کبھی ایک امت نہ بننے دے۔ لہٰذا جو کچھ قرآن سے ثابت ہے اور جو کچھ سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ عقل بھی اسی کو صحیح تسلیم کرتی ہے اور اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اب نبوت کا دروازہ بند ہی رہنا چاہئے۔

مسیح موعود کی حقیقت

نئی نبوت کی طرف بلانے والے حضرات عام طور پر ناواقف مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ مسیح نبی تھے اور اس لئے ان کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی۔ بلکہ ختم نبوت بھی برحق اور ان اس کے باوجود مسیح موعود کا آنا بھی برحق۔

اس سلسلے میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ "مسیح موعود" سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں

ہیں۔ ان کا تو انتقال ہو چکا ہے۔ اب جس کے آنے کی خبر احادیث میں دی گئی ہے۔ وہ مثیل مسیح، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مانند ایک مسیح ہے اور وہ فلاں شخص ہے جو آچکا ہے۔ اس کا ماننا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ اس فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے ہم یہاں پورے حوالوں کے ساتھ وہ مستند روایات نقل کئے دیتے ہیں۔ جو اس مسئلے کے متعلق حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان احادیث کو دیکھ کر ہر شخص خود معلوم کر سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا تھا اور آج اس کو کیا بنایا جارہا ہے۔

احادیث در باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

۱...... عن ابی هريرةؓ قال قال رسول اللهﷺ والذی نفسی بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب ويفيض المال حتی لايقبله احد حتی تكون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا ومافيها (بخاری ج۱ ص۴۹۰ كتاب احاديث الانبياء، باب نزول عيسى ابن مريم، مسلم ج۱ ص۸۷، باب بيان نزول عيسى، ترمذی ج۲ ص۴۷، ابواب الفتن، باب فی نزول عيسىٰ، مسند احمد ص۲۷۲، مرويات ابی هريرةؓ)''

﴿حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کر۔ پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو ہلاک کر دیں گے[۱]۔﴾

---

[۱] صلیب کو توڑ ڈالنے اور خنزیر کو ہلاک کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت ایک الگ دین کی حیثیت سے ختم ہو جائے گی۔ دین عیسوی کی پوری عمارت اس عقیدے پر قائم ہے کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو صلیب پر ''لعنت'' کی موت دی جس سے وہ انسان کے گناہ کا کفارہ بن گیا اور انبیاء کی امتوں کے درمیان عیسائیوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے صرف عقیدے کو لے کر خدا کی پوری شریعت رد کر دی۔ حتیٰ کہ خنزیر تک کو حلال کر لیا۔ جو تمام انبیاء کی شریعتوں میں حرام رہا ہے۔ پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ کر خود اعلان کر دیں گے کہ نہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ نہ میں نے صلیب پر جان دی۔ نہ میں کسی کے گناہ کا کفارہ بنا تو عیسائی عقیدے کے لئے سرے سے کوئی بنیاد ہی باقی نہ رہے گی۔ اسی طرح جب وہ بتائیں گے کہ میں نے تو نہ اپنے پیروؤں کے لئے سؤر حلال کیا تھا اور نہ ان کو شریعت کی پابندی سے آزاد ٹھہرایا تھا۔ تو عیسائیت کی دوسری امتیازی خصوصیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

''دوسری روایت میں حرب کی بجائے جزیہ کا لفظ ہے۔ یعنی جزیہ ختم کر دیں گے[1] اور مال کی وہ کثرت ہوگی کہ اس کو قبول کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور (حالت یہ ہو جائے گی کہ لوگوں کے نزدیک خدا کے حضور) ایک سجدہ کر لینا دنیا و مافیہا سے زیادہ بہتر ہوگا۔''

۲...... ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ان الفاظ میں ہے کہ: ''لایقوم الساعة حتی ینزل عیسی ابن مریم ...... ﴿قیامت قائم نہ ہوگی جب تک نازل نہ ہولیں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام۔﴾ ...... اور اس کے بعد وہی مضمون ہے جو اوپر کی حدیث میں بیان ہوا ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۳۶، کتاب المظالم، باب کسر الصلیب، ابن ماجه ص ۲۹۹، کتاب الفتن باب فتنة الدجال)

۳...... ''عن ابی هریرةؓ ان رسول اللهﷺ قال کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰، کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسیٰ، مسلم ج ۱ ص ۸۷، بیان نزول عیسیٰ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۲، مرویات ابی هریرةؓ) ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''کیسے ہو گے تم جبکہ تمہارے درمیان ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام اس وقت خود تم میں سے ہوگا[2]۔''

۴...... ''عن ابی هریرة ان رسول اللهﷺ قال ینزل عیسیٰ ابن مریم فیقتل الخنزیر ویمحوا الصلیب وتجمع له الصلوٰة ویعطی المال حتی لایقبل ویضع الخراج وینزل الروحاء فیحج منها، اویعتمر، ویجمعهّا'' (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۰، بسلسله مرویات ابی هریرةؓ، مسلم کتاب الحج، باب جواز التمتع فی الحج والقران) ''﴿حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے پھر وہ خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو مٹا دیں گے اور ان کے لئے نماز جمع کی جائے گی اور وہ اتنا مال تقسیم کریں گے کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا اور وہ خراج ساقط کر دیں گے اور روحا (فج روحاء مدینہ سے ۳۵ میل کے فاصلے پر ایک مقام) کے مقام پر منزل کر کے وہاں سے حج یا عمرہ کریں گے۔ یا دونوں کو جمع کریں گے۔ (راوی کو شک ہے کہ حضورؐ نے ان میں سے کون سی بات فرمائی تھی۔﴾

---

[1] دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت ملتوں کے اختلاف ختم ہو کر سب لوگ ایک ملت اسلام میں شامل ہو جائیں گے اور اس طرح نہ جنگ ہوگی اور نہ کسی پر جزیہ عائد کیا جائے گا۔ اس بات پر آگے احادیث نمبر ۵، ۱۵ دلالت کر رہی ہیں۔

[2] یعنی نماز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام امامت نہیں کرائیں گے بلکہ مسلمانوں کا جو امام پہلے سے ہوگا اسی کے پیچھے وہ نماز پڑھیں گے۔

۵...... ''عن ابی هریرة(بعد ذکر خروج الدجال) فبینا هم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا قیمت الصلوة فینزل عیسیٰ ابن مریم فامهم فاذا رآه عدو الله یذوب کما یذوب الملح فی الماء فلوترکه لانذاب حتی یهلك ولکن یقتله الله بیده فیریهم دمه حربته (مشکوٰة ص٤٦٦،کتاب الفتن ،باب الملاحم،بحواله مسلم ج۲ص٣٩٢) '' ﴿حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ(دجال کے خروج کا ذکر کرنے کے بعد حضورؐ نے فرمایا) اسی اثناء میں کہ مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہوں گے۔صفیں باندھ رہے ہوں گے اور نماز کے لئے تکبیر امامت کہی جا چکی ہوگی کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہو جائیں گے اور نماز میں مسلمانوں کی امامت کریں گے اور اللہ کا دشمن (یعنی دجال) ان کو دیکھتے ہی اس طرح گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کو اس کے حال پر ہی چھوڑ دیں تو وہ آپ ہی گھل کر مر جائے۔مگر اللہ اس کو ان کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور وہ اپنے نیزے میں اس کا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔﴾

۶...... ''عن ابی هریرةؓ ان النبیﷺ قال لیس بینی وبینه نبی (یعنی عیسیٰ) وانه نازل فاذارأ یتموه فاعر فوه رجل مربوع الی الحمرة والبیاض ،بین ممصرتین کأن رأسه یقطروان لم یصبه بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویهلك الله فی زمانه الملل کلها الاالاسلام ویهلك المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی فیصلی علیه المسلمون (ابو داؤد ،کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، مسند احمد ج۲ص٤٣٧، مرویات ابوهریرةؓ) '' ﴿ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا میرے اور ان کے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور یہ کہ وہ اترنے والے ہیں۔پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔وہ ایک میانہ قد آدمی ہیں۔رنگ مائل بسرخی وسپیدی ہے۔دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے گویا اب ان سے پانی ٹپکنے والا ہے۔حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے۔وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے۔صلیب کو پاش پاش کر دیں گے۔خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے اور اللہ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام ملتوں کو مٹادے گا اور وہ مسیح دجال کو ہلاک کر دیں گے اور زمین میں وہ چالیس سال ٹھہریں گے۔پھر وہ انتقال کر جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔﴾

۷...... ’’عن جابرؓ بن عبداللہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ فینزل عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فیقول امیرھم تعال فصل فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذا الامۃ (مسلم،باب نزول عیسیٰ ابن مریم،مسند احمد ج۳ ص۳۴۵،بسلسلہ مرویات جابر بن عبداللہؓ)‘‘ ﴿حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ...... پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا کہ آیئے آپ نماز پڑھایئے۔مگر وہ کہیں گے کہ نہیں۔تم لوگ خود ہی ایک دوسرے کے امیر ہو[1]۔یہ وہ اس عزت کا لحاظ رکھتے ہوئے کہیں گے جو اللہ نے اس امت کو دی ہے[2]۔﴾

۸...... ’’عن جابر بنؓ عبداللہ(فی قصۃ ابن صیاد) فقال عمر بن الخطابؓ ائذن لی فاقتلہ یارسول اللہ فقال رسول اللہ ﷺ ان یکن ھوفلست صاحبہ ،انما صاحبہ عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوۃ والسلام ،وان لایکن فلیس لك ان تقتل رجلا من اهل العهد(مشکوٰۃ ص٤٧٩،کتاب الفتن،باب قصة ابن صیاد، بحواله شرح السنه بغوی ج ٧ص٤٥٤ حديث نمبر ٤١٦٩ باب ذكر ابن صياد)‘‘ ﴿جابر بن عبداللہؓ (قصہ ابن صیاد کے سلسلہ میں) روایت کرتے ہیں کہ پھر عمر بن خطابؓ نے عرض کیا،یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے قتل کردوں۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ وہی شخص (یعنی دجال) ہے تو اس کے قتل کرنے والے تم نہیں ہو۔بلکہ اسے تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہی قتل کریں گے اور اگر یہ وہ شخص نہیں ہے تو تمہیں اہل عہد (یعنی ذمیوں) میں سے ایک آدمی کو قتل کردینے کا کوئی حق نہیں ہے۔﴾

۹...... ’’عن جابرؓ بن عبداللہ (فی قصۃ الدجال) فاذاھم بعیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فتقام الصلوٰۃ فیقال لہ تقدم یاروح اللہ فیقول لیتقدم امامکم فلیصل بکم فاذاصلی صلوٰۃ الصبح خرجوالیہ قال فحین یری الکذاب ینماث کما ینماث الملح فی الماء فیمشی الیہ فیقتلہ ،حتی ان الشجر والحجرینادی یاروح اللہ ھذا الیھودی ،فلایترك ممن کان یتبعہ احد الاقتلہ(مسند احمد ج۳ ص۳٦٨،بسلسله روایات جابر بن عبدالله)‘‘

---

[1] یعنی تمہارا امیر خود تم ہی میں سے ہونا چاہئے۔

[2] واضح رہے کہ اس زمانے میں جن صاحب کو مثیل مسیح قرار دیا گیا ہے۔انہوں نے اپنی زندگی میں نہ حج کیا نہ عمرہ۔

﴿جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ (دجال کا قصہ بیان کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا) اس وقت یکا یک عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے درمیان آ جائیں گے۔ پھر نماز کھڑی ہوگی اور ان سے کہا جائے گا کہ اے روح اللہ! آگے بڑھیے، مگر وہ کہیں گے کہ نہیں! تمہارے امام ہی کو آگے بڑھنا چاہیے۔ وہی نماز پڑھائے۔ پھر صبح کی نماز سے فارغ ہوکر مسلمان دجال کے مقابلے پر نکلیں گے۔ فرمایا جب وہ کذاب، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ پھر وہ اس کی طرف بڑھیں گے اور اسے قتل کر دیں گے اور حالت یہ ہوگی کہ درخت اور پتھر پکار اٹھیں گے کہ اے روح اللہ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ دجال کے پیروؤں میں سے کوئی نہ بچے گا جو قتل نہ کر دیا جائے۔﴾

۱۰...... "عن النواس بن سمعانؓ (فی قصة الدجال) فبينما هو كذالك اذبعث الله المسيح ابن مريم فينزل عندالمنارة البيضاء شرقی دمشق بين مهر ودتين واضعا كفيه علیٰ اجنحة ملكين اذاطأ طأ راسه قطر واذا رفعه تحدر منه جمان كاللولؤ فلايحل لكافريجد ريح نفس الامات ونفسه ينتهی الی حيث ينتهی طرفه فيطلبه حتی يدركه بباب لدفيقتله (مسلم ج۲ ص۴۰۱، ابوداؤد ج۲ ص۱۳۵، كتاب الملاحم، باب خروج الدجال، ترمذی ج۲ ص۴۸، ابواب الفتن، باب فی فتنه الدجال، ابن ماجه ص۶۹۷، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال)" ﴿حضرت نواس بن سمعانؓ کلابی (قصہ دجال بیان کرتے ہوئے) روایت کرتے ہیں: اس اثناء میں کہ دجال یہ کچھ کر رہا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھیج دے گا اور وہ دمشق کے مشرقی حصے میں، سفید مینار کے پاس، زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے، دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے نظر آئیں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی اور وہ ان کی حد نظر تک جائے گی۔ وہ زندہ نہ بچے گا۔ پھر ابن مریم علیہ السلام دجال کا پیچھا کریں گے اور لد[1] کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔﴾

---

[1] واضح رہے کہ لد (Lydda) فلسطین میں ریاست اسرائیل کے دارالسلطنت تل ابیب سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہودیوں نے وہاں بہت بڑا ہوائی اڈہ بنا رکھا ہے۔

۱۱...... ''عن عبداللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین (لا ادری اربعین یوما اواربعین شھراواربعین عاما) فیبعث اللہ عیسیٰ ابن مریم کانہ عروۃ ابن مسعود فیطلبہ فیھلکہ ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوۃ (مسلم ج۲ص۴۰۳،ذکر الدجال) ''
﴿عبداللہ بن عمر عاصؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال میری امت میں سے نکلے گا اور چالیس (میں نہیں جانتا چالیس دن، چالیس مہینے یا چالیس سال[1]) رہے گا۔ پھر اللہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا۔ ان کا حلیہ عروہ بن مسعودؓ (ایک صحابی) سے مشابہ ہوگا۔ وہ اس کا پیچھا کریں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے۔ پھر سات سال تک لوگ اس حال میں رہیں گے کہ دو آدمیوں کے درمیان بھی عداوت نہ ہوگی۔﴾

۱۲...... ''حذیفہ بن اسید الغفاریؓ قال اطلع النبی ﷺ علینا ونحن نتذاکر فقال ماتذکرون قالوا نذکر الساعۃ قال انھالن تقوم حتی ترون قبلھا عشر ایات فذکر الدخان والدجال والدابۃ وطلوع الشمس من مغربھاونزول عیسی ابن مریم ویاجوج وماجوج وثلثۃ خسوف، خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب وخسف بجزیرۃ العرب واخرذالک نارتخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرھم (مسلم ج۲ص ۳۹۳،کتاب الفتن واشراط الساعۃ ابوداؤد ج۲ص۱۰۴،کتاب الملاحم،باب امارت الساعہ) ''﴿حذیفہ بن اسید الغفاریؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ ہماری مجلس میں تشریف لائے اور ہم آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ آپؐ نے پوچھا کیا بات ہو رہی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ فرمایا وہ ہرگز قائم نہ ہوگی۔ جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں ظاہر نہ ہوجائیں۔ پھر آپؐ نے دس نشانیاں بتائیں۔ (۱) دھواں۔ (۲) دجال۔ (۳) دابۃ الارض۔ (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ (۵) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول۔ (۶) یاجوج وماجوج۔ (۷) تین بڑے خسف (زمین میں دھنس جانا) ایک مشرق میں۔ (۸) دوسرا مغرب میں۔ (۹) تیسرا جزیرۃ العرب میں۔ (۱۰) سب سے آخر میں ایک زبردست آگ جو یمن سے اٹھے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی۔﴾

---

[1] یہ حضرت عبداللہ بن عمرو عاصؓ کا اپنا قول ہے۔

۱۳...... ’’عن ثوبانؓ مولی رسول اللہﷺ عن النبی ﷺ عصابتان من امتی احر زهما الله تعالیٰ من النار، عصابة تغزوا الهند، وعصابة تكون مع عیسیٰ ابن مریم علیه السلام (نسائی ج۲ ص۵۲، غزوة باب الهند، کتاب الجهاد، مسند احمد ج۵ ص۲۷۸، بسلسله روایات ثوبانؓ)‘‘

نبیﷺ کے آزاد کردہ غلام ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا۔ میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں جن کو اللہ نے دوزخ کی آگ سے بچالیا۔ ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا۔ دوسرا وہ جو عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگا۔

۱۴...... ’’عن مجمع بن جاریه سمعت رسول اللہﷺ یقتل ابن مریم الدجال بباب لد (مسند احمد ج۴ ص۳۹۰، ترمذی ج۲ ص۴۹، ابواب الفتن)‘‘ ﴿مجمع بن جاریہؓ انصاری کہتے ہیں، میں نے رسول اللہﷺ سے سنا ہے کہ ابن مریم دجال کو لد کے دروازے پر قتل کریں گے۔﴾

۱۵...... ’’عن ابی امامة الباهلیؓ (فی حدیث طویل فی ذکر الدجال) فبینما امامهم قد تقدم یصلی بهم الصبح اذنزل علیهم عیسیٰ ابن مریم فرجع ذالك الامام ینکص یمشی قهقریٰ لیقدم عیسیٰ فیضع عیسیٰ یده بین لتفیه ثم یقول له تقدم فصل فانهالك اقیمت فیصلی بهم امامهم فاذا انصرف قال عیسی علیه السلام افتحوا الباب فیفتح وورأه الدجال معه سبعون الف یهودی کلهم ذوسیف محلی وساج ناذ انظر الیه الدجال ذاب کمایذوب الملح فی الماء وینطلق هاربا ویقول عیسیٰ ان لی فیك ضربة لن تسبقنی بهافیدرکه عند باب اللدّ الشرقی فیهزم الله یهود...... وتملاء الارض من المسلم کما یملا الا ناء من الماء وتکون الکلمة واحد ة فلایعبدالاالله تعالیٰ (ابن ماجه ص۲۹۸، کتاب الفتن، باب فتنة الدجال)‘‘ ﴿ابوامامہ باہلیؓ (ایک طویل حدیث میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں) کہ عین اس وقت جب مسلمانوں کا امام صبح کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ چکا ہوگا۔ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اتریں گے۔ امام پیچھے پلٹے گا تاکہ عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھیں۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام اس کے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں

گے کہ نہیں !تم ہی نماز پڑھاؤ۔ کیونکہ یہ تمہارے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہی نماز پڑھائے گا۔ سلام پھیرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ دروازہ کھولو۔ چنانچہ وہ کھولا جائے گا۔ باہر دجال ۷۰ ہزار مسلح یہودیوں کے ساتھ موجود ہوگا۔ جونہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کی نظر پڑے گی وہ اس طرح گھلنے لگے گا کہ جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اور وہ بھاگ نکلے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ میرے پاس تیرے لئے ایک ایسی ضرب ہے جس سے تو بچ کر نہ جاسکے گا۔ پھر وہ اسے لد کے مشرقی دروازے پر جالیں گے اور اللہ یہودیوں کو ہرادے گا...... اور زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جائے۔ سب دنیا کا کلمہ ایک ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی۔ ﴾

۱۶...... ''عن عثمان بن ابی العاصؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ......وینزل عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام عند صلوٰۃ الفجر فیقول امیرھم یاروح اللہ تقدم صل فیقول ھذہ الامۃ لامراء بعضھم علی بعض فیقدم امیرھم فیصلی فاذاقضی صلوٰۃ اخذ عیسیٰ حربتہ فیذھب نحو الدجال فاذا یراہ الدجال ذاب کمایذوب الراصاص فیضع حربۃ بین شندوٰبتہ فیقتلہ وینھزم اصحابہ لیس یومئذشی یواری منھم احد احتی ان الشعبدۃ لتقول یامومن ھذا کافرو یقول الحجر لمؤمن ھذا کافر (مسند احمد ج٤ ص٢١٧، طبرانی، مستدرك حاکم ج٥ ص٦٧٥،٦٧٤، حدیث نمبر ٨٥٢٠ باب نزول عیسیٰ من السماء)'' ﴿عثمان بن ابی العاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا...... اور عیسیٰ علیہ السلام فجر کی نماز کے وقت اتر آئیں گے۔ مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا کہ اے روح اللہ! آپ نماز پڑھایئے۔ وہ جواب دیں گے کہ اس امت کے لوگ خود ہی ایک دوسرے پر امیر ہیں۔ تب مسلمانوں کا امیر آگے بڑھ کر نماز پڑھائے گا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر عیسیٰ علیہ السلام اپنا حربہ لے کر دجال کی طرف بڑھیں گے۔ وہ جب ان کو دیکھے گا وہ اس طرح پگھلے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اپنے حربے سے اس کو ہلاک کر دیں گے اور اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگیں گے۔ مگر کہیں انہیں چھپنے کی جگہ نہ ملے گی۔ حتیٰ کہ درخت پکاریں گے اے مومن یہ کافر یہاں موجود ہے اور پتھر پکاریں گے کہ مومن یہ کافر یہاں موجود ہے۔ ﴾

۱۷...... ''عن سمرة بن جندبؓ عن النبی ﷺ (فی حدیث طویل) فیصبح فیهم عیسیٰ ابن مریم فیهزمه الله وجنوده حتی ان اجذم الحائط واصل الشجر لینادی یامومن هذا کافر یستتر بی فتعال اقتله (مسند احمد مستدرك حاکم ج۱ ص٦٧٦ باب صلوٰة الکسوف ،حدیث نمبر ٢١٧٠)''
﴿سمرہ بن جندبؓ (ایک طویل حدیث میں) نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں پھر صبح کے وقت مسلمانوں کے درمیان عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آ جائیں گے اور اللہ دجال اور اس کے لشکروں کو شکست دے گا۔ یہاں تک کہ دیواریں اور درختوں کی جڑیں پکار اٹھیں گی کہ اے مومن یہ کافر میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اور اسے قتل کر﴾

۱۸...... ''عن عمرانؓ بن حصین ان رسول الله ﷺ قال لاتزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین علی من ناوأهم حتّی یاتی امر الله تبارك وتعالیٰ وینزل عیسیٰ بن مریم علیه السلام (مسند احمد ج۴ ص۴۲۹)'' ﴿عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جو حق پر قائم اور مخالفین پر بھاری ہوگا۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فیصلہ آ جائے اور عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں۔﴾

۱۹...... ''عن عائشةؓ (فی قصة الدجال) فینزل عیسیٰ علیه السلام فیقتله ثم یمکث عیسیٰ علیه السلام فی الارض اربعین سنة اماما عادلا حکما مقسطا ''(مسند احمد ج۶ ص۷۵) ﴿حضرت عائشہؓ (دجال کے قصے میں) روایت کرتی ہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک زمین میں ایک امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔﴾

۲۰...... ''عن سفینةؓ مولیٰ رسول الله ﷺ (فی قصة الدجال) فینزل عیسیٰ علیه السلام فیقتله الله تعالیٰ عند عقبة افیق (مسند احمد ج۵ ص۲۲۲، الدر المنثور ج ٢ ص٣٥٤) '' ﴿رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سفینہؓ (دجال کے قصے میں) روایت کرتے ہیں: پھر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ دجال کو افیق کی

گھاٹی[1] کے قریب ہلاک کردے گا۔﴾

۲۱...... ''عن حذیفةؓ (فی ذکر الدجال) فلما قاموا لیصلون نزل عیسیٰ بن مریم امامهم فصلی بهم فلما انصرف قال هکذا مرجو ابینی، وبین عدوالله......ویسلط الله علیهم المسلمین فیقتلو نهم حتی ان الشجرو الحجر لینا دی یاعبدالله یا عبدالرحمٰن یا مسلم هذا الیهودی اقتله فیفنیهم الله تعالیٰ ویظهر المسلمون فیکسرون الصلیب ویقتلون الخنزیر ویضعون الجزیة (مستدرک حاکم، مسلم میں بھی یہ روایت اختصار کے ساتھ آئی ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۶ ص ۴۵ میں اسے صحیح قرار دیا ہے)''

﴿حضرت حذیفہ بن یمانؓ (دجال کا ذکر کرتے ہوئے) بیان کرتے ہیں کہ پھر جب مسلمان نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوں گے تو ان کے آنکھوں کے سامنے عیسیٰ ابن مریم اتر آئیں گے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے پھر سلام پھیرنے کے بعد لوگوں سے کہیں گے کہ میرے اور اس دشمن خدا کے درمیان سے ہٹ جاؤ......اور اللہ دجال کے ساتھیوں پر مسلمانوں کو مسلط کردے گا اور مسلمان انہیں خوب ماریں گے۔ یہاں تک کے درخت اور پتھر پکار اٹھیں گے کہ اے عبداللہ، اے عبدالرحمٰن، اے مسلمان یہ رہا ایک یہودی مار ایئے۔ اس طرح اللہ ان کو فنا کردے گا اور مسلمان غالب ہوں گے اور صلیب توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کردیں گے اور جزیہ ساقط کردیں گے۔﴾ یہ جملہ ۲۱ روایات ہیں جو ۱۴ اصحابیوں سے صحیح سندوں کے ساتھ حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں وارد ہوئی ہیں۔ اگرچہ ان کے علاوہ دوسری بہت سی احادیث میں بھی یہ ذکر آیا ہے۔ لیکن طول کلام سے بچنے کے لئے ہم نے ان سب کو نقل نہیں کیا ہے۔ بلکہ صرف وہ روایتیں لے لی ہیں جو سند کے لحاظ سے زیادہ قوی تر ہیں۔

---

[1] افیق۔ جسے آج کل فیق کہتے ہیں۔ شام اور اسرائیل کی سرحد پر موجود ریاست شام کا آخری شہر ہے۔ اس کے آگے مغرب کی جانب چند میل کے فاصلہ پر طبریہ نامی جھیل ہے۔ جس میں سے دریائے اردن نکلتا ہے اور اس کے جنوب مغرب کی طرف پہاڑوں کے درمیان ایک نشیبی راستہ ہے۔ جو تقریباً ڈیڑھ دو ہزار فٹ تک گہرائی میں اتر کر اس مقام پر پہنچتا ہے۔ جہاں سے دریائے اردن طبریہ میں سے نکلتا ہے۔ اسی پہاڑی راستے کو ''عقبہ افیق'' (افیق کی گھاٹی) کہتے ہیں۔

ان احادیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

جو شخص بھی ان احادیث کو پڑھے گا وہ خود دیکھ لے گا کہ ان میں کسی ''مسیح موعود'' یا ''مثیل مسیح'' یا ''بروز مسیح'' کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ نہ ان میں اس امر کی کوئی گنجائش ہے کہ کوئی شخص اس زمانے میں کسی ماں کے پیٹ اور کسی باپ کے نطفے سے پیدا ہو کر یہ دعویٰ کر دے کہ میں ہی وہ مسیح ہوں۔ جس کے آنے کی سیدنا محمدﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔ یہ تمام حدیثیں صاف اور صریح الفاظ میں ان عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی خبر دے رہی ہیں۔ جواب سے دو ہزار سال پہلے باپ کے بغیر حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ اس مقام پر یہ بحث چھیڑنا بالکل لاحاصل ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں یا زندہ کہیں موجود ہیں۔ بالفرض وہ وفات ہی پا چکے ہیں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اٹھالانے پر قادر ہے۔

جو لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ انہیں سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۹ ملاحظہ فرمالینی چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ اس نے اپنے ایک بندے کو ۱۰۰ برس تک مردہ رکھا اور پھر زندہ کر دیا۔ فاماته الله مائة عام ثم بعثه

ورنہ یہ بات اللہ کی قدرت سے ہرگز بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو اپنی کائنات میں کہیں ہزار ہا سال تک زندہ رکھے اور جب چاہے دنیا میں واپس لے آئے۔ بہر حال اگر کوئی شخص حدیث کو ماننا ہو تو اسے یہ ماننا پڑے گا کہ آنے والے وہی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہوں گے۔ اگر کوئی شخص حدیث کو نہ ماننا ہو تو وہ سرے سے کسی آنے والے کا قائل ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آنے والے کی آمد کا عقیدہ احادیث کے سوا اور کسی چیز پر مبنی نہیں ہے۔ لیکن یہ ایک عجیب مذاق ہے کہ آنے والے کی آمد کا عقیدہ تو لے لیا جائے احادیث سے اور پھر انہی احادیث کی اس تصریح کو نظر انداز کر دیا جائے کہ وہ آنے والے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہوں گے نہ کہ کوئی مثیل مسیح۔

دوسری بات جو اتنی ہی وضاحت کے ساتھ ان احادیث سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ دوبارہ نزول نبی مقرر ہو کر آنے والے شخص کی حیثیت سے نہیں ہوگا۔ نہ ان پر وحی نازل ہوگی، نہ وہ خدا کی طرف سے کوئی نیا پیغام یا نئے احکام لائیں گے، نہ وہ شریعت

محمدی میں کوئی اضافہ یا کوئی کمی کریں گے۔نہ ان کو تجدید دین کے لئے دنیا میں لایا جائے گا۔نہ وہ آ کر لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دیں گے اور نہ وہ اپنے ماننے والوں کی ایک الگ امت بنائیں گے۔

علماء اسلام نے اس مسئلے کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔علامہ تفتازانی (۷۲۲۔۷۹۲ھ) شرح عقائد نسفی ص ۱۰۱ میں لکھتے ہیں:''ثبت انہ اخر الانبیاء ......فان قیل قدروی فی الحدیث نزول عیسیٰ علیہ السلام بعدہ قلنا نعم لکنہ یتابع محمدا علیہ السلام لان شریعتہ قد نسخت فلایکون الیہ وحی ونصب الاحکام بل یکون خلیفۃ رسول اللہ علیہ السلام ''﴿یہ ثابت ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں......اگر کہا جائے کہ آپؐ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر احادیث میں آیا ہے تو ہم کہیں گے کہ ہاں، آیا ہے۔مگر وہ محمد ﷺ کے تابع ہوں گے۔کیونکہ ان کی شریعت تو منسوخ ہو چکی ہے۔اس لئے نہ ان کی طرف وحی ہوگی اور نہ وہ احکام مقرر کریں گے۔بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نائب کی حیثیت سے کام کریں گے۔﴾

اور یہی بات علامہ الوسیؒ تفسیر روح المعانی ج ۸ جز نمبر ۲۲ ص ۳۲ میں کہتے ہیں:''ثم انہ علیہ السلام حین ینزل باق علی نبوتہ السابقۃ لم یعزل عنہا بحال لکنہ لایتعبدبہا نسخہافی حقہ وحق غیرہ وتکلیفہ باحکام ھذا الشریعۃ اصلاوفرعا فلایکون الیہ علیہ السلام وحی ولا نصب احکام بل یکون خلیفۃ لرسول اللہ ﷺ حاکما من حکام ملتہ بین امتہ ''﴿پھر عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ اپنی سابق نبوت پر باقی ہوں گے۔بر حال اس سے معزول تو نہ ہو جائیں گے۔مگر وہ اپنی پچھلی شریعت کے پیرو نہ ہوں گے۔کیونکہ وہ ان کے اور دوسرے سب لوگوں کے حق میں منسوخ ہو چکی ہے اور اب وہ اصول اور فروع میں اس شریعت کی پیروی پر مکلّف ہوں گے۔لہٰذا ان پر نہ اب وحی آئے گی اور نہ انہیں احکام مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نائب اور آپ کی امت میں ملت محمدیہ کے حکموں میں سے ایک حاکم کی حیثیت سے کام کریں گے۔﴾

امام رازیؒ اس بات کو اور زیادہ وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان کرتے ہیں:''انتہا

الانبياء الى مبعث محمد ﷺ فعند ميعثه انتهت تلك المدة فلايبعد ان يصير (اى عيسىٰ ابن مريم) بعد نزوله تبعا لمحمد (تفسیر کبیر ج۶ص ۱۰۴ جز نمبر ۱)" ﴿انبیاء کا دور محمد ﷺ کی بعثت تک تھا۔ جب آپ مبعوث ہو گئے تو انبیاء کی آمد کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اب یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد محمد ﷺ کے تابع ہوں گے۔﴾

وہ صرف ایک کار خاص کے لئے بھیجے جائیں گے اور وہ یہ ہوگا کہ دجال کے فتنے کا استیصال کر دیں۔ اس غرض کے لئے وہ ایسے طریقے سے نازل ہوں گے کہ جن مسلمانوں کے درمیان ان کا نزول ہوگا اس امر میں کوئی شک نہ رہے گا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہی ہیں۔ جو رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئیوں کے مطابق ٹھیک وقت پر تشریف لائے ہیں۔ وہ آ کر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے۔ جو بھی مسلمانوں کا امام اس وقت ہوگا۔ اسی کے پیچھے نماز پڑھیں[1] گے، اور جو بھی اس وقت مسلمانوں کا امیر ہوگا۔ اسی کو آگے رکھیں گے۔ تا کہ اس شبہ کی کوئی ادنیٰ سی بھی گنجائش نہ رہے کہ وہ اپنی سابق پیغمبرانہ حیثیت کی طرح اب پھر پیغمبری کے فرائض انجام دینے کے لئے واپس آئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ کسی جماعت میں اگر خدا کا پیغمبر موجود ہو تو نہ اس کا کوئی امام دوسرا شخص ہو سکتا ہے اور نہ امیر۔ پس جب مسلمانوں کی جماعت میں آ کر محض ایک فرد کی حیثیت سے شامل ہوں گے تو یہ گویا خود بخود اس امر کا اعلان ہوگا کہ وہ پیغمبر کی حیثیت سے تشریف نہیں لائے ہیں اور اس بناء پر ان کی آمد سے مہر نبوت کے ٹوٹنے کا قطعاً کوئی سوال پیدا نہ ہوگا۔

ان کا آنا بلا تشبیہ اسی نوعیت کا ہوگا جیسے ایک صدر ریاست کے دور میں کوئی سابق صدر آئے اور وقت کے صدر کی ماتحتی میں مملکت کی کوئی خدمت انجام دے۔ ایک معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا آدمی بھی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ایک صدر کے دور میں کسی سابق صدر کے محض آ جانے سے آئین نہیں ٹوٹتا۔ البتہ دو صورتوں میں آئین کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔

---

[1] اگر چہ دو روایتوں (نمبر ۵، ۲۱) میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد پہلی نماز خود پڑھائیں گے۔ لیکن بیشتر اور قوی روایات (نمبر ۳۔۷۔۹۔۱۵۔۱۶) یہی کہتی ہیں کہ وہ نماز میں امامت کرانے سے انکار کریں گے اور جو اس وقت مسلمانوں کا امام ہوگا اسی کو آگے بڑھائیں گے۔ اسی بات کو محدثین اور مفسرین نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔

ایک یہ کہ سابق صدر آ کر پھر سے فرائض صدارت سنبھالنے کی کوشش کرے۔ دوسرے یہ کہ کوئی شخص اس کی سابق صدارت کا بھی انکار کر دے۔ کیونکہ یہ ان تمام کاموں کے جواز کو چیلنج کرنے کا ہم معنی ہوگا جو اس کے دور صدارت میں انجام پائے تھے۔ ان دونوں صورتوں میں کوئی بھی صورت نہ ہو تو بجائے خود سابق صدر کی آمد آئینی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتی۔ یہی معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا بھی ہے کہ ان کے محض آ جانے سے ختم نبوت نہیں ٹوٹتی۔ البتہ اگر وہ آ کر پھر نبوت کا منصب سنبھال لیں اور فرائض نبوت انجام دینے شروع کر دیں یا کوئی شخص ان کی سابق نبوت کا بھی انکار کر دے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے آئین نبوت کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ احادیث نے پوری وضاحت کے ساتھ ان دونوں صورتوں کا سد باب کیا ہے۔ ایک طرف وہ تصریح کرتی ہیں کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور دوسری طرف وہ خبر دیتی ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام دوبارہ نازل ہوں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی یہ آمد ثانی منصب نبوت کے فرائض انجام دینے کے لئے نہ ہوگی۔

اسی طرح ان کی آمد سے مسلمانوں کے اندر کفر و ایمان کا بھی کوئی نیا سوال پیدا نہ ہوگا۔ ان کی سابقہ نبوت پر تو آج بھی اگر ایمان کوئی نہ لائے تو کافر ہو جائے۔ محمد ﷺ خود ان کی اس نبوت پر ایمان رکھتے تھے اور آپ کی ساری امت ابتداء سے ان کی مومن ہے۔ یہی حیثیت اس وقت بھی ہوگی۔ مسلمان کسی تازہ نبوت پر ایمان نہ لائیں گے۔ بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کی سابقہ نبوت ہی پر ایمان رکھیں گے۔ جس طرح آج رکھتے ہیں۔ یہ چیز نہ آج ختم نبوت کے خلاف ہے نہ اس وقت ہوگی۔

آخری بات جو ان احادیث سے اور بکثرت دوسری احادیث سے بھی معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دجال جس کے فتنہ عظیم کا استیصال کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا جائے گا۔ یہودیوں میں سے ہوگا اور اپنے آپ کو "مسیح" کی حیثیت سے پیش کرے گا۔ اس معاملے کی حقیقت کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا جب تک وہ یہودیوں کی تاریخ اور ان کے مذہبی تصورات سے واقف نہ ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل پے در پے تنزل کی حالت میں مبتلا ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آخرکار زبابل اور اسیریا کی سلطنتوں نے ان کو غلام بنا کر زمین میں تتر بتر کر دیا تو انبیاء بنی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی طرف

سے ایک ''مسیح'' آنے والا ہے۔ جوان کواس ذلت سے نجات دلائے گا۔ان پیشین گوئیوں کی بناء پر یہودی ایک ایسے مسیح کی آمد کے متوقع تھے جو بادشاہ ہو۔لڑ کر ملک فتح کرے، بنی اسرائیل کو ملک ملک سے لاکر فلسطین میں جمع کردے اوران کی ایک زبردست سلطنت قائم کردے۔لیکن ان کی ان توقعات کے خلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آئے اور کوئی لشکر ساتھ نہ لائے تو یہودیوں نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کردیا اورانہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے۔اس وقت سے آج تک دنیا بھر کے یہودی اس مسیح موعود (promised messiah) کے منتظر ہیں جس کے آنے کی خوشخبریاں ان کودی گئی تھیں۔ان کا لٹریچر اس آنے والے دور کے سہانے خوابوں سے بھراپڑا ہے۔تلمود اور ربیوں کے ادبیات میں ان کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس کی خیالی لذت کے سہارے صدیوں سے یہودی جی رہے ہیں اور یہ امید لئے بیٹھے ہیں کہ یہ مسیح موعود ایک زبردست جنگی وسیاسی لیڈر ہوگا۔ جو دریائے نیل سے دریائے فرات تک کا علاقہ (جسے یہودی اپنی میراث کا ملک سمجھتے ہین) انہیں واپس دلائے گا،اور دنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کولاکراس ملک میں پھر سے جمع کردے گا۔

اب اگر کوئی شخص مشرق وسطیٰ کے حالات پر ایک نگاہ ڈالے اور نبی ﷺ کی پیشین گوئیوں کے پس منظر میں ان کو دیکھے تو وہ فوراً محسوس کرے گا کہ دجال اکبر کے ظہور کے لئے اسٹیج تیار ہو چکا ہے جو حضورؐ کی دی ہوئی خبروں کے مطابق یہودیوں کا ''مسیح موعود'' بن کر اٹھے گا۔ فلسطین کے بڑے حصے سے مسلمان بے دخل کئے جا چکے ہیں اور وہاں اسرائیل کے نام سے ایک یہودی ریاست قائم کردی گئی ہے۔اس ریاست میں دنیا بھر کے یہودی کھنچ کھنچ کر چلے آرہے ہیں۔امریکہ، برطانیہ،فرانس نے اس کوایک زبردست جنگی طاقت بنادیا ہے۔ یہودی سرمایے کی بے پایاں امداد سے یہودی سائنس دان اور ماہر فنون اس کو روز افزوں ترقی دیتے چلے جارہے ہیں۔ان کی یہ طاقت گردوپیش کی مسلمان قوموں کے لئے ایک خطرۂ عظیم بن چکی ہے۔اس ریاست کے لیڈروں نے اپنی اس تمنا کو کچھ چھپا کرنہیں رکھا ہے کہ وہ اپنی ''میراث'' کا ملک حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مستقبل کی یہودی سلطنت کا جونقشہ وہ ایک مدت سے کھلم کھلا شائع کر رہے ہیں۔اسے اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیے۔

نقشہ نمبر ۱

وہ یہودی ریاست جس کا خواب اسرائیل کے لیڈر دیکھ رہے ہیں

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پورا شام، لبنان، پورا اردن اور تقریباً سارا عراق لینے کے علاوہ ٹرکی سے اسکندرون، مصر سے سینا اور ڈیلٹا کا علاقہ اور سعودی عرب سے بالائی حجاز و نجد کا علاقہ لینا چاہتے ہیں۔ جس میں مدینہ منورہ بھی شامل ہے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے صاف محسوس ہوتا ہے کہ آئندہ کسی عالمگیر جنگ کی ہڑبونگ سے فائدہ اٹھا کر وہ ان علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے اور ٹھیک اس موقع پر وہ دجال اکبر ان کا مسیح موعود بن کر اٹھے گا۔ جس کے ظہور کی خبر دینے ہی پر حضورؐ نے اکتفا نہیں فرمایا ہے بلکہ یہ بھی بتادیا ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں پر مصائب کے ایسے پہاڑ ٹوٹیں گے کہ ایک دن ایک سال کے برابر محسوس ہوگا۔ اسی بناء پر آپ فتنہ دجال سے خود بھی پناہ مانگتے تھے اور اپنی امت کو بھی پناہ مانگنے کی تلقین فرماتے تھے۔

اس مسیح دجال کے مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کسی مثیل مسیح کو نہیں بلکہ اس اصلی مسیح کو نازل فرمائے گا جسے دو ہزار سال پہلے یہودیوں نے ماننے سے انکار کر دیا تھا اور جسے وہ اپنی دانست میں صلیب پر چڑھا کر ٹھکانے لگا چکے تھے۔ اس حقیقی مسیح کے نزول کی جگہ ہندوستان یا افریقہ یا امریکہ میں نہیں بلکہ دمشق میں ہوگی۔ کیونکہ یہی مقام اس وقت عین محاذ جنگ پر ہوگا۔
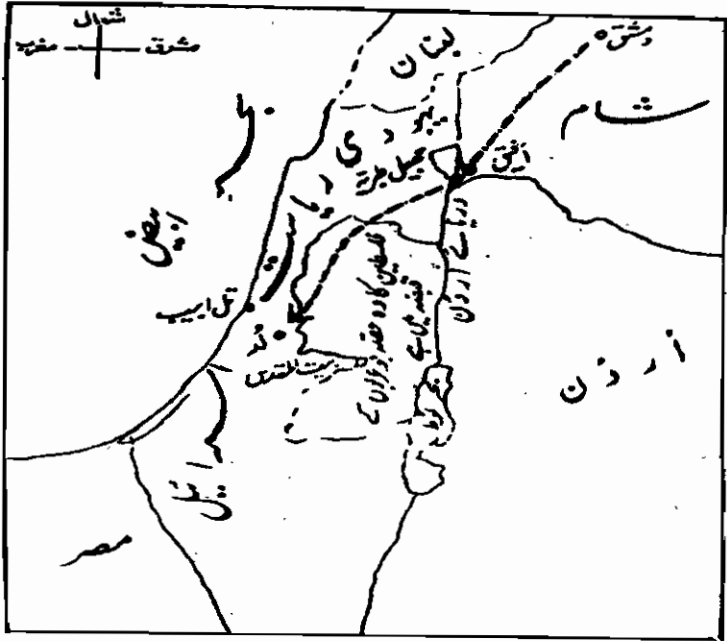
اس میں آپ دیکھیں گے کہ اسرائیل کی سرحد سے دمشق بمشکل ۵۰۔۶۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ پہلے جو احادیث ہم نقل کر آئے ہیں۔ ان کا مضمون اگر آپ کو یاد ہے تو آپ کو یہ سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی کہ مسیح دجال ۷۰ ہزار یہودیوں کا لشکر لے کر شام میں گھسے گا اور دمشق کے سامنے جا پہنچے گا۔ ٹھیک اس نازک موقع پر دمشق کے مشرقی حصے میں ایک سفید مینار کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام صبح دم نازل ہوں گے اور نماز فجر کے بعد مسلمانوں کو اس کے مقابلے پر لے کر نکلیں گے۔

ان کے حملے سے دجال پسپا ہو کر افیق کی گھاٹی (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲۱) اسرائیل کی طرف پلٹے گا اور وہ اس کا تعاقب کریں گے۔ آخر کار لد کے ہوائے اڈے پر پہنچ کر وہ ان کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔

(حدیث نمبر ۱۰، ۱۴، ۱۵) اس کے بعد یہودی چن چن کر قتل کئے جائیں گے اور ملت یہود کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(حدیث نمبر ۹، ۱۵، ۲۱) عیسائیت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اظہار حقیقت ہو جانے کے بعد ختم ہو جائے گی۔

(حدیث نمبر ۱، ۲، ۳، ۶) اور تمام ملتیں ایک ہی ملت مسلمہ میں ضم ہو جائیں گی۔

(حدیث نمبر ۶، ۱۵) یہ ہے وہ حقیقت جو کسی اشتباہ کے بغیر احادیث میں صاف نظر آتی ہے۔ اس کے بعد اس امر میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے کہ "مسیح موعود" کے نام سے جو کاروبار ہمارے ملک میں پھیلایا گیا ہے وہ ایک جعل سازی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔ اس جعل سازی کا سب سے مضحکہ انگیز پہلو یہ ہے کہ جو صاحب اپنے آپ کو ان پیشین گوئیوں کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بننے کے لئے یہ دلچسپ تاویل فرمائی ہے۔

"اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے۔ دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش

پائی...... پھر...... مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ ہوگئی اور استعارے کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا، اور آخر کئی مہینے کے بعد، جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم میں درج ہے۔ مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔"

(کشتی نوح ص ۴۷، ۴۶، خزائن ج ۱۹ ص ۵۰)

یعنی پہلے مریم بنے۔ پھر خود ہی حاملہ ہوئے۔ پھر اپنے پیٹ سے آپ عیسیٰ ابن مریم بن کر تولد ہوگئے۔ اس کے بعد یہ مشکل پیش آئی کہ عیسیٰ ابن مریم کا نزول تو احادیث کی رو سے دمشق میں ہونا تھا جو کئی ہزار برس سے شام کا ایک مشہور و معروف مقام ہے اور آج بھی دنیا کے نقشے پر اسی نام سے موجود ہے۔ یہ مشکل ایک دوسری پرلطف تاویل سے یوں رفع کی گئی۔: "واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں۔"

(حاشیہ ازالہ اوہام ص ۶۶، خزائن ج ۳ ص ۱۵)

"یہ قصبہ قادیان بہ وجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں۔ دمشق سے ایک مشابہت اور مناسبت رکھتا ہے۔"

(حاشیہ ازالہ اوہام ص ۷۱، خزائن ج ۳ ص ۱۳۸)

پھر ایک اور الجھن یہ باقی رہ گئی کہ احادیث کی رو سے ابن مریم کو ایک سفید منارہ کے پاس اترنا تھا۔ چنانچہ اس کا حل یہ نکالا گیا کہ مسیح صاحب نے آکر اپنا منارہ خود بنوالیا۔ اب اسے کون دیکھتا ہے کہ احادیث کی رو سے منارہ وہاں ابن مریم کے نزول سے پہلے موجود ہونا چاہئے تھا اور یہاں وہ مسیح موعود کی تشریف آوری کے بعد تعمیر کیا گیا۔

ان تاویلات کو جو شخص بھی کھلی آنکھوں سے دیکھے گا۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ جھوٹے بہروپ کا صریح ارتکاب ہے۔ جو علی الاعلان کیا گیا ہے۔

خاتم النبیین لا نبی بعدی

فتنہ عظیم

حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان و ہندوستان کی تشکیل سے پہلے جب انگریز یہاں حکومت کرتے تھے۔ اس وقت باشندگان ملک حکمران گروہ کے لئے اجنبی تھے اور حکمران گروہ باشندگان ملک سے بیگانہ تھا۔ ان کے لئے ایک دوسرے کی نفسیات اور جذبات و احساسات کو سمجھنا مشکل تھا۔ حکمران عام باشندوں سے الگ اپنی کوٹھیوں اور کلبوں کی دنیا میں رہتے تھے۔ ان کے پاس ملک کے حالات کو جاننے کا کوئی ذریعہ سی آئی ڈی کی رپورٹوں اور پایونیر اور اسٹیٹسمین جیسے اخباروں کے سوا نہ تھا۔

ان دونوں ذرائع سے گزر کر باشندوں کے احساسات کو سمجھنے کے لئے اگر کوئی پیمانہ ان کے پاس تھا تو صرف یہ کہ کون سا مسئلہ ایسا ہے۔ جس پر ملک میں عام ایجی ٹیشن برپا ہوتا ہے۔ جلسے اور جلوس اور ہنگامے رونما ہوتے ہیں۔ لاٹھی چارج اور فائرنگ کی نوبت آتی ہے۔ اس طرح صرف ایک عام ہیجان ہی سے انہیں اس بات کا ثبوت ملا کرتا تھا کہ فلاں مطالبے کے پیچھے عوام کی بہت بڑی تعداد ہے اور اسی بنیاد پر نہ کہ مطالبے کے نفس مضمون اور ان کی صحت و معقولیت کی بنیاد پر وہ اسے وزن دیا کرتے تھے۔

پاکستان قائم ہونے کے بعد جب حکومت کا انتظام ہماری اپنی قوم کے افراد کو سونپا گیا تو ہمیں بجا طور پر یہ توقع تھی کہ ان حکمرانوں کی روش سابق حکمرانوں کی روش سے مختلف ہوگی۔ وہ اپنی قوم کے جذباتِ و احساسات کو براہ راست خود سمجھیں گے اور محسوس کریں گے۔ اس کے مطالبات کو ایجی ٹیشن کے پیمانے سے نہیں بلکہ ان کی عقلی، علمی اور نفسیاتی بنیادوں کے لحاظ سے پرکھیں گے۔ جو بات صحیح ہوگی۔ اسے خود مانیں گے خواہ اس کی پشت پر کوئی ایجی ٹیشن ہو یا نہ ہو اور اپنی قوم کے مزاج کے خلاف کوئی چیز طاقت کے بل پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کریں گے۔ مگر بڑے درد کے ساتھ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ آج ہمارے اپنے بھائی بھی حکومت کی کرسیوں پر بیٹھ کر وہی روش اختیار کر رہے ہیں جو کل اجنبی حکمرانوں نے اختیار کر رکھی تھی۔ وہی ملک کے باشندوں سے الگ تھلک رہنا، وہی سی آئی ڈی کی رپورٹوں اور ڈان اور سول جیسے اخباروں پر معلومات کا انحصار، وہی مطالبات کو ان کی ذاتی قدر کی بجائے ایجی ٹیشن کے پیمانوں سے ماپنا اور وہی قوم کے خلاف مزاج چیزوں کو اس کے حلق سے زبردستی اتروانے کی کوششیں۔ ان حرکات میں سے کسی میں بھی

کل کی بہ نسبت آج کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ فرق اگر ہے تو بس یہ کہ اجنبی حکمرانوں کے لئے یہ روش فطری تھی اور قومی حکمرانوں کے لئے بالکل غیر فطری۔ باہر والے مجبوراً ایسے تھے۔ مگر گھر والوں نے سراسر مصنوعی طور پر اپنے آپ کو ایسا بنالیا ہے۔

اس کی افسوسناک مثالیں آئے روز سامنے آتی رہتی ہیں اور اسی کی ایک تازہ مثال وہ طرزِ عمل ہے جو قادیانیوں کے معاملے میں ہمارے حکمرانوں سے ظہور میں آرہا ہے۔ کراچی اور پنجاب میں حکومت نے جو رویہ اس معاملے میں اختیار کیا ہے اور اب حکمران گروہ جس نظریے سے اس پورے قضیے کو دیکھ رہا ہے۔ اس سے ہمارا یہ اندازہ ہے کہ ان لوگوں کو قادیانیت اور قادیانیوں کے بارے میں نہ تو مسلمانوں کے عام جذبات کا علم ہے اور نہ یہ ان گہرے بنیادی اسباب سے کوئی واقفیت رکھتے ہیں جو ان جذبات کی تہ میں کارفرما ہیں۔ انہوں نے بالکل اجنبی حکمرانوں کی طرح محض سطح پر چیزیں دیکھ کر سارے معاملے کے متعلق کچھ قیاسات قائم کئے ہیں اور سراسر غلط اندازوں پر ایسی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ جن سے سخت اندیشہ ہے کہ معاملہ سلجھنے کے بجائے اور زیادہ بگڑتا چلا جائے گا۔

اولین چیز جس سے کسی مسلمان کو ناواقف نہ ہونا چاہئے تھا۔ یہ ہے کہ قادیانیت ایک ایسے مسئلے میں مسلمانوں کے بنیادی عقائد سے متصادم ہوتی ہے جو قرآن، حدیث اور پوری امت کے تیرہ سو سال کے اجماع سے ثابت ہے اور جس کے معاملے میں مسلمانوں نے اپنی پچھلی تاریخ میں آج تک کسی انحراف کو برداشت نہیں کیا ہے۔

قرنِ اوّل سے تمام مسلمان آج تک اس بات پر متفق رہے ہیں کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ ان پر سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے اور ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ مسلمانوں کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے اپنے درمیان کسی نئی نبوت کے دعوے کو کبھی نہیں چلنے دیا اور جہاں کہیں اس فتنے نے سر اٹھایا۔ سارے مسلمانوں نے بالاتفاق اس کا سر کچل دیا۔ مگر ہندوستان میں مسلمان پچاس برس تک اس کڑوے گھونٹ کو صرف اس مجبوری سے نگلتے رہے کہ یہاں ایک غیر مسلم حکومت ان پر مسلط تھی۔ جس کا آئین کسی نئی نبوت کے دعوے میں مانع نہ تھا۔

اس بات سے بھی کوئی مسلمان ناواقف نہیں رہ سکتا کہ ایک دعوائے نبوت پیش ہو جانے کے بعد یہ ممکن نہیں رہتا کہ اس کے بارے میں غیر جانبداری یا تغافل کی روش اختیار کی

جاسکے۔ اس کے بعد تو ناگزیر ہو جاتا ہے کہ یا اسے مانئیے یا جھوٹا قرار دیجئے۔ جو اس کو مانے وہ لامحالہ تکذیب کرنے والوں کے نزدیک کافر ہوگا۔ کیونکہ جھوٹے نبی کو نبی ماننا کفر ہے اور جو اس کو نہ مانے وہ بلاریب ماننے والوں کے نزدیک کافر ہوگا۔ کیونکہ سچے نبی کو جھوٹا کہنا کفر ہے۔ اس لئے قادیانیت نے نہ صرف یہ کہ ایسا مسئلہ مسلمانوں کے درمیان پیدا کر دیا جسے نظر انداز کرنا ممکن نہ تھا۔ بلکہ اس مسئلے نے عملاً ماننے اور نہ ماننے والوں کے درمیان ایک ایسی دیوار کھڑی کر دی جس کے ہوتے ہوئے یہ دونوں گروہ کسی طرح بھی ایک امت میں جمع نہ ہو سکتے تھے۔ مزید برآں جب کہ قرآن، حدیث اور اجماع امت کی بناء پر عام مسلمانوں کے نزدیک باب نبوت قطعی بند تھا۔ تو یہ بات بالکل ناگزیر تھی کہ ایک گروہ قلیل کے سوا مسلمانوں کا سواد اعظم مرزا قادیانی کی نبوت کو ماننے سے انکار کر دے اور اس بناء پر سواد اعظم اس گروہ قلیل کے نزدیک کافر ہو اور وہ گروہ قلیل سواد اعظم کے نزدیک کافر ٹھہرے۔

یہ کڑوا گھونٹ مسلمان ہرگز حلق میں نہ اتارتے اگر اختیارات ان کے ہاتھ میں ہوتے۔ لیکن اختیارات ایک ایسی قوم کے ہاتھ میں تھے جس کو مسلمانوں کے بنیادی عقائد سے یا ان کی قومی سالمیت سے کوئی دلچسپی کیا معنے، ہمدردی تک نہ تھی۔ اس لئے ایک امت کے اندر دوسری امت بنتی بھی رہی اور پھر اسی امت میں شامل بھی رہی جس سے کاٹ کاٹ کر وہ افراد کو اپنے ساتھ ملا رہی تھی۔ انگریز کے لئے وہ سب لوگ یکساں تھے جن کے نام مسلمانوں کے طریق تسمیہ پر رکھے جاتے ہوں۔ ان کو اس سے کچھ بحث نہ تھی کہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کے لحاظ سے اب یہ نوخیز امت، امت مسلمہ میں شامل رہ سکتی ہے یا نہیں۔ وہ برابر اسی بات پر مصر رہے کہ دونوں کو ایک ہی امت شمار کیا جائے اور مسلمانوں میں یہ طاقت نہ تھی کہ ان کے جابر آقا جس عنصر کو زبردستی ان کی امت میں ٹھونس رہے ہیں۔ ان کو اپنے سے الگ کر سکیں۔ اس صورتحال سے ایک دینی مسئلے کے علاوہ طرح طرح کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی مسئلے بھی پیدا ہوتے چلے گئے۔ جن کی تلخی چالیس پینتالیس سال میں بڑھتے بڑھتے مسلمانوں کے لئے ایک مستقل دردسر بن گئی۔

قادیانیوں اور عام مسلمانوں کو نئی نبوت کی جس چھری نے ایک دوسرے سے کاٹا تھا۔ وہ سینکڑوں اور ہزاروں خاندانوں کو اس طرح کاٹتی چلی گئی کہ بھائی بھائی سے، باپ بیٹے سے، شوہر بیوی سے کٹ کر الگ ہو گئے اور ان کے درمیان توارث، مناکحت، معاشرتی میل جول حتیٰ

کہ ایک دوسرے کے جنازوں کی شرکت تک کے تعلقات منقطع ہونے لگے۔

• پھر چونکہ قادیانیوں کی نئی امت مسلمانوں کے درمیان ان کی عام نفرت مزاحمت اور مخالفت کے ماحول میں بن رہی تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے حالات کے قدرتی تقاضوں سے اپنی مضبوط جتھہ بندی شروع کر دی جس کی بنیاد قادیانی اور غیر قادیانی کی تمیز اور مسلمانوں کے مقابلہ میں قادیانیوں کی باہمی معاونت پر قائم تھی۔ انہوں نے ملازمتوں میں ایک دوسرے کی مدد سے گھسنا اور عام مسلمانوں پر اپنے آدمیوں کو ترجیح دینا اور مل جل کر اپنے آدمیوں کو آگے بڑھانا شروع کیا۔ انہوں نے جہاں کہیں بھی انہیں کچھ سرکاری اثرات حاصل ہوئے، مسلمانوں کو دبانا اور اپنے گروہ کی طاقت کو مضبوط کرنا شروع کیا۔ انہوں نے زمینداری میں، تجارت میں، صنعت و حرفت میں، ہر جگہ مسلمانوں کے خلاف جتھہ بندی کر لی۔ اس طرح ان کے اور مسلمانوں کے درمیان منافرت کے وہ تمام اسباب پیدا ہوتے چلے گئے۔ جنہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان منافرت کو بڑھا کر آخرکار اتنا تلخ کر دیا کہ تقسیم ملک تک نوبت پہنچ گئی۔

یہ صورت حال کسی ایک جگہ یا ایک حصہ آبادی تک محدود نہ تھی۔ بلکہ وسیع پیمانے پر سارے ملک میں موجود تھی۔ ہزارہا خاندان اس سے متاثر تھے اور لاکھوں آدمیوں کو اس کی تلخیوں میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ملا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد جن لوگوں کے ہاتھ میں حکومت کے اختیارات آئے۔ اگر وہ عام مسلمانوں سے الگ تھلگ اور اسلامی عقائد سے بے پروا اور اپنی قوم کے احساسات سے ناآشنا نہ ہوتے تو وہ اس مسئلہ کو ان مسائل کی فہرست میں رکھتے جنہیں اولین فرصت میں حل کرنا چاہئے تھا۔ لیکن بدقسمتی سے وہ بالکل اپنے انگریز پیش رووں کے جانشین بن کر رہے اور انہوں نے نہ صرف سابق حالت کو برقرار رکھا بلکہ ان اسباب میں اور زیادہ اضافہ کرنا شروع کر دیا۔ جو مسلمانوں کو پہلے ہی قادیانیوں کے خلاف کافی غضبناک کر چکے تھے۔

انہوں نے پاکستان میں ربوہ (اور اب اس کا نام چناب نگر ہے۔ مرتب) کے نام سے ایک دوسرا قادیان بنوا دیا اور قادیانیوں کو وہاں وہ سہولتیں فراہم کر دیں جو مسلمانوں کی کسی جماعت اور کسی ادارے کو فراہم نہیں کی گئیں۔ آج اس ربوہ سے جھنگ، لائل پور، گوجرانوالہ اور سرگودھا کے ملحق علاقے اس قدر تنگ ہیں کہ گویا ایک خنجر ان کے سینے میں پیوست کیا گیا ہے۔ وہاں وہ تمام

حالات رفتہ رفتہ پیدا ہوتے جارہے ہیں جو کبھی قادیان میں تھے اور ہم نے اس علاقے کے مسلمانوں میں وہی احساسات پائے ہیں جو فلسطین میں وطن یہود کی بنیاد پڑتے وقت ملحقہ عرب آبادی میں پائے جاتے تھے۔

انہوں (مسلم لیگ) نے فوج میں اور سول محکموں میں قادیانیوں کو پہلے سے زیادہ ذمہ دار عہدوں پر فائز کیا اور پھر ان لوگوں نے پوری جتھہ بندی کے ساتھ مزید قادیانیوں کو ملازمتوں میں داخل کرنا اور عام مسلمانوں کو دھکیل دھکیل کر قادیانیوں کی ترقی کے لئے راستہ صاف کرنا شروع کر دیا۔

انہوں (مسلم لیگ) نے انتخابات میں بے تکلف اپنی پارٹی کے ٹکٹ قادیانیوں کو دیئے جس کے صاف معنی یہ تھے کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی سیاسی پارٹی نے جو ملک کی حکمران بھی ہے۔ قادیانیوں کو نہ صرف مسلمان بلکہ مسلمانوں کی نمائندگی کا حقدار تک تسلیم کر لیا۔ ان سے زیادہ سخت غلطی انہوں نے یہ کی کہ سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ کا ذمہ دارانہ عہدہ سونپ دیا۔ یہ صاحب ملازمتوں میں قادیانیوں کو گھسانے اور اپنی سرکاری پوزیشن کو قادیانیت کی تبلیغ میں استعمال کرنے کے لئے پہلے ہی سخت بدنام تھے۔ اب اس پوزیشن پر آ کر ان کی ذات قادیانیت کے فروغ کا ایک اہم ذریعہ بن گئی اور اس پر مزید ایک فتنہ کا اضافہ یوں ہوا کہ جب وزیر خارجہ پاکستان ہونے کی حیثیت میں ان کو متعدد مسلمان ممالک کی وکالت وحمایت کے مواقع ملے۔ تو اس سے قادیانیوں نے پورا فائدہ اٹھا کر باہر کے مسلمان ملکوں میں بھی اپنی تبلیغ کا دائرہ کار وسیع کرنا شروع کر دیا۔ اس چیز کی وجہ سے وہ آگ جو قادیانیت کے خلاف پاکستان میں بھڑک رہی تھی۔ بیرون ملک میں بھی بھڑک اٹھی اور متعدد مسلمان ملکوں کی طرف سے یہ شکایات آنے لگیں کہ تمہاری حکومت کی یہ غلطی اب ہم پر بھی اس فتنے کو مسلط کر رہی ہے۔ مفتی مصر کا تازہ فتویٰ اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

یہ سب کچھ کر چکنے کے بعد جب ہمارے حکمرانوں کے سامنے ان کی حماقتوں کے مجموعی نتائج ایک عام ہیجان کی شکل میں نمودار ہو گئے تو اب بھی وہ اس ہیجان کو اور اس کے حقیقی اسباب کو سمجھنے سے پہلو تہی کر رہے ہیں اور اس کے متعلق ایسے غلط اندازے کر رہے ہیں۔ جو کسی ملک کے ذمہ دار حکمرانوں کے نہیں۔ بلکہ نادان بچوں ہی کے شایان شان ہو سکتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی

سطحی واقعہ ہے جو عارضی طور پر محض احرار کے اکسانے سے رونما ہو گیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بس چند مقامات پر دفعہ ۱۴۴ لگا کر اور کچھ پکڑ دھکڑ اور لاٹھی چارج کر کے اور کچھ خطیبوں کو ڈرا دھمکا کر وہ اس اتفاق رائے کو ختم کر سکیں گے جو قادیانیوں کے معاملے میں پایا جاتا ہے۔ یہ سب باتیں صاف بتا رہی ہیں کہ یہ حضرات اس مسئلے کی تاریخ سے، اس کے دینی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی پہلوؤں سے اور عام مسلمانوں کے تلخ احساسات کی گہرائیوں سے ناواقف ہیں اور اجنبی حکمرانوں کی طرح ان کی معلومات کا انحصار سراسر سی آئی ڈی کی رپورٹوں اور ڈان اور سول جیسے اخبارات کے کالموں پر ہے۔ ایسے لوگ اگر اسی سرمایہ علم وفہم کے ساتھ اس ملک کا نظم ونسق چلاتے رہے تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کب کسی صدمہ عظیم سے ہم کو دوچار ہونا پڑے گا۔

بلاشبہ کوئی معقول آدمی بھی یہ پسند نہ کرے گا کہ اس مسئلہ کو یا کسی دوسرے اجتماعی مسئلے کو فساد انگیز طریقوں سے حل کیا جائے۔ ایسے طریقے اگر اختیار کئے جائیں تو یقیناً ہر حکومت کا فرض ہے کہ ان کو روکے اور ہر امن پسند شہری کا فرض ہے کہ ان کو روکنے میں حکومت کی مدد کرے۔ مگر ایک جمہوری حکومت کے فرائض صرف پولیس ڈیوٹی تک محدود نہ ہونے چاہئیں۔ اس کا یہ فرض بھی تو ہے کہ اجتماعی زندگی میں اگر کوئی خرابی پائی جاتی ہو تو اسے اور اس کے اسباب کو سمجھے اور موجب فساد بننے سے پہلے اس کا علاج کرے۔ آخر یہ کسی عقلمند حکومت کا کام ہو سکتا ہے کہ جو اسباب معاشرے میں نصف صدی سے ایک سخت پیچیدگی پیدا کر رہے ہیں اور جن سے معاشرے کی بنیادوں میں ہر وقت ایک غیر محسوس اضطراب برپا رہتا ہے۔ ان کو جوں کا توں قائم رہنے دیا جائے اور صرف وقتاً فوقتاً ان کے پیدا کردہ ابال کو اوپر سے لاٹھیاں برسا کر اور زباں بندیاں کر کے روکا جاتا رہے؟ اس تدبیر سے ممکن ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے فساد رک جائے۔ مگر اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے حقیقی اسباب اندر ہی اندر گھٹ کر ایک آتش فشاں پیدا کر دیں گے۔ جسے پھٹنے سے روک دینا کسی انسانی طاقت کے بس میں نہ ہوگا۔

ایک امت کے اندر دوسری امت کا وجود بہرحال ایک غیر فطری چیز ہے۔ جس طرح کسی انسان کے معدے میں مکھی کو زبردستی نہیں روکا جا سکتا۔ اسی طرح کوئی امت بھی اپنے اندر دوسری امت کے بننے اور پھیلنے کو برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ غیر فطری حالت بہرحال ختم کرنی پڑے گی اور جتنی جلدی یہ ختم ہو اتنا ہی پاکستان کے حق میں بہتر ہوگا۔

جہاں تک حکومت اور اس کے نظم و نسق کو چلانے والے اصل ذمہ دار ادارے (یعنی مرکزی پارلیمنٹ اور دستور ساز اسمبلی) کا تعلق ہے۔ ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ اسے ایک قومی حکومت اور قومی پارلیمنٹ ہونے کی حیثیت سے اپنے فرض کو پہچاننا چاہیئے اور اس مسئلے کو جلدی سے جلدی حل کر کے اس اضطراب کو ختم کر دینا چاہیئے جو ملک میں حقیقی اسباب کی بناء پر پیدا ہوا ہے۔ لیکن ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اگر وہ اپنا فرض نہ پہچانے تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے؟

اس سوال کا جواب میرے نزدیک وہی ہے جو جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ اس سے پہلے دے چکی ہے اور وہ یہ کہ یہاں ایک قادیانی فتنہ ہی موجود نہیں ہے۔ بے شمار فتنے ہیں۔ جو ایک صحیح اسلامی حکومت کے موجود نہ ہونے اور قوانین شرعیہ کے معطل رہنے کی وجہ سے پرورش پا رہے ہیں۔ اس حالت میں یہ کوئی عقلمندی نہیں ہے کہ اس ضمنی اور طفیلی فتنوں کے خلاف الگ الگ محاذ آئے دن قائم کئے جاتے رہیں اور اصل بنائے فساد کو جوں کا توں رہنے دیا جائے۔ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ہم جڑ کی اصلاح پر اپنی تمام کوششیں مرکوز کر دیں۔ یعنی ساری قوم اپنی متحدہ طاقت کے دباؤ سے یہاں ایک خالص اسلامی دستور بنوائے اور پھر اس دستور کے مطابق حکومت کا انتظام چلانے کے لئے صالح لوگوں کو منتخب کرے۔ اس کے بعد بیک وقت سارے ہی فتنوں کا سد باب ہو جائے گا۔ جن میں سے ایک یہ قادیانی فتنہ بھی ہے۔ ورنہ ہمیں یہ سخت اندیشہ ہے کہ اگر مختلف چھوٹے چھوٹے مسائل کو چھیڑ کر توجہات اور کوششوں کو منتشر کر دیا گیا تو نہ اصل مسئلہ ہی حل ہو سکے گا اور نہ اس کے شاخسانوں ہی میں سے کسی کی قطع و برید میں کامیابی ہوگی۔

اس سلسلے میں ہمیں ایک اور بات بھی اپنے برادران دین سے کہنی ہے وہ یہ کہ آپ خواہ کوئی تحریک کسی مقصد کے لئے بھی چلائیں۔ بہرحال اس کے چلانے میں نظم وضبط کی سختی کے ساتھ پابندی کریں اور کبھی اشتعال میں آ کر بے قابو نہ ہوں۔ آگ کی موجودگی تو بلاشبہ کسی نہ کسی درجے میں ضروری ہے۔ مگر آگ وہی کام کی ہے جو حد میں رہے اور حسب ضرورت بھڑکائی اور بجھائی جا سکے ورنہ بے قابو آگ تو گھر ہی جلا سکتی ہے۔ کھانا نہیں پکا سکتی۔

☆ .... ☆ .... ☆

۸

خاتم النبیین لا نبی بعدی
مرزائیت اور اسلام
حضرت مولانا محمد عبداللہ روپڑیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضروری گزارش

اس رسالہ کا مضمون قریباً مارچ ۱۹۵۳ء کا لکھا ہوا ہے۔ جبکہ تحریک ''راست اقدام'' زوروں پر تھی۔ چنانچہ قارئین کرام کو اس مضمون کے پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ چند در چند عوارض کے باعث اس کی اشاعت میں تاخیر ہوتی گئی۔ چونکہ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے۔ اس کی اہمیت اور افادیت کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اس لئے اب بھی اس کی اشاعت اتنی ہی ضروری ہے، جتنی کہ پہلے تھی۔

اس مختصر مضمون میں مسئلہ ختم نبوت اور لفظ ''خاتم النبیین'' کے معنے پر بھی معقول بحث کی گئی ہے۔ اخیر میں مسلمان اور مرتد کی تعریف اور راعی و رعیت کے متعلقہ چند مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مرزائیت کے متعلق مسلمانوں کے متفقہ مطالبات کی اصل حقیقت کو سمجھنے کے لئے یہ مضمون انشاء اللہ مشعل راہ ہوگا۔ واللہ الموفق! عبداللہ امرتسری روپڑیؒ

مسئلہ ختم نبوت اور موجودہ تحریک
حکومت پاکستان کا اس کے متعلق نظریہ

ہم نہ احراری ہیں۔ نہ حکومت کے آدمی ہیں۔ ہماری حیثیت یہاں ایک ہمدرد عالم یا مفتی خیر خواہ کی ہے۔ ہمارے معمول میں یہ چیز داخل ہے کہ حسب طاقت الجھے ہوئے مسائل کو سلجھائیں اور ان میں غلط فہمیاں دور کرتے ہوئے صحیح مسلک پر روشنی ڈالیں:

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینی گناہ است

موجودہ تحریک (ڈائریکٹ ایکشن یا راست اقدام) کے متعلق حکومت کے دو نظریے ہیں۔

اوّل! یہ کہ موجودہ تحریک کو ختم نبوت سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ مسئلہ ختم نبوت خالص مذہبی چیز ہے اور موجودہ تحریک سیاسی۔

دوم! یہ کہ موجودہ تحریک خاص جماعت احرار کی اٹھائی ہوئی ہے۔ جس کو مذہبی رنگ دے کر عوام کے جذبات کو مشتعل کیا گیا تاکہ اس ذریعہ سے اپنا سیاسی اقتدار قائم کریں۔ اس لئے بعض دوسری جماعتیں بھی اس میں شامل ہو گئیں۔ جن کا مقصد بھی سیاسی اقتدار حاصل کرنا تھا۔

اس بیان کی تصدیق کے لئے روزنامہ احسان لاہور مورخہ ۲۳/مارچ ۱۹۵۳ء کا پرچہ ملاحظہ فرمائیں۔اس کے صفحہ اول پر زیر عنوان "پنجاب میں راست اقدام کی تحریک ایک خطرناک سازش تھی۔" گورنر پنجاب کی نشری تقریر شائع ہوئی۔جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں۔

"گورنر پنجاب مسٹر اسمٰعیل ابراہیم چندریگر نے آج شام ریڈیو پاکستان لاہور سے اپنی ایک نشری تقریر میں کہا کہ:"بدامنی کی حالیہ تحریک بظاہر ختم نبوت کے تحفظ کے لئے شروع کی گئی لیکن اس تحریک کے نام پر جو مطالبات پیش کئے گئے وہ سراسر سیاسی تھے اور عوام کو فریب دینے کے لئے انہیں مذہبی رنگ دیا گیا۔..... گورنر موصوف نے کہا یہ پروپیگنڈہ بالکل غلط ہے کہ حکومت یا اس کے وزراء ختم نبوت کو نہیں مانتے۔لیکن اس مسئلہ کو بدامنی کی دلیل بنانا اور "ڈائریکٹ ایکشن" کی ابتداء کرنا ایک خطرناک سازش تھی۔جس کی بیشتر ذمہ داری جماعت احرار پر عائد ہوتی ہے۔

مسٹر اسماعیل چندریگر نے کہا یہ وہ جماعت ہے جو شروع سے پاکستان کی دشمن رہی اور قیام پاکستان سے اب تک شاید ہی کوئی ایسا حربہ ہو جسے اس نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کے لئے استعمال نہ کیا ہو۔یہاں تک کہ بانی پاکستان کی شخصیت پر بھی حملے کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ گورنر پنجاب نے کہا اس تحریک کا اصل مقصد ملک میں انتشار و بدامنی پھیلانا تھا۔اس لئے غدارانہ سازش میں بعض اور جماعتیں بھی شامل ہوگئیں۔جن کا مدعا ان ذرائع سے سیاسی اقتدار حاصل کرنا تھا۔صوبہ کے سادہ لوح عوام کو غلط راستہ پر ڈالنے کے لئے ان کی آنکھوں پر مذہب کی پٹی باندھ دی گئی اور ان کے جذبات کو اشتعال انگیز تقریروں سے بھڑکایا گیا اور ہر ممکن کوشش کی گئی کہ حکومت کا نظام معطل ہو جائے اور ملک میں انتشار اور افراتفری پھیل جائے۔"

اس تقریر میں حکومت اور وزراء کا عقیدہ ختم نبوت بتایا گیا اور اس کے ساتھ ہی مذکورۃ الصدر دو نظریات قائم کئے گئے ہیں۔یعنی ایک!! تو اس تحریک کا مسئلہ ختم نبوت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔دوم!! یہ تحریک احرار کی پیداوار ہے۔جس کا مقصد موجودہ نظام کو درہم برہم کر کے اپنا اقتدار قائم کرنا ہے۔

پیشتر اس کے کہ ان نظریوں کے متعلق کچھ کہا جائے۔مسئلہ ختم نبوت کی حقیقت کو واضح کرنا ضروری ہے۔

ختم نبوت کا مسئلہ

ختم نبوت کوئی فروعی یا جزوی مسئلہ نہیں ہے۔بلکہ ایمان و اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور کفر و اسلام میں حد فاصل ہے۔جیسے سچے نبی کی تکذیب اور انکار کرنا کفر ہے۔ایسے ہی کسی جھوٹے

کاذب کو نبی ماننا کفر ہے۔اس پر بے شمار دلائل معقولی اور منقولی پیش کئے جاسکتے ہیں۔لیکن مسئلہ چونکہ اتفاقی ہے۔اس لئے ہم ایک دو آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔خداتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۱...... ’’فمن اظلم ممن کذب علی الله وکذب بالصدق اذجاء ه الیس فی جهنم مثوی للکافرین (زمر:۳۲)‘‘ ﴿اس سے بڑا ظالم کون ہے، جو خدا پر جھوٹ باندھے اور سچ کو جھٹلائے جب کہ سچ اس کے پاس آ گیا۔کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے؟﴾

۲...... ’’ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا اوکذب بالحق لما جاء ه الیس فی جهنم مثوی للکافرین (عنکبوت:٦٨)﴿اس سے بڑا ظالم کون ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب کہ اس کے پاس حق آ گیا۔کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے؟﴾

ان آیات میں جیسے سچے نبی کی تکذیب اور اس کا انکار کرنے والے کو کافر کہا ہے۔اسی طرح خدا پر جھوٹ باندھنے اور جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو کافر فرمایا ہے۔پس اس فرمان کی بناء پر مرزائیوں کے کفر میں کوئی شک نہ رہا اور یہ فرمان مرزائیوں کے کفر پر صریح دلیل ہے اور اس دلیل کی ترتیب منطقی طور پر بصورت شکل اول یوں ہوئی۔

’’مرزائی جھوٹی نبوت کا مدعی ہے......اور جھوٹی نبوت کا مدعی کافر ہے۔نتیجہ صاف ہے کہ مرزائی کافر ہے۔یہ تو کفر کا ثبوت ایک طریق سے ہوا۔‘‘ دوسرا طریق یہ ہے۔

’’مرزائی خدا کے سچے نبی ﷺ کا منکر ہے۔(کیونکہ آپ کو خاتم النبیین نہیں مانتا)‘‘

☆...... اور سچے نبی کا منکر کافر ہے۔

☆...... نتیجہ یہ کہ مرزائی کافر ہے۔

یہ اصول مرزائیوں کو بھی مسلم ہے۔چنانچہ وہ اسی بناء پر ہم مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں مرزاغلام احمد قادیانی سچا نبی ہے اور سچے نبی کو نہ ماننے والا کافر ہے۔چنانچہ

۱...... مرزابشیرالدین محمود قادیانی لکھتے ہیں:’’نبوت کا منکر کافر ہے۔ہم چونکہ مرزاصاحب کو نبی مانتے ہیں اور غیراحمدی آپ کو نبی نہیں مانتے۔اس لئے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کہ کسی ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے۔غیراحمدی کافر ہے۔‘‘ (اخبار الفضل ۲٦،۲۹؍جون ۱۹۲۲ء)

۲...... مرزابشیراحمد قادیانی فرماتے ہیں:’’ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ علیہ السلام کو مانتا ہے۔مگر عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتا یا عیسیٰ علیہ السلام کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود ......(مرزا) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔‘‘

(کلمۃ الفصل ص۱۱۰)

جس نے مرزا کا نام نہیں سنا وہ بھی کافر

مرزائیوں کے نزدیک وہ شخص بھی کافر ہے۔ جس نے مرزا غلام احمد کا نام تک نہیں سنا۔ چنانچہ بشیر الدین محمود فرماتے ہیں: ''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام نہیں سنا وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔'' (آئینہ صداقت ص ۳۵) گویا مرزائیوں کے نزدیک کفر و اسلام کا مدار مرزا غلام احمد کی ذات پر ہے۔ جو اس کو نبی مانے وہ مسلمان، باقی سب کافر!

۱...... حضرت مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ: ''ان مسلمانوں کا اسلام اور ہے اور ہمارا اور۔ ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور۔ ہمارا حج اور ہے ان کا حج اور ہے۔ اسی طرح ہر بات میں اختلاف ہے۔'' (الفضل ۲۱ر اگست ۱۹۱۷ء)

۲...... ''یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ مسیح موعود نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض آپ نے تمام تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے ہمیں اختلاف ہے۔''

(الفضل ۳۰ر جولائی ۱۹۳۱ء)

اس ہمہ گیر اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزائیوں نے مسلمانوں کا پورا مقاطعہ کر دیا اور ایک ''نئی امت'' کی حیثیت سے اپنے مذہبی معاشرتی اور سیاسی تمام تعلقات الگ کر لئے۔ اس سکیم کا نتیجہ تھا کہ ظفر اللہ خان نے بانی پاکستان مسٹر محمد علی جناح کا جنازہ نہ پڑھا۔ اس پر سوال ہوا تو کہا: ''میرے نزدیک وہ کافر ہے۔'' (چنانچہ ان دنوں اخبارات (زمیندار وغیرہ) میں اس کا بہت تذکرہ ہو چکا ہے)

غور فرمائیے!

ظفر اللہ کے بانی پاکستان کے ساتھ کتنے گہرے تعلقات تھے اور یہ ان کے کئی طرح ممنون تھے۔ وزارت خارجہ کا عہدہ بھی انہی کا عنایت کردہ تھا۔ مگر مرزائیت کی سکیم مقاطعہ نے تمام روابط توڑ دیئے۔ سب احسانات فراموش کر دیئے اور پاکستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ظفر اللہ نے یوں ادا کیا کہ پاکستان کو کفرستان بنا دیا۔ لیکن ہمارے ارباب اقتدار کا حال دیکھئے کہ یہ حضرات پھر بھی ان لوگوں کے اسلام ہی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ کچھ اور بھی سنئے مرزا بشیر الدین مقاطعہ کی سکیم کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

۱......مسلمانوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو

''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے سختی سے تاکید فرمائی ہے کہ کسی احمدی کو غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ باہر سے لوگ اس کے متعلق بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے۔ اتنی ہی دفعہ میں یہ جواب دوں گا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ جائز نہیں، جائز نہیں۔'' (انوار خلافت ص ۸۹)

۲......غیر احمدی مسلمان نہیں

''ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیوں کہ ہمارے نزدیک وہ خدا کے ایک نبی کے منکر ہیں۔'' (انوار خلافت ص ۹۰)

۳......مسلمان بچے کا جنازہ نہ پڑھو

''اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے؟ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا۔ غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہوا۔ اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔''
(انوار خلافت ص ۹۳)

۴......مسلمانوں کو رشتہ نہ دو

''حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی بٹھائے رکھو۔ لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی۔ تو خلیفہ اول نورالدین نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔'' (انوار خلافت ص ۹۳، ۹۴)

مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں:

مسلمان یہودی و عیسائی ہیں

''حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے۔ جو نبی کریم نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے

ساتھ مل کر کر سکتے ہیں؟ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی دوسرا دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلق کا بھاری ذریعہ رشتہ ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ نصاریٰ[1] کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کہا جاتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریم نے یہود تک کا جواب دیا ہے۔" (کلمتہ الفصل ص ۱۷۰،۱۶۹)

مقام غور!

ان عبارات کو پڑھئے۔ بار بار پڑھئے اور غور کیجئے کہ جن لوگوں کی مسلمانوں سے مقاطعہ کی یہ سکیمیں ہوں۔ ان کو مسلمانوں میں شامل کرنا انصاف اور عدالت کا خون نہیں تو اور کیا ہے؟۔

آپس میں تکفیر کا مسئلہ

مذکور بالا عبارت سے مرزائیوں کی سکیم مقاطعہ کی وضاحت کے علاوہ ایک شبہ کا جواب بھی ہوگیا۔ جو عام طور پر کیا جاتا ہے اور بظاہر معقول سمجھا جاتا ہے۔ وہ شبہ یہ ہے کہ دوسری جماعتوں میں بھی تکفیر کا سلسلہ جاری ہے۔ مثلاً بریلوی، دیوبندیوں کا کافر سمجھتے ہیں اور دیوبندی بریلویوں کو۔ اس طرح اہلحدیث کے ساتھ ان کا اختلاف ہے۔ نیز شیعہ سنی نزاع بھی اسی رنگ کا ہے اور علیٰ ہذا القیاس دوسری جماعتوں کو سمجھ لیا جائے۔ اگر اسی طرح کی تکفیر سے ایک دوسرے کو کاٹا جائے اور امت مسلمہ سے الگ کیا جائے۔ تو پھر مسلمان کون رہا۔؟

جواب!! اس امر کا یہ ہے کہ کفر و اسلام کی ایک تفریق کسی شخصیت میں اختلاف کی بناء پر ہوتی ہے۔ جیسے عیسائیوں میں اور یہودیوں میں، عیسائیوں اور مسلمانوں میں تفریق ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں۔ لیکن یہودی اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان حضرت محمد ﷺ کو سید المرسلین تسلیم کرتے ہیں اور عیسائی و یہودی آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور ایک تفریق کسی شخصیت میں اختلاف کی بناء پر نہیں ہوتی۔ بلکہ دونوں اس کو صاحب وحی وصاحب الہام مانتے ہیں اور اسی کی وحی والہام کو دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ تکفیر صرف الہامی کلام کے ثبوت، عدم ثبوت یا اس کے معنے ومفہوم میں اختلاف کی بناء پر ہوتی ہے۔ جیسے مرزائی لاہوری اور قادیانی ہر دو گروہ مرزا غلام احمد کو صاحب وحی وصاحب الہام مانتے ہیں۔ ان کے قول

---

[1] ہمارے ''روشن خیال'' حضرات اسلامی غیرت نہ سہی کم از کم انسانی حمیت کو ملحوظ رکھ کر اس عبارت مرزائیہ کو خاص غور سے پڑھیں۔

سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن معنے ومطلب میں ان کا اس قدر اختلاف ہے کہ ایک گروہ دوسرے کو کافر کہتا ہے۔ اسی طرح دوسری جماعتوں کی آپس میں تکفیر صرف معنی مفہوم میں اختلاف کی بناء پر ہے۔ ورنہ نبی سب کا ایک ہے۔ سب اسی کی وحی والہام کو دلیل اور حجت سمجھتے ہیں۔ منکرین حدیث کا بھی نبی جدا نہیں ہے۔ ان کو صرف حدیث کے وحی اور الہامی کلام ہونے میں اختلاف ہے۔ یہ تفریق اگرچہ کفر تک پہنچ گئی ہے۔ مگر اس میں وہ بُعد نہیں جو پہلی تفریق میں ہے۔ جس کی دو وجہ ہیں۔

اوّل! یہ کہ نبی براہ راست اللہ تعالیٰ سے پیغام حاصل کرتا ہے اور جب نبی جدا ہو تو جڑ سے ہی جدائی اور تفریق ہوگئی۔ ایسا اختلاف قوم کو مستقل دو امتیں بنا دیتا ہے اور نبی ایک ہونے کی صورت میں دونوں کا رجوع اسی نبی کی طرف ہوگا۔ پس وہ دو مستقل امتیں نہ ہوں گی۔

دوسری! وجہ یہ ہے کہ جب نبی جدا ہوا اور اس کو جھٹلایا جائے تو یہ گویا نبی پر کفر کا فتویٰ ہے اور نبی ایک ہونے کی صورت میں اگر ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ ہو تو یہ امتی کا امتی پر فتویٰ ہے اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔

افسوس ہے کہ اس مسئلہ پر کماحقہ غور کیا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ مرزائیت کو اقلیت قرار دینے کے مطالبہ کا مدار صرف کفر واسلام کی بحث پر نہیں۔ بلکہ یہ نبوت کی تبدیلی کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس مطالبہ کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ امتیں ہمیشہ نبوت کے تابع ہوتی ہیں۔ نبوت کے بدل جانے سے امت بھی علیحدہ ہو جاتی ہے۔ یہودی عیسائی مسلمانوں سے اس لئے علیحدہ ہیں کہ ان میں اور مسلمانوں میں نبوت کی تفریق ہے۔

دوسری جماعتوں کا آپس میں سلسلہ تکفیر خواہ کسی حد تک بھی کیوں نہ پہنچ جائے۔ مرکز نبوت سب کا ایک ہے۔ تمام فرقے صدہا اختلافات کے باوجود نبوت محمدیہ پر متفق اور متحد ہیں اور عقیدہ ختم نبوت پر سب کا اجماع ہے۔

مرزائیوں نے چونکہ اپنی نبوت علیحدہ کر لی ہے اور اسی نبوت کی وجہ سے انہوں نے مسلمانوں سے کلی مقاطعہ کیا ہے۔ اس بناء پر مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ مرزائیوں کو یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے۔ مختصر یہ کہ مرزائیوں کو دوسری جماعتوں کے اختلاف پر قیاس کرنا غلط ہے۔ مرزائی مسلمانوں سے اپنی نئی نبوت کی وجہ سے علیحدہ ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا عبارات مرزائیہ کو پھر پڑھ جائیے۔ مرزائی خود اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان اور مرزائی کی تفریق بالکل اسی طرح کی ہے جیسے مسلمانوں اور عیسائیوں و یہودیوں کی تفریق ہے۔

اوراصولی لحاظ سے مرزائیوں کا یہ اعلان صحیح ہے۔ان کا حق ہے کہ وہ ہر امر میں مسلمانوں سے علیحدہ رہیں۔ کیونکہ ان کی نبوت علیحدہ ہے۔ اندریں صورت کیا وجہ ہے کہ عیسائی وغیرہ تو اقلیت میں ہوں اور مرزائیوں کو مسلمانوں میں شامل کیا جائے۔

گول میز کانفرنس شملہ میں مسٹر جناح نے تقسیم ملک کی بڑی وجہ یہ پیش کی تھی کہ گائے ایک قوم کا خدا ہے اور دوسری قوم کی خوراک ہے۔لہٰذا یہ دونوں قومیں اکٹھی کسی طرح رہ سکتی ہیں؟ اس پر ملک کے دوٹکڑے ہوگئے۔اب اس اصول کو یہاں لیجئے۔نبوت کمال بشریت کا آخری درجہ ہے۔نبی سے بڑھ کر خدا کا کوئی مقرب نہیں۔جب ایک قوم کے نبی کو دوسری قوم دجال وکذاب کہے تو اس کے اجتماع کی کوئی صورت نہیں ہے۔اس لئے مطالبہ کیا گیا ہے کہ عیسائیوں وغیرہ کی طرح مرزائیوں کو بھی اقلیت قرار دیا جائے۔

چند باتیں یہاں اور قابل توجہ ہیں

اوّل! یہ کہ دوسری جماعتوں کے آپس میں خواہ کتنے اور کیسے ہی اختلافات ہوں۔مگر ان میں سے کوئی بھی اسلامی حکومت پر کفر کی حکومت کو ترجیح نہیں دیتا۔بخلاف اس کے مرزائیت یہ چاہتی ہے کہ کفر کی حکومت برقرار رہے۔چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی (مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۷۰) میں لکھتے ہیں:''میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح کرسکتا ہوں۔نہ مدینہ میں۔نہ روم میں۔نہ شام میں۔نہ ایران میں۔نہ کابل میں۔مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔''

الفضل ۱۳؍ستمبر ۱۹۱۴ء میں ہے:''سنو انگریز کی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے۔تمہارے لئے ایک برکت ہے اور اس خدا کی طرف سے وہ سپر ہے۔پس تم دل وجان سے اس سپر کی قدر کرو اور ہمارے مخالف جو مسلمان ہیں۔ہزار ہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں۔''

اسی پرچہ میں آگے چل کر لکھا ہے:''سچے احمدی بدوں کسی خوشامد اور چاپلوسی کے دل سے یقین کرتے ہیں کہ برٹش گورنمنٹ ان کے لئے فضل ایزدی اور سایہ رحمت ہے اور اس کی ہستی کو وہ اپنی ہستی خیال کرتے ہیں۔''

ان عبارات کا مطلب واضح ہے کہ مرزائیت کے لئے کسی مملکت اسلامیہ میں جگہ نہیں۔اسی لئے کہیں کفر کی حکومت کو سایہ رحمت ایزدی بتلایا جارہا ہے اور کہیں اس کے اقبال اور ترقی کے لئے دعائیں ہورہی ہیں۔آخر یہ کیوں؟ یا تو اس لئے کہ نئی نبوت کا اسلام میں وجود ہی نہیں۔یا پھر اس لئے کہ اس میں اسلامی معاشرے کی تخریب قطع برید اور ملک میں انتشار وبدامنی

کے خطرات اس قدر ہیں کہ کوئی اسلامی حکومت اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔

آہ! ہماری بدقسمتی اور بدبختی کی انتہاء ہے کہ یہ انگریز کا خود کاشتہ پودا قادیانی نبوت پاکستان کے حصہ میں آ گئی۔ جس کی بدولت ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔ سینکڑوں گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ بالخصوص لیڈران قوم پر شدید مصائب آئے کئی شہید ہوئے اور بہت سے اب تک جیلوں میں سڑ رہے ہیں۔ کیا یہ امر قابل افسوس نہیں کہ جس نبوت کاذبہ کا وجود ہی کوئی اسلامی حکومت کسی حیثیت سے برداشت نہیں کر سکتی۔ نہ اسلامی حیثیت سے نہ سیاسی حیثیت سے حکومت پاکستان اس کو اقلیت قرار دینے میں بھی پس و پیش کر رہی ہے۔ الی اللّٰہ المشتکی!

دوسری بات قابل توجہ یہ ہے کہ حکومت پاکستان کے اندر مرزائیت کو اپنی علیحدہ سٹیٹ کا فکر ہوا۔ حالانکہ حکومت نے اس کے ساتھ بہت سے خصوصی احسان کئے۔ ملک تقسیم ہوتے ہی نصف حکومت کے اختیارات اس کے حوالے کر دیئے۔ ظفر اللہ کو وزیر خارجہ بنا دیا جس کی وجہ سے بیرونی اختیارات کلی طور پر مرزائیت کے ہاتھوں میں آ گئے اور اندرونی طور پر بھی ہر محکمہ میں بہت زیادہ اقتدار پیدا کر لیا اور مستقل مرکز بنانے کے لئے ربوہ کا جنگل دے دیا گیا۔ مگر مرزائیت ایسی احسان فراموش واقع ہوئی کہ اپنی علیحدہ اسٹیٹ حاصل کرنے کی دھن میں مگن رہی۔ چنانچہ ۲۳ر جولائی ۱۹۴۸ء کو مرزا محمود نے کوئٹہ میں ایک خطبہ دیا۔ جو ۲۳ر اگست ۱۹۴۸ء کے ''الفضل'' میں شائع ہوا۔ اس میں آپ فرماتے ہیں: ''برٹش بلوچستان...... جواب پاکی بلوچستان ہے...... کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے۔ یہ آبادی اگرچہ دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے۔ مگر بوجہ ایک یونٹ ہونے کے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دنیا میں جسے افراد کی قیمت ہوتی ہے۔ یونٹ کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ کی کانسٹی ٹیوشن ہے۔ وہاں اسٹیٹس سینٹ کے لئے اپنے ممبر منتخب کرتی ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی اسٹیٹ کی آبادی دس کروڑ ہے یا ایک کروڑ ہے۔ سب اسٹیٹس کی طرف سے برابر ممبر لئے جاتے ہیں۔ غرض پاکی بلوچستان کی آبادی ۵،۶ لاکھ ہے اور اگر ریاستی بلوچستان کو ملا لیا جائے تو اس کی آبادی گیارہ لاکھ ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک یونٹ ہے۔ اس لئے اسے بہت اہمیت حاصل ہے۔ زیادہ آبادی کو تو احمدی بنانا مشکل ہے۔ لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلدی احمدی بنایا جا سکتا ہے۔...... یاد رکھو تبلیغ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہماری بیس مضبوط نہ ہو۔ پہلے بیس مضبوط ہو تو پھر تبلیغ پھیلتی ہے۔ بس پہلے اپنی بیس مضبوط کر لو۔ کسی نہ کسی جگہ اپنی بیس بنا لو۔ کسی ملک میں ہی بنا لو...... اگر ہم سارے صوبے کو

احمدی بنالیں۔تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا۔جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے اور یہ بڑی آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔"

اس عبارت میں جس ریاست مرزائیہ کے مشورے ہو رہے ہیں۔اس کا نقشہ یہ بتایا جا رہا ہے کہ اس کی ساری آبادی پر مرزائیت اس طرح چھا جائے کہ کوئی فرد غیر مرزائی نہ رہے۔ گویا مرزائی،مسلمانوں کو بطور اقلیت کے بھی برداشت نہیں کرسکتا۔جس گروہ کو مسلمانوں سے اتنی نفرت ہو کہ یہودیت اور عیسائیت کو بھی اسلام سے اتنی نفرت نہیں۔اس کے حق میں اقلیت کا مطالبہ تو بہت ہی معمولی اور ہلکا مطالبہ ہے۔

کاش! حکومت حقائق کا جائزہ لے اور مسلمانوں کے جائز مطالبات پر پورا غور کرے۔

تیسری بات قابل توجہ یہ ہے کہ تحریک راست اقدام سے چند روز پہلے اخبار"زمیندار" میں چودھری ظفر اللہ کے چار خطوط شائع ہوئے تھے۔جو نجی طور پر خلیفہ قادیان کو لکھے گئے۔ان میں غیر ممالک کے اندر مرزائیت کی تبلیغ کا ذکر تھا۔یہ کہاں کی انصاف پرستی ہے کہ پاکستانی خزانہ سے روپیہ مسلمانوں کا صرف ہو رہا ہے اور تبلیغ و نمائندگی مرزائیت کی ہو رہی ہے؟ ایسی تخریبی کارروائیاں ہی تو مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرتی ہے۔خصوصاً جبکہ اس کارروائیوں کا مرتکب وہ شخص ہو۔جس کو اسلامی حکومت کے نصف حصے کا مختار بنادیا گیا ہو۔

مسلمان آخر غیور قوم ہے۔وہ ایک مرزائی کو سیاسی اعتبار سے ایسی کلیدی آسامی دینا بھی برداشت نہیں کرسکتی۔اس پر غیر ممالک میں تبلیغ مرزائیت کا اضافہ جلتی پر تیل ڈالنے کی مثال ہے۔

حقیقت یہ ہے

کہ دوسری جماعتوں کی آپس میں تکفیر کو یہاں پیش کرنا اور یہ کہنا کہ مرزائیوں کی تکفیر کوئی نرالی نہیں۔یہ قطعاً بے محل ہے۔آخر یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ وہ کون سی چیز ہے۔جس نے آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کرنے والی تمام جماعتوں کو مرزائیت کے خلاف ایک سٹیج پر جمع کر دیا۔وہ یہی تو ہے کہ مرزائی ایک نئی امت ہے۔جس کی بابت اس کے نبی مرزا غلام احمد فرماتے ہیں:"ان (یعنی مسلمانوں) کا اسلام اور ہے اور ہمارا اور۔ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور۔ہمارا حج اور ہے ان کا حج اور اسی طرح ان کی ہر بات میں اختلاف ہے۔" (الفضل ۲۱ر اگست ۱۹۱۷ء)

کیوں نہ ہو جب نبوت ہی الگ ہوگئی تو باقی سب کچھ خود بخود الگ ہو گیا اور جیسے یہودی، عیسائی ہم سے ہر معاملہ میں الگ ہیں۔ ایسے ہی مرزائی ہیں۔ چنانچہ گزشتہ صفحات میں حسب ضرورت تفصیل ہو چکی ہے۔

لاہوری مرزائی کا کفر!

گزشتہ بیان سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس بناء پر لاہوری مرزائی کافر نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ ختم نبوت کا قائل ہے اور مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتا۔ اول تو یہ شبہ یہاں معتر نہیں۔ اس لئے کہ لاہوری مرزائی اقل قلیل ہے اور مقابلہ اس وقت قادیانی سے ہے۔ اس کے علاوہ لاہوری مرزائی بھی کافر ہیں۔ جس کے کئی دلائل ہیں۔

اوّل...... یہ کہ مسیح موعود کے متعلق امت کا متفقہ عقیدہ ہے اور احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے کہ وہ نبی ہے۔ مگر لاہوری مرزائی اس کی نبوت سے منکر ہیں۔ اس بناء پر وہ بھی کافر ہیں۔

دوم...... امت کا اجماع ہے اور قرآن وحدیث اس پر متفق ہیں کہ آنے والے مسیح عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ہیں۔ ایسے قطعیات کا منکر کافر ہے۔

سوم...... مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت میں شک نہیں۔ چنانچہ مرزا محمود نے اپنی کتاب ''حقیقت النبوۃ'' میں اس کے لئے ضرورت سے زیادہ مواد جمع کر دیا ہے اور یہ لاہوری مرزائیوں کو بھی مسلم ہے۔ وہ صرف اس کی تاویل کرتے ہیں کہ ''نبی'' سے مراد محدث ہے۔ لیکن ''محدث'' کی تشریح وہی نبی والی کرتے ہیں کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ جو دخل شیطانی سے محفوظ ہوتی ہے اور انبیاءؑ کی طرح وہ مامور ہوتا ہے۔ انبیاءؑ کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے (یعنی دعویٰ کرے) اور اس کا منکر مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور آیت سورۂ جن کی: ''الا من ارتضیٰ من رسول'' اس کو شامل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنے رسولوں پر غیب کی خبریں کھولتا ہے۔[1]

یہ سب حوالہ جات کتاب کتاب ''نبوۃ فی الاسلام'' مصنف مولوی محمد علی امیر جماعت مرزائیہ لاہور میں موجود ہیں۔ خصوصاً اس کا باب چہارم قابل ملاحظہ ہے۔ پس جب محدث کی تشریح نبی والی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ درحقیقت مرزائی دونوں گروہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے

---

[1] نبوت فی الاسلام کے ص۱۶۴ میں ہے کہ: ''محدث نبی بالقوہ ہے اور اس کی مثال تخم درخت سے دی ہے کہ اس میں درخت بننے کی استعداد ہے۔ بالفعل درخت نہیں۔'' لیکن محدث کی جو تشریح اوپر کی گئی ہے۔ اس پر یہ مثال چسپاں نہیں آتی۔ کیونکہ یہ تشریح اس کو بالفعل ہی بناتی ہے۔

ہیں۔لہٰذا مرزائی لاہوری اورقادیانی میں کوئی فرق نہیں رہا۔ کیونکہ درحقیقت لاہوری بھی قادیانیوں کی طرح مرزاغلام احمد کو نبی مانتے ہیں۔

چہارم...... مولوی محمد علی نے (ضمیمہ نبوۃ فی الاسلام ص ۱۰۵) پر بحوالہ اشتہاری ''ایک غلطی کا ازالہ'' مرزاغلام احمد قادیانی کا یہ حوالہ ذکر کیا ہے کہ: ''میرا نام آسمان پر محمد اوراحمد ہے۔ کیونکہ میری نبوت محمد کی نبوت ہے۔ خواہ بطور عکس ہو۔'' اور ظاہر ہے کہ عکس انہی کمالات کا مظہر ہے جو اصل میں ہوتے ہیں۔ پس عکس کا انکار اصل کا انکار ہے اوراصل کا انکار تولاہوری مرزائی کے نزدیک بھی کفر ہے۔پس عکس کا انکار بھی کفر ہوا۔نتیجہ ظاہر ہے کہ لاہوری مرزائی بھی مرزاغلام احمد کو وہی درجہ دیتے ہیں۔ جو قادیانی دیتے ہیں۔ لفظ خواہ محدث بولیں یا نبی۔ پس لاہوری قادیانی ایک ہی ہیں۔''

پنجم...... مولوی محمد علی نے (ضمیمہ النبوۃ فی الاسلام ص ۱۰۳) میں بحوالہ (اربعین نمبر۴ص ۱۹،خزائن ج ۱۷ ص ۴۵۴) مرزاغلام احمد قادیانی کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ''مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے، جیسا کہ تورات، انجیل اورقرآن پر۔'' پس جب یہ وحی ایسی ہی قطعی ہے جیسی کتب مذکورہ۔تو پھر کتب مذکورہ کی طرح ان کا منکر بھی کافر ہوا۔نتیجہ وہی ہے جو ابھی ذکر ہوا۔

ششم...... (ضمیمہ نبوۃ فی الاسلام ص ۱۹، ازالہ اوہام ص ۵۳۳،خزائن ج ۳ ص ۳۸۷) سے نقل کر کے بطور خلاصہ لکھا ہے کہ: ''خواہ موجودہ احکام (اسلامی عقائد وصوم وصلوٰۃ زکوٰۃ حج وغیرہ) ہی بذریعہ جبریل وحی نبوت سکھائے جائیں۔تو یہ ایک نئی کتاب اللہ ہوگی۔''

(ضمیمہ النبوۃ فی الاسلام ص ۱۰۳) میں (بحوالہ اربعین نمبر۴ص ۶،۷،خزائن ج ۱۷ص ۴۳۶) لکھا ہے: ''خداتعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو۔جھوٹی گواہی نہ دو۔زنا نہ کرو۔خون نہ کرو اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا شریعت ہے۔جو مسیح موعود کا ہی کام ہے۔''

(ضمیمہ النبوت فی الاسلام کے ص ۱۳۲، بحوالہ تریاق القلوب ص ۱۳۰،خزائن ج ۱۵ص ۴۳۲ حاشیہ) لکھا ہے: ''یہ نکتہ بھی یادرکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا کی طرف سے شریعت اوراحکام جدید لاتے ہیں۔لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اورمحدث ہیں۔گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں شان اعلیٰ اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔''

ان عبارتوں کا نتیجہ ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کا منکر کافر ہے۔ کیونکہ وہ صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہے۔ جس کو وحی احکام بطورِ تجدید ملے۔

ہفتم...... (ضمیمہ النبوت فی الاسلام ص ۱۳۰، بحوالہ دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳) لکھا ہے کہ: ''میں اس پہلے مسیح سے اپنی تمام تر شان میں بہت بڑھ کر ہوں۔'' اور (ضمیمہ النبوت فی الاسلام ص ۱۶۲، بحوالہ حقیقت الوحی ص ۱۵۵، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۹) لکھا ہے: ''آنے والا مسیح جو آخری زمانہ میں آئے گا۔ اپنے جلال اور قوی نشانوں کے لحاظ سے پہلے مسیح یا پہلی آمد سے افضل ہے۔''

ان عبارات کا مطلب واضح ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی صداقت کے نشان پہلے مسیح سے زیادہ قوی، زیادہ شان وشوکت اور جاہ وجلال رکھتے ہیں۔ پس جب پہلے مسیح کا منکر کافر ہے تو جس کی شان پہلے مسیح سے بڑی ہے۔ اس کا منکر بطریق اولیٰ کافر ہوا۔

ہشتم...... (ضمیمہ النبوت فی الاسلام ص ۳۱، بحوالہ تحفہ بغداد ص ۲۸، خزائن ج ۷ ص ۳۴) لکھا ہے کہ: ''لاشك ان من امن بنزول المسيح الذى هو نبى من بنى اسرائيل فقد كفر بخاتم النبيين'' کوئی شک نہیں کہ جو شخص اس مسیح کے نزول پر ایمان لایا جو بنی اسرائیل سے ایک نبی ہے۔ وہ خاتم النبیین کے ساتھ کافر ہے۔''

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے اپنے تمام مخالفوں کو کافر کہا ہے اور لاہوری مرزائی اس کو پیش کررہے ہیں اور یہی قادیانیوں کا عقیدہ ہے۔ پس لاہوری اور قادیانی ایک ہی ہوئے۔

نہم...... امت اسلامیہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ آنے والا مسیح حکومت اور سیاسی نشان کے ساتھ آئے گا۔ احادیث صحیحہ میں بھی اس کی تصریح ہے کہ وہ حکم، عدل یعنی باانصاف حاکم ہوگا۔ جنگ کرے گا۔ دجال کو قتل کرے گا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے متواتر اور متفقہ عقیدہ کا منکر کافر ہے۔ پس لاہوری مرزائی بھی کافر ہوئے۔ کیونکہ وہ بجائے ایسے شخص کو مسیح موعود مانتے ہے جو حکومت اور سیاست کے ساتھ نہیں آیا۔

دہم...... یہ کہ حیات مسیح بھی اہل اسلام کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام آسمان پر اب زندہ ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر میں اس پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ لاہوری مرزائی ان قطعیات کے منکر ہیں۔ لہٰذا وہ بھی قادیانیوں کی طرح کافر ہیں۔ ''تلك عشرة كاملة'' اس قسم کی اور بھی بہت وجوہات ہیں۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے (اربعین نمبر۴ ص ۶، خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۵) میں خود صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ لاہوری مرزائیوں کو بھی مسلم ہے کہ صاحب شریعت کی نبوت کا انکار کفر ہے۔ (ملاحظہ

ہونہوۃ فی الاسلام ص ۷۵،۷۶) خلاصہ یہ کہ مرزائی لاہوری ہوں یا قادیانی۔ دونوں کافر ہیں۔

حکومت پاکستان کا نظریہ

اب حکومت پاکستان کے نظریوں پر غور فرمایئے:

پہلا نظریہ: کہ موجودہ تحریک کو مسئلہ ختم نبوت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حکومت پاکستان اسلامی حکومت ہے یا غیر اسلامی۔ اگر غیر اسلامی ہے تو پھر بھارت اور پاکستان ایک ہی شے ہے۔ تقسیم ملک بے کار ہو گئی اور لاکھوں قربانیاں برباد ہو گئیں۔ ایسا کہنے کی جرأت تو کون کرے گا اور اگر اسلامی حکومت ہے۔ جیسا کہ پاکستان کو اسلامی حکومتوں میں سب سے بڑی حکومت کہا جاتا ہے۔ تو پھر اسلامی حکومت کی تعریف اس پر صادق آنی چاہئے۔ چونکہ آپ اس کو جمہوری حکومت کہتے ہیں۔ یعنی اکثر افراد کی حکومت جو رائے عامہ کے تحت ہو۔ اس کے لئے کم از کم کلیدی آسامیاں (جن میں مسلم غیر مسلم دونوں کی نمائندگی کے اختیارات ہوں) مسلمان ہونی چاہئیں۔ ورنہ حکومت اسلامی محض ایک فریب ہوگا۔ جس کو مذہبی رنگ دیا گیا ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ جب تک پاکستان میں اسلامی قانون رائج نہ ہو۔ اس کو اسلامی حکومت کہنا صرف ایک خوش فہمی ہے۔

یہ تو بالکل سطحی نظریہ ہے کہ کلیدی آسامیاں کافر ہوں اور حکومت اسلامی کہلائے۔ علم منطق کا مشہور مسئلہ ہے کہ نتیجہ ''اخس ارذل'' کے تابع ہوتا ہے۔ یعنی مرکب شے میں ایک چیز ناقص ہو تو ساری ناقص کہلاتی ہے۔ مثلاً پورے قرآن مجید پر ایمان لا کر صرف ایک آیت کے ساتھ کفر ہو تو وہ کافر کہلائے گا۔ اسی طرح تمام انبیاء علیہ السلام کو مان کر ایک کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔ یہودی عیسائی اسی لئے کافر ہیں۔ پس حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ وہ اپنے نام اور مقام کا لحاظ کرتے ہوئے ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے سبکدوش کر دے۔

دوسرا نظریہ: کہ یہ تحریک دراصل احرار کی ہے۔ اس پر سوال یہ ہے کہ جب مسئلہ ختم نبوت پوری ملت اسلامیہ کا مشترکہ ہے اور اسی مسئلہ کا تقاضا ہے کہ وزارت خارجہ تبدیل ہو اور مرزائیت اقلیت قرار پائے۔ تو پھر اس میں احراریوں کی کیا خصوصیت رہی؟ اس لئے تمام جماعتیں اس میں شریک ہو گئیں۔ یہاں اقتدار غیر اقتدار کا سوال نہیں۔ بلکہ پاکستان کے متعلق حکومت اسلامی یا غیر اسلامی کا مسئلہ پیش نظر ہے۔ جس پر غور کرنا حکومت پاکستان کا اولین فرض ہے تاکہ اپنے اسلامی ہونے کا ثبوت پیش کر سکے۔

خلاصہ یہ کہ مسئلہ ختم نبوت بے شک مذہبی چیز ہے اور موجودہ تحریک سیاسی۔ لیکن جب

حکومت اسلامی ہے اور اسلام خود ایک مذہب ہے۔ تو پھر ایک کو دوسرے سے جدا کیسے کر سکتے ہیں؟ اصل میں ایک عام وبا پھیل گئی ہے۔ جو انگریزی دور کی پیداوار ہے کہ مذہب اور سیاست دو الگ الگ چیزیں ہیں اور اسی سے ہماری حکومت متاثر ہے۔ حالانکہ اسلام کا عملی حصہ مجموعہ سیاست ہے۔ جس کے تین شعبے ہیں۔

۱...... تہذیب اخلاق یعنی بندے اور خدا کا معاملہ۔

۲...... تدبیر منزل گھریلو نظام۔

۳...... تدبیر ملک یعنی حکومت کا نظم ونسق۔

اگر حکومت اسلامی نظریے کے تحت مرزائیوں سے غیر مسلم والا سلوک کرتی تو نہ کوئی جانی نقصان ہوتا نہ مالی۔ نہ مارشل لاء لگانے کی ضرورت پیش آتی۔ لیکن جب حکومت نے اپنے فرض کا احساس نہ کیا تو اس تحریک کے ذریعہ اظہار ناراضگی کیا گیا۔ جس سے حکومت نے یہ سمجھا کہ اس تحریک کا مقصد ملک میں انتشار اور بدامنی پھیلانا ہے۔ حاشا وکلا!

یہ تو موجودہ تحریک کی طرف سے صفائی پیش کی گئی ہے۔ لیکن ہمارا ایک مشورہ حدیث نبوی کی روشنی میں اس سے بالاتر ہے۔ جس کا کئی دفعہ ہم وعظوں، تقریروں میں اظہار کر چکے ہیں۔ حضور خاتم النبیین کا ارشاد ہے: ”عن ابی الدرداءؓ قال قال رسول اللہﷺ ان اللہ تعالیٰ یقول انا اللہ لا الہ الا انا مالك الملك ومالك الملوك قلوب الملوك فی یدی وان العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوکھم علیھم بالرحمة والرافة وان العباد اذا عصونی حوّلت قلوبھم بالسخطة والنقمة فسامرھم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم بالدعاء علی الملوك ولکن اشغلو انفسکم بالذکر والتضرع کی اکفیکم ملوککم رواہ ابونعیم فی الحلیة (مشکوٰة کتاب الامارة الفصل الثالث ص۳۲۳)“ ﴿خدا تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں مالک الملک ہوں۔ شہنشاہوں، بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہیں اور میرے بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں تو میں بادشاہوں کے دل بندوں کے حق میں نرم کر دیتا ہوں۔ پس وہ ان کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آتے ہیں اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں۔ تو میں بادشاہوں کے دل بندوں کے حق میں سخت کر دیتا ہوں۔ پس وہ ان کو سخت تکلیف دیتے ہیں۔ تم بادشاہوں کو بددعا دینے کی بجائے خدا کو یاد کرو اور اس کے حضور میں گریہ زاری کرو۔ خدا ان کی طرف سے تمہاری کفایت کرے گا۔﴾

یہ صادق المصدوق سردار دو جہاںؐ کا فرمان ہے۔ جس میں ہماری جملہ مشکلات کا حل ہے اور پھر اس پر عمل کرنا بھی سہل ہے۔ تمام مشکلات کا حل اس لئے ہے کہ خدا کی طرف رجوع ہے۔ جو قادر مطلق ہے۔ بادشاہوں کے دلوں کا مالک ہے اور ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے اور سہل اس لئے ہے کہ ہمارے اختیار کی شے ہے۔ ہمیں کسی سخت دل کے حوالے نہیں کیا۔ واللہ الموفق!

خاتم النّبیین کا معنی

آخر میں ہم چاہتے ہیں کہ اس لفظ کے معنے واضح کر دیں۔ کیونکہ مرزائی عموماً اس میں دھوکہ دیتے ہیں اور اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جناب سرور کونین ﷺ نبیوں کی تصدیق کی مہر ہیں۔ یعنی آئندہ وہ نبی ہوگا جس پر آپ کی اتباع کی مہر ہوگی اور اس بناء پر مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں۔ کیونکہ ان کو دعویٰ ہے کہ وہ سردار دو جہاں کے کامل متبع ہیں۔

۱...... لیکن اصلیت یہ ہے کہ یہ دعویٰ ہی اس کی تکذیب کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ یہ معنے آج تک نہ کسی صحابی کو سمجھ آئے۔ نہ تابعی نہ تبع تابعی۔ نہ آئمہ دین میں سے کسی نے یہ معنے کئے کہ آئندہ نبی وہ ہوگا جس پر سردار دو جہاں ﷺ کے اتباع کی مہر ہوگی۔ اگر مرزائیوں میں ہمت ہے تو سلف صالحین سے اس کا ثبوت پیش کریں اور جب یہ لفظ کا معنی ہی نہیں۔ بلکہ مرزا کا اپنا اختراع (من گھڑت) ہے۔ تو پھر کامل متبع تو کجا سرے سے اتباع ہی سے خارج ہو گئے اور مسلمان ہی نہ رہے۔

۲...... دوم یہ معنے ایک اور طریق سے بھی غلط ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہاں پر تین قرأتیں ہیں۔ (۱)...... خاتَم النّبیین۔ (۲)...... خاتِم النّبیین۔ (۳)...... ولکن نبینا ختم النّبیین۔ ملاحظہ ہو (تفسیر مدارک النسفی ج۳ ص۳۸۹) وغیرہ!

عربی زبان میں خاتَم اور خاتِم کے دو معنی ہیں۔ خاتَم آخری شے اور خاتِم مہر۔ اگر یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ تو مطلب واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی اور اگر دوسرے معنی ہوں تو پھر مراد ایسی مہر ہوگی۔ جیسے کسی شے کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ اس صورت میں بھی مطلب وہی ہو گیا کہ آپؐ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے اور تیسری قرأت اس کو مؤید ہے۔ کیونکہ ختم النّبیین کے دو معنی ہیں۔ اوّل یہ کہ آپؐ نے نبیوں کو ختم کر دیا۔ دوم یہ کہ آپؐ نے نبیوں پر مہر لگا دی۔ دوسرا معنی یہاں نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں یہاں تین چیزیں چاہئیں۔ ایک مہر...... ایک مہر لگانے والا...... ایک جس پر مہر لگائی

جاتی ہے۔ جب آپؐ مہر لگانے والے ہوئے تو خود مہر نہ ہوئے۔

حالانکہ پہلی دو قرأتوں میں آپ کو مہر کہا گیا ہے۔ پس یہ معنے پہلے دونوں کے خلاف ہوا۔ اس لئے پہلا مراد ہوگا۔ تاکہ تینوں قرأتوں کا مطلب ایک ہو جائے۔ یعنی پہلی دو قرأتوں کی رو سے آپؐ چونکہ مہر ہیں اور مہر لگنے سے معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے آپ نبیوں کو ختم کرنے والے ہوئے اور یہ مہر خدا کی طرف سے لگائی گئی۔ اس لئے خدا مہر لگانے والا ہوا۔

۳...... پھر (بخاری ج۲ ص۲۴۸ باب ذکر کونہ وخاتم النبیین، مسلم ج۱ ص۵۰۱ باب خاتم النبیین) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انبیاء علیہم اسلام کو ایک مکان سے تشبیہ دی۔ جس میں ایک اینٹ کی کمی ہے اور فرمایا میں بھی وہی اینٹ ہوں۔: ''ختم بی النبیون'' ﴿میرے ساتھ نبی ختم کئے گئے۔﴾ اس طرح کی اور بھی بہت سی احادیث میں۔ اس سے بھی معلوم ہوا۔ کہ آپؐ کے ساتھ نبوت ختم ہوگئی۔ آپ تصدیق کی مہر نہیں۔ جیسا کہ مرزائیوں کا خیال ہے۔

۴...... حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے: ''انا خاتم النبیین لانبی بعدی'' ﴿میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾ اس حدیث میں حضرت محمد ﷺ نے خاتم النبیین کا معنی خود بیان فرما دیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس آپ کا بیان فرمودہ معنے سب پر مقدم ہے۔ اس کے مقابلہ میں کسی معنی کا اعتبار نہیں۔

۵...... بعض احادیث میں یہ الفاظ ہیں: ''انی اخر الانبیاء وان مسجدی اخر المساجد (مسلم ج۱ ص۴۴٦ باب فضل الصلوٰۃ بمسجدی مکۃ المدینہ)'' ﴿میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔ یعنی نبیوں کی مساجد میں سے۔﴾

اسی کے قریب نسائی وغیرہ میں الفاظ پائے جاتے ہیں اور کنز العمال میں بحوالہ دیلمی وغیرہ خاتم مساجد الانبیاء کے الفاظ ہیں۔ یعنی میری مسجد نبیوں کی آخری مسجد ہے۔ اس حدیث سے معاملہ بالکل صاف ہوگیا کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا۔

٦...... پھر مہر کے معنے لے کر مرزائیوں نے جو مراد لی ہے۔ وہ عام دستور کے بھی خلاف ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ تصدیق کے لئے مہر مضمون وغیرہ کے بعد لگائی جاتی ہے۔ اگر کسی کو کہا جائے کہ پہلے مہر لگا دے یا دستخط کر دے۔ تو فوراً اس کے دل میں ۴۲۰ کا خطرہ دوڑ جاتا ہے۔ ہاں فیس کی مہر پہلے ہوتی ہے۔ جیسے اسٹامپ وغیرہ۔ مگر یہاں فیس سے کوئی تعلق نہیں۔

اس بناء پر خاتم النبیین میں نبیوں سے مراد نئے نبی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ گزشتہ نبی مراد

ہوں گے۔ کیونکہ نئے نبیوں کا تو اس وقت وجود ہی نہیں تھا۔ تو اس کے لحاظ سے آپ کو خاتم نہیں کہا جا سکتا۔

پاکٹ بک مرزائیہ مرتبہ عبدالرحمٰن خادم گجراتی میں خاتم النبیین کے معنے نبیوں کی زینت کے بھی کئے ہیں اور مرزا محمود نے تحقیقاتی عدالت میں جو بیان دیا ہے۔ اس کی قسط مندرجہ اخبار امروز ۱۸ر جنوری ۱۹۵۴ء میں بھی یہی معنے کئے ہیں۔ لیکن کسی معتبر لغت عرب سے اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا اور بعض نے مجمع البحرین کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ وہ معتبر نہیں اور پاکٹ بک مرزائیہ میں مجموعہ نبہانی ج۴ کے حوالہ سے ابن معتوق شاعر کا ایک شعر پیش کیا ہے:

طوق الرسالة تاج الرسل خاتمهم

بل زينة لعباد الله كلهم

اس شعر کے دوم مصرعہ میں لفظ ''بل'' اور اس کے بعد لفظ ''زینۃ'' سے مرزائیوں نے یہ دھوکہ کھایا ہے کہ پہلے مصرعہ میں طوق۔ تاج اور خاتم تینوں الفاظ کے معنے زینت کے ہیں۔ حالانکہ یہ کئی وجوہ سے غلط ہے۔

اوّل...... ابن معتوق کا عربی ہونا ثابت نہیں اور عجمی کا کلام لغت عرب میں حجت نہیں۔

دوم...... مالا عورتوں کے لئے زینت ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شان اس قسم کی تشبیہات سے بلند ہے۔

طوق اور تاج (مالا) بنانے کی اصل غرض زینت ہوتی ہے اور خاتم میں۔ اگرچہ بالتبع زینت ہے۔ مگر خاتم کی اصل غرض قدیم دستور میں صرف مہر ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اصل لغت عرب میں خاتم کے معنے زینت نہیں آئے۔ اس سے واضح ہوا کہ شاعر نے ''بل'' کا لفظ پہلے مصرعہ کے صرف دو الفاظ طوق اور تاج کو ملحوظ رکھ کر استعمال کیا ہے۔ نہ کہ خاتم کے لحاظ سے۔

سوئم...... عربیت کی رو سے اس شعر کا معنے ہی صحیح نہیں۔ کیونکہ اس شعر میں یہ کہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ صرف انبیاء کی زینت نہیں۔ بلکہ تمام بندوں کی زینت ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جب آپ انبیاء علیہم السلام کے لئے زینت ہوئے تو دوسرے لوگوں کے لئے بطریق اولیٰ زینت ہوئے۔ ایسے معنے کو لفظ ''بل'' کے ساتھ بیان نہیں کیا جاتا۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ ماں باپ کو اف تک نہ کہو۔ اس سے گالی دینے کی ممانعت بطریق اولیٰ سمجھی جاتی ہے۔ اس کو اگر کوئی یوں بیان کرے کہ ماں باپ کو اف نہ کہو بلکہ اس کے ساتھ گالی بھی نہ دو۔ تو یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اس سے معنے مطلب میں ترقی نہیں بلکہ تنزل ہوا۔ ہاں یوں کہنا صحیح ہے کہ ماں باپ کو گالی نہ دو

بلکہ اف تک بھی نہ کہو۔ اس بناء پر اس شعر میں یوں کہنا چاہئے تھا کہ نہ صرف تمام بندوں کی زینت ہیں۔ بلکہ انبیاء کی بھی زینت ہیں۔ پس یہ شعر عربیت کی رو سے غلط ہے اور اس سے استدلال کرنا واقعی مرزائیت کا کمال ہے۔

اس کے علاوہ خاتم بمعنے زینت سے بھی نبی ﷺ کا آخری نبی ہونا لازم آجاتا ہے۔ کیونکہ خاتم جس کی زینت بنائی جاتی ہے۔ وہ پہلے ہوتا ہے اور یہاں نبی اکرمؐ جن کے لئے زینت ہیں۔ وہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پس وہ آپؐ سے پہلے ہوئے اور آپؐ ان سب کے بعد۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں۔ سچ ہے:

عبار اتنا شتی وحسنک واحد
فکل الی ذاک الجمال یشیر

مرزائیوں کی دورنگی

مرزائیوں کے الفضل اخبار کا ایک نمبر ۲۷؍جولائی ۱۹۵۲ء کو خاتم النبیین کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس میں اس بات پر زور دیا تھا کہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ صاحب شریعت نبی نہیں ہوسکتا۔ گویا اس لفظ میں نبیوں سے مراد صاحب شریعت نبی ہوئے اور وہ گزشتہ نبی ہیں اور یہ مرزائیوں کے مذکورہ بالا معنی کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اس میں آئندہ نبی مراد لئے ہیں۔ جن پر تصدیق کی مہر ہو۔ اصل میں جھوٹے کی بات کوئی ٹھکانے کی نہیں ہوتی۔

دورنگی کی ایک اور مثال مرزائی ادھر تو کہتے ہیں۔ صاحب شریعت نبی نہیں ہوسکتا اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ نبی وہ آسکتا ہے۔ جس پر رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی مہر ہو۔ حالانکہ صاحب شریعت نبی کو بھی اتباع کا حکم ہے۔ تو گویا صاحب شریعت بھی آسکتا ہے۔ محمد رسولؐ جو صاحب شریعت نبی ہیں۔ ان کو بھی اتباع کا حکم ہو رہا ہے: ”فبهداهم اقتده“ ﴿یعنے اے محمدؐ! تو پہلے نبیوں کی اتباع کر﴾ اور دوسری جگہ ارشاد ہے: ”ثم روحینا الیك ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا“ ﴿یعنی اے محمدؐ! تو ملت ابراہیمی کی اتباع کر۔﴾

خاتم النبیین میں الف لام کا معنی

الف لام کے چار معنے آتے ہیں:

۱...... سب اور تمام۔ جیسے الحمدلله رب العالمین ﴿تمام حمد اللہ کے لئے ہے۔ جو رب ہے تمام جہانوں کا۔﴾

۲...... حقیقت اور جنس شے، اس کی مثال بھی ”الحمد لله“ ہے۔ ﴿یعنے حمد کی حقیقت اور

جنس خدا کے لئے ہے۔﴾

۳...... معین شے، جیسے سورۂ مزمل میں ہے: ''فعصی فرعون الرسول '' ﴿فرعون نے معین رسول موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی۔﴾

۴...... اشیاء میں کوئی غیر معین شے، جیسے: ''تاکلہ الذئب'' ﴿بھیڑیوں میں سے کسی بھیڑیے نے یوسف علیہ السلام کو کھالیا۔﴾

اب سوال یہ ہے کہ آیت خاتم النبیین میں الف۔لام کون سی قسم ہے۔ آخیر کی دوقسمیں تو مراد نہیں ہوسکتیں۔ چوتھی اس لئے کہ غیر معین نبیوں کے خاتم ہونے کا کوئی مطلب نہیں اور تیسری قسم مراد ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ تعین کے لئے پہلے کوئی قرینہ چاہئے۔ پس پہلی دو قسمیں مراد ہوں گی اور معنے یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔ یا حقیقت اور جنس انبیاء کے خاتم ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جب کسی شے کی جنس ہی ختم ہوجائے۔ تو اصل شے ہی خاتم ہوگئی۔ اب یہ کہنا کہ غیر تشریعی نبی پیدا ہوسکتا ہے۔ اس آیت کریمہ کے صریح خلاف ہے۔

نوٹ: مرزائی بعض دفعہ کہا کرتے ہیں کہ نبوت رحمت ہے۔ رحمت بند نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن آپ صاحب شریعت نبی کا آنا خود ہی بند کر رہے ہیں۔ کیا یہ صاحب شریعت نبی رحمت نہیں۔ مرزائیوں کے دلائل ایسے ہی بے سروپا ہوتے ہیں۔ اپنی تردید آپ ہی کرتے ہیں۔ مگر ان کو پتہ نہیں لگتا۔

مغالطہ دہی

اس نمبر میں بعض بزرگان سلف اور اہل سنت کا یہ عقیدہ لکھا ہے کہ صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا۔ غیر صاحب شریعت نبی آسکتا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ان بزرگوں کی عبارتوں کا غلط مفہوم لیا گیا ہے۔ مقصد ان کا یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ آئیں گے اور وہ صاحب شریعت نبی ہیں۔ مگر ان کی دوبارہ آمد صاحب شریعت کی حیثیت سے نہیں ہوگی۔ بلکہ شریعت محمدیہ پر عمل کریں گے اور بعض بزرگوں کا مقصد یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنے ہیں کہ رسول اللہ نبوت کے درجہ میں انتہاء کو پہنچ گئے ہیں۔ گویا آپ پر نبوت کے کمالات کا خاتمہ ہوگیا اور ظاہر ہے کہ جب شے انتہائے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو ختم ہوجاتی ہے۔ پس اس سے بھی لازم آیا کہ آپ کے بعد ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ یعنی نئی نبوت کا دروازہ بند ہے۔ کیونکہ سارے منازل طے ہو چکے ہیں۔ اس لئے نئی نبوت کی گنجائش نہیں اور اسی بناء پر آپ نے سلسلہ نبوت کو مکان سے تشبیہ دیتے ہوئے خود کو آخری اینٹ فرمایا ہے۔ چنانچہ پہلے حدیث گزر چکی ہے۔

بہرصورت ان بزرگوں کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نئی نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ جیسے مرزائیوں کا خیال ہے۔ اگر ہمت ہے تو کوئی صریح ایسی عبارت دکھاؤ کہ جس میں انہوں نے خاتم النبیین کا یہ معنے کیا ہو کہ سرکار دوجہاں ﷺ آئندہ نبیوں کی مہر ہیں اور اگر کسی نے ایسا کیا ہو۔ تو اہل سنت نہیں۔ بلکہ گمراہ ہے۔ کیونکہ وہ قرآن وحدیث اور خیر قرون کے خلاف ہے۔

حضرت عائشہؓ اور مسئلہ ختم نبوت

اسی نمبر میں تکملہ مجمع البحار کے حوالہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ کو خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو: ''لا نبی بعدہ'' ﴿آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾ اور اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے نزدیک نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ اگر خاتم النبیین سے آئندہ نبیوں کی نفی ہوئی تو پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ ''لا نبی بعدہ'' کہنے سے کیوں روکتیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اس قول کی سند کا ہی اعتبار نہیں۔ ایسے غیر معتبر قول پر اتنے بڑے مسئلہ کی عمارت کھڑی کرنا کون سی عقل مندی ہے۔ دوم حضرت عائشہؓ کا اس: ''لا نبی بعدہ'' سے روکنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی طرف اشارہ ہے۔ نہ کہ نبی نبوت کا اجراء۔ چنانچہ تکملہ مجمع البحار میں اسی مقام میں اس کی تصریح کی ہے۔ مگر مغالطہ دینا مرزائیوں کی فطرت ہے۔ اس لئے تکملہ کی پوری عبارت نقل نہیں کی۔

البتہ پاکٹ بک مرزائیہ میں پوری عبارت نقل کی ہے۔ لیکن اس کا مطلب غلط لیا ہے۔ تکملہ کی پوری عبارت یہ ہے۔

''قولوا انہ خاتم الانبیاء ولاتقولوا لا نبی بعدہ ھذا ناظر الی نزول عیسیٰ وھذا ایضاً لا ینافی حدیث لانبی بعدی لانہ اراد لانبی ینسخ شرعہ'' (تکملہ ص۸۵)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ خاتم الانبیاء کہو اور لا نبی بعدہ، یہ نہ کہو۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فرمان نزول عیسیٰ علیہ السلام کی بناء پر ہے اور نزول عیسیٰ علیہ السلام حدیث لا نبی بعدی کے بھی خلاف نہیں ہے۔

کیونکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آپؐ کے بعد نہیں۔ جو آپؐ کی شریعت منسوخ کرے۔ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام آپؐ کی شریعت کو منسوخ نہیں کریں گے۔ بلکہ اس کو جاری کریں گے۔ اس لئے نزول عیسیٰ اس حدیث کے خلاف نہیں اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ نیا نبی صاحب شریعت نہ ہو۔ وہ آ سکتا ہے۔

جیسا کہ پاکٹ بک مرزائیہ کا خیال ہے۔ بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صاحب شریعت نبی نہیں آئے گا۔ صرف نزول عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے ہے۔ نہ کہ نئی نبوت کی خاطر۔ اس لئے بعض علماء نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ میرے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ یعنی نیا نبی نہیں آئے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام چونکہ پہلے کے نبی ہیں۔ اس لئے ان کا نزول اس حدیث کے خلاف نہیں۔ ملاحظہ ہو (تفسیر کشاف ج ۳ ص ۵۴۵،۵۴۴) وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ اس حدیث میں صرف نزول عیسیٰ علیہ السلام کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اجراء نبوت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ علاوہ اس کے اگر نبوت کا سلسلہ جاری ہوتا۔ تو پھر نزول عیسیٰ علیہ السلام کی کیا ضرورت تھی؟ الغرض یہ سب مرزائیوں کی مغالطہ دہی ہے۔ ورنہ تکملہ کی عبارت کا مطلب بالکل واضح ہے۔

حضرت علیؓ اور مسئلہ ختم نبوت

ایسے ہی الفضل کے اس نمبر میں تفسیر درمنثور کے حوالہ سے حضرت علیؓ کا قول ذکر کیا ہے کہ ابوعبدالرحمٰن بن اسلمیؓ حسنؓ، حسینؓ کو قرآن پڑھا رہے تھے۔ تو حضرت علیؓ نے ان کو فرمایا کہ خاتم النبیین میں خاتم کو ت کے زبر کے ساتھ پڑھاؤ اور اس سے حضرت علیؓ کا مقصد یہ تھا کہ خاتم زیر کے ساتھ ہو تو اس کے معنے ختم کرنے والے کے ہیں اور اگر خاتم زبر کے ساتھ ہو تو اس کے معنے مہر کے ہیں اور نبوت چونکہ ختم نہیں ہوئی۔ اس لئے حضرت علیؓ نے زبر کے ساتھ پڑھانے کی ہدایت فرمائی۔ حالانکہ یہ وجہ نہ تھی۔ بلکہ اس کی قرأت زیر کے ساتھ تھی۔ اس لئے زبر کے ساتھ پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ ورنہ خاتم اگر زبر کے ساتھ ہو اور اس کے معنے مہر کے ہوں۔ تب بھی اس کا مطلب وہی ہے جو زیر کے ساتھ ہے۔ چنانچہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اور چونکہ زیر کے ساتھ بھی قرآن مجید کی ایک قرأت ہے۔ اس لئے دونوں کا مطلب ایک ہونا ضروری ہے۔ تا کہ آپس میں مخالفت نہ ہو۔ لیکن مرزائیوں کو اس کی کیا پرواہ۔ وہ مغالطے دے کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ خدا ان فتنوں سے بچائے۔ آمین

مسلمان اور مرتد کی تعریف

تحقیقاتی عدالت میں مسلمان کی تعریف میں بھی بڑا اختلاف ہوا ہے۔ یہاں تک کہ عدالت کے بڑے رکن مسٹر محمد منیر نے یہ کہہ دیا کہ دو علماء بھی مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہوئے۔ ملاحظہ ہو (اخبار آثار مورخہ ۲۶ رصفر ۱۳۷۳ مطابق ۵ رنومبر ۱۹۵۳ء)

حالانکہ یہ بنیادی چیز ہے اور بنیادی چیز میں اختلاف اصل شے کو متزلزل کر دیتا ہے۔ جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہوا کہ دنیا میں اسلام ایک ایسا مجمل سا لفظ ہے۔ جس کے معنے

نہیں اوراس سے بڑھ کر کسی مذہب کی کمزوری کیا ہوگی کہ اس کے اندر حقانیت کے دلائل تو کجا اس کی تصویر ہی سامنے نہیں۔

یہ دراصل ہماری اسلام سے دوری، دین سے غفلت اور نبوی تعلیمات کو اندازہ سے زیادہ اہمیت دینے کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اسلام تو ایسی واضح شے ہے۔ جو" آفتاب آمد دلیل آفتاب" کی مثال ہے۔ یہ کیوں کر اخفاء میں رہ سکتا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے۔ اس کی ایک آیت بلکہ ایک لفظ کا انکار بھی کفر ہے اور کلام الٰہی ماننے سے مسلمان کی تعریف سامنے آجاتی ہے۔ قرآن مجید میں..... لا الٰہ الا اللہ...... بھی ہے اور...... محمد رسول اللہ ...... بھی۔ اب جو اس سے ایک کا منکر ہو وہ بالاتفاق کافر ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں خاتم النبیین بھی ہے۔ اس کا منکر بھی کافر ہے۔ ایسے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا عین خدا کہنے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اس بناء پر جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کو عین خدا کہے۔ یا آپؐ میں خدائی صفات مانے یا "اس کے نور سے تھا" کہے۔ تو وہ بھی عیسائیوں کی طرح کافر ہے۔ ایسے ہی کوئی شخص ...... محمد رسول اللہ ﷺ تو کہے۔ لیکن آپؐ نے جو خدا کی طرف سے پیغام دیا ہے۔ اس کا انکار کرے۔ وہ بھی کافر ہے۔ اس بناء پر متواتر احادیث کا منکر کافر ہے۔ مثلاً پانچ نمازوں کی ۱۷ رکعت سے منکر ہو یا ایک رکعت میں دو سجدوں کا منکر ہو۔ یا ان کے اوقات کی اتفاقی حدود سے انکار کرے۔ یا اس قسم کے دیگر مسائل کا انکار کرے (جیسے منکرین حدیث) تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ قرآن مجید میں ہے: "وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا" (الحشر:۷) ﴿جو رسول تمہیں دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔﴾

علیٰ ہذا القیاس قرآن مجید میں جتنا غور کیا جائے۔ اتنا ہی دماغ روشن ہوتا ہے اور ایک ایک شے بتائید الٰہی آفتاب نیمروز کی طرح سامنے آجاتی ہے۔ خاص کر عقائد کے باب میں تو کلام الٰہی نے اتنی وضاحت کی ہے کہ آج تک دنیا میں نہ اتنی ہوئی ہے اور نہ قیامت تک ہوگی۔ رہا اعمال کا معاملہ۔ سو تمس اعمال کا بیان تو قریب قریب قرآن مجید میں دیا ہے۔ ہاں ان کی ادائیگی کا طریقہ جو عملی چیز ہے۔ اس کو زیادہ تر تعلیم نبوی کے سپرد کر دیا۔

جیسے طبابت یا ڈاکٹری یا دیگر سائنس وغیرہ کی تعلیم پانے والا صرف کتابی معلومات سے کامیاب نہیں ہوسکتا۔ بلکہ تجربہ یا ٹریننگ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے عملی شرعی احکام کا سمجھ لینا

چاہئے۔ جس میں اول نمبر نماز کا ہے۔ جس کی امامت کے لئے جبرئیل علیہ السلام آئے۔ گویا محمؐ کو بھی اس کی ٹریننگ دی گئی۔ جیسے اس کی فرضیت سب احکام سے نرالی ہے کہ آسمان پر بلا کر کی گئی۔ ایسی ہی اس کی ٹریننگ کی بھی صورت نرالی ہے کہ پہلے نبی ﷺ کو اس کی ٹریننگ دی گئی۔ عملی لحاظ سے اس قسم کی خصوصیات کی بنائے پر اس کی اہمیت بڑھ گئی اور سب اعمال پر مقدم ٹھہری اور دین کا ستون بن گئی۔ یہاں تک کہ کلمہ توحید کی صحت کے لئے شرط ہوگئی...... خلاصہ یہ کہ:

مسلمان وہ ہے...... جو...... لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ ......کو قرآن کی تعلیم کے ماتحت ماننے والا اور اقرار کرنے والا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اس کے بعد کچھ اختلاف ہے۔ مثلاً نماز کلمہ توحید کی صحت کے لئے شرط اور اسلام کی تعریف میں داخل ہے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ لیکن کلام الٰہی کی اہمیت کے موافق کہ جب کسی امر میں نزاع ہو۔ تو خدا اور رسولؐ کی طرف لوٹاؤ...... یہ اختلاف آسانی سے مٹ سکتا ہے۔ چنانچہ آگے میں ترک نماز کی بابت کفر بواح (صریح کفر) کا فیصلہ مدلل آئے گا۔ انشاء اللہ پس ''مسلمان کی صحیح تعریف یہ ہوئی کہ کلمہ توحید زیر تعلیمات قرآنیہ تسلیم کرنے کے بعد نماز کی پابندی کرنے والا'' اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ کلمہ توحید جنت کی کنجی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کتاب الایمان میں ہے۔ وہب بن منبہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا کلمہ توحید جنت کی کنجی نہیں؟ فرمایا: ''کنجی دندانے بغیر نہیں ہوتی۔ اگر دندانوں والی کنجی لائے گا تو جنت کا دروازہ کھلے گا، ورنہ نہیں۔'' گویا ان کا اشارہ اسی طرف تھا کہ کسی عمل کا شوشہ کلمہ توحید کی صحت کے لئے ضروری ہے۔ (جس میں اوّل نمبر نماز ہے)

اور اگر کوئی زبردستی اس میں اختلاف کرے۔ (حالانکہ جس اختلاف کو قرآن، حدیث مٹا دے۔ اس کو اختلاف نہیں کہنا چاہئے۔ بلکہ اس کا نام غلطی یا کچھ اور رکھنا چاہئے) تو چلو کلمہ توحید زیر تعلیمات قرآنیہ ماننا اور اقرار کرنا۔ اس کے تسلیم پر تو اتفاق ہے۔ پس بہر صورت مسلمان کی متفقہ تعریف ثابت ہوگئی۔ اصل میں جو عدالت میں علماء جاتے ہیں۔ ان سے اکثر اپنی تقریروں کی وجہ سے اور سیاسیات میں زیادہ حصہ لینے کی وجہ سے عوام میں خاص کر انگریزی خواں حضرات میں وہ بڑے مولانا مشہور ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

مرتد کی تعریف

مسٹر محمد باقر امیر جماعت اسلامی ملتان...... نے عدالت میں مرتد کی تعریف یہ کی ہے: ''جو ان بنیادی اصولوں کو جن پر اسلامی مملکت کی اساس (بنیاد) رکھی گئی ہو۔ تباہ کرنے یا

نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔[1] (اخبار آثار مورخہ ۱۹ صفر ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۳ء)

یہ تعریف اسلامی رواداری بیان کرتے ہوئے کی ہے۔ مطلب یہ کہ اسلامی حکومت میں خواہ کوئی اسلام ترک کردے۔ اس کو بھی قتل نہیں کر سکتے۔ جب تک بغاوت نہ کرے۔ گویا مرتد کو دوسرے کفار کی طرح سمجھتے ہیں کہ جیسے وہ حکومت اسلامی میں رہ سکتے ہیں۔ مرتد بھی رہ سکتا ہے۔ حالانکہ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ارتداد سے دوسروں کے دلوں میں شکوک پیدا ہوتے ہیں اور کفر کا راستہ کھلتا ہے اور پہلے سے کافر ہونے والے میں یہ بات نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید پارہ ۳ رکوع ۱۶ میں اس کا بیان ہے اور پھر آج تک کسی نے مرتد کی یہ تعریف نہیں کی۔ نیز یہ حدیث کے بھی صریح خلاف ہے۔ چنانچہ بخاری میں حدیث ہے: ''من بدل دینه فاقتلوه'' (مشکوٰۃ ص ۳۰۷، باب قتل اهل الردة فصل اول) ﴿جو دین بدل دے اس کو قتل کر دو۔﴾

اور رسول اللہ ﷺ نے معاذؓ کو یمن بھیجا۔ وہاں وہ ابوموسیٰ کو ملے۔ ان کے پاس ایک شخص مشکیں باندھے پڑا ہوا تھا۔ معاذؓ ابھی سواری سے نہیں اترے تھے کہ فرمایا: ''یہ کون ہے؟'' کہا...... ''یہ دین سے پھر گیا ہے۔'' ......فرمایا...... واللہ میں سواری سے نہیں اتروں گا۔ جب تک یہ قتل نہ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے: ''من بدل دینه فاقتلوه'' جب قتل کر دیا گیا۔ تو پھر سواری سے اترے۔ یہاں دین بدلنے پر قتل کا حکم ہو رہا ہے اور مسٹر محمد باقر نے بغاوت کی شرط رکھ دی اور اس بناء پر مرتد کی تعریف بدل دی۔ حالانکہ بغاوت کا مسئلہ اس سے الگ[2] ہے۔ اور اس میں بھی قتل ہے۔ مسٹر محمد باقر نے خلط ملط کر کے ایک ہی کر دیا۔ انا للہ...... خدا ان کو سمجھ دے اور ہدایت دے کہ ایسے مسائل میں خود دخل دینے کی بجائے ان کو اہل علم کے...... حوالے کر دیں۔

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ قتل مرتد آیت کریمہ: ''لااکراه فی الدین'' کے خلاف ہے۔ حالانکہ ''لااکـــراه'' کے معنے ہیں کہ دین منوانے میں کسی پر جبر نہیں اور قتل مرتد دین منوانے پر نہیں ہوتا۔ بلکہ اس بناء پر ہوتا ہے کہ دوسرے کے دلوں میں شکوک نہ پیدا ہوں اور کفر کا راستہ نہ کھلے۔ جیسا کہ ابھی بیان ہوا ہے۔ والحمد لله رب العالمین!

---

[1] مودودی صاحب کا بھی نظریہ ہے۔ ملاحظہ ہو بیان مودودی در تحقیقاتی عدالت قسط ۲ زیر عنوان ''مرتد کی سزا اسلام میں'' مندرجہ روزنامہ نوائے پاکستان لاہور ۲۸ راپریل ۱۹۵۴ء

[2] بغاوت اور ارتداد میں دو طرح سے فرق ہے۔ ایک یہ کہ ارتداد میں قتل واجب ہے اور بغاوت میں قاضی کو اختیار ہے۔ دوم بغاوت مسلمانوں کو بھی شامل ہے۔

حکومت مرزائیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے

علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کے ایک مذہبی ادارہ انجمن حمایت اسلام لاہور کو مرزائیت سے پاک کیا تھا اور کشمیر کمیٹی کی رکنیت اس وقت تک قبول نہ کی۔ جب تک کہ اس کا صدر مرزا محمود قادیانی رہا۔ پھر علامہ اقبالؒ نے اس وقت کی فرنگی حکومت سے جو خود فتنہ مرزائیہ کی بانی تھی اور یہ اس کا خود کاشتہ پودا تھا، مطالبہ کیا کہ وہ مرزائیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے۔ چنانچہ کتاب ''حرف اقبال'' سے عبارت کا ضروری حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

''انسان کی تمدنی زندگی میں غالباً ختم نبوت کا تخیل سب سے انوکھا ہے۔'' (حرف اقبال ص۱۲۲) ''اس کا صحیح اندازہ مغربی اور وسط ایشیاء کے مؤبدانہ تمدن کی تاریخ کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ میرے نزدیک بہائیت قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے۔ کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے۔ لیکن موخر الذکر اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے۔ لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے۔'' (حرف اقبال ص۱۲۳)

''مسلمانوں نے قادیانی تحریک کے خلاف جس شدت احساس کا ثبوت دیا ہے۔ وہ جدید اجتماعیات کے طالب علم کے لئے بالکل واضح ہے۔ عام مسلمان جسے پچھلے دنوں سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ایک صاحب نے ''ملازدہ'' کا خطاب دیا تھا۔ اس تحریک کے مقابلہ میں حفظ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔ تام نہاد تعلیم یافتہ مسلمان نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا اور مغربیت کی ہوا نے اسے حفظ نفس کے جذبہ سے بھی عاری کر دیا ہے۔ بعض ایسے ہی مسلمانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو رواداری کا مشورہ دیا ہے۔'' (حرف اقبال ص۱۲۴)

''حکومت کو موجودہ صورت حال پر غور کرنا چاہئے اور اس اہم معاملہ میں جو قومی وحدت کے لئے اشد اہم ہے۔ عام مسلمانوں کی ذہنیت کا اندازہ لگانا چاہئے۔ اگر کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کے سوا چارہ کار نہیں رہتا کہ وہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے۔ کیا یہ مناسب ہے کہ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے۔ حالانکہ اس کی وحدت خطرے میں ہو اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو۔ اگرچہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔ اس مقام پر یہ دہرانے کی غالباً ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کے بے شمار مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کا فتویٰ ہی دیتے ہیں۔'' (حرف اقبال ص۱۲۷،۱۲۶)

قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انہوں نے مذہبی اور معاشرتی معاشرت

میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے۔خود حکومت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی قدم اٹھائے اور اس کا انتظار نہ کرے کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں اور مجھے اس احساس میں حکومت کے سکھوں کے متعلق رویہ سے بھی تقویت ملی۔سکھ ۱۹۱۹ء تک آئینی طور پر علیحدہ سیاسی جماعت تصور نہیں کئے جاتے تھے۔لیکن اس کے بعد ایک علیحدہ جماعت تسلیم کر لئے گئے۔حالانکہ انہوں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا۔بلکہ لاہور ہائی کورٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ سکھ ہندو ہیں۔اب چونکہ آپ نے یہ سوال پیدا کیا ہے۔میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کے متعلق جو برطانوی اور مسلم دونوں کے زاویہ نگاہ سے بہت اہم ہے۔چند معروضات پیش کروں۔آپ چاہتے ہیں۔میں واضح کروں کہ حکومت جب کسی جماعت کے مذہبی اختلافات کو تسلیم کرتی ہے۔تو میں اسے کس حد تک گوارا کر سکتا ہوں۔سو عرض ہے:

اولاً...... اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے۔جس کے حدود مقرر ہیں۔یعنے وحدت الوہیت پر ایمان، انبیاء پر ایمان اور رسول کریمؐ کی ختم رسالت پر ایمان، دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے۔جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کے لئے فیصلہ کن ہے کہ کوئی فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں۔مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریمؐ کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں۔لیکن انہیں ملت اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعے وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریمؐ کی ختم نبوت کو نہیں مانتے۔جہاں تک مجھے معلوم ہے۔کوئی اسلامی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا۔

ایران میں "بہائیوں" نے ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا۔لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ وہ الگ جماعت ہیں اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا۔لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسول کریمؐ کی شخصیت کا مرہون منت ہے۔

میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں۔یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں۔یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کر لیں۔ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقہ اسلام میں ہو۔تاکہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ جائیں۔

ثانیاً...... ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔بانی تحریک نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت

کو تازہ دودھ سے اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا دین کے بنیادی اصولوں سے انکار۔ اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی) مسلمانوں کی قیام نماز سے قطع تعلق۔ نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ تمام دنیائے اسلام کافر ہے۔ یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں۔ بلکہ واقع یہ ہے کہ وہ اسلام سے اس سے کہیں دور ہیں۔ جتنے سکھ، ہندوؤں سے۔ کیونکہ سکھ ہندوؤں سے باہمی شادیاں کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہندو مندروں میں پوجا نہیں کرتے۔

ثالثاً...... اس امر کو سمجھتے ہوئے کسی خاص ذہانت یا غور وفکر کی ضرورت نہیں ہے کہ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں۔ پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رہنے کے لئے کیوں مضطرب ہیں؟

علاوہ سرکاری ملازمتوں کے فوائد کے اس کی موجودہ آبادی جو ۵۶۰۰۰ (چھپن ہزار) ہے۔ انہیں کسی اسمبلی میں ایک نشست بھی نہیں دلا سکتی اور اس لئے انہیں سیاسی اقلیت کی حیثیت بھی نہیں مل سکتی۔

یہ واقعہ اس امر کا ثبوت ہے کہ قادیانیوں نے اپنی جداگانہ سیاسی حیثیت کا مطالبہ نہیں کیا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مجالس قانون ساز میں ان کی نمائندگی نہیں ہو سکتی۔ نئے دستور میں ایسی اقلیتوں کے تحفظ کا علیحدہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں قادیانی حکومت سے بھی علیحدگی کا مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے۔

ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا۔ تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔ کیونکہ وہ ابھی اس قابل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے۔ حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے علیحدگی کے مطالبے کا انتظار نہ کیا۔ اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبے کے لئے کیوں انتظار کر رہی ہے۔''

(حرف اقبال ص ۱۳۵ تا ۱۳۸ بحوالہ اخبار سٹیٹس مین ۱۰ ؍ جون ۱۹۳۵)

پاکستان کے طول وعرض میں اقبالؒ کی یاد میں یوم اقبالؒ منایا جاتا ہے۔ اقبالؒ سے پیار کرنا۔ یوم اقبالؒ منانا۔ اقبالؒ کے فلسفہ، حکمت، علم اور فکر کی صحت وصداقت ووسعت ورفعت پر فخر وناز کرنا۔ مگر اقبالؒ کے مسلک ومذہب کو عملاً ٹھکرا دینا۔ انصاف واخلاص کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں ہے۔

(منقول از تنظیم اہل سنت ہفت روزہ لاہور)

متعلقہ چند مسائل

راعی اور رعیت میں کشمکش کے بہت سے اسباب ہیں۔کوئی دینی کوئی دنیوی۔دینی مثال کے طور پر بھی ''تحفظ ختم نبوت کا مسئلہ'' ہے اور دنیوی جیسے اقتدار پسند جماعتوں میں اکثر ہوتا ہے۔لیکن سب سے بڑا سبب انتخاب کا صحیح نہ ہونا ہے۔یا انتخاب کے بعد اپنے فرائض سے ناواقفی یا غفلت ہے۔اس لئے ہم قرآن وحدیث اور اسلامی روایات سے اس پر مختصر سی روشنی ڈالتے ہیں۔تاکہ راعی اور رعیت اپنے فرائض کو سمجھیں اور ایسے حالات پیدا کرنے سے احتراز کریں۔جو: ''خسر الدنیا والاخرۃ'' کا باعث بنیں۔واللہ الموفق!

تقرر امارت تین طرح سے ہوتا ہے۔ایک انتخاب سے......خواہ انتخاب قوم کی طرف سے ہو۔جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلافت کے لئے منتخب کیا گیا۔یا مرنے والا اس کو منتخب کر جائے......جیسا حضرت عمرؓ کی خلافت......حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب سے ہوئی اور حضرت عثمانؓ کی خلافت بھی اس کے قریب تھی۔کیونکہ حضرت عمرؓ نے وفات کے وقت خلافت چھ صحابہ کے سپرد کی تھی کہ یہ اپنے میں سے جس کو چاہیں، خلیفہ منتخب کرلیں۔عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعدؓ۔

یہ چھ صحابہ عشرہ مبشرہ سے تھے۔یعنی دس صحابہؓ جن کے نام لے کر رسول اللہ ﷺ نے ان کو جنت کی خوشخبری دی ہے۔یہ چھ ان میں سے ہیں۔آخر الذکر چار تو خلافت سے دستبردار ہو گئے۔باقی حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ رہے۔ان کو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا تم اپنا معاملہ میرے سپرد کر دو۔میں جس کو چاہوں۔تم میں سے خلیفہ بنا دوں۔انہوں نے سپرد کر دیا۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کو منتخب کیا اور حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت قوم کے انتخاب سے ہوئی۔

چنانچہ کتب تاریخ وغیرہ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنا حق فائق بتانے کے لئے حضرت معاویہؓ کو لکھا کہ مجھے ان لوگوں نے امیر بنایا ہے۔جنہوں نے ابوبکرؓ، عمرؓ کو امیر بنایا تھا۔یعنے مہاجرین اور انصار اور حضرت علیؓ کی فوقیت کے بعض اور وجوہ بھی ہیں۔اس بناء پر حضرت معاویہؓ کی خلافت کا ابتدائی حصہ صحیح نہیں رہتا۔البتہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ کی خلافت صحیح ہوگئی۔کیونکہ قریباً سب ان کی خلافت پر متفق ہو گئے اور حدیث میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حسنؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا......میرا یہ بیٹا سید ہے۔اس کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

چنانچہ اس پیشگوئی کا ظہور یوں ہوا کہ حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر

بیعت ہوئی اور حضرت حسنؓ بڑی جمیعت (چالیس ہزار کی فوج) کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے مقابلہ میں آئے۔قریب تھا کہ ان کے اور معاویہؓ کے درمیان جنگ چھڑ جائے۔مگر معاویہؓ کی طرف سے فیصلہ کے لئے قرآن مجید پیش کیا گیا۔ادھر سے کیا دیر تھی۔فوراً منظوری دے دی گئی۔

آخر حضرت حسنؓ معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے اور طے پایا کہ تاحین حیات معاویہؓ خلیفہ رہیں۔ان کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوں۔لیکن خدا کی شان حضرت حسنؓ معاویہؓ کی زندگی ہی میں رحلت فرما گئے اور معاویہؓ نے یزید کو ولی عہد بنا کر اس کے لئے بیعت لینی شروع کر دی اور حضرت حسینؓ اس وقت اگر چہ حیات تھے۔لیکن یہ معاویہؓ کو خلافت سپرد کرنے پر حضرت حسنؓ سے ناراض تھے۔اس لئے معاویہؓ بھی ان کی خلافت نہیں چاہتے تھے اور معاویہؓ نے خیال کیا کہ خلیفہ کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کرے۔جیسے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کیا۔چنانچہ اس خیال کے مطابق معاویہؓ نے جب اہل مدینہ سے یزید کے حق میں بیعت لینے کی غرض سے اپنا آدمی بھیجا تو اس نے اہل مدینہ کو یزید کی بیعت کے لئے ترغیب دیتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ ”یہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی سنت ہے۔“

حضرت عائشہؓ کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے اس کے جواب میں فرمایا:”ھذا کسروانیہ“ یہ حضرت صدیقؓ اور فاروقؓ کی سنت نہیں۔بلکہ کسریٰ کی سنت ہے۔کیونکہ خلافت کوئی وراثت نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا مستحق ہو۔نہ حضرت صدیقؓ اور عمرؓ نے ایسا کیا۔بلکہ حضرت عمرؓ نے خلافت کا معاملہ جن چھ صحابہؓ کے سپرد فرمایا۔ان کو وصیت فرمائی کہ میرے بیٹے عبداللہ کو دل جوئی کے لئے مشورہ میں شامل کر لینا۔لیکن خلافت میں اس کا کوئی حق نہیں۔دراصل حضرت معاویہؓ کو انتخاب میں غلطی لگی۔انتخاب خواہ قوم کی طرف سے ہو یا خلیفہ کرے۔دونوں صورتوں میں انتخاب ایسے شخص کا ہو۔جو باوجود اہلیت کے امارت کا حریص نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:”واللہ لانولی علی ھذا العمل احد اسالہ ولا احدا حرص علیہ (متفق علیہ مشکوۃ کتاب الامارۃ ص ۳۲۰، الفصل الاول)“

﴿ہم عہدی امارت ایسے شخص کے سپرد نہیں کریں گے، جو اس کا طالب یا حریص ہو۔﴾

یزید کی دینی حالت بہت کمزور تھی۔باوجود اس نااہلیت کے حریص اتنا تھا کہ حضرت حسنؓ کو ان کی بیوی سے اسی نے زہر دلوایا۔تاکہ وہ ختم ہو جائیں اور معاویہؓ کے بعد ان کی بجائے اس کی خلافت قائم ہو جائے۔چنانچہ حسنؓ آخر کار اسی زہر سے شہید ہو گئے۔البتہ یہ معلوم نہیں کہ معاویہؓ کو اس زہر کا علم ہوا یا نہیں۔

مگر یہ چیز تو مخفی نہیں رہ سکتی کہ یزید ایک اقتدار پسند دنیادار اور حریص انسان ہے اور ایسا انسان طمع نفسانی کے لئے سب کچھ کر گزرتا ہے۔اس سے عدل وانصاف کی توقع بہت کم ہے۔ اگر حضرت حسینؓ سے ناراضگی تھی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک نااہل کو اس پر ترجیح دی جاتی۔ اگرچہ کہا جاتا ہے کہ معاویہؓ کی حیات میں بظاہر یزید کی دینی حالت اتنی پست نہ تھی۔ جتنی بعد میں ہوگئی۔لیکن پھر بھی حسینؓ سے اس کو کیا نسبت تھی۔معاویہؓ کو چاہئے تھا کہ نفس پر بوجھ ڈال کر ناراضگی کا خیال نہ کرتے ہوئے خلافت کا معاملہ حسینؓ پر چھوڑ جاتے۔مگر افسوس! کہ وہ اتنی قربانی نہ کر سکے۔البتہ یزید کو یہ وصیت کی کہ حسینؓ اگر تمہارے خلاف بھی ہو جائے۔تو قرابت نبوی کا خیال کرتے ہوئے ان سے درگزر کرنا۔ یہ ہے صحابیت اور رسول اللہ ﷺ کی دعا (کہ یا اللہ اس کو ہادی مہدی کر، مشکوٰۃ وغیرہ) کا اثر تھا۔ ورنہ ہمارے ایسے شاید اتنا بھی نہ کر سکتے۔پھر آخری وقت ان کو کچھ اس کا زیادہ احساس ہوا۔تو فرماتے......کاش! میری زندگی مکہ مکرمہ میں گزرتی اور میں خلافت میں حصہ نہ لیتا۔

پھر کچھ تبرکات کا سہارا ڈھونڈا۔ چنانچہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کے تین کپڑے تھے۔ تہ بند، قمیص، چادر اور کچھ بال......اور ناخن تھے۔ وفات کے وقت وصیت کی کہ ان کپڑوں میں مجھ کفنانا اور بال اور ناخن میرے نتھنوں اور منہ میں دے دینا اور کچھ سجدے کے اعضاء پر رکھ دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے حوالے کر دینا۔خیر جو کچھ ہونا تھا۔ ہو گیا۔خدا معاف کرے۔ آمین!

خلاصہ یہ کہ تقرر امارت کی تین صورتوں میں ایک صورت انتخاب ہے۔لیکن اس میں حریص آدمی اور سائل آدمی سے حتی الامکان پرہیز رکھنا چاہئے۔ پھر اس میں یہ بھی شرط ہے کہ انتخاب کرنے والے اہل حل والعقد (سیاست شرعی کے ماہر) ہوں اور ان میں وہ مقدم ہیں۔ جو زیادہ متدین ہوں اور جن کی قربانیاں زیادہ ہوں۔ جیسے حضرت علیؓ نے اپنا حق فائق جتانے کے لئے معاویہؓ کو لکھا کہ مجھے ان لوگوں نے امیر انتخاب کیا ہے۔ جنہوں نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کا انتخاب کیا ہے۔یعنی انصار اور مہاجرین، اور تاریخ الخلفاء وغیرہ میں ہے کہ جب قاتلین عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو امیر منتخب کرنا چاہا۔تو اس وقت بھی حضرت علیؓ نے یہی جواب دیا کہ یہ حق مہاجرین اور انصار کا ہے۔جس کو وہ امیر بنائیں گے، وہی امیر ہوگا اور عام صورت انتخاب کی یہی ہے اور احادیث میں بھی اسی کا ذکر ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''تین مسلمان بھی جو جنگل میں رہتے ہوں۔ وہ جب تک اپنے میں سے کسی کو اپنا امیر مقرر نہ کر لیں۔ ان کا رہنا حلال نہیں۔'' (منتقی)

اس حدیث میں انتخاب کا حق انہی کو دیا ہے۔ جن پر امارت ہوگی۔ لیکن ان میں اہل حل والعقد مقدم ہوں گے۔ جیسے ابھی ذکر ہوا۔ دوسری صورت تقرر امارت کی یہ ہے کہ اللہ کی کتاب اور اس کے حدود و احکام کو ضائع ہوتے ہوئے دیکھ کر کوئی انسان امارت کی باگ دوڑ سنبھالنے کی کوشش کرے۔ یا اس کا سوال کرے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے: "قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم (یوسف:۵۵)" ﴿یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کو کہا مجھے وزیر خزانہ بنا دو۔ کیونکہ میں محافظ واقف کار ہوں۔﴾

حضرت حسینؓ امارت کی کوشش کرتے کرتے کربلا کے میدان میں شہید ہو گئے۔ اگر ان کی امارت قائم ہو جاتی۔ تو وہ بھی اسی قسم کی ہوتی۔ چنانچہ تاریخ ابن جریر وغیرہ میں ہے کہ انہوں نے کتاب اللہ ہاتھ میں لے کر کہا: "یا اللہ! تو جانتا ہے کہ مجھے امارت کی حرص نہیں۔ یزید نے تیری کتاب کو ضائع کر دیا۔ میں اس کو قائم کرنا چاہتا ہوں۔"

تیسری صورت یہ کہ کوئی اقتدار پسند انسان تغلب (زور بازو یا لطائف الحیل) کے ساتھ امیر بن جائے۔ جیسے یزید کی امارت اسی قسم سے ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد اقتدار تھا۔ نہ کہ حدود اللہ قائم کرنا۔

بیعت یا حلف وفاداری

پہلی دو صورتیں تقرر امارت کا صحیح طریقہ ہے اور شرعی حدود کے اندر ہے۔ اس لئے اس میں شمولیت ضروری ہے۔ اگر ایسی امارت کی بیعت سے گریز کرے یا حلف وفاداری نہ اٹھائے۔ تو ایسے شخص کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: "واولی الامر منکم (النساء:۵۹)" اور حدیث شریف میں ہے: "مات میتة جاهلية (مشکوٰة کتاب الامارة ص۳۲۰ الفصل اوّل)"

رہی تیسری صورت سو اس کا حکم اوپر بیان ہو چکا ہے کہ بادشاہوں کو لعن طعن کرنے کی بجائے خدا کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ تاکہ خدا ان کے دل نرم کرے اور تمام مشکلیں حل ہو جائیں۔ کیونکہ مصائب کا اصل باعث انسان کے اپنے اعمال ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "کما تکونون کذالك یؤمر علیکم (مشکوٰة کتاب الامارة ص۳۲۳ الفصل الثالث)" ﴿تم جیسے ہوگے، ویسے ہی تم پر امیر مقرر ہوں گے۔﴾

ایسے امراء سے بیعت یا حلف وفاداری کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ عبداللہ بن عمرؓ نے یزید اور عبدالملک بن مروان کے ساتھ بیعت کر لی اور لکھا کہ خدا اور رسولؐ کی اطاعت پر بیعت ہے اور

حضرت حسنؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ وغیرہ سے بیعت نہیں کی اور عبداللہ بن عمرؓ نے بھی اس وقت بیعت کی۔ جب سب لوگ قریباً ایک امیر پر متفق ہو گئے۔ جب تک اختلاف رہا۔ علیحدہ رہے۔ ملاحظہ ہو: (بخاری جلد۲ کتاب الفتن ص۱۰۵۳، کتاب الاحکام ص۱۰۶۹ مع فتح الباری وغیرہ)

نکث بیعت یا نقض حلف برداری

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بڑے کے خلاف چھوٹے کی بات نہیں مانی جاتی۔ مثلاً پٹواری تحصیلدار کے خلاف یا سپاہی تھانیدار کے خلاف یا کسی اور محکمے کا آدمی اپنے افسر کے خلاف کوئی حکم دے۔ وہ قابل سماعت نہیں ہوتا۔ خدا چونکہ احکم الحاکمین ہے۔ اس لئے جہاں اس کا حکم آجائے۔ وہاں دنیا کے بڑے سے بڑے کا حکم ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ اسی بناء پر قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: "ان الحکم الا للہ" ﴿حکم صرف اللہ کے لئے ہے۔﴾ اور حدیث شریف میں ہے: "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق (مشکوٰۃ شریف)" ﴿یعنی جہاں خدا کی نافرمانی ہو وہاں مخلوق کی کوئی تابعداری نہیں۔﴾

اگر کوئی حکومت اس کے خلاف مجبور کرے۔ تو وہ طاغوتی حکومت ہو گی اور اس کے متعلق قرآن مجید کا فیصلہ ہے: "واجتنبوا الطاغوت (النحل: ۳۶)" ﴿یعنی طاغوت سے بچو اور اس سے الگ ہو جاؤ۔﴾

دوسرے لفظوں میں اس کی بیعت یا حلف برداری توڑ دو۔

احادیث میں اس کی کچھ زیادہ وضاحت ہے۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الامارۃ ص۳۱۹ الفصل الاول) کی چند احادیث ملاحظہ ہوں:

۱...... "وعن عبادة بن الصامت قال بايعنا رسول الله ﷺ على السمع والطاعة فی العسر واليسر والمنشط والمكره وعلىٰ اثرة علينا وعلى ان لاننازع الامر اهله وعلى ان نقول بالحق اينما كنا لانخاف فى الله لومة لائم وفی رواية وعلى ان لاننازع الامر اهله الاان تروا كفر ابواحاعند كم من الله فيه برهان" (متفق علیہ) ﴿رسول اللہ ﷺ نے ہم سے تین باتوں پر بیعت لی (الف) حکم سننا اور فرماں برداری کرنا۔ خواہ سختی ہو یا نرمی، خوشی ہو یا ناخوشی اور خواہ ہم پر دوسرے کو ترجیح دی جائے۔ (ب) جو حکومت کا اہل ہے۔ اس سے حکومت چھیننے کی کوشش نہ کرنا۔ مگر یہ کہ صریح کفر دیکھو۔ جس کے ثبوت پر خدا کی طرف سے تمہارے پاس قطعی دلیل ہو۔ (ج) ہر جگہ حق کہیں خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کریں۔ (بخاری مسلم)﴾

۲...... ام سلمہؓ (زوجہ نبی کریم ﷺ) فرماتی ہیں: ”وعن ام سلمة قالت قال رسول الله ﷺ یکون علیکم امراء تعرفون وتنکرون فمن انکر فقد برئ ومن کره فقد سلم ولکن من رضی وتابع قد معلك قالوا فلا نقاتلهم قال لاماصلوا لاماصلوا ای من کره بقلبه وانکر بقلبه (مسلم،مشکوٰة کتاب الامارة ص۳۱۹ الفصل الاول)“ ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔تم پر امیر ہوں گے جن کی اچھی بری باتیں تم دیکھو گے۔جس شخص نے بری باتوں پر انکار کیا، وہ بچ گیا اور جس نے ان کو برا جانا وہ سلامت رہا۔لیکن جو راضی رہا اور ان کی موافقت کی۔وہ ہلاک ہو گیا۔صحابہؓ نے عرض کیا ایسے امیروں سے ہم جنگ نہ کریں؟ فرمایا نہ جب تک نماز پڑھیں۔نہ جب تک نماز پڑھیں۔انکار اور برا جاننے سے مراد دل سے انکار اور دل سے برا جاننا ہے۔(مسلم)﴾

۳...... عوف بن مالک اشجعیؓ سے روایت ہے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:”عن عوف بن مالك الاشجعیؓ من رسول الله ﷺ قال خیار أمتکم الذین تحبونهم ویحبونکم وتصلون علیهم ویصلون علیکم وشرائمتکم الذین تبغضونهم ویبغضو نکم وتلعنو نهم ویلعنونکم قال قلنا یارسول الله افلا ننا بذهم عند ذالك قال لاما اقاموا فیکم الصلوٰة لاماقاموا فیکم الصلوٰة الامن ولی علیه وال فرأه یاتی شیئامن معصیة الله فلیکر ه مایاتی من معصیة الله ولاینترعن یدامن طاعة (مشکوٰه ص۳۱۹ کتاب الامارة الفصل الاوّل)“ ﴿تمہارے بہتر امام وہ ہیں۔جن سے تم محبت رکھو اور وہ تم سے محبت رکھیں۔تم ان کے لئے دعائیں کرو اور وہ تمہارے لئے دعائیں کریں اور بدترین امام وہ ہیں۔جن کو تم برا جانو اور وہ تمہیں برا جانیں۔تم ان پر لعنت کرو۔وہ تم پر لعنت کریں۔ہم نے کہا یارسول اللہؐ! ہم اس وقت ایسے حکام کے ساتھ اعلان جنگ نہ کریں؟ فرمایا نہ، جب تک تم میں نماز قائم کریں نہ جب تک تم میں نماز قائم کریں۔خبردار جس پر کوئی حاکم مقرر کیا جائے اور دیکھے کہ وہ کوئی گناہ کا کام کرتا ہے۔تو گناہ کو برا جانے اور اس کی بیعت نہ توڑے۔﴾

یہ تینوں احادیث قریباً ایک ہی مضمون کی ہیں۔ان سے حسب ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

۱...... حکومت اسلامی کی اطاعت ضروری ہے۔خواہ وہ ظالم ہو اور خواہ خدا اور رسولؐ کی نافرمان ہو۔

۲...... گناہ کے کام میں حکومت سے تعاون نہ کرے۔بلکہ اس پر انکار کرے اور اس کو برا جانے

اورحق بیان کرنے سے نہ رکے،اوراس بارے میں کسی کادباؤنہ مانے۔نہ کسی کی پرواہ کرے۔

۳...... حکومت کفرصریح کی مرتکب ہو۔جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہواور جس پر شرعی دلیل ہو۔تو بیعت یا حلف وفاداری توڑدے۔کیونکہ ایسی صورت میں حکومت اسلامی نہیں۔ بلکہ کفر کی حکومت ہے۔جس کے مٹانے کے لئے اسلام آیا ہے،اور جس سے حسب طاقت جنگ کا حکم ہے۔

۴...... نماز کا ترک کفرصریح ہے۔جس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔کیونکہ دوسری حدیث میں کفرصریح کی جگہ ترک نماز کاذکر ہے اور پہلی حدیث میں صراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ بغیر کفرصریح کے حکومت سے نزاع کی اجازت نہیں۔نتیجہ ظاہر ہے کہ ترک نماز کفرصریح ہے۔

۵...... حکومت پر چونکہ رعیت کی ذمہ داری بھی ہے۔اس لئے حکومت کا صرف اپنا نماز پڑھنا کافی نہیں۔ بلکہ اس کے ذمہ لوگوں میں نماز قائم کرنا بھی ہے۔جیسے تیسری حدیث میں تصریح ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر حکومت اس ذمہ داری کو چھوڑ دے اور تارکین نماز سے تعرض یا باز پرس نہ کرے۔تو یہ بھی اسلامی حکومت نہیں۔

حکومت پاکستان کے لئے یہ کتنی خطرناک چیز ہے۔وہ تو تحفظ ختم نبوت میں پس وپیش کررہی ہے۔یہاں تحفظ نماز پر بھی وہی دفعہ لگ رہی ہے۔خدا حکومت پاکستان کو سوچ وسمجھ دے اوراس کواسلام کی محافظ بنائے۔آمین!

یزید کی بیعت

یزید اگر نمازی تھا تو حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کی بیعت کیوں نہ کی؟ اور اگر تارک نماز تھا۔تو عبداللہ بن عمرؓ کیوں اس کے ساتھ شامل ہو گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یزید کا تارک نماز ہونا ثابت نہیں۔ہاں شراب خوری وغیرہ کا ذکر فتح الباری اور بعض دیگر کتب میں ہے اور ۶۰ھ میں جو اہل مدینہ کی طرف سے یزید کی بغاوت ہوئی اور یزید نے ان پر فوج کشی کی۔اس کی وجہ بھی یہی شراب خوری وغیرہ لکھی ہے۔اگر تارک نماز ہوتا تو بغاوت کی یہ وجہ (ترک نماز) چھوڑکر صرف شراب خوری وغیرہ کے ذکر پر علماء اکتفا نہ کرتے اور یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے اہل مدینہ پر اعتراض کیا کہ یہ بہت بڑا غدر ہے۔کہ ایک شخص سے بیعت کر کے پھر علم بغاوت بلند کیا جاتا ہے۔چنانچہ بخاری ج۲ص۱۰۵۳ میں ذکر ہے:"رہا حسینؓ وغیرہ نے کیوں بیعت نہ کی؟ اس کی تین وجہیں ہیں:

۱...... احادیث مذکورہ میں صرف علم بغاوت بلند کرنے اوران کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے سے

روکا ہے۔تا کہ انتشار اور بدامنی نہ پھیلے۔بیعت کے لئے یا حلف وفاداری کے لئے مجبور نہیں کیا۔

٢...... انتخاب کے بعد بیعت کرنے یا حلف برداری اٹھا کر نزاع پیدا کرنا یہ غدر ہے۔جب تک صریح کفر نہ پایا جائے۔اس کی اجازت نہیں۔دو احادیث مذکورہ کا یہی منشاء ہے اور حسینؓ وغیرہ نے تو شروع سے ہی بیعت نہیں کی۔کیونکہ ان کی نظر میں یزید کا انتخاب ہی صحیح نہیں تھا۔اس لئے وہ بیعت کے لے مجبور نہیں کئے جاسکتے تھے۔

٣...... اہل عراق و اہل کوفہ جب حسینؓ کے حق میں تھے اور ان کی امارت چاہتے تھے۔چنانچہ معاویہؓ نے وفات کے وقت یزید کو وصیت کی کہ اہل عراق تمہارے مقابلہ میں حسینؓ کو کھڑا کریں گے۔مگر قرابت نبوی کا لحاظ کرتے ہوئے ان سے درگزر کرنا۔جب اتنی دنیا حسینؓ کے ساتھ تھی۔بلکہ اہل مکہ کی بھی حمایت حاصل تھی۔تو ان حالات میں یزید کو حسینؓ کی بیعت کرنی چاہئے تھی۔نہ کہ اس کا الٹ۔

٤...... اختلاف جھگڑے کی صورت میں غیر جانبدار رہنا بھی ایک مسئلہ ہے۔چنانچہ حضرت علیؓ اور معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ کے جھگڑے میں کئی صحابہ غیر جانبدار رہے۔ملاحظہ ہو (بخاری ج٢ص١٠٥٢ مع فتح الباری وغیرہ) اور حضرت علیؓ اگرچہ حق پر تھے۔مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیر جانبدار ہی رہے۔جن کو اس استحقاق کا علم نہیں ہوا اور یزید پر بھی لوگ متفق نہیں ہوئے تھے۔ابھی جھگڑا اچل رہا تھا۔اس لئے کئی لوگ علیحدہ رہے اور بیعت نہیں کی اور عبداللہ بن عمرؓ کا مذہب یہی ہے کہ اختلاف جھگڑے میں غیر جانبدار رہنا ہے۔چنانچہ (بخاری ج٢ص١٠٥٣) میں ہے کہ...... جب فتح مکہ میں عبداللہ بن زبیرؓ اور شام میں عبداللہ بن زیاد اور مروان بن حکم اور بصرہ میں قراء برسراقتدار ہوگئے۔تو عبداللہ بن عمرؓ علیحدہ رہے اور مسند احمد میں ہے کہ ابوسعید خدریؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت کر لی۔جب شام والوں نے مجبور کیا۔تو ان سے بھی کر لی۔اس پر عبداللہ بن زبیرؓ ان سے ناراض ہوئے اور کہا کہ ایک طرف فیصلہ ہونے کی انتظار کیوں نہ کی۔پھر اس کے بعد جب لوگ قریباً عبدالملک بن مروان پر متفق ہوگئے۔تو پھر عبداللہ بن عمرؓ نے عبدالملک بن مروان سے بیعت کر لی۔ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج٢ص١٠٥٣)

اس بناء پر چاہئے تھا کہ عبداللہ بن عمرؓ یزید سے بھی بیعت نہ کرتے۔جب تک لوگ اس پر متفق نہ ہوتے۔مگر چونکہ معاویہؓ کی حیات میں یزید کی بیعت منظور کر چکے تھے۔جس کی وجہ ایک یہ تھی کہ معاویہؓ کی زندگی میں یزید کے حالات اتنے مخدوش نہ تھے۔جتنے بعد میں ہوگئے۔
دوسرے حضرت علیؓ کے بعد معاویہؓ کی خلافت پر سب لوگ متفق ہوگئے تھے اور یزید کی

بیعت معاویہؓ ہی نے لینی شروع کی تھی۔ان حالات میں بظاہر یہی توقع تھی کہ معاویہؓ کی کوشش کامیاب ہوکر یزید پر اتفاق ہوجائے گا۔اس لئے عبداللہ بن عمرؓ نے اوراکثر اہل مدینہ نے منظوری دے دی۔نیز جب معاویہؓ کی خلافت پر اتفاق ہوگیا اوران کی خلافت صحیح ہوگئی۔تو وہ واجب الاطاعت امیر بن گئے۔اس لئے بھی منظوری ضروری تھی۔یہ ۵۶ہجری کا واقعہ ہے۔اس کے بعد معاویہؓ چار سال زندہ رہے اور ۶۰ ہجری میں وفات پائی۔

ان کی وفات کے بعد اہل مدینہ کی طرف سے یزید کے پاس ایک نمائندہ جماعت گئی۔ جو عبداللہؓ بن غسیل الملائکہ اور عبداللہ بن ابی عمر مخرومی ودیگر پر مشتمل تھی۔یزید انہیں بڑے اکرام و احترام سے پیش آیا اور مہمان نوازی کا پورا حق ادا کیا۔جب یہ واپس مدینہ آئے تو انہوں نے یزید کی حالت ابتر بتلائی۔اس کی شراب خوری وغیرہ کی شکایت کی۔اس پر مدینہ والوں نے اس کی بیعت توڑ کر بغاوت کر دی۔مگر عبداللہ بن عمرؓ اپنی بیعت پر قائم رہے۔کیونکہ بغیر کفر صریح کے بیعت توڑنے کی اجازت نہیں۔

لیکن یہ بڑی (مستقل حکومت والی) امارت کا حکم ہے۔کیونکہ اس سے بغاوت میں کشت وخون کا زبردست خطرہ ہے۔برخلاف چھوٹی امارت کے جس میں اس قسم کا خطرہ نہیں ہوتا۔ یاشاذ ونادر ہوتا ہے۔اس لئے اس میں کفر صریح کی شرط نہیں۔بلکہ چھوٹے جرم پر بھی معزول کرسکتے ہیں۔کیونکہ خواص کا اثر عوام پر پڑتا ہے۔اگر خاص کی حکمت عملی صحیح نہ ہو تو عوام دلیر ہو جاتے ہیں۔اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں قبلہ کی طرف تھوکنے پر امامت سے معزول کردیا۔ملاحظہ ہو (مشکوۃ باب المساجد فصل ۳)

اور بخاری فتح الباری وغیرہ میں ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر سعد بن عبادہؓ جو انصار کے امیر تھے۔انہوں نے ابوسفیان بن حربؓ کو طنزاً یہ الفاظ کہے کہ آج جنگ عظیم کا دن ہے اور آج کعبہ کی حرمت اٹھادی جائے گی۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے اس کو معزول کرکے اس کے بیٹے کو امیر بنایا اور فرمایا:"آج کعبہ کی تعظیم ہوگی اور اس کو غلاف پہنایا جائے گا۔"

خلاصہ یہ کہ چھوٹی امارت کو بڑی امارت پر قیاس نہیں کرسکتے۔کیونکہ بادشاہ کی عملی کمزوری کا اتنا نقصان نہیں۔جتنا معزول کرنے میں ہے اور چھوٹے امیر کی معزولی میں اتنا نقصان نہیں جتنا عملی کمزوری میں ہے۔فتفارقا

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ایسے اختلافات اور جھگڑوں کے موقع پر حق سمجھائے اور اس پر چلنے کی توفیق بخشے اور اسی پر خاتمہ کرے۔آمین!

مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے بارے میں
چند سوالات از مولانا محمد حسین بٹالویؒ

جوابات از مولانا عبدالرحمٰن صوفی محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی

حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھویؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف اوّل

یہ بات ۱۸۹۰ء مطابق ۱۳۸۸ھ کی ہے کہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ متوفی ۱۳۳۸ھ نے مرزا قادیانی اوران کی امت اورایسے لوگوں کے بارے میں جوان دنوں مرزا قادیانی کے متعلق قدرے نرم رویہ رکھے ہوئے تھے۔ متحدہ ہند کے سب علماء سے فتاویٰ حاصل کئے تھے۔ جو موصوف کے ماہ نامہ ''اشاعۃ السنۃ لاہور'' کے چھ شماروں یعنی نمبر۴، نمبر۵، نمبر۶، نمبر۷، نمبر۱۱، نمبر۱۲، نمبر۱۳ میں شائع ہوئے۔

مولانا محمد حسینؒ نے کچھ سوالات مرتب کئے تھے اور ہر طبقے کے علماء نے ان کے جوابات دیئے تھے۔ ان لکھنے والوں میں ایک بزرگ لکھو کے ضلع فیروز پور (مشرقی پنجاب) کے رہنے والے حضرت مولانا صوفی محی الدین عبدالرحمٰن بھی تھے۔ جس پر ان کے والد حضرت مولانا محمد صاحب مصنف تفسیر محمدی (پنجابی) متوفی ۱۳۱۳ھ کے بھی دستخط ثبت ہیں۔ ان کی اس مبارک تحریر کی اشاعت کی سعادت جمعیت اہل حدیث لاہور کو حاصل ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس سے نفع پہنچائے۔ آمین۔ واضح رہے کہ اس تحریر کی زبان اسی سال پرانی ہے۔ ہم نے اس میں تصرف مناسب نہیں سمجھا۔ ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث لاہور

شعبان ۱۳۸۸ھ، نومبر ۱۹۶۸ء

سوالات ...... از: حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالویؒ

علماء دین مرزا غلام احمد قادیانی اوران کے مشربوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ جن کے عقائد حسب ذیل ہیں۔

۱...... ''ملائکہ ستاروں کی ارواح ہیں۔'' (توضیح المرام ص۳۸ تا ۴۰، خزائن ج۳ ص۷۰،۷۱)

۲...... ''جبرئیل حقیقتاً زمین پر نہیں اترتا۔ اس کے نزول سے اس کی تاثیر کا نزول مراد ہے اور جو صورت جبرئیل کی انبیاء دیکھتے ہیں۔ وہ (خارج میں نہیں بلکہ) انبیاء کے خیال میں متمثل ہوجاتی ہے۔'' (توضیح المرام ص۷۱، خزائن ج۳ ص۸۸)

۳...... ''ملک الموت بھی بذات خود زمین پر اتر کر ارواح قبض نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی تاثیر سے قبض ارواح ہوتا ہے۔'' (توضیح المرام ص۳۰، خزائن ج۳ ص۶۷)

۴...... ''آنے والے مسیح ابن مریم جن کی بشارت حدیثوں میں وارد ہے۔ وہ مرزا قادیانی ہیں۔'' (شہادۃ القرآن ص۲، خزائن ج۶ ص۲۹۸)

۵...... ''یاجوج ماجوج سے مراد انگریز اور روسی یا دنیا پرست ہیں۔''

(ازالہ اوہام ص۵۰۲، خزائن ج۳ ص۳۶۹)

۶...... ''دجال موعود کے حق میں جو احادیث میں آیا ہے۔ کہ مردہ کو زندہ کرے گا اور اس کا بہشت اور دوزخ ہوگا وغیرہ۔ یہ مشرکانہ اعتقاد ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۴۵۱، خزائن ج۵ ص ایضاً)

۷...... ''حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ وہ زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں اور اب تک وہاں زندہ ہیں۔ مشرکانہ اعتقاد ہے اور در حقیقت ان کی صرف روح آسمان پر اٹھائی گئی ہے۔ جیسا کہ اور انبیاء کی۔'' (ضمیمہ حقیقت الوحی ص۳۹، خزائن ج۲۲ ص۶۶۰)

۸...... ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یا آنحضرت ﷺ کا مع الجسم آسمان پر جانا قانون قدرت کے خلاف ہے۔''

۹...... ''صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیث سب کی سب صحیح نہیں۔ بلکہ بعض ان میں غیر صحیح اور موضوع بھی ہیں۔'' (حمامۃ البشریٰ ص۲۸،۲۹، خزائن ج۷ ص۲۱۰،۲۱۱ حاشیہ)

۱۰...... ''حدیث صحیح قرآن کریم کی مفسر نہیں ہوسکتی اور واقعات ماضیہ کے بیان میں قرآن پر اس سے زیادتی نہیں ہوسکتی۔'' (مباحثہ لدھیانہ ص۹۸، خزائن ج۴ ص۱۰۰)

جوابات......از: حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن بن مولانا حافظ محمد لکھویؒ

الحمدللہ فاطر السموات والارض جاعل الملئکۃ رسلا اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلث ورباع یزید فی الخلق مایشاء ان اللہ علی کل شئ قدیر، والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین محمد المبعوث فی الامیّن بجوامع الکلم والکلام المبین وعلی الہ واصحابہ اجمعین ومن تبعھم الی یوم الدین ۰ امابعد!

جو عقائد کفریہ مرزا قادیانی کے سوال میں مرقوم ہیں۔ ہر ایک کفر مذکور اس کے کافر مرتد ہونے کے لئے کافی وافی ہے۔ معاذ اللہ اس کا مذہب ہے کہ میرے الہام قطعی کتاب اللہ کے ہیں۔ جیسا کہ اس نے بعض اشتہاروں میں صاف صریح لکھا ہے۔ لہٰذا وہ احادیث صحیحہ صریحہ کے مقابلے میں مرتدانہ کلام کرتا ہے اور کھلم کھلا کافر ہوا جاتا ہے۔

اب یہاں یہ مسئلہ حقہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہر حدیث صحیح مرفوع جس کو علماء حدیث نے بالتحقیق صحیح ثابت کیا ہے۔ واجب القبول والعمل بالاجماع ہے۔ اس کا منکر، مکذب، اپنی

رائے سے موضوع وباطل کہنے والا کافر ومرتد ہے۔اس میں بہانہ قول امام کا یا کشف والہام کا یا عقل نافرجام کا کچھ کام نہیں آتا۔اگر حدیث متواتر ہے تو منکر کافر قطعی ہے۔ ورنہ ظنی کافر ہے۔ پس میری تحقیق میں یہ ملحد قادیانی اشد المرتدین عجیب کافر ہ منافق لاثانی ہے۔اس لئے کہ اس نے (ازالہ اوہام ص۲۹۷، خزائن ج۳ ص۲۵۲) پر سب اہل ایمان کو جو صحابہؓ سے لے کر اب تک ہیں۔ملحد صریح اور سخت بے ایمان بنادیا ہے۔عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں پر ایمان لانے کی وجہ سے اور اس کی پوچ تاویلیں قابل التفات نہیں اور نہ لائق اعتبار ہیں۔ بلکہ فی الحقیقت تاویلیں نہیں۔صاف تمسخر منافقانہ اور استہزاء کافرانہ ہے۔مثلاً دعویٰ الہامی اس کا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول موعود کا مصداق ہوں۔ استعارے کے طور پر، سراسر باطل و مردود ہے۔ کیونکہ استعارہ مجاز کا قسم ہے اور مجاز میں قرینہ مانعہ ارادۂ معنی موضوع لہ سے ہوتا ہے اور یہاں کوئی قرینہ مانعہ ارادہ معنی حقیقی سے نہیں ہے۔جو وجود مبارک عیسیٰ علیہ السلام کا تمامہ ہے: ’’والمجاز مفردو مركب اماالمفرد فهى الكلمة المستعملة فى غير ماوضعت له فى اصطلاح به التخاطب على وجه يصح مع قرينة عدم ارادته ارادة الموضوع له (مختصر المعانى مع متنه تلخيص المفتاح) والا ستعاره تفارق الكذب بوجهين بالبناء على التاويل ونصب القرينة على خلاف الظاهر فى الاستعارة لما عرف انه لابد للمجاز منقرينة مانعة عن الارادة الموضوع له (مختصر المعانى مع فتنه)‘‘ اور ملحد صاحب نے کوئی قرینہ مانعہ معنی حقیقی سے ظاہر نبویہ میں قرار نہیں دیا اور اپنے الہام ضد اسلام پر ایمان لاکر خلاف تفسیر صحیح کا کفر حدیث متواتر کا اختیار کیا۔معاذ اللہ۔ فى تفسير[1] ابن كثير وقوله سبحانه وتعالىٰ وانه لعلم للساعة ، تقدم تفسير

---

[1] اس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ اس قول خداوندی ’’وانہ لعلم للساعۃ‘‘ کی تفسیر ابن اسحاق سے مذکور ہوچکی ہے کہ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات مراد ہیں۔جیسے مردے کو زندہ کرنا اور مادرزاد اندھے اور کوڑھے کو اچھا کرنا۔مگر یہ محل اعتراض ہے۔اس سے بعید تر وہ تفسیر ہے۔جو قتادہ سے منقول ہے۔کہ اس سے قرآن مجید مراد ہے۔اس کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ اس سے قیامت کے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول مراد ہے۔ چنانچہ دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ جو اہل کتاب ہیں۔وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔اس معنے کی مؤید دوسری قرأت ’’انہ لعلم للساعۃ‘‘ ہے۔یعنی قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نکلنا قیامت کی علامت ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ابن اسحق ان المرادمن ذالك مابعث به عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام من احیاء الموتی وابراء الاکمه والابرص وغیر ذالك من الاسقام ، وفی هذا نظر وابعد منه ماحکاه قتاده عن الحسن البصری وسعید بن جبران الضمیر فی انه عائد علی القران بل الصحیح انه عائد علی عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام فان السیاق فی ذکر ہ ثم المرا د بذالك نزوله قبل یوم القیامة کما قال تبارك وتعالیٰ وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته ای قبل موت عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام ثم یوم القیامة یکون علیهم شهیدا ۰ ویؤید هذا المعنی القرلة الاخریٰ انه لعلم للساعة ،ای امارة ودلیل علی وقوع الساعة ۰ قال مجاهد وانه لعلم للساعة ای آیة للساعة خروج عیسیٰ ابن مریم علیه السلام قبل یوم القیامة وهذا روی عن ابی هریرة وابن عباس وابی العالیة وابی مالك وعکرمة والحسن وقتاده والضحاك وغیر هم وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللهﷺانه اخبر بنزول عیسیٰ علیه السلام قبل یوم القیامة اماما عادلا وحکما مقسطا (انتهی)

جب تک یہ دعویٰ الہام کا اس نے نہیں کیا تھا۔ اس کا اعتقاد بھی اس مسئلہ میں موافق اہل اسلام کے تھا۔ جیسا کہ (براہین احمدیہ ص۴۹۸،۴۹۹، خزائن ج۱ ص۵۹۳ حاشیہ) میں مرقوم ہے۔ پس ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث کی حقیقت پر ایمان لانے سے الہام ہی اس کو مانع ہوا۔

جیسا کہ اس نے خود آپ تصریح کی ہے (ص اوّل توضیح المرام میں) تیرے اس رائے کے شائع ہونے کے بعد جس پر میں تنبیہات الہام سے قائم کیا گیا ہوں......الخ۔ تو الہام ہی قرینہ مجاز کا اس کے زعم میں ثابت ہوتا ہے اور کوئی قرینہ عقلی اہل اسلام کے طور پر نہیں ہے۔ پس لازم آئے گا کہ قرینہ مجاز کا تیرہ سو برس بعد آنحضورﷺ کے قائم ہوا اور آپ کی کلام ناتمام کو تمام کیا اور مفید مطلب واقعی کے بنایا۔ ورنہ پہلے وہ کلام مفید خلاف مطلب کے تھی۔ فصاحت وبلاغت کجا بلکہ ضلالت درضلالت تھی۔ یہ تمسخر منافقانہ اور استہزاء نہیں تو کیا ہے؟ قال

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) چنانچہ ابوہریرہؓ، ابن عباسؓ اور ابوالعالیہ، ابومالکؒ، عکرمہ، حسن، قتادہ، ضحاک وغیرہ سے مروی ہے اور آنحضرتﷺ سے متواتر احادیث اس بات میں آچکی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے امام عادل ہوکر آئیں گے۔

اللّٰہ تعالیٰ: ''ذالك جزاء هم جهنم بما كفر واواتخذو ایتی ورسلی هزوا''

اور یہ امر آنحضرت ﷺ کی کمال فصاحت و بلاغت کو داغ لگانے کے لئے کمال شیطنت ہے اور آپ کی فصاغت و بلاغت جس طرح موافق ومخالف کے نزدیک مشہور ہے۔ اسی طرح حدیث صحیح میں بھی ثابت و مذکور ہے: ''بعث بجوامع الكلم......الخ ۔ متفق علیه اور فضلت على الانبياء بست اعطيت جوامع الكلم رواه مسلم كمافى المشكوٰة فى باب فضائل سيد المرسلين صلوٰة الله وسلامه عليه وعلى اله واصحابه اجمعين وفى الحديث المتفق عليه ۰ ايضاً ان رسول الله ﷺ لم يكن يسرد الحديث كسرد كم كان يحدث حديثا لوعدّه عاد لاحصاه كمافى المشكوٰة فى باب اخلاقه ﷺ وفى صحيح البخارى كان النبى ﷺ اذاتكلم بكلمة اعادها ثلثا حتى تفهم عنه كمافى كتاب العلم من المشكوٰة وفى صحيح مسلم فى خطبة النبى ﷺ امابعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد ﷺ''

پس یہ صاف ظاہر ہے کہ ان احادیث صحیحہ مذکورہ سے آنحضرت ﷺ تقریر تعلیم وافہام تفہیم میں سب انبیاء علیہم السلام پر فوقیت رکھتے تھے۔ تو آپ کی کلام کے مقابلے میں محدثین ملہمین کی عبارات الہامات کی کیا حقیقت رہی۔ چہ جائیکہ الہامات اس محدث فی الدین مرتد بالیقین کے۔ معاذ اللہ!

اور تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے: ''واتيناه الحكمة وفصل الخطاب ۰ قال ابن عباس الكلام كمافى المعالم ﴿یعنی عطا کی ہم نے داؤد علیہ السلام کو دانائی اور کھلی بات کرنی۔ جس کو ہر ایک بلا تکلف سمجھے۔﴾ پس ہمارے حضرت محمدؐ بالاولیٰ اس کمال میں اعلیٰ واولیٰ ہیں۔ ''لقوله عليه السلام فضلت على الانبياء ......الخ وقوله عليه السلام خير الهدى هدى محمد ﷺ۔ ''مختصر معانی میں ہے۔'' وفصل الخطاب، اى الخطاب المفصول البيّن الذى يتبينه كل من يخاطب به ولايلتبس عليه ۰ وهكذافى المطول''

کفر اعظم قادیانی

''علماء مفسرین ومحدثین جو ظاہر علم تفسیر وحدیث کا ہمیشہ پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں۔ یہ

بے مغز خدمتیں ہیں اور تمام خدا تعالیٰ کے نزدیک استخواں فروشی ہے۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔"
(فتح اسلام ص ۸، خزائن ج ۳ ص ۷ حاشیہ) قال اللہ تعالیٰ: "ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب ۰ قل أباالله وايته ورسله كنتم تستهزء ون ۰ لاتعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم۔" ﴿جوکوئی دین کی باتوں میں ٹھٹھا کرے اگرچہ دل سے منکر نہ ہو تو کافر ہوا نہیں البتہ منافق ہوا۔ دین کی بات میں ظاہر و باطن باادب رہنا ضروری ہے۔ (تفسیر: القرآن)﴾

اللہ اکبر! دین کی بے ادبی سے آدمی کافر و منافق ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اعتقاداً نہ ہو۔ معاذ اللہ۔ اگر اعتقاداً ہو جیسا کہ اس ملحد نے دین کی اہانت کی ہے۔ تو پھر کفر و نفاق اس کے میں کیا شک ہے۔ انوارع بارک اللہ رحمہ اللہ میں لکھا ہے:

دینی[1] علم یا عالماں کرے اہانت کو
یا کرے اہانت شروع دی اوہ بھی کافر ہو

اور عیسیٰ علیہ السلام کو اس ملحد نے بتقلید نصاریٰ صلیب پر چڑھایا ہے اور کفر و انکار نص قرآنی کا کیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: "وما صلبوه" اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے۔ یہ بھی صریح کفر ہے۔ قرآن و حدیث کا صاف انکار ہے اور فرشتوں کے عروج و نزول کا انکار۔ بہت نصوص قرآنیہ اور احادیث صریحہ کا صاف انکار کفر صریح ہے اور یہ مستلزم ہے۔ اس کفر اعظم کو کہ قرآن شریف اللہ کی کلام نہیں۔ بلکہ: "ان هذاالاقول البشر" ہے۔ کیونکہ فی الخارج۔ نہ کوئی جبرائیل آیا نہ آنحضرت ﷺ کو اس نے کچھ پڑھایا۔ نہ خدا نے جبرائیل علیہ السلام کو فی الواقع اپنی کلام دے کر زمین پر بھیجا نہ اتارا۔

پس قرآن بشر کی کلام ہوئی۔ پیغمبر ﷺ کے خیال میں خدا تعالیٰ نے پیدا کی۔ فی الخارج خود نہیں فرمائی۔ نہ جبرائیل کو پڑھائی اور سلف صالح کا یہ مشہور مسئلہ ہے۔ کہ: "من قال ان القران مخلوق فهوكافر۔"

اور خروج یاجوج ماجوج کا انکار بھی کفر صریح ہے اور خروج دجال کے مسیح قادیانی کذاب کا انکار اور دعویٰ رسول مرسل نبی اللہ ہونے کا اور احمد مبشر بالقرآن ہونے کا بھی کفر صریح ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ ماننا۔ اس ملحد کی نصرانیت اور اپنی ذات کو ابن اللہ کا لقب دینا اس کی یہودیت (ان کا قول تھا: "نحن انبياء الله واحباء ه" یعنی ہم خدا کے بیٹے اور دوست ہیں) ہے

---

[1] یہ پنجابی زبان کا شعر ہے۔ اس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص علم یا علماء دین یا شرع کی اہانت کرے۔ وہ کافر ہو جاتا ہے۔

اور جو موحدین ان کفریات صریحہ کو برحق مانتے ہیں۔ وہ بھی کافر مرتد ہیں اور جو خود برحق[1] نہیں جانتے۔ مگر مرزا سے محبت اور دل وجان سے کرتے ہیں اور اس پر بزرگی کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہرگز ان کے کفریات صریحہ مذکورہ پر غیرت ایمانی کو راہ دل میں نہیں دیتے۔ ان میں بھی رائی کے دانے برابر ایمان نہیں۔

''عن[2] ابن مسعودؓ قال قال رسول اللهﷺ مامن نبی بعثه الله فی امته قبل الاکان له فی امته حواریّون واصحاب یاخذون بسنته ویقتدون بامره ثم انها تخلف من بعدهم خلوف یقولون مالایفعلون ویفعلون مالایؤمرون فمن جاهدهم بیده فهو مؤمن ومن جاهد بلسانه فهو مؤمن ولیس وراء ذالك من الایمان حبة خردل (رواہ مسلم)''

اور جو ملحد کو اپنے مکانوں میں جگہ دیتے ہیں اور اس کی مدد میں سرگرم رہتے ہیں۔ وہ اس حدیث کے مصداق ہیں: ''لعن الله من اوی محد ثا (رواہ مسلم)'' ﴿یعنی خدا کی لعنت ہے

[1] یہ لاہور اور امرتسر کے بعض ایسے لوگوں..... کی طرف اشارہ ہے۔ جو ان باتوں کو حق نہیں جانتے۔ مگر قادیانی کو باوجود ان عقائد کے بزرگ وملہم مانتے ہیں۔ ان کو اگر کوئی قادیانی کے ایسے عقائد سناتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ ہم اس کے رسائل کو نہیں دیکھتے۔ اس کے جواب میں اگر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ عقائد واقوال اس کی کتابوں میں موجود اور شہرہ آفاق ہیں اور علماء ان پر فتویٰ لگاتے ہیں۔ تو پھر تم کیوں ان کتابوں کو نہیں دیکھتے اور فتویٰ علماء کی تصدیق کر کے قادیانی کے بزرگ وملہم ہونے کا اعتقاد کیوں نہیں چھوڑتے۔ تو اس کا وہ کوئی جواب نہیں دیتے۔ ان لوگوں کے سرکردہ ایک قرآن کے حافظ مگر اور علوم دین کے جاہل ہیں۔ آپ رفعیدین وآمین بالجہر کرتے ہیں۔ ذرا الہامی ہونے بھی مدعی ہیں اور اس ذریعہ سے وہ ان لوگوں کے مقتداء ہوئے ہیں اور ان کو گمراہ کر رہے ہیں۔

[2] حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ جو نبی گزرا ہے۔ اس کے حواری اور اصحاب گزر چکے ہیں۔ جو اس کی سنت وطریق کو لیتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے۔ وہ بات کہتے جو خود نہ کرتے اور وہ کام کرتے۔ جس پر مامور نہ ہوتے۔ جو ان کے ساتھ ہاتھ کے ہاتھ مقابلہ کرے۔ وہ مؤمن ہے۔ جو زبان کے ساتھ مقابلہ کرے۔ وہ مومن ہے۔ جو دل سے ان کا مخالف ہو۔ وہ مومن ہے۔ اس کے بعد یعنی اگر دل میں بھی ان کی مخالفت نہ ہو تو دانہ رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

اس پر جو بدعتی ملحد فی الدین کو جگہ دیتا ہے۔ ❁ردنیچری[1] میں لکھا ہے:

ہک کفر عقیدہ جو حق جانے ہے مرتد بلقیوں — اس وچ شک نہ شبہ کوئی ہے صاف ایمانوں دینوں
جیویں انکار فرشتیاں یا انکار جناں شیطاناں — یا تھوڑی بیاج حلال پچھانے یا منکر آسماناں
یا معجزیاں دا منکر ہووے من تاویلاں خاماں — یا کہے قرآن کلام محمدؐ کافر بانجھ کلاماں
یا آکھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تائیں ہے یوسف دا جایا — وچہ قرآن جو قصہ مریم جھوٹا سفنا آیا
یا آکھے عیسیٰ علیہ السلام سولی چڑھیا منے قول نصاریٰ — ہک آیت دا منکر کافر جیوکر سب دا یارا

اور تاویلیں ملحدانہ اس ملحد کی استہزاء وتمسخر ہے خدا اور رسول کو۔ ان سب کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ ورسول کو سمجھانا نہیں آتا اور میرے الہامات بیّنات ہیں۔ اگر اس کے الہاموں کی ایسی تاویلیں لی جائیں تو مرزا اور مرزائی ضرور تمسخر سمجھیں گے۔ مثلاً الہام ''انا جعلناک المسیح ابن مریم ''(ازالہ اوہام ص ۶۷۳، خزائن ج ۳ ص ۴۰۹) میں معنی (قاموس میں مسیح کے معنی کذاب بھی لکھے ہیں۔ مفتی) مسیح کے کذاب ہیں اور یہی معنی بالتحقیق مراد ہیں اور ابن مریم لطیف استعارہ ہے کہ اس ملحد کی والدہ مومنہ تھی اور یہ ملحد مسلمانوں کی نسل سے قطع ہوگیا اور الطف استعارہ یہ ہے کہ مسیح سے مراد وزن فعیل کا ہے۔ جو حمیر ہے: 'کما یشھد[2] بھاالھام المجذوب الجمونی

---

[1] ''ردنیچری'' مولانا محمد بن بارک اللہؒ کی تصنیف ایک پنجابی نظم کا رسالہ ہے۔ اس کے اشعار منقولہ بالا کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص ایک عقیدہ کفر کو حق جانے، وہ مرتد ہے۔ جیسے وجود ملائکہ یا جنوں سے انکار کرنا۔ تھوڑے سود کو حلال جاننا۔ یا معجزات کا انکار کرنا۔ یا قرآن مجید کو آنحضرت ﷺ کا کلام قرار دینا۔ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا کہنا۔ یا حضرت مریم علیہا السلام کے قصہ رؤیت جبرائیل وبشارت فرزند کو ایک خواب قرار دینا۔ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ کہنا کہ وہ صلیب پر چڑھ گئے وغیرہ۔

[2] یعنی جیسے کہ جموں کے مجذوب کا الہام شہادت دیتا ہے۔ جو مجھ سے عبدالغفور بن محمد بن عبداللہ غزنوی نے بیان کیا۔ اس کو عبدالواحد داماد حکیم نوردین نے بتایا۔ انہوں نے خود اس مجذوب سے سنا۔ یہ مجذوب وہ شخص ہے۔ جس کا ذکر قادیانی نے (آسمانی فیصلہ ص ۱۶ سطر ۱۴، خزائن ج ۴ ص ۳۲۷) میں کیا ہے۔ اس مجذوب کو حکیم نوردین جموں سے قادیان میں جلسہ قرأت فیصلہ آسمانی پر لے گیا۔ وہاں پر مجذوب صاحب نے خواب دیکھا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حدثنی به عبدالغفور قال حدثنی به عبدالواحد قال عبدالغفور حدثه به المجذوب بنفسه"

اور میں نے فکر کیا۔ساتویں تاریخ ماہ رجب حال میں بعد نماز فرض عشاء کے مرزائیوں کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کیا ہے۔الہام ہوا۔"اولئك هم الكٰفرون حقا، هكذا اتطبيق[1] الهامه بالقران والحديث وهكذا اتطبيقه بالهامى، الهم رب جبرائيل وميكائيل واسرافيل فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة انت تحكم بين عبادك فيما كانو افيه يختلفون، اهد نى لما اختلف فيه من الحق باذنك انت تهدى من تشاء الى صراط مستقيم"

ان ملحدوں کے حق میں مجھ کو یہ بہت الہام ہوا ہے:"ان يقولون الاكذبا "حررہ العبد الضعیف عبدالرحمٰن المدعو بمحی الدین لکھو کے جواب سوال المولوی محمد حسینؒ الجواب الصحیح۔ یہ جواب صحیح ہے۔ الملتجی الی اللہ محمد بن مخدومی بارک اللہ مرحوم فیروز پور پنجاب (مصنف تفسیر محمدیؒ انواع محمدی وغیرہ)

"مرزا قادیانی کو یہ عاجز پہلے اچھا سمجھتا تھا۔ جب سے اس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نبوت کا مدعی ہوا ہے۔ تب سے میں اس کو ملحد دجال اور کذاب سمجھتا ہوں۔" (محمد حسن بن مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ مرحوم ساکن لکھو کے ضلع فیروز پور (پنجاب)

(ماخوذ از مجلہ اشاعت السنہ ص ۳۳۴ تا ۳۴۴ مجریہ رجب ۱۳۰۸ھ ۱۸۹۰ء)

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) کہ ان کو کشف ہوا کہ قادیانی کی ڈیوڑھی میں ایک سفید گھوڑی ہے۔ پھر وہ گدھی بن گئی۔ جس پر کسی نے کہا کہ نور دین گدھی کی خدمت کر رہا ہے۔ مجذوب صاحب بعارضہ برص یا جذام بیمار ہیں۔ قادیان میں ان کو حکیم نور دین اس امید پر لے گیا تھا کہ وہاں ان کو شفاء ہوگی۔ وہ وہاں سے واپس آئے تو ان کی بیماری اور بڑھ گئی۔ آگے وہ چلتے پھرتے تھے۔ اب اس سے معذور ہو گئے ہیں۔ یہ بات خاکسار نے مولوی غلام حسن صاحب امام اہل حدیث سیالکوٹ سے سنی ہے۔ (ایڈیٹر اشاعت السنہ)

[1] یعنی اس کے الہام کی قرآن وحدیث سے یونہی موافقت ہو سکتی ہے۔ جو بیان ہوئی ہے کہ مسیح سے مرزا کا کاذب ہونا اور قادیانی کا گدھی کی صورت میں دکھائی دینا۔

قہرالدیان

علیٰ

مرتدبقادیان

حضرت مولانا حسن رضا خان قادری رحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وکفی سمع اللہ لمن دعاء لیس وراء اللہ منتھی ان ربی لطیف لما یشاء، صلوٰۃ العلی الا علی، وتسلیما ته المنزھة عن الانتھاء وبرکاته التی تمنی وتنمی علی خاتم النّبیین جمیعًا فمن تنبأ بعده تاما اوناقصافقد کفر وغوی اللہ اکبر علی من عاث وعتلومرد وعصی وھوّۃ ھواہ حوای اللھم اجرنامن ان نذل ونخزی اونزل ونشقی ربنا وانصر نابنصرک علی من طغی وبغی وضل واضل عن سبیل الاھتدأ اصل علی المولی والہ وصحبہ ابدا ابدا واشھد ان لاالہ لااللہ وحدہ لاشریک لہ احداصمد وان محمد اعبدہ ورسولہ بالحق ودین الھدی صلی اللہ تعالی علیه وعلیٰ اله وصحبه دائما سرمدا!

اللہ اکبر علی من عناوتکبر

مدتی این مثنوی تاخیر شد مھلتی بایست تاخون شیر شد

اللہ عزوجل اپنے دین کا ناصر، اپنے بندوں کا کفیل، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل!

رسالہ ماہواری ردقادیانی کی ابتداء حکمت الٰہیہ نے اس وقت پر رکھی تھیں کہ یہاں دو چار جاہلان محض اس کے مرید ہوآئے مسلمانوں نے حسب حکم شرع شریف ان سے میل جول ارتباط، سلام کلام، اختلاط یک لخت ترک کر دیا۔ دین میں فساد مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے والوں نے یہ "العذاب الادنی دون العذاب الاکبر "چکھا۔ مسلمانوں پر حملے میں اپنی چلتی کوئی گئی نہ کی۔ بس نہ چلا تو متواتر عرضیاں دیں کہ ہمارا پانی بند ہے ہم پر زندگی تلخ ہے۔ بیدار مغز حکومت ایسی لغویات کو کب سنتی۔ ہر بار جواب ملا کہ مذہبی امور میں دست اندازی نہ ہوگی۔ سائلان آپ اپنا انتظام کریں۔ آخر بحکم آنکہ:

دست بگیرد سر شمیر تیز

ایک بے قید پرچے روہیلکھنڈ گزٹ میں اشتہار چھاپا کہ عمائد شہر اگر علماء طرفین سے مناظرہ کرائیں اور وہ بھی اس شرط پر کہ دونوں طرف سے خود وہی منتظم رہیں۔ تو ہمیں اطلاع دیں کہ ہم بھی اپنے مرزائی ملانوں کو بلالیں اور اس میں علماء اہل سنت کی شان میں کوئی دقیقہ بدزبانی

واکاذیب بہتانی وکلمات شیطانی کا اٹھانہ رکھا۔ یہ حرکت نہ فقط ان بے علم، بے فہم مرزائیوں بلکہ بعونہ تعالیٰ خود مرزا کے حق میں کالباحث[1] عن حتفہ بظلفہ سے کم نہ تھی:

سست بازو بجهل میفگند
پنجه بامرد آهنیں چنگال

مگر ازانجا که عسیٰ[2] ان تکرهو اشیئا وهو خیرلکم ع خدا شرے برانگیز وکه خیر مادران باشد!

یہ ایک غیبی تحریک خیر ہوگئی۔ جس نے اس ارادہ رسالہ کی سلسلہ جنبانی فرمادی۔ اشتہار کا جواب اشتہاروں میں دیا گیا۔ مناظرہ کے لئے ابکار افکار مرزا قادیانی کو پیام دیا۔ اس کے ہولناک اقوال ادعائے رسالت ونبوت وافضلیت من الانبیاء وغیرہا کفر وضلال کا خاکہ اڑایا۔ گالیوں کے جواب میں گالی سے قطعی احتراز کیا۔ صرف اتنا دکھایا کہ تمہاری گالی آج کی نرالی نہیں۔ قادیانی تو ہمیشہ سے اللہ ورسول وانبیائے سابقین وآئمہ دین سب کو گالیاں سناتا رہا ہے۔ ہر عبادت اس کی کتابوں سے بحوالہ صفحہ مذکور ہوئی۔ مضمون کثیر تھا۔

متعدد پرچوں میں اشاعت منظور ہوئی۔ ''ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری'' نام رکھا گیا۔ اس میں دعوت مناظرہ شرائط مناظرہ طریق مناظرہ منادی مناظرہ سب کچھ موجود ہے۔ اس مختصر تحریر نے اپنی سلک منیر میں متعدد سلاسل لئے سلسلہ وشناعہائے قادیانی بر حضرت ربانی ورسولان رحمانی ومحبوبان یزدانی۔ سلسلہ کفریات ضلالات قادیانی سلسلہ تناقضت تہافتات قادیانی۔ سلسلہ دجالی وتلبیسات قادیانی۔ سلسلہ جہالات وبطالات قادیانی۔ سلسلہ تاصیلات سلسلہ سوالات اورواقعی وقتی ضرورت مختلف مضامین پر کلام کی مقتضی ہوتی ہیں اور اس کے اکثر رسائل الٹ پھیر کر انہیں ڈھاک کے تین پات کے حال۔ لہٰذا ہر رسالے جداگانہ رو سے انہیں سلاسل کا انتظام احسن واولے اب بعونہ تعالیٰ اسی ہدایت نوری سے ابتدائے رسالہ ہے اور مولیٰ تعالیٰ مدد فرمانے والا ہے۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً رسائل ومضامین حسب حاجت اندراج گزیں مناسب کہ جو کلام جس سلسلے کے متعلق آتا جائے۔ بہ شمار سلسلہ اس کی سلک میں انسلاک پائے۔ جو نیا کلام ان سلاسل سے جدا شروع ہو اس کے لئے تازہ سلسلہ موضوع ہو۔ اعتراضات کے تازیانے جن کا شمار خدا جانے اول تا آخر ایک سلسلے میں معضو واور ہر اعتراض حاشیہ پر تازیانہ یا اس

---

[1] اس کی طرح جو اپنی موت اپنے کھر سے کرید کر نکالے۔
[2] قریب ہے کہ تم ناگوار سمجھو گے بعض چیزیں اور وہ تمہارے لئے بہتر ہوں گی۔

کی علامت ت لکھ کر جدا معدود مسلمانوں سے تو بفضلہ تعالیٰ یقینی امید مدد وموافقت ہے۔ مرزائی بھی اگر تعصب چھوڑ کر خود خدا اور روز جزا سامنے رکھ کر دیکھیں تو بعونہ تعالیٰ امید ہدایت ہے۔

وماتوفیقی الا باللّٰہ، علیہ توکلت والیہ انیب، وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ انہ ہو القریب المجیب!

ہدایت نوری......بجواب اطلاع ضروری

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، خاتم النبیین والہ وصحبہ اجمعین!

اس میں قادیانی کو دعوت مناظرہ اور اس کے بعض سخت ہولناک اقوال کا تذکرہ ہے:

اللہ عزوجل مسلمانوں کو دین حق پر استقامت اور اعدائے دین پر فتح ونصرت بخشے۔ آمین! روہیل کھنڈ گزٹ مطبوعہ یکم جولائی ۱۹۰۵ء میں تصور حسین نیچہ بند کے نام سے ایک مضمون بعنوان ''اطلاع ضروری'' نظر سے گزرا۔ جس میں اولاً علمائے اہل سنت نصرہم اللہ تعالیٰ پر سخت زبان درازی وافتراء پردازی کی ہے۔ کوئی دقیقہ توہین کا باقی نہیں رکھا اور آخر میں عمائد شہر کو ترغیب دی کہ علماء طرفین میں مناظرہ کرادیں کہ حق جس طرف ہو ظاہر ہو جائے۔ ہر ذی عقل جانتا ہے کہ نیچہ بند صاحب جیسے بے علم فاضل کیا کلام وخطاب کے قابل۔ بلکہ فوج کی گاڑی آندھی کی پچھاڑی مشہور ہے۔ جس فوج کی یہ گاڑی یہ ہراول اس کی پچھاڑی معلوم ازاول۔ مگر اپنے دینی بھائیوں سے دفع فتنہ لازم۔ لہٰذا دونوں باتوں کے جواب کو یہ ہدایت نوری دو عدد پر منقسم آئندہ حسب حاجت اس کے شمار کا اللہ عالم (پہلے عدد میں) ان گالیوں کا جواب متین جو علمائے اہل سنت کو دی گئیں۔ پیارے بھائیو! عزیز مسلمانو!! کیا یہ خیال کرتے ہو کہ ہم گالیوں کا جواب گالیاں دیں۔ حاشا اللہ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان دل کے مریضوں اور ان کے ساختہ مسیح مرزا قادیانی کو گالی کے جواب میں یہ دکھائیں گے۔ ان کی آنکھیں صرف اتنا دکھا کر کھولیں گے کہ شستہ دہنو تمہاری گندی گالی تو آج کی نئی نرالی نہیں۔ قادیانی بہادر ہمیشہ سے علماء وآئمہ کو سڑی گالیاں دینے کا دھنی ہے۔ استغفر اللہ علماء وآئمہ کی کیا گنتی۔ وہ کون سی شدید خبیث ناپاک گالی ہے۔ جو اس نے اللہ کے محبوبوں، اللہ کے رسولوں بلکہ خود اللہ واحد قہار کی شان میں اٹھا رکھی ہے۔

یہ اطلاع ضروری کی پہلی بات کا جواب ہوا۔ دوسرے عدد میں بعونہ تعالیٰ قادیانی مرزا کو دعوت مناظرہ ہے۔ اس میں شرائط مناظرہ مندرج ہیں اور نیز اس کا طریق مذکور ہے۔ جو نہایت متین ومہذب اور احتمال فتنہ سے یکسر دور ہے۔ اس میں قادیانی کی طرح فریق مقابل پر

شرائط میں کوئی سختی نہ رکھی گئی۔ بلکہ قادیانی کی باگ ڈھیلی کی اور اس کی تنگی کھول دی گئی ہے۔ اس میں بحولہ تعالیٰ شرائط کے ساتھ مبادی بھی ہیں۔ جو کمال تہذیب و متانت سے ضلالت ضال کے کاشف اور مناظرہ حسنہ کے بادی بھی ہیں۔ ایک مدعی وحی کو لازم کہ اپنے وحی کنندوں کو جو رات دن اس پر اترتے رہتے ہیں۔ جمع کرر کھے اور اپنی حال کی اور پچھلی قوت سب حق کا وار سہانے کے لئے ملالے۔

ہاں! ہاں! قادیانی کو تیار ہو رہنا چاہئے۔ اس سخت وقت کے لئے جب واحد قہار اپنی مدو مسلمانوں کے لئے نازل فرمائے گا اور جھوٹی مسیحی، جھوٹی وحی کا سب جال پیچ بعونہ کھل جائے گا۔ **وماذلك على الله بعزيز ۰ لقد عزنصرمن قال وقوله الحق ۰ ان جند نا لهم الغلبون ۰ ولن يجعل الله للكفرين على المؤمنين سبيلا ۰ والحمدلله رب العلمين!**

یہ دوسرا عدد بحولہ تعالیٰ اس کے متصل ہی آتا ہے۔ اب بعونہ پہلے عدد کا آغاز ہوتا ہے۔ **وماتوفيقى الا بالله عليه توكلت واليه انيب!** (عدد اوّل) اللہ کے محبوبوں اللہ کے رسولوں حتیٰ کہ خود اللہ عزوجل پر قادیانی کی لچھے دار گالیاں۔

مسلمانو! اللہ تمہارا مالک و مولیٰ تمہیں کفر و کافرین کے شر سے بچائے۔ قادیانی نے سب سے زیادہ اپنی گالیوں کا تختہ مشق رسول اللہ وکلمۃ اللہ و روح اللہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا ہے اور واقعی اسے اس کی ضرورت بھی تھی۔ وہ مثیل عیسیٰ بلکہ نزول عیسیٰ یا دوسرے لفظوں میں عیسیٰ کا اوتار بنا ہے۔ عیسیٰ کی تمام صفات اپنے میں بتاتا ہے اور حقیقت دیکھو تو مسیح صادق کی جمیع صفات حمیدہ سے اپنے آپ کو خالی اور اپنے تمام شنائع ذمیمہ سے اس پاک مبارک رسول کو منزہ پاتا ہے۔ لہٰذا ضرور ہوا کہ ان کے معجزات ان کے کمالات سے یک لخت انکار اور اپنی تمام شنیع خصلتوں ذمیم حالتوں کی ان پر بوچھاڑ کرے۔ جب تو اوتار بننا ٹھیک اترے۔ میں یہاں اس کی گالیاں جمع کروں تو دفتر ہو۔ لہٰذا اس کی خروار سے مشت نمونہ پیش خدمت ہے۔

فصل اوّل ...... رسول اللہ عیسیٰ بن مریم اور ان کی ماں علیہما الصلوٰۃ والسلام پر قادیانی کی گالیاں

(اعجاز احمدی ص۱۳، خزائن ج۱۹ ص۱۲۰) پر صاف لکھ دیا کہ یہود عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں۔ بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہوسکتی۔ بلکہ

ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔'' یہاں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قرآن عظیم پر بھی جڑ دی کہ وہ ایسی باطل بات بتا رہا ہے۔ جس کے ابطال پر متعدد دلائل قائم ہیں۔ (۲) کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔'' (اعجاز احمدی ص۲۴، خزائن ج۱۹ ص۱۳۳) (۳) ''ان کی اکثر پیش گوئیاں غلطی سے پر ہیں۔'' (اعجاز احمدی ص۲۴، خزائن ج۱۹ ص۱۳۳) یہ بھی صراحۃً نبوت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار ہے۔ کیونکہ قادیانی خود اپنی ساختہ (کشتی نوح ص۵، خزائن ج۱۹ ص۵) پر کہتا ہے۔ ''ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشین گوئیاں ٹل جائیں۔'' نیز پیش گوئی لیکھرام آخر (آئینہ کمالات ص۳، خزائن ج۵ ص۶۵۱) پر کہتا ہے کہ: ''کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۲۷، خزائن ج۱۱ ص۳۱۱) پر کہا گیا کہ: ''اس کے سوا اور کسی چیز کا نام ذلت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ پورا نہ ہوا۔'' اور (کشتی نوح ص۶، خزائن ج۱۹ ص۶) میں اپنی نسبت یوں لکھتا ہے: ''اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی کوئی پیش گوئی جو میرے منہ سے نکلی ہو اسے نہیں ملے گی۔ جس کی نسبت وہ کہتا ہو کہ خالی گئی۔'' تو مطلب یہ ہوا کہ اس کے لئے تو ہماری عزت ہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے وہ خواری وذلت ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی رسوائی نہیں۔: ''الا لعنة الله علی الظلمین۔''

۴...... (دافع البلاء ٹائٹل پیج ص۳، خزائن ج۱۸ ص۲۱۹) ''ہم مسیح کو بیشک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں۔ کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ واللہ اعلم! مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا۔'' رسول اللہ اور وہ بھی ان پانچ مرسلین اولوالعزم سے کہ تمام رسولوں سے افضل ہیں۔ یعنی ابراہیم ونوح وموسیٰ وعیسیٰ ومحمد ﷺ۔ اس کی صرف اتنی قدر ہے کہ ایک راست باز آدمی تھا۔ جو ان کی خاک پا کے ادنیٰ غلاموں کا بھی پورا وصف نہیں۔ تو بات کیا۔ وہی کہ عیسیٰ کی نبوت باطل ہے۔ فقط ایک نیک شخص تھا۔ وہ بھی نہ ایسا کہ کسی دوسرے کو نجات ملنے کا واقعی سبب ہو سکے۔ بلکہ حقیقی نجات دہندہ نبی ﷺ تھے اور اب قادیانی ہے کہ اس کے متصل کہتا ہے کہ ''حقیقی منجی'' وہ ہے۔ جو حجاز میں پیدا ہوا تھا اور اب بھی آیا۔ مگر بروز کے طور پر خاکسار غلام احمد قادیان۔''

۵...... (دافع البلاء ص۴ ٹائٹل پیج، خزائن ج۱۸ ص۲۲۰) پھر یہاں تک تو عیسیٰ کا ایک راست باز آدمی اور اپنے بہت سے اہل زمانہ سے اچھا ہونا یقینی تھا کہ بیشک اور البتہ کے ساتھ کہا۔ نوٹ میں چل کر وہ یقین بھی زائل ہو گیا۔ (دافع البلاء ص۳ ٹائٹل پیج، خزائن ج۱۸ ص۲۱۹) میں کہا کہ: ''یہ ہمارا بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے۔ ورنہ ممکن ہے کہ عیسیٰ کے وقت میں بعض راست باز اپنی راست بازی میں عیسیٰ سے بھی اعلیٰ ہوں۔'' اے سبحان اللہ!

ایمان یقین شعار باید
حسن ظن توشکار آید

۶...... پھر ساتھ لگے خدا کی شریعت بھی ناقص و ناتمام ہوگئی۔ (دافع البلاص۳، ٹائٹل پیج، خزائن ج۱۸ص۲۱۹) پر کہا ”عیسیٰ کوئی کامل شریعت نہ لائے تھے۔“

۷...... عیسیٰ کی راست بازی پر شراب خوری اور انواع انواع بداطواری کے داغ بھی لگ گئے۔ ایضاً (دافع البلاص۴، ٹائٹل پیج، خزائن ج۱۸ص۲۲۰) پر لکھتے ہیں کہ: ”مسیح کی راست بازی اپنے زمانے کے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ (یعنی یحییٰ) شراب نہ پیتا تھا اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا۔ یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا۔ مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔“

۸...... اسی ملعون قصے کو اپنے رسالہ (ضمیمہ انجام آتھم ص۷، بقیہ حاشیہ، خزائن ج۱۱ص۲۹۱) میں یوں لکھا: ”آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ (یعنی عیسیٰ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔“ اس رسالہ میں تو (ضمیمہ انجام آتھم ص۴تا۸، خزائن ج۱۱ص ۲۸۸تا۲۹۲) تک مناظرہ کی آڑ لے کر خوب ہی جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔

اللہ عزوجل کے سچے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو ۹......نادان اسرائیلی۔ ۱۰......شریر۔ ۱۱......مکار۔ ۱۲......بدعقل۔ ۱۳......زنانے خیال والا۔ ۱۴...... فحش گو۔ ۱۵......بدزبان۔ ۱۶...... کٹیل۔ ۱۷...... جھوٹا۔ ۱۸......چور۔ ۱۹......عملی قوت میں بہت کچا۔ ۲۰......خلل دماغ والا۔ ۲۱......گندی گالیاں دینے والا۔ ۲۲......بدقسمت۔ ۲۳نرا۔ فریبی۔ ۲۴ پیروشیطان۔ ۲۵......علمی قوت میں بہت کچا وغیرہ وغیرہ خطاب اس قادیانی دجال نے دیئے۔ ۲۶......صاف لکھ دیا (ضمیمہ انجام آتھم ص۶، خزائن ج۱۱ص۲۹۰ حاشیہ) ”حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ص۲۹۰) (۲۷) ”اس زمانے میں بڑے بڑے

نشان ظاہر ہوتے تھے۔آپ سے کوئی معجزہ ہوا بھی ہو تو آپ کو نہیں اس تالاب کا ہے۔آپ کے ہاتھ میں سوا مکر وفریب کے کچھ نہ تھا۔"

''آپ کا خاندان بھی نہایت ناپاک ومطہر ہے۔تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔"(ایضا) انا للہ و انا الیه راجعون! خدائے قہار کا حلم کہ رسول اللہ کو باحیلہ و بے حیلہ یہ ناپاک گالیاں دی جاتی ہیں اور آسمان نہیں پھٹتا۔ان شدید ملعون گالیوں کے آگے ان لچھیدار شرافتوں کا کیا ذکر جو پنچہ بند صاحب نے علمائے اہل سنت کو دیں اور ان کا پیر نے تو اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو معاف نہ کیا۔ لعنة الله علی الظالمین!(۲۹) وہ پاک مریم صدیقہ کا بیٹا کلمۃ اللہ جسے اللہ نے بغیر باپ کے پیدا کیا نشانی سارے جہاں کے لئے۔قادیانی نے اس کے لئے دادیاں بھی گنا دیں اور ایک جگہ لکھا کہ:''اس کے حقیقی بھائی سگی بہنیں بھی ہیں۔'' ظاہر ہے کہ دادا دادی حقیقی نہیں۔ سگے بھائی اس کے ہوسکتے ہیں جس کے لئے باپ ہو۔.....قرآن عظیم کی تکذیب اور طاہرہ مریم کو سخت گالی ہے۔(کشتی نوح ص۱۶،خزائن ج۱۹ص۱۸،۱۹) پر لکھا:''مسیح تو مسیح میں اس کے چار بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں۔ مسیح کی دونوں ہمشیروں کو بھی مقدم سمجھتا ہوں۔'' اور خود ہی اس کی نوٹ میں لکھا۔''یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں۔یعنی یوسف نجار کی اولاد تھے۔'' دیکھو کیسے کھلے الفاظ میں یوسف بڑھئی کو سیدنا عیسیٰ کلمۃ اللہ کا باپ بنادیا اور اس صریح کفر میں صرف ایک پادری کے لکھ جانے پر اکتفا کیا۔ہاں ہاں! یقین جانو آسمانی قہر سے کاٹا جائے گا۔واحد قہار سے سخت لعنت پائے گا۔جو ایک پادری کی بات سے قرآن کو رد کرتا ہے۔

۳۰...... نیز اسی دافع البلاء ص۱۵،خزائن ج۱۸ص۲۳۵ پر لکھا:''خدا ایسے شخص کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں بھیج سکتا۔جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔'' یہ ان گالیوں کے لحاظ سے عیسیٰ علیہ السلام کو تو ایک ہلکی سی گالی ہے کہ اس کے فتنہ نے دنیا کردی۔مگر اس میں دو شدید گالیاں اور ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ فصل سوم میں مذکور ہوگی۔

۳۱...... اربعین نمبر۲ص۱۳،خزائن ج۱۷ص۳۶۰ پر لکھا:''کامل مہدی نہ موسیٰ تھا۔نہ عیسیٰ ان مرسلین اولوالعزم کا کامل ہادی ہونا بالائے طاق پورے مہدی بھی نہ ہوئے اور کامل کون ہیں۔ جناں قادیانی۔

(۳۲) مواہب الرحمٰن ص۲۷،خزائن ج۱۹ص۲۹۰ پر صاف لکھ دیا کہ:''عیسیٰ یہودی تھا۔

بوقد راللہ رجوع عیسیٰ الذی ہومن الیہود لرجع العزۃ الی تلک القوم۔ظاہر ہے کہ یہودی مذہب کا نام ہے نہ کہ نسب کا۔کیا مرزا...... پارسیوں کی اولاد ہے۔مجوسی ہے۔

۴۳...... حد یہ کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر کر دی۔مرزا اتنا احمق نہیں کہ صاف حرفوں میں لکھ دے کہ عیسیٰ کافر تھا۔ بلکہ اس کی مقدمات متفرق کر کے لکھے۔یہ تو دشنام سوم میں سن چکے کہ عیسیٰ کی سخت رسوائیاں ہوئیں اور (کشتی نوح ص۱۸،خزائن ج۱۸ص۲۰) پر کہتا ہے:''جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں۔ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے۔''کون خدا پر ایمان لایا۔صرف وہی جو ایسے ہیں۔دیکھو کیسا صاف بتادیا کہ جسے خدا پر ایمان ہے ممکن نہیں کہ اسے خدا رسوا کرے۔لیکن عیسیٰ کو رسوا کیا تو ضرور اسے خدا پر ایمان نہ تھا اور کیا کافر کہنے کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔الالعنۃ اللہ علی الکفرین !قصد تھا کہ فصل اوّل ختم کر دی جائے کہ اتنے میں قادیانی کی ازالہ اوہام ملی۔اس کی برہنہ گوئیاں بہت بے لاگ اور قابل تماشہ ہیں۔

۴۴...... یہ جو مثیل مسیح بنا اور اس پر لوگوں نے مسیح کے معجزے مثلاً مردے کو جلانا۔اس سے طلب کئے۔تو صاف جواب دیتا ہے (ازالہ اوہام ص۲،خزائن ج۳ص۱۰۳):''احیائے آسمانی کوئی چیز نہیں۔احیاء روحانی کے لئے یہ عاجز آیا ہے۔دیکھو وہ ظاہر باہر قاہر معجزہ قرآن عظیم نے جابجا کمال تعظیم کے ساتھ بیان فرمایا اور آیت اللہ ٹھہرایا۔''قادیانی کیسے کھلے لفظوں میں اس کی تحقیر کرتا ہے کہ وہ کچھ چیز نہیں۔پھر اس کے متصل کہتا ہے۔''ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے۔جو محض افتراء یا غلط فہمی سے گھڑے ہیں۔تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا۔بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں۔میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں۔کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔''(ازالہ اوہام ص۶،۷،خزائن ج۳ص۱۰۵،۱۰۶) دیکھو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا کہہ کر ان کے تمام معجزات سے کیسا صاف انکار کیا اور تالاب کے قصے سے اور بھی پانی پھیر دیا اور آخر میں لکھا (ازالہ اوہام ص۸،خزائن ج۳ص۱۰۶) ''زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی کسے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا۔پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔''

غرض اپنی مسیحیت قائم رکھنے کو نہایت کھلے طور پر تمام معجزات وتصریحات قرآن عظیم سے صاف منکر ہے اور پھر مہدی ورسول ونبی ہونے کا دعویٰ۔مسلمان تو مکذب قرآن کو مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے۔قطعاً کافر مرتد زندیق بے دین ہے۔نہ کہ نبی ورسول بن کر اور کفر پر کفر چڑھے۔الا لعنۃ اللہ علی الکفرین !اور اس کذاب کا کہنا کہ مسیح علیہ السلام خود اپنے معجزے

سے منکر تھے۔ رسول اللہ پر محض افتراء اور قرآن عظیم کی صاف تکذیب ہے۔ قرآن عظیم تو مسیح صادق سے یہ نقل فرماتا ہے: ''انی قد جئتکم بایة من ربکم انی اخلق من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیرا باذن اللّٰه وابری الاکمه والا برص واحی الموتی باذن اللّٰه وانبئکم بماتاکلون وماتدخرون فی بیوتکم ان فی ذلك لایة لکم ان کنتم مؤمنین ''(آل عمران:۴۹) ﴿بے شک میں تمہارے پاس رب سے یہ معجزے لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں۔ وہ خدا کے حکم سے پرند ہو جاتی ہے اور میں بحکم خدا مادرزاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا ہوں اور مردے زندہ کرتا ہوں اور تمہیں خبر دیتا ہوں۔ جو تم کھاتے اور جو گھروں میں اٹھا رکھتے ہو۔ بیشک اس میں تمہارے لئے معجزہ ہے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔﴾ پھر مکرر فرمایا: ''وجئتکم بایة من ربکم فاتقوااللّٰه واطیعون ''﴿میں تمہارے پاس رب کی طرف سے بڑے معجزات لے کر آیا تم اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو، اور یہ قرآن کا جھٹلانے والا کہتا ہے۔ انہیں اپنے معجزات سے انکار تھا۔ کیوں مسلمانو! قرآن سچا یا قادیانی؟ ضرور قرآن سچا ہے اور قادیانی کذاب جھوٹا۔ کیوں مسلمانو! جو قرآن کی تکذیب کرے۔ وہ مسلمان ہے یا کافر؟ ضرور کافر ہے۔ ضرور کافر بخدا۔

۳۵...... اسی مکر فکر قادیانی کے ازالہ شیطانی میں آخر تک تو نوٹ میں پیٹ بھر کر رسول اللہ وکلمۃ اللہ کو وہ گالیاں دیں اور آیات اللہ وکلام اللہ سے مسخرگیاں کیں۔ جن کی حد ونہایت نہیں۔ صاف لکھ دیا کہ: ''جیسے عجائب انہوں نے دکھائے۔ عام لوگ کر لیتے تھے۔ اب بھی لوگ ویسی باتیں کر دکھاتے ہیں۔''

۳۶...... ''بلکہ آجکل کے کرشمے ان سے زیادہ لے لاگ ہیں۔''

۳۷...... ''وہ معجزے تھے۔ کل کا دور تھا۔ عیسیٰ نے اپنے باپ بڑھئی کے ساتھ بڑھئی کا کام کیا تھا۔ اس سے یہ کلیں بنانی آ گئی تھیں۔''

۳۸...... ''عیسیٰ کے سب کرشمے مسمریزم سے تھے۔''

۳۹...... ''وہ جھوٹی جھلک تھی۔''

۴۰...... ''سب کھیل تھا۔ لہو ولعب تھا۔''

۴۱...... ''سامری جادوگر کے گوسالے کے مانند تھا۔''

۴۲...... ''بہت مکروہ وقابل نفرت کام تھے۔''

۴۳...... ’’اہل کمال کو ایسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔‘‘

۴۴...... ’’عیسیٰ روحانی علاج میں بہت ضعیف اور نکما تھا۔ وہ ناپاک عبارات بروجہ التقاط یہ ہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۳۰۱، ۳۲۲ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۲۵۳، ۳۶۳) ’’انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہیں۔ ایک محض سماوی جس میں انسان کی تدبیر و عقل کو کچھ دخل نہیں۔ جیسے شق القمر۔ دوسرے عقلی جو خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں۔ جو الہام سے ملتی ہے۔ جیسے سلیمان کا معجزہ۔ صرح ممرد من قواریر بظاہر مسیح کا معجزہ سلیمان کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دونوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے۔ جو شعبدہ بازی اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے۔ مسیح کے وقت میں عام طور پر ملکوں میں تھے سو کچھ تعجب نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کو عقلی طور پر سے ایسی طریق پر اطلاع دے دی ہو۔ جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا پھونک مارنے پر ایسا پرواز کرتا ہو۔ جیسے پرندہ یا پاپروں سے ہلتا ہو۔ کیونکہ مسیح اپنے باپ[۱] یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا ہے۔ جس میں کلوں کے ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔ پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے اپنے[۲] دادا سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ ایسا معجزہ عقل سے بعید نہیں۔ حال کے زمانہ میں بھی اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ جو بولتی بھی ہیں۔ ہلتی بھی ہیں۔ دم بھی ہلاتی ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور ہر سال نئے نئے نکلتے ہیں۔ ماسوا[۳] اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزی طریقے سے جو لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آ سکیں۔ کیونکہ مسمریزم میں ایسے ایسے عجائبات ہیں۔ سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس فن میں مشق والا مٹی کا پرندہ بنا کر پرواز کرتا دکھادے تو کچھ بعید نہیں۔ کیونکہ کچھ اندازہ نہ کیا گیا کہ اس فن کی کہاں تک انتہاء ہے۔ سلب[۴] امراض عمل الترب (مسمریزم) کی شاخ ہے۔

۱؎ اس کا باپ دیکھئے۔ مسیح نہ مریم، دونوں کو سخت گالی ہے۔

۲؎ اس کا...... وہی مسیح مریم کو گالی ہے۔

۳؎ یہاں تو مسیح کا معجزہ کل کے دبانے سے تھا۔ اب دوسرا پہلو بدلتا ہے کہ مسمریزم تھا۔

۴؎ یہاں تک مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پرند بنانے پر استہزاء تھے۔ اب دوسرے معجزات کا بھی انکار کر دیا۔

ہر زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں ۔ جو اس عمل سے سلب امراض کرتے ہیں اور مفلوج مبروص ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں۔ بعض نقشبندی وغیرہ نے بھی ان کی طرف بہت توجہ کی تھی۔ محی الدین ابن عربی کو بھی اس میں خاص مشق تھی۔ کاملین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے ہیں اور یقینی طور پر ایسا قدر کے لائق نہیں۔ جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا۔ تو ان عجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ اس عمل کا ایک نہایت برا خاصہ۔ یہ ہے کہ جو اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے ۔ وہ روحانی تاثیروں میں جو روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہے۔ بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل (مسمریزم) کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے۔ مگر ہدایت و توحید اور دینی استقامت کے دلوں میں قائم کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔ جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں صرف جھوٹی حیات، جھوٹی جھلک نمودار ہو جاتی تھی۔ تو ہم اس کو تسلیم کر چکے ہیں۔ ممکن ہے کہ عمل الترب (مسمریزم) کے ذریعہ سے پھونک میں وہی کیفیت ہو جائے ۔ جو اس دخان میں ہوتی ہے۔ جس سے غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے۔ مسیح جو جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا۔ وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہ تھے۔ بلکہ وہ ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے کہ وہ ایک فطری طاقت تھی۔ جو ہر فرد بشر میں ہے۔ مسیح کی کچھ خصوصیات نہیں۔ چنانچہ اس کا تجربہ اسی زمانے میں ہو رہا ہے۔ مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق و بے قدر تھے۔ جو مسیح کی ولادت سے پہلے مظہر عجائبات تھا۔ جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم مفلوج، مبروص ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے۔ لیکن بعض بعد کے زمانوں میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے ۔ اس وقت تو کوئی تالاب نہ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا۔ جس میں روح القدس کی تاثیر تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل تھا۔ جیسے سامری کا گوسالہ۔"

مسلمانو! دیکھا کہ اس دشمن اسلام نے اللہ عزوجل کے سچے نبیوں کو کیسی غلیظ گالیاں دی ہیں۔ اس شیطان نے وہ گالیاں حق میں اٹھا رکھی ہیں کہ الامان۔ ان کے معجزوں کو کیسا صاف صاف کھیل اور لہو و لعب اور شعبدہ ٹھہرایا۔ بلکہ ابرائے اکمہ وابرص کو مسمریزم پر ڈھالا اور معجزہ پرنا میں تین احتمالی پیدا ئیے۔ بڑھئی کی کل پر یا مسمریزم یا کراماتی تالاب کا اثر اور اسے صاف گوسالا کا بچھڑا بتادیا۔ بلکہ اس سے بدتر کہ سامری نے کو اسپ جبرائیل کی خاک سم اٹھائی۔ وہ اس

نظر آئی۔ دوسرے نے اس پر خاک قال اللہ تعالیٰ:''قال بصرت بما لم یبصروا فقبضت قبضة من اثرالرسول فنبذتها وکذالك سولت لی نفسی ''سامری بولا میں نے وہ دیکھا جو انہیں نظر نہیں آیا۔ تو میں نے اس پر رسول کی خاک قدم سے ایک مٹھی لے کر گوسالے میں ڈال دی کہ وہ بولنے لگا۔ نفس امارہ کی تعلیم سے مجھے یونہی بھلا معلوم ہوا۔ اگر مسیح کا کرتب ایک دست مال تھا۔ جس سے دنیا جہان کو خبر تھی۔ مسیح پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ جب تالاب کی کرامات شہرۂ آفاق تھی۔ تو اللہ کا رسول یقیناً اس کافر جادوگر سے بہت کم رہا اور مزید یہ کہ مسیح کے وقت میں بھی ایسے شعبدہ تماشے بہت ہوتے تھے۔ پھر معجزہ کیا ہوا۔ اللہ اور رسولوں کو گالیاں، معجزات کے انکار، قرآن کی تکذیب اور پھر اسلام باقی ہے؟ اس پر تعجب نہیں کہ ہر مرت جو اتنے بڑے دعویٰ کر کے اٹھے اسے ایسے کفروں سے چارہ نہیں ہے۔ پھر اتنے بڑے مکذب قرآن ودشمن انبیاء وعدو الرحمٰن کا امام وقت ومسیح ومہدی مان رہی ہے۔

گر مسیح اینست لعنت بر مسیح

اوران سے بڑھ کر اندھا وہ ہے۔ جو شد بد پڑھ کر، اس کی صریح کفروں کو دیکھ کر کہے میں جناب مرزا کو کافر نہیں کہتا۔ خطا پر جانتا ہوں۔ ہاں شاید ایسوں کے نزدیک کافر وہ ہوگا۔ جو انبیاء اللہ کی تعظیم کرے۔ کلام اللہ کی تصدیق وتکریم کرے۔ لاحول ولا قوة الا باالله العلیّ العظیم ۰ کذالك یطبع الله علیٰ کل قلب متکبر ! مرزا کا عقیدہ ازالہ کی عبارتوں سے بحمدہ تعالیٰ ان جھوٹے عذروں کا بھی رد ہوگیا جو ضمیمہ انجام آتھم کی نسبت مرزائی پیش کرتے ہیں کہ یہ تو عیسائیوں کے مقابلہ میں عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں۔

اوّل! ان عبارات کے علاوہ جو گالیاں اس کے اور رسائل اعجاز احمدی، دافع البلاء، حقیقت الوحی، مواہب الرحمٰن میں ایسی الخت کی وہ کس عیسائی کے مقابلہ میں کی۔

ثانیاً! کس شریعت نے اجازت دی ہے کہ کسی بدمذہب کے مقابلہ میں اللہ کے نبیوں کو گالیاں دی جائیں۔

ثالثاً! مرزا کو ادّعا ہے کہ اس پر وحی آتی ہے۔ مگر اس پر کوئی نیا حکم جو شریعت محمدی کے خلاف ہو نہیں آسکتا۔ قرآن مجید میں تو حکم ہے:''لا تسبوا الذین یدعون من دون الله فلیبسوا الله بغیر علم'' ﴿ کافروں کے جھوٹے معبودوں کو گالی نہ دو کہ وہ اس کے جواب میں بے جانے بوجھے دشمنی کی راہ سے اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخی کریں گے۔ ﴾ مرزا اپنی وہ وحی

بتائے جس نے قرآن کے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

رابعاً! مرزا کو ادّعا ہے وہ مصطفیٰ ﷺ کے قدم بقدم چل رہا ہے۔ (التبلیغ ص ۳۸۲، خزائن ج ۵ ص ایضاً) پر لکھتا ہے: ''من ایات صدقي انه تعالیٰ وفقني باتباع رسوله واقتداء نبیه ﷺ فمارأیت اثر من اثار النبی الاقفوته۔'' بتائے تو کہ مصطفیٰ ﷺ نے کس دن عیسائیوں کے مقابلہ معاذ اللہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو گالیاں دی ہیں۔

خامساً! مرزا کی اولاد نے مرزائیوں کی اکبر کفر کا کامل ازالہ کر دیا۔ ازالہ کی یہ عبارتیں تو کسی عیسائی کے مقابل نہیں۔ ان میں وہ کون سی گالی ہے۔ جو ضمیمہ انجام آتھم سے کم ہو۔ حتیٰ کہ چور اور ولد الزنا کا بھی اثبات ہے۔ وہاں چوری کسی مال کی نہ بتائی تھی۔ بلکہ علم کی۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۶، خزائن ج ۱۱ حاشیہ، ص ۲۹۰)

''نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو یہودیوں کی کتاب طالمود سے پڑھ کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔ ازالہ میں اس سے بدتر چوری معجزہ کی چوری مانی کہ تالاب کی مٹی لاکر بے پر کی اڑاتے اور اپنا معجزہ ٹھہراتے رہے۔ ولادت زناوہ اس نے اس بائبل محرف کے بھروسے پر لکھی۔ برائے نام کہہ سکتا تھا کہ عیسائیوں پر الزامات پیش کی۔ اگرچہ مرزا کی عملی کارروائی صریحاً اس کی مکذب تھی کہ وہ اپنی رسائل میں بکثرت مسلمانوں کے مقابل اسی بائبل محرف کو نزول الیاس وغیرہ کے مسئلہ میں پیش کرتا ہے۔ مگر ازالہ میں تو صاف تصریح کر دی کہ قرآن عظیم اسی بائبل محرف کی طرف رجوع کرنے اور اس سے علم دیکھنے کا حکم دیتا ہے۔''

(ازالہ اوہام ص ۶۱۶ م ۶۱۷، خزائن ج ۳ ص ۴۳۳)

آیت ہے: ''فاسئلو اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔'' ﴿یعنی تمہیں علم نہ ہو تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو۔ ان کی کتابوں پر نظر ڈالو۔ اصل حقیقت منکشف ہو﴾ ہم نے موافق حکم اس آیت کے یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا۔ تو معلوم ہوا کہ مسیح کے فیصلے کا ہمارے ساتھ اتفاق ہے۔ دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل تو ثابت ہوا کہ یہ توریت و انجیل بلکہ تمام بائبل موجودہ اس کے نزدیک سب بحکم قرآن مستند ہے۔ تو جو کچھ اس سے لکھا ہرگز الزاماً نہ تھا۔ بلکہ اس کے طور پر قرآن سے ثابت اور خود اس کا عقیدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ دجالوں کا پردہ یوں ہی کھولتا ہے۔ والحمدلله رب العلمین!

☆ .... ☆ .... ☆

خاتم النبیین لا نبی بعدی
قادیانی
کذاب
حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین بریلویؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم !

اللہ تبارک تعالیٰ جو تمام کائنات کا خالق ہے۔اس نے انسان سے دنیا کو آباد کیا اور ان کی ہدایت کے لئے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ قائم فرمایا۔جن میں سے سب سے اول حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔چونکہ آپ آخری نبی ہیں۔آپؐ کے بعد کوئی نبی آنے والے نہیں۔آپؐ نے انسان کی ہر ضرورت اور نجات کے تمام شعبوں کو نہایت واضح طور پر ظاہر فرمادیا اور ارشاد ربانی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی سے مؤکد کر کے سنادیا کہ وحی ربانی تمام حاجات انسانی کی متکفل ہو چکی۔کوئی مسئلہ ایسا نہیں۔جس پر نجات کا مدار ہو اور اس کا روشن بیان وحی ربانی میں نہ ہو۔دین مکمل ہو چکا۔جو کمی اور کسر ادیان سابقہ میں تھی۔خاتم النّبیین سے پوری ہوگئی اور خاتم النّبیین ﷺ کی ذات گرامی ہی مدار نجات ٹھہری۔آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کو دین کا اصل اصول قرار دیا گیا۔

لہٰذا مسلمان کا فرض ہوا کہ حضورؐ کے فرامین واحکام کو معلوم کر کے اپنا دستور العمل بنائے۔امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں ایک حدیث کی روایت حضرت عمر فاروقؓ سے کی۔فرماتے ہیں۔’’ہم لوگ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ایک شخص نہایت صاف شفاف کپڑے پہنے، کالے کالے بال، نہ تو مسافر کی شکل تھی۔نہ ہم میں سے کوئی انہیں پہچانتا تھا۔آئے اور حضور ﷺ کے قریب گھٹنا ٹیک کر ہاتھوں کو ران پر رکھ کر بیٹھ گئے اور پوچھا۔یارسول اللہ ﷺ! بتایئے۔اسلام کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا:’’لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ کی شہادت دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا، بشرط استطاعت حج کرنا۔‘‘ سائل نے کہا سچ فرمایا آپؐ نے۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے سوال اور تصدیق نے اور تعجب میں ڈال دیا۔پھر سوال کیا اچھا بتایئے، ایمان کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا:’’اللہ کو، ملائکہ کو، اللہ کی کتابوں کو، رسولوں کو اور قیامت کو ماننا اور تقدیر پر ایمان رکھنا۔‘‘ سائل نے کہا سچ فرمایا آپؐ نے۔پھر پوچھا بتایئے، احسان کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا:’’اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا خدا کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو یہ یقین رہے کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔‘‘ پھر پوچھا بتایئے، قیامت کب آئے گی؟ فرمایا! جس سے سوال کیا جارہا ہے۔وہ اس مسئلہ کو سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔‘‘ (یعنی دونوں یہ بات جانتے ہیں کہ وقت قیامت پردۂ راز میں

ہے) پھر پوچھا، تو اس کی علامات اور نشانیاں بتایئے؟ فرمایا: "ماں باپ کا احترام اٹھ جائے گا۔ دولت کی کثرت ہوگی۔ بے عزت بڑی بڑی عزت کی جگہ لے لیں گے۔" حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، وہ تو پوچھ کر چلے گئے۔ مگر میری پریشانی نہ گئی۔ حضورؐ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ عمرؓ! جانتے ہو یہ کون صاحب تھے؟ میں نے عرض کیا، اللہ جانے اور اللہ کا رسول جانے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "یہ جبرائیل تھے۔ تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔"

ان ہی امام بخاریؒ نے ایک اور حدیث لکھی کہ: "قبیلہ عبدالقیس کا وفد جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو یہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم لوگ حضور کی خدمت میں انہیں امن کے چند مہینوں میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ ہر ضرورت کے وقت حاضری ناممکن ہے۔ کیونکہ قبائل مشرکین بیچ میں حائل ہیں۔ لہٰذا ہم لوگوں کو ایسی حتمی اور ختمی بات بتا دیجئے۔ جو ہماری نجات کے لئے کافی ہو اور ایک سوال شراب کے برتن کے متعلق کیا۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ: 'لاالٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ' پر ایمان لائیں۔ نماز قائم کریں۔ زکوٰۃ ادا کریں۔ رمضان شریف کے روزے رکھیں اور جہاد کے مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ہمارے پاس بھیجو اور شراب کے ان چار برتنوں کو استعمال میں نہ لاؤ۔ حنتم، دبا، نقیر، مزفت، پھر فرمایا۔ اسے اچھی طرح یاد کرلو اور جو نجات کا طالب ہو اسے بتا دو۔"

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ دین اسلام: "لاالٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" کی گواہی دینا۔ قیامت، فرشتوں، کتب الٰہی، انبیاء علیہم السلام اور تقدیر کو ماننا، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد کے مجموعہ کا نام ہے۔ ان میں سے ہر ایک اعتقاداً تو اسی وقت مان لئے گئے اور جو عملی چیزیں تھیں۔ وہ بھی عمل میں آ گئیں۔ ایک مسئلہ قیامت کا رہ گیا۔ جو بعد میں آنے والا تھا۔ جو چیزیں کرنے یا ماننے کی تھیں۔ ان کا وقوع حضورؐ کے زمانہ میں ہو گیا تو سب کو اطمینان ہو گیا اور اس کی شکل واضح ہو گئی۔

مگر جس کا وقوع نہیں ہوا اور اس پر ایمان لانا ضروری تھا۔ تو وہ خوف کی چیز تھی کہ کہیں مشتبہ نہ ہو جائے۔ چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں، "ہم لوگ بیٹھے ہوئے مذاکرہ کر رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ فرمایا کیا گفتگو ہو رہی ہے؟ سبھوں نے عرض کیا قیامت کا چرچا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: "قیامت یوں نہ آ جائے گی، جب تک اس سے پہلے یہ دس باتیں نہ ہو لیں ا......قدرتی دھواں نکلے گا۔ ۲......دجال نکلے گا۔

۴......دابہ نکلے گا۔ ۴......آفتاب پچھم سے نکلے گا۔ ۵......عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے۔ ۶......یاجوج ماجوج نکلے گا اور تین خسف ہوگا۔ ۷......ایک مشرق میں، ۸......ایک مغرب میں، ۹......ایک جزیرۂ عرب میں، اور سب کے آخر میں ایک آگ یمن سے نکلے گی۔ جو لوگوں کو ہنکا کر اس کے حشر کی جگہ پہنچائے گی۔''

دوسری حدیث ابوداؤد شریف میں ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''دنیا ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص جو میرا ہم نام ہوگا۔ سارے عرب کا مالک نہ ہوجائے۔' پھر فرمایا:''مہدی ہم سے ہوگا۔ تمام دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ سات برس تک اس کی حکومت ہوگی۔''

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدیؓ تشریف لائیں گے۔ نیز دجال وغیرہ کے خروج کا بھی یہی زمانہ ہے۔

پھر کیا تھا۔ بہت سے بوالہوس ان بشارتوں کو سن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ کسی نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ دوسری صدی میں مہدی ومسیح کی صدا گونجنے لگی۔ عیسیٰ بن مہرویہ نے مہدویت کا دعویٰ کیا۔ عیسیٰ نام ہی تھا۔ اعلان کرنے کی دیر تھی۔ اعلان کرتے ہی لاکھوں آدمی ساتھ ہوگئے۔ آخر خلیفہ مکتفی باللہ نے قتل کرادیا۔ اسلامی حکومت تھی۔ اس لئے جہنم رسید ہوگیا۔ ورنہ نامعلوم کب تک سلسلہ قائم رہتا اور کتنے گمراہ ہوتے۔

مرزا قادیانی کا دعویٰ

پھر کئی محمد نامی نے عراق کی طرف مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ سب قتل کئے گئے یا تائب ہوئے۔ ہندوستان میں بھی کئی آدمی مہدی بن بیٹھے۔ مگر سب سے بڑا وہ ہے۔ جو پنجاب کے ایک قصبہ قادیان میں پیدا ہوا اور چودھویں صدی میں ظاہر ہوا۔ جس کا نام غلام احمد قادیانی ہے۔ اس نے دعویٰ کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ عیسیٰ بن مریم ہوں۔ آدم ہوں۔ نبی ہوں۔ رسول ہوں۔ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ میں معجزات دکھلاتا ہوں۔ دجال کا یاجوج کا ماجوج کا قاتل ہوں۔ سید الکونین ہوں۔ مجدد ہوں۔ جہاد کو حرام کرتا ہوں۔ قوم نصاریٰ (انگریزوں) کا ہلاک کرنے والا ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام سے افضل اور بڑھ کر ہوں۔ زمانہ رسول ﷺ وزمانہ صحابہ میں تحقیق فطرۃ اللہ مفقود تھی۔ میرے ساتھی صحابہ کے درجے پر ہیں۔ یہ اس کے مذہب کا نمونہ ہوا۔ جتنے عقائد و خیالات میں نے اسکے لکھے ہیں۔ ضروری ہے کہ پہلے اس کی عبارتیں بتاؤں پھر اس کے دعوے کے ایک ایک جزو کو قرآن وحدیث کے ترازو پر تولہ جائے۔ اگر صحیح نکلے مقبول، ورنہ مردود۔

پہلا دعویٰ...... مسیح ابن مریم مہدی موعود

مسیح ابن مریم مہدی موعود کے متعلق قادیانی پر یہ وحی نازل ہوئی (ازالہ اوہام ص ۶۳۴، خزائن ج ۳ ص ۴۴۲): ''جعلناك المسيح ابن مريم ہم نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا۔''

(فتح اسلام ص ۱۰، ۱۱، خزائن ج ۳ ص ۸) ''میں اس طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح سے وہ شخص بعد کلیم اللہ مرد خدا کے بھیجا گیا تھا اور سب باتوں میں اسی زمانے کے ہم شکل زمانہ میں اترا جو مسیح ابن مریم کے اترنے کا زمانہ تھا۔ تا سمجھے والوں کے لئے نشانی ہو۔'' (ازالہ اوہام ص ۶۷۴، خزائن ج ۳ ص ۴۶۴) ''اس نے محض اپنے فضل سے بغیر وسیلہ کسی زمینی والد کے اس ابن مریم کو روحانی پیدائش اور روحانی زندگی بخشی۔''

''جیسا کہ اس نے خود اپنے الہام میں فرمایا: ''ثم احييناك بعد ما اهلكنا القرون الا ولى وجعلناك المسيح بن مريم ''یعنی پھر ہم نے تجھ کو زندہ کیا۔ بعد اس کے کہ جو پہلے قرنوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور تجھے ہم نے مسیح ابن مریم بنایا۔ (ایضاً) (ازالہ اوہام ص ۶۸۳، خزائن ج ۳ ص ۴۶۹) ''اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے۔ کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اسی (ازالہ ص ۶۹۵، خزائن ج ۳ ص ۴۷۵) پر لکھا۔ ہر ایک منصف کو ماننا پڑے گا کہ وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز ہے۔ کیونکہ اول تو ایسا دعویٰ اس عاجز سے پہلے کسی نے نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعویٰ دس برس سے شائع ہو رہا ہے۔'' رسالہ نور الدین خلیفہ اوّل قادیان ص ۲۸ وہ مہدی جس کا یہ نشان (چاند گہن، سورج گہن) ظاہر ہوا۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی...... مسیح موعود ہیں۔ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ (لعنۃ اللہ علیہ) (عسل مصفےٰ قادیانی ص ۵۲۱) ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ: ''مہدی اور مسیح ایک ہی شخص ہے۔ الگ الگ نہیں۔''

ان کتابوں کے حوالہ جات سے یہ اچھی طرح واضح ہو گیا کہ مرزا قادیانی مہدی موعود عیسیٰ بن مریم، مسیح موعود اور آدم ہونے کا اور وحی کا مدعی ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بلا باپ کے پیدا ہوا۔

دوسرا دعویٰ...... نبوت

اب نبوت ورسالت وحی و معجزہ کا دعویٰ بھی قادیانی کتابوں سے اور واضح طور پر سن لینا چاہئے۔ (فتح اسلام ص ۶، خزائن ج ۳ ص ۶): ''اس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکات خاصہ سے مشرف اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرہ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف ودقائق ساتھ دیئے۔''

اسی کتاب (فتح اسلام ص۲۲ بقیہ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۱۴) پر: ''اگر فرشتوں کا نزول نہ ہوا اوران کے اترنے کی نمایاں تاثیر تم نے دنیا میں نہ دیکھیں اور حق کی طرف دلوں کی جنبش کو معمول سے زیادہ نہ پایا۔ تو تم سمجھنا کہ آسمان سے کوئی نازل نہیں ہوا۔ لیکن اگر یہ سب ظہور میں آ گئیں تو تم اس سے انکار سے باز آؤ تا خداتعالیٰ کے نزدیک ایک سرکش قوم نہ ٹھہرو۔''

(توضیح المرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۶۰) پر اپنے لئے کہتا ہے: ''وہ خداتعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے اور علوم غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہوتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔''

(فتح اسلام ص۵۷، خزائن ج۳ ص۳۴) پر لکھتے ہیں: ''مجھے کون پہچانتا ہے؟ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا (رسول) ہوں اور مجھے اسی طرح قبول کرتا ہے۔ جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی۔ کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں۔''

تبلیغ کلام قادیانی ص۳: ''میں نے خدا کی طرف سے کثرت مکالمہ ومخاطبہ کی نعمت سے مشرف ہوکر نبی کا لقب پایا۔ تمام دنیا کا وہی خدا ہے۔ جس نے میرے پر وحی نازل کی۔'' اس کے ص۴ پر لکھتا ہے: ''اگر میرے دعوے کی نسبت شبہ اور حق جوئی بھی ہو تو اس شبہ کا دور ہونا بہت سہل ہے۔ کیونکہ ہر ایک نبی کی سچائی تین طریقوں سے پہچانی جاتی ہے۔ ایک عقل سے، دوسرے پہلے نبی کی پیشین گوئی سے، تیسرے نصرت الٰہی تائید آسمانی سے۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ ص۵۰۳) پر لکھا: ''میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔''

ان حوالوں سے اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ مرزاقادیانی اپنے آپ کو مہدی، مسیح، ابن مریم، آدم، صاحب وحی، صاحب معجزات، نبی ورسول کہتا ہے اور یہی اس کا عقیدہ ہے۔ جیسا کہ اس کی مذکورہ عبارات سے واضح اور ظاہر ہے۔ اب مرزا کی عیاری ومکاری ملاحظہ ہو۔ مرزا سے کسی نے سوال کیا۔

(ازالہ اوہام ص ۴۲۱، خزائن ج ۳ ص ۳۲۰) پر لکھتے ہیں: ”سوال: آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟“ جواب: ”نبوت کا دعویٰ نہیں، بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔ جو خدائے تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔“ (تتمہ حقیقت الوحی ص ۶۸، خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۳) پر یہ لکھا: ”خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔“

یہ دونوں باتیں کہ نبی ہے اور نبی نہیں ہے۔ صحیح نہیں ہوسکتیں۔ ان دونوں میں سے ایک ہی صحیح ہوگی اور دونوں باتیں خدا کی طرف سے بتاتا ہے اور خدا کی ہر بات سچی ہے۔ یہاں دونوں باتیں سچی نہیں ہوسکتیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی خدا کی بات نہیں۔ مرزا کہہ رہا ہے کہ خدا کی بات ہے۔ تو مرزا مفتری علی اللہ ہوا۔ اور مفتری علی اللہ نبی کیا معنی، مسلمان بھی نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”من اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ الکذب“ ﴿اس سے بڑھ کر ظالم کافر کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر افتراء کرے، جھوٹ باندھے۔﴾ مرزا قادیانی اپنے قول سے کافر مرتد، بے دین ہوا۔

پہلا کذب

مزید وضاحت کے لئے (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۰) ملاحظہ ہو: ”نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر ہوں۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں۔ جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں۔ جو قرآن وحدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا ومولانا حضرت محمد ﷺ خاتم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت ورسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔“

دوسرا کذب

ابھی آپ تبلیغی کلام مرزا کے ص ۱۲ پر پڑھ چکے۔ ”آنحضرت ﷺ کو جو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ آپؐ کے بعد دروازہ مکالمات ومخاطبات الٰہیہ کا بند ہے۔ اگر یہ معنے ہوتے تو یہ امت ایک لعنتی امت ہوتی۔ اس کے ص ۳ پر لکھا: ”میں نے خدا کی طرف سے کثرت مکالمہ ومخاطبہ کی نعمت سے مشرف ہوکر نبی کا لقب پایا۔“

ان عبارتوں کو دیکھ کر ہم کسی دوسرے کے فیصلہ کے محتاج نہیں رہتے۔ کیونکہ خود اس دجال نے فتویٰ سنا دیا کہ میں ختم المرسلین ﷺ کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت ورسالت کو کافر وکاذب جانتا ہوں۔ اب اس کے کافر وکاذب لعنتی مفتری ہونے میں کیا شبہ رہا؟ جو شخص سرے سے مسلمان ہی نہیں وہ مسلمانوں کا نبی یا امام مجدد کیسے ہوسکتا ہے؟

پھر مرزائی غسل مصفےٰ والی عبارت کہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں اور ازالہ اوہام والی عبارت دونوں کو ملائیے۔ (ازالہ اوہام ص۶۸۳، خزائن ج۳ص۴۶۹): ''اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے۔ کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ بلکہ اس مدت تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعویٰ نہیں ہوا کہ میں مسیح موعود ہوں۔'' اس کاذب مرزا نے خود اپنے کذب وافتراء ظاہر کر دیا کہ تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کا یہ خیال نہ تھا۔ جو مرزا نے پیدا کیا اور یہ بھی کہتا جاتا ہے کہ میرا عقیدہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔ کوئی قادیانی بتائے کہ تیرہ سو نہیں چودہ سو برس میں کسی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ تھا یا ہے کہ جو مرزا قادیان میں چراغ بی بی کے پیٹ سے پیدا ہوگا۔ وہی مسیح ابن مریم ہوگا۔

قادیانی کا ایک فیصلہ اور سن لیجئے۔ (انجام آتھم ص۲۷، خزائن ج۱۱ص۲۷ حاشیہ): ''کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ''ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین'' کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے بعد رسول اور نبی ہوں۔''

اسی مرزا کا عقیدہ اور دعویٰ اس کتاب سے سن چکے کہ میں نے نبی کا لقب پایا۔ میں خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ ایک اور سن لیجئے۔ جب مرزا کو لوگوں نے دجال اور کذاب کہا اور پنجاب میں طاعون پھیلا تو جھٹ مرزا نے ایک الہام تراشا اور کہا کہ ''مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔'' دیکھئے (دافع البلاء ص۵، خزائن ج۱۸ص۲۲۶،۲۲۵) وہ پاک وحی جو مجھ پر نازل ہوئی۔ اس کی عبارت یہ ہے۔: ''ان اللّٰہ لایغیر مابقوم حتی یغیّر وامابانفسھم اوی القریۃ یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا کہ اس بلا طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا۔ جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کریں۔ جو ان کے دلوں میں ہیں۔ یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔''

(دافع البلاء ص۹، خزائن ج۱۸ص۲۲۹) پر براہین احمدیہ کی وحی یوں لکھتا ہے: ''خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں آخری دنوں میں طاعون بھیجوں گا تا کہ میں ان خبیثوں اور شریروں کے منہ بند کروں جو میرے رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔''

(دافع البلاء ص۱۰، خزائن ج۱۸ص۲۳۰) پر لکھتا ہے: ''خدا تعالیٰ بہر حال جب تک طاعون

دنیا میں رہے۔ گوستر برس تک رہے۔ قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔'' مگر جب قادیان میں طاعون پھیلا اور خدا نے ظاہر کر دیا کہ قادیان میں اس کا کوئی رسول نہیں۔ تو ظالم مرزا نے جھٹ ایک دوسرا الہام تراشا جو (تذکرہ الشہادتین ص۶، خزائن ج۲۰ ص۹) میں ہے۔ ''اس گاؤں کو جو قادیان ہے۔ کسی قدر ابتلاء کے بعد اپنی پناہ میں لے لے گا۔''

(دافع البلاص ۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱) پر لکھا: ''سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' ان عبارتوں کے ساتھ عسل مصفٰے کی عبارت ملا لیجئے کہ: ''ختم المرسلین کے بعد مدعی نبوت و رسالت کو کافر و کاذب جانتا ہوں۔'' اب تو کسی مسلمان کو قادیانی مرزا کے کافر مرتد دجال ہونے میں شک نہیں ہوسکتا اور نہ کسی قادیانی ہی کو قادیانی مرزا کا فر ہونے میں شک ہوسکتا ہے۔ کیونکہ یہ اسی مدعی نبوت کا فیصلہ ہے کہ مدعی نبوت و رسالت کافر ہے۔ اب کوئی قادیانی اگر یہ بھی کہے کہ مرزا کو نبی و رسول نہیں مانتے۔ بلکہ امام مجدد مانتے ہیں۔ تو کیا کافر دجال، امام مجدد ہوگا؟ ہاں امام ہوسکتا ہے۔ مگر کافروں کا اور مسلمانوں کا امام نہیں ہوسکتا۔ قرآن کا ارشاد ہے: ''لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء'' ﴿خدا کے دشمن مفتری کذاب کو اپنا ولی امام پیشوا نہ بناؤ﴾ اور مرزا خود لکھ گیا ہے کہ کیا ایسا بدبخت مفتری جو نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہی ہم اہلسنت وجماعت بھی کہتے ہیں کہ ہرگز ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا۔ مرتد، بے دین ہے۔ پھر مجدد اور امام المسلمین کس طرح ہوگا؟ بلکہ جو اس کی امامت یا اسلام ہی کو تسلیم کرے گا۔ خود مرتد کافر ہو جائے گا۔ روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ مرزا قادیانی خود اپنے ہی اقوال سے کافر مرتد کذاب ہے۔ قرآن کا منکر ہے۔

قرآنی اعلان

اب قرآنی اعلان سنئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین'' ﴿محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں﴾ یہ قرآنی حکم ہے جس کا منکر اہل اسلام کے نزدیک قطعاً اجماعاً کافر ہے اور اس قادیانی کے نزدیک بھی کافر ہے۔ قرآن نے بتادیا کہ آپ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی مدعی نبوت ہوا تو وہ فرمان الٰہی سے باغی ہوا۔ خدا کا منکر ہوا۔ خاتم النبیین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا منکر ہوا۔ چاہے وہ دن رات کہا کرے کہ سب کو مانتا ہوں۔ ایک پیشنگوئی حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی سن لیجئے۔ جو انجیل میں آئی آفت زدہ مرزا نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اور اپنی کتاب میں درج کر گیا ہے۔

میں اسی مرزا کی کتاب سے نقل کرتا ہوں۔ (ازالہ اوہام ص۶۸۴، خزائن ج۳ ص۴۶۹)

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بہتیرے میرے نام پر اٹھیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں۔ پر سچا مسیح ان سب کے آخر میں آئے گا اور مسیح نے اپنے حواریوں کو نصیحت کی تھی کہ تم آخر کار منتظر رہنا میرے آنے کا۔'' قادیانیو! اگر تم نے خدا اور رسول کے لئے قادیانیت اختیار کی ہے تو ذرا اس پیشین گوئی کو دیکھو جو تمہارے امام قادیانی نے اپنی کتاب میں لکھی۔ کتنا صاف اور واضح بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ میرے نام پر یعنی مسیح ابن مریم بن کر بہتیرے آئیں گے۔ مگر سب سے آخری میں ہوں گا۔ میرا انتظار کرنا اور ان بہتیرے جھوٹوں کا جھوٹا کذاب دجال سمجھنا۔''

اب اتنا اور ڈھونڈ لو کہ کتنوں نے مسیح ابن مریم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ اس قادیانی سے پہلے کیا۔ اگر تین چار بھی پہلے آ گئے ہوں۔ تو کسی قدر احتمال پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید یہی قادیانی مسیح ہو۔ جب تک اس کے تفصیلی احوال نہ معلوم ہو جائیں اور اگر اس سے پہلے کسی ایک نے بھی مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہ کیا ہو۔ تو بلاشبہ سمجھ جاؤ کہ یہ وہی کذاب دجال ہے۔ جسکی پیشینگوئی انجیل میں آئی۔ سنو یہی تمہارا قادیانی اس ازالہ کے (ص۶۸۳، خزائن ج۳ ص۴۶۹) پر لکھتا ہے:

''اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے۔ کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ بلکہ اس مدت تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعویٰ نہیں ہوا کہ میں مسیح موعود ہوں۔'' اب تو کوئی شبہ نہ رہا کہ یہ پہلا مدعی ہے۔ کذاب ہے۔ مفتری ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابھی اور بھی آئیں گے۔ کیونکہ بہتیرے کا لفظ ہے۔ جس کے لئے کم از کم تین تو ضرور ہونے چاہئیں۔ یہ خدا کی پھٹکار ہے جو مرزا پر پڑتی چلی جاتی ہے۔ خود دعویٰ کرتا ہے اور خود اپنے کفر، اپنے دجل، اپنے کذب کا فتویٰ دیتا جاتا ہے۔ اس کے کذب پر علاوہ اس کے اقوال کے قرآن مجید اور انجیل کی بشارت گزر چکی۔

اب ابوداؤد شریف کی حدیث (ج۲ ص۱۲۷، کتاب الفتن) سنئے۔ فرمایا رسول خدا ﷺ نے: ''وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لانبی بعدی۔'' ﴿میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ جن میں سے ہر ایک دعویٰ نبوت کرے گا۔ حالانکہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' اس حدیث شریف کی رو سے مرزا کا نام کذاب ہوا۔ لہٰذا اب ہم اس کی حدیث آسمانی نام سے یاد رکھیں

گے۔ کیونکہ اس نے بھی آسمانی ہی نام کا اعلان کیا ہے۔ ورنہ اس کی ماں چراغ بی بی کی نسبت سے اس کا الہامی نام چراغ دین تھا۔ گو اس کی ماں نے اس نام غلام احمد رکھا تھا۔

(بخاری شریف ص۵۰۹، ج۱، باب علامات النبوۃ فی الاسلام) میں ہے: ''حتی یبعث دجالون کذابون قریبا من ثلثین کلهم یزعم انه رسول الله '' ﴿قیامت اس وقت تک نہ آئے گی۔ جب تک تقریباً تیس دجال کذاب نہ پیدا ہولیں۔ جن میں سے ہر ایک مدعی ہوگا کہ میں رسول ہوں﴾ اس حدیث میں مدعی رسالت کا نام دجال اور کذاب ہوا۔

یہ وہی بخاری شریف ہے۔ جس کی حدیثوں کی صحت کا مرزا کذاب بھی قائل ہوا۔ لہٰذا اب اس کو اسی آسمانی نام سے میں بھی یاد کروں گا۔ مرزا دجال کذاب کے کاذب ہونے کی شہادت قرآن مجید، انجیل شریف، حدیث شریف سے گزری اور حدیث نے ایک بات اور بھی بتا دی کہ وہی دجال کذاب بھی ہے۔ مگر یہ سب ذریت ہے۔ اس دجال اکبر کی جو سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت ظاہر اور مقتول ہوگا۔ مرزا کذاب دجال نے جو اپنی مسیحیت، مہدویت، نبوت و رسالت پر دلائل قائم کئے ہیں۔ انہیں سنئے تاکہ دجالی ذریت کے اٖنکار و اغواء کے وقت کام آئیں۔

پیش گوئیاں

مرزا دجال نے اپنی نبوت و رسالت کے ثبوت میں سب سے بڑی دلیل پیشینگوئی کو قرار دیا ہے۔ پھر نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کے حالات و واقعات والی حدیثوں سے استدلال کیا ہے۔ پھر سابقین کی پیشینگوئیوں کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے۔ عسل مصفی قادیانی ص۸۰۹۔ ''اب ہم پوچھتے ہیں کہ پیش از وقت ایسی باتوں کی خبر دینا سوائے خدا کے کسی انسان کا مقدور ہے۔ لہٰذا کچھ شک نہیں کہ حضرت مرزا قادیانی خدا کے مرسل اور خدا کے محدث ہیں۔''

مرزا کذاب کی بہت سی پیشینگوئیاں لکھنے کے بعد یہ دعویٰ کیا کہ ایسی پیشینگوئی سوائے خدا کے رسول کے اور کون کرسکتا ہے؟ کسی انسان میں یہ طاقت نہیں۔ معلوم ہوا کہ مرزا نے بہت سی پیشینگوئی کر کے اپنی رسالت کا ثبوت دیا ہے۔ لہٰذا میں ان پیشینگوئیوں کو لکھتا ہوں۔ جن کے صادق ہونے نہ ہونے کو بہت ہی زوردار طور پر اپنی نبوت کا مدار ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ (ازالہ اوہام ص۶۳۲،۶۳۵، خزائن ج۳ ص۴۴۳) پر لکھا ہے: ''اب جس قدر میں نے بطور نمونہ کے پیشینگوئیاں بیان کی ہیں۔ درحقیقت میرے صدق یا کذب کے آزمانے کے لئے یہی کافی ہیں۔ خود لوگ ظہور کے وقت اندازہ کرلیں گے کہ کون شخص مقبول الٰہی ہے اور کون

مردود۔'' یہ قاعدہ تو اسی مرزا دجال کا بنایا ہوا ہے۔ اسے یاد رکھو اور اس کی پیشینگوئی کو پرکھو اور خدا توفیق دے تو توبہ کرو، صراط مستقیم اختیار کرو۔

مرزا قادیانی کی پہلی پیش گوئی موت آتھم

پہلی پیشین گوئی مرزا دجال کی جب ۵/جون ۱۸۹۳ء کو امرتسر میں عبداللہ آتھم سے مناظرہ ہوا۔ تو مرزا نے ہلاکت کی یہ پیش گوئی کی کہ عبداللہ آتھم اگر مجھ پر ایمان نہ لایا تو پندرہ مہینہ کے اندر مر جائے گا اور جہنم کے طبقہ ہاویہ میں گرا دیا جائے گا اور اس کی آخری معیاد ۵/ستمبر ۱۸۹۴ء رکھی گئی۔ اس اشتہار کا مضمون یہ ہے۔ (انوار اسلام ص۱، خزائن ج۹ ص۱) ''جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۴ ماہ تک ہاویہ میں گرا دیا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے۔ اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشینگوئی ظہور میں آئے گی۔ بعض اندھے سوجاکھے ہو جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔'' (مجموعہ اشتہارات ص۴۴، ج۲)

اس پیشگوئی کے وقوع کا ہر ایک کو انتظار رہا اور فریقین نہایت بے چینی سے ۵/ستمبر ۱۸۹۴ء کے دن گن رہے تھے۔ اس درمیان میں عبداللہ آتھم پر تین دفعہ مختلف اوقات میں حملے کئے گئے۔ جب دن ختم ہونے کے قریب آئے۔ تو قادیانیوں میں ہیجان پیدا ہوا کسی کو شکوک ہونے لگے۔ کوئی اپنی جگہ جما رہا۔ لوگوں کا یہ حال دیکھ کر جھٹ مرزا نے ایک الہام تراشا اور معتقدین کی تسلی کرائی: ''**لن تجدلسنة الله تبديلا** '' (تذکرہ ص۲۶۰ طبع ۳) اللہ تعالیٰ کا وعدہ ٹلتا نہیں، ہو کر رہے گا۔'' معتقدین مطمئن ہو گئے۔ مگر ۵/ستمبر ۱۸۹۴ء ختم ہوگیا اور عبداللہ آتھم بدستور زندہ رہا اور بڑا جشن منایا گیا۔ اب تو قادیانی مرزا کے سر ہو گئے۔ اللہ کا وہ وعدہ بھی اٹل، کیوں ٹل گیا۔ یہ تو نبوت مرزا کی دلیل تھی۔ اب نبوت جاتی ہے یا کوئی وجہ معقول بتاؤ کہ کیا اسباب ہوئے۔ کیوں وعدہ پورا نہ ہوا؟

مرزا قادیانی نے کہا: ''ہم نے اپنی پیشگوئی میں یہ قید لگا دی تھی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور اس نے رجوع کر لیا۔ اس لئے بچ گیا۔ اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو آتھم صاحب قسم کھالیں۔'' (انجام آتھم ص۲، خزائن ج۱۱ ص۲) ''آتھم نے نالش اور قسم سے پہلو تہی کر کے اپنے اس طریقہ سے صاف جتلا دیا کہ ضرور اس نے رجوع بحق کیا۔'' معتقدین مرزا کے لئے اس

بات سے کچھ ڈھارس بندھی۔ مگر ادھر روز کے جشن جلسے جلوس، مرزا پر دجال، کذاب کے ہر چہار طرف نعرے، بہت سے قصیدے، نظمیں مرزا کی شان میں لکھی گئیں۔ جن میں چند اشعار آپ بھی سن لیجئے۔

غضب تھی تجھ پر ستم گر چھٹی ستمبر کی — نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ذلیل دخوار ندامت چھپا رہی تھی کہ تھا — تیرے مریدوں پر محشر چھٹی ستمبر کی
مسیح ومہدی کاذب نے منہ کی کھائی خوب — یہ کہتی پھرتی ہے گھر گھر چھٹی ستمبر کی

آخر قادیانی کہاں تک صبر کرتے۔ پھر مرزا کے پاس فریادی آئے۔ بیزاری ان کے چہروں سے ظاہر۔ مرزا ندامت آلود چہرے کے ساتھ اپنی ذلت ورسوائی جو چار دانگ عالم میں ہو رہی تھی، سنتا رہا۔ پھر کچھ سوچ کر بولا۔ (انجام آتھم ص۲، خزائن ج۱۱ص۲): ''اب اگر آتھم صاحب قسم کھالیں تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے، جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے۔'' اب مریدین مرزا کو بڑا سہارا ملا اور دنیا میں کہتے پھرے کہ اب اگر باز نہیں آیا تو ایک سال کا قطعی وعدہ ہے اور وہ بھی تقدیر مبرم، جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ اب کی پیشگوئی تقدیر مبرم ہے۔ اب سال کے بعد زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسے پہلے پیشگوئی کی طرح نہ سمجھو۔ وہ مشروط تھی اور یہ مبرم ہے۔ جو ضرور ہو کر رہے گی۔ قسم کھائے یا نہ کھائے۔'' (انوار الاسلام ص۱۱، خزائن ج۹ص۱۱۴): ''اگر قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خداتعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا۔''

جو اس کی نبوت پر ایمان لا چکے تھے۔ تقدیر مبرم کا نام سن کر مطمئن ہو گئے او جو اس کو دجال کذاب جانتے تھے۔ وہ پہلے پیشنگوئی سے مرزا کی ذلت ور[illegible] کو بچشم خود دیکھ کر طمانت قلبی پاچکے تھے۔ اعلان عام ہو رہا تھا۔ مرزائی دم بخود تھے۔ کچھ بنائے نہ بن پڑتا تھا۔ مگر آنسو پونچھنے کے لئے وہ خباثت کچھ کام آ گئی۔ یعنی ایک برس کا انتظار۔ قادیانیوں کی طرف ہر اعتراض کا جواب یہی تھا کہ سال بھر صبر کرو۔ مرزا کی نبوت ثابت ہوئی جاتی ہے۔ مگر ان کے مخالف زندہ آتھم کو دیکھ کو اور پھر بالا اعلان ان کی مخالفت کرتا ہوا دیکھ کر کب خاموش رہ سکتے تھے۔ مرزا کہتا تھا کہ آتھم نے حق قبول کر لیا۔ آتھم کہتا تھا کہ جیسا تجھے پہلے دجال سمجھتا تھا۔ اب بھی سمجھتا ہوں۔ بلکہ اب زیادہ یقین کے ساتھ۔ بہرحال اس پیشگوئی کے بعد دنیا بھر میں اس کی انتہائی ذلت ہوئی۔ جو کچھ اس نے پیشگوئی میں کہا تھا۔ وہ اس کے لئے پوری ہوئی۔ چنانچہ اپنے مخالف کے لئے خود مرزا (ضمیمہ آتھم ص۳، خزائن ج۱۱ص۲۸۷) میں لکھتا ہے: ''امرتسر اور بہت سے دوسرے شہروں میں

نہایت شوخی سے ناچتے پھرے کہ ہماری فتح ہوئی اور ان کے نہایت پلید اور بدذات لوگوں نے گالیاں دیں اور سخت بدزبانی کی۔"

دیکھئے! یہ مرزا ہمہ شان نبوت اپنے مخالف کو کس طرح منہ بھر کر سنا رہا ہے۔ سچ ہے کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ یہی خیریت ہے جو اس نے اس کو وحی الٰہی نہ کہا۔ اس کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس کو پیشگوئی کے بعد کیسی ذلت ہوئی۔ مگر تو بہ نہ کرنی تھی، نہ کی۔ حالانکہ پیشگوئی کے کذب کو اپنے کاذب ہونے کی دلیل بنا چکا تھا۔ اعلان کر چکا تھا۔ آخر کذب ہی تو ٹھہرا۔ اچھا سنئے ۵؍جون ۱۸۹۳ء پندرہ مہینے کے اندر موت کی پیشگوئی جو ۵؍ستمبر ۱۸۹۴ء کو ختم ہوئی۔ پھر بھی آتھم کو موت نہ آئی۔ اب تو قادیانیوں میں بڑا تہلکہ مچا۔ مرزا کی آنکھوں تلے اندھیرا آ گیا۔ اب کوئی تدبیر تلبیس بنائے نہ بنی۔ سوچتا رہا۔ آخر سوچ کر وہ صورت نکالی کہ سننے والے دنگ رہ گئے اور تمام شیطان الانس نے گردنیں جھکا دیں کہ ہاں حضرت جب اوپر سے ہوتا چلا آیا ہے۔ تو آپ کا کیا قصور؟ بلکہ اس سے تو آپ کی شان اور بالا ہوگئی کہ پہلے کے مثیل ہونے میں اب کوئی شبہ کی گنجائش بھی نہ رہی۔ اس دجال نے اپنی امت کو اپنی نبوت قائم رکھنے کے لئے دو باتیں پڑھائیں۔ ایک تو یہ کہ خدا وعدہ کر کے کبھی کبھی ٹال دیتا ہے۔ پورا نہیں کرتا۔ دوسری یہ پیشگوئی کے سمجھنے میں بڑے بڑوں سے غلطی ہوئی۔ یہاں تک کہ سید المرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے غلطی ہوئی ہے۔ پھر میں کب اس غلطی سے بچ سکتا تھا۔ جس سے دوسرے نبی نہ بچے۔ آخر میں بھی تو ایک نبی ہوں۔" (لعنة الله عليه)

مرزا دجال (ازالہ اوہام ص ۱۴۱، خزائن ج ۳ ص ۱۷۲) پر لکھتا ہے: "پیشگوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں خود انبیاء سے امکان غلطی ہے۔ پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔" اس سے بھی بڑھ کر خباثت (ازالہ اوہام ص ۱۴۰، خزائن ج ۳ ص ۱۷۱) پر کی ہے۔ لکھتا ہے: "اکثر پیشگوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ قبل از ظہور پیشگوئی خود انبیاء کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ چہ جائیکہ دوسرے لوگ ان کو یقینی طور پر سمجھ لیں۔ دیکھو جس حالت میں ہمارے سید ومولیٰ (خاتم المرسلین) آپ اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ بعض پیشگوئیوں کو میں نے کسی اور صورت پر سمجھا اور ظہور ان کا دوسری صورت پر ہوا۔" اس عبارت میں اس دجال نے اتنی قید لگائی کہ قبل ظہور پیشگوئی انبیاء نہیں سمجھ پاتے۔ تو معلوم ہوا کہ بعد ظہور ضرور سمجھ جاتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کا مذہب یہ نہیں ہے کہ کسی نبی کی تعریف وتوصیف ہو اور خاص کر جہاں اپنی بات بنانی ہو۔ کیونکہ اس پر تو کھلا اعتراض موجود تھا کہ اگر قبل ظہور وقت پیشگوئی سمجھ میں جناب

کے نہیں آیا تو نہ آئے۔ اب تو پندرہ ماہ اور پورا سال گزر گیا۔ اب قبل ظہور کی قید کیا کرم دے گی۔ تو اصل مذہب بیان کر دیا کہ: ''انبیاء علیہم السلام کو بہت سی پیشینگوئیوں کی حقیقت نہ قبل ظہور معلوم ہوتی ہے نہ بعد ظہور۔'' (عسل مصفےٰ ص ۶۴)

بعض دفعہ انبیاء پر بھی ان کی حقیقت نہیں کھلتی اور صحیح انکشاف کے ساتھ ان بشارات کے مصداق نہیں پا سکتے۔ مصداق ماصدق علیہ ہے۔ یعنی جس پر وہ پیشگوئی ظاہر ہوئی وہ کیا ہے؟ کیسی ہے؟ کب ظاہر ہوئی؟ اس کی حقیقت کو نبی کے لئے بھی ثابت نہیں مانتا۔ پھر اس سے پوچھئے کہ پیشگوئی تھی کس کام کے لئے؟ اور اس صورت میں وہ کام ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوگا تو عبث ٹھہرے گی اور فعل خدا عبث نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ حکیم ہے۔ خود یہ لکھنے والا عبث ہوگا۔ اس کتاب سے اس کا جواب بھی پڑھ لیجئے۔ (عسل مصفٰی ص ۶۳) ''اللہ تعالیٰ کا ایسی پیشگوئیوں کے اخبار سے یہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ اس شخص کی خلق اللہ میں جن کی ہدایت کے لئے وہ اس کو مامور کرتا ہے۔ عزت اور عظمت ظاہر ہو اور معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو اس مامور من اللہ کے ساتھ کیسی محبت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے وہ پیش از وقت کے اس ذریعہ سے ایک غیب کی بات جہاں میں ظاہر کراتا ہے اور جب اس کا وقوع اسی طرح ہو جاتا ہے۔ جیسا اس خدا کے مرسل نے ابتداء ہی میں بتا دیا تھا۔ تو پھر ان لوگوں میں اس خدا کے بھیجے ہوئے کی گہری محبت دل پر بیٹھ جاتی ہے اور وہ اس کے نقش قدم پر چل کر اس ناپاک اور گندی زندگی سے نجات پا کر ابدی زندگی کے وارث بن جاتے ہیں۔''

اس قادیانی کی دونوں باتیں جو ایک ہی مسئلہ پر ہیں۔ ملا کر دیکھئے کہ کیا ان کہی کہتا ہے۔ اس دوسری عبارت کا ماحصل یہ ہوا کہ پیشگوئی سے نبی کی صداقت وعظمت کا اظہار مقصود باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ کسی واقعہ کے ہونے سے پہلے نبی کی زبانی لوگوں کو بتا دیا جاتا ہے کہ ایسا ہونے والا ہے۔ پھر جب لوگ اسے ویسا ہی دیکھ لیتے ہیں جیسا اس کے ہونے سے پہلے نبی کے کہنے سے سمجھا تھا۔ تو اس نبی کی عظمت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے اور تابعداری میں لگ کر کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کی تو شان بڑی ہے۔ جس قوم یا افراد کو اس نبی نے سنایا سب ہی سمجھ گئے اور سب پر اس کی حقیقت ظاہر گئی جب تو ان لوگوں نے اسے واقعہ سے مطابق پا کر نبی مان لیا اور مطیع ہو گئے۔

اور پہلی عبارت میں لکھتا ہے کہ نبی پر بھی بعض دفعہ پیشگوئی کی حقیقت ظاہر نہیں ہوتی۔ تو میں پوچھتا ہوں پھر وہ نبی پیشگوئی کاہے کی کرتے ہیں۔ جس کو وہ خود نہ جانیں اور جب خود نہیں

جانتے تو دوسروں کو کیا کہہ کر بتائیں گے۔ جب کوئی نہ سمجھا تو اس پیشگوئی کا جو مقصد تم نے بیان کیا رہی فوت ہوگیا اور پیشگوئی عبث و بیکار ٹھہری اور یہ ناممکن، معلوم ہوا کہ تمہارا گھڑا ہوا اصول تمہارے ہی ہاتھوں برباد ہوگیا۔ وکذلك العذاب

سنو! پیشگوئی جن معنوں میں متعین کی جائے گی۔ انہی معنوں میں اس کا وقوع بھی ہوگا اور وہ پیشگوئی جو تعین یوم اور سنہ کے ساتھ ہو اس کا اسی روز اسی سن سے ظاہر ہونا ضروری ہے۔ دنیا کا کوئی انسان ایسی کوئی پیشگوئی کسی نبی کی نہیں دکھا سکتا۔ جس میں تاریخ مقرر کی گئی ہو اور اس تاریخ پر اس کا وقوع نہ ہوا ہے۔ دن بجائے ۲۴ گھنٹہ کے ۵۰ گھنٹہ کا ہو سکتا ہے۔ مگر وہ دن نہیں ٹل سکتا۔

حدیث شریف میں حضور ﷺ نے پیش گوئی بیان فرمائی: ''لاتذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من اهل بيتى يواطى اسمه اسمى '' دنیا ختم نہیں ہو سکتی۔ جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک شخص جو میرا ہم نام ہوگا عرب کا مالک نہ ہولے۔ پھر فرمایا: ''لولم يبق من الدنيا الّا يوم لطوّل الله ذالك اليوم حتىٰ يبعث الله فيه رجلاً من اهل بيتى يواطى اسمه اسمى واسم ابيه اسم ابى ۰ يملاء الارض قطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا '' اگر دنیا کے تمام دن ختم ہو جائیں اور آخری ایک دن رہ جائے اور وہ امام نہ آئے۔ تو خدا تعالیٰ اس دن کو اتنا بڑھا دے گا جس میں وہ آ جائیں۔ وہ میرے اہل بیت ہوں گے۔ وہ میرے ہم نام اور ان کے والد ہمارے والد کے کے ہم نام ہوں گے۔ دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ جیسا کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی تھی۔

اس حدیث سے پیشگوئی موقت کا حال معلوم ہوا کہ وہ اپنے وقت سے ٹل نہیں سکتی۔ جس طرح فرمایا اسی طرح ہو کر رہے گی اور اس حدیث سے دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ حضرت امام مہدی کے والد ماجد کا نام عبداللہ ہوگا اور امام مہدی کا نام محمد ہوگا۔ رضی اللہ عنہ!

مرزا قادیانی کے دعویٰ مہدویت کی حقیقت

قادیانی دجال نے جو اپنا امام مہدی ہونا بیان کیا ہے۔ وہ رسول پاک ﷺ کے اس فرمان کے سراسر منافی ہے۔ اس کا نام غلام احمد ہے۔ اس کے باپ کا (اگر وہ مانیں) غلام مرتضیٰ ہے۔ مرحوم۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پیشگوئی جس طرح کی جائے اسی طرح کی واقع ہوگی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ پیشگوئی میں لفظ ہو انسان کا مراد ہو پتھر۔ یا لفظ ہو موت کا مراد ہو زندگی۔ پھر خاص کر وہ پیشگوئی جو تصدیق رسالت کے لئے موقوف علیہ قرار دی گئی ہو۔ اس کو تو یقیناً ویسا ہی ہونا چاہئے

جیسا تمہاری عسل مصفیٰ کی عبارت منقولہ سے معلوم ہوا۔ اس اعتراض کی تفصیل سنئے جو اس نے رسول پاک ﷺ پر بہتان باندھا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی

پہلے حضور ﷺ کی ایک پیشگوئی سنئے: ''قال ان الله اوحی الیّ ای هولاء الثلاثة نزلت فهی دارهجرتك المدينة اوالبحرين اوقنسرين '' فرمایا اللہ نے مجھے وحی کی ہے کہ ان تینوں مقامات سے جس مقام کی طرف آپ ہجرت کریں گے۔ وہی آپ کا دارالہجرت ہوگا۔ مدینہ طیبہ، بحرین قنسرین۔ اس میں اصلی پیشگوئی ہجرت کی ہے۔ رہا مقام تو وہ بھی ان تینوں میں محدود اور اس کو معین کرنا رائے رسول پر مفوض۔

اب وہ حدیث سنئے جس سے جھوٹا مرزا رسول پاک کا کذب ثابت کرنا چاہتا ہے۔ (معاذ اللہ) مسلم شریف میں ہے: ''عن النبی ﷺ رأیت فی المنام انی اهاجر من مكة الى ارض بها نخل فذهب وهلى الى انها اليمامة اوالهجر فاذاهى المدينة يثرب۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے ایسے مقام پر پہنچا ہوں جہاں کھجور کے درخت ہیں۔ خیال ہوا کہ شاید یہ مقام یمامہ یا ہجر ہے۔ پس ناگاہ وہ مدینہ تھا۔''

اس سے قادیانی نے اپنا مطلب یہ نکالا کہ رسول اللہ پر ہجرت کی پیشگوئی مشتبہ رہی اور اقرار فرمایا کہ بعض پیشگوئیوں کو میں نے کچھ سمجھا اور واقع کسی اور صورت پر ہوئی۔ یعنی ہجر یا بحرین، نکلا مدینہ! یہ رسول پاک پر افتراء ہے۔ کیونکہ حدیث تو یہ بتاتی ہے کہ حضورؐ نے خواب دیکھا کہ میں ہجرت کر کے ایسے مقام پر پہنچا ہوں جہاں کھجور کے پیڑ ہیں۔ چونکہ تین مقام ہجرت کے لئے نامزد تھے۔ فرمایا! میرا خیال اسی خواب میں تینوں مقام کی طرف گیا کہ ان میں سے کون ہے۔ پس معلوم ہوگیا کہ مدینہ ہے۔

پوری جماعت مل کر حدیث دکھلائے کہ حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ ہماری سید و مولیٰ کو خود اس بات کا اقرار ہے کہ: ''پیشگوئی کو میں نے کچھ سمجھا اور ہوا کچھ۔'' اس کے علاوہ کیا لفظ ''اہاجر'' مخفی رہا یا من مکۃ یا الی الارض...... کی حقیقت حضور کی سمجھ میں نہ آئی؟ قادیانی نے اپنی غلط پیشگوئی کے ثبوت کے لئے اس حدیث سے یہ مطلب نکالا کہ رسول اللہ ﷺ نے پیشگوئی فرمائی کہ میں ہجرت کروں گا۔ مگر حضور کو خود معلوم نہ ہوسکا کہ کہاں ہجرت کروں گا۔ بلکہ اپنی طرف سے سمجھے بیٹھے تھے کہ یمامہ یا ہجر مراد ہے۔ جب ہجرت واقع ہوگئی۔ تب سمجھے کہ مدینہ مراد تھا۔ ان

دونوں میں سے کوئی نہ تھا۔ جو حضورؐ نے سمجھا غلط تھا۔ اس حدیث کے متعلق دو باتیں قابل اظہار ہیں۔ ایک حدیث کے اردو معنیٰ جو مذکور ہوئے۔ دوسرے اس حدیث کے صدور کا وقت۔ یہ دوسرا امر دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو حضورؐ نے یہ حدیث مکہ معظمہ میں بیان فرمائی یا مدینہ طیبہ میں۔ اگر مدینہ طیبہ میں بیان کی تو پیشگوئی نہ ہوئی اور اگر یہ کہو کہ پوری حدیث مکہ معظمہ میں بیان فرمائی اور ''فاذا هی المدینة'' کا لفظ مدینہ طیبہ میں بیان کیا۔ جیسا کہ قادیانیوں کے مسلک سے معلوم ہوتا ہے۔ تو دیکھو اس حدیث کے راوی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ہیں۔ جو مکہ میں اسلام لائے۔ ''اسلم بمکة وهاجرالی ارض الحبشة ثم قدم مع اهل السفینةورسول الله ﷺ بخیبر'' اور تقریباً آٹھ سال سنہ ہجری میں پہلے حبشہ ہجرت کر گئے اور ۷ سنہ ہجری میں مدینہ آئے۔ اس وقت حضورؐ خیبر میں تشریف فرما تھے۔ یا تو جیسے ہی حضرت ابوموسیٰ حاضر ہوئے ویسے ہی حضورؐ کو علم ہوا کہ ہماری پیشگوئی غلط تھی۔ اس کے ازالہ کے لئے فوراً ''فاذاهی المدینة'' فرمایا۔ یا سال دو سال کے بعد، بہر صورت کم از کم چودہ برس تک تو ضرور غلطی میں مبتلا رہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

یہ سوال کسی مسلمان سے کرنے کی حاجت نہیں۔ کیونکہ وہ ایسے مزخرفات کا قائل ہی نہیں۔ یہ قادیانی سے پوچھئے۔ (عسل مصفےٰ ص۱۰۶) پر انبیاء علیہم السلام کی غلطی کے متعلق لکھتا ہے: ''مگر ان کو اس خطا پر بہت جلد متنبہ کیا جاتا ہے اور دیر تک ان کو اس حالت غلطی پر نہیں رکھا جاتا۔'' یعنی انبیاء علیہم السلام سے اگر غلطی ہو بھی جاتی ہے۔ تو جلد متنبہ کر دیئے جاتے ہیں۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شکل بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ یہاں تو کوئی سال چھ ماہ کی دیر نہیں پورے چودہ سال تاریکی میں رکھا گیا۔ جو اس کے مذہب کی بناء پر جائز نہیں۔ اب ایک صورت رہ گئی کہ پوری حدیث تمام اجزا کے ساتھ مکہ معظمہ میں بیان فرمائی۔ تو اس میں کوئی اشتباہ نہیں۔ پیشگوئی بھی ہوگئی اور بیک ساعت تینوں محتمل صورتوں کو بیان کر کے مقام و مراد کو متعین بھی فرمادیا۔ اس میں غلطی کیا ہوئی؟ ہاں! تمہاری غلطی خود تمہاری عبارت سے ظاہر ہوگئی۔ انبیاء علیہم السلام کی ذات اس سے پاک ہے۔ ان کا خواب اور بیداری سب یکساں ہیں۔ ان پر شیطانی تسلط نہیں ہوتا خصوصاً سید المرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم جو کچھ حال میں احکام فرمائیں۔ سب وحی الٰہی ہے۔ ممکن ہی نہیں کہ اس میں خطا ہو۔ پھر انبیاء کی پیشگوئی تو وعدۂ الٰہی ہے۔ جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ولاتحسبن الله مخلف وعده رسله'' ﴿ہرگز ایسا گمان بھی نہ کرو کہ خدا اپنے رسولوں سے وعدہ کر کے پورا نہیں کرے گا﴾ جو وعدہ کرے گا۔ ضرور پورا فرمائے گا۔ خدا

تعالیٰ نے اپنے ختم المرسلین ﷺ کو بشارت دی کہ آپ ہجرت کریں گے۔ ہزار ہا مواقع آئے۔ مگر ہجرت ہو کے رہی۔ اگر یہ قادیانی بھی رسول تھا اور اس کو بھی خدائی بشارت ہوئی تھی کہ اسے مرزا تمہارا دشمن آتھم پندرہ ماہ میں مرجائے گا۔ جہنم میں پہنچ جائے گا۔ تجھ کو اطمینان نصیب ہو جائے گا۔ تو آتھم زندہ کیوں رہا؟ اور بجائے اس کے مرزا کیوں دنیا میں رسوا و خوار ہوا؟ معلوم ہوا کہ یہ کذاب رسول نہ تھا۔ خدا کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ وہ اپنے رسول سے جھوٹا وعدہ نہیں کرتا۔ یا وعدہ کر کے خلاف نہیں کرتا اور جب خلاف ہوا تو معلوم ہوگیا کہ اس کو خدا کی طرف سے وحی نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کا استاد ابلیس اس کے کان میں پھونک گیا اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے یہ دعویٰ کر دیا کہ خدا کی طرف سے وحی آئی۔ غیرت الٰہی نے اس کو پکڑ لیا اور دنیا کے سامنے ذلیل کیا۔ اس آیت سے مرزا کی پہلے توجیہ بھی کہ کبھی خدا تعالیٰ وعدہ ٹال بھی دیتا ہے۔ ہباء منثور ہوگئی اور ثابت ہوگیا کہ خدا نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہی نہیں تھا۔ شیطانی وعدہ تھا۔ جو حال شیطان کا وہی اس کے وعدے کا ہوا۔ اچھی طرح واضح ہوگیا کہ مرزا کی پیشگوئی معہ اس کے دلائل و توجیہ کے اس کے مسلمان ہونے کی بھی دلیل نہ ہوسکی چہ جائیکہ اس سے نبوت کا ثبوت ہو۔ ہاں اس کے کفر اور ارتداد کا بیّن ثبوت ہوا۔

ابھی مرزا کے پاس کذاب و افتراء کو کمال نبوت ثابت کرنے کے لئے اور بھی دلائل ہیں۔ مگر میں پہلے اس کی ایک اور پیشگوئی سنا دوں۔ تو پھر اس کے بقیہ دلائل کی طرف توجہ دوں گا۔

مرزا کی دوسری پیش گوئی محمدی بیگم

مرزاجی کو تقریباً پچاس سال کی عمر میں عشق بازی سوجھی۔ یہ عمر، پھر تندرستی کا وہ حال جو آگے ظاہر ہوگا اور یہ بوالہوسی۔ معاذ اللہ۔: ’’مرزاجی لکھتے ہیں (اخبار نور افشاں ۱۰؍مئی ۱۸۸۸) میں جو خط اس راقم کا چھاپا ہے۔ وہ ربانی اشارہ سے لکھا گیا۔ ایک مدت سے قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ (مرزا احمد بیگ) نشان آسمانی کے طالب تھے۔ طریقہ اسلام سے انحراف رکھتے تھے...... یہ لوگ مجھ کو میرے دعویٰ الہام میں مکار اور دروغ گو جانتے تھے اور مجھ سے کوئی نشانی آسمانی مانگتے تھے۔ کئی دفعہ ان کے لئے دعا کی گئی۔ دعا قبول ہو کر خدائے تعالیٰ نے یہ تقریب پیدا کی کہ والد اس دختر کا ایک ضروری کام کے لئے ہماری طرف ملتجی ہوا...... قریب تھا کہ ہم اس کی درخواست پر دستخط کر دیتے۔ لیکن استخارہ کر لینا چاہا۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا۔ گویا نشان آسمانی کی درخواست کا وقت آپہنچا۔ اس قادر حکیم نے مجھ سے فرمایا کہ اس کی دختر کلاں کے لئے سلسلہ جنبانی کرا اور ان سے کہہ دے کہ تم سے تمام سلوک و مروت اسی شرط پر کیا جاوے گا۔ اگر نکاح

سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت برا ہوگا۔ جس دوسرے شخص سے وہ بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال اور ایسا ہی والد اس کے تین سال تک فوت ہو جائے گا۔"

(مجموعہ اشتہارات ج۱ص۱۵۶تا۱۵۸)

اس پورے مضمون کا ماحصل یہ ہوا کہ محمدی بیگم (جس کو مرزا چاہتا ہے۔ وہ مرزا احمد بیگ کی بڑی لڑکی ہے) کا نکاح مرزا سے ہونا چاہئے۔ ورنہ خدائی فرمان ہے کہ جس روز احمد بیگ اپنی دختر کلاں محمدی بیگم کا نکاح کسی اور سے کر دے گا۔ تو خود مرزا احمد بیگ والد محمدی بیگم اس روز سے تین سال کے اندر فوت ہو جائے گا اور ہونے والا شوہر نکاح کے دن سے اڑھائی برس کے اندر مر جائے گا اور اس لڑکی محمدی بیگم کا انجام بہت برا ہوگا۔ اس مضمون کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ انکار کی صورت میں یعنی مرزا قادیانی سے اگر محمدی بیگم کا نکاح نہ ہوا تو دو آدمی مر جائیں گے۔ مگر ایک ساتھ نہیں۔ ایک پہلے مرے گا پھر دوسرا۔ پہلے محمدی بیگم کا ہونے والا شوہر مرے گا۔ پھر محمدی بیگم کا باپ مرزا احمد بیگ مرے گا۔

خلاصہ پیشگوئی کا یہ ہوا کہ اگر مرزا قادیانی کا نکاح محمدی بیگم سے نہ ہوا تو دو آدمی مر جائیں گے۔ پہلے اس کا شوہر، پھر اس کا باپ۔ اس پیشگوئی کے جھوٹے ہونے کی ایک صورت تو یہ ہوئی کہ میعاد کے اندر کوئی نہ مرے۔ دوسری صورت یہ ہو کہ ترتیب الٹ جائے۔ پہلے باپ مرے بعد میں شوہر۔ یا ایک میعاد کے اندر مرے۔ دوسرا بعد میعاد۔ تو ان تینوں صورتوں میں پیشگوئی جھوٹی ہوئی اور اس پیشگوئی میں تیسری صورت ہوئی۔ لہٰذا یہ پیشگوئی غلط ہوئی۔

ایک بات اور یاد رکھنے کی ہے کہ مرزا کا دعویٰ ہے کہ احمد بیگ میری پیشگوئی کے مطابق مر گیا۔ میں کہتا ہوں بالکل جھوٹ۔ ایک وجہ تو اس کے جھوٹ کی معلوم ہوگئی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ صاحب زبان پر روشن ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فلاح چیز ڈھائی روپیہ کے اندر ملے گی اور فلاں چیز تین روپیہ کے اندر۔ تو یہ ڈھائی تین کا مقابلہ بتا رہا ہے کہ دوسری چیز اڑھائی کے اندر نہیں مل سکتی۔ اس صورت میں الفاظ پیش گوئی کا مطلب یہ ہوا کہ والد محمدی بیگم مرزا احمد بیگ دو سال چھ ماہ بعد ساتویں یا آٹھویں یا نویں یا دسویں یا گیارھویں مہینے مرے گا۔ مگر ہوا یہ کہ نکاح کے چھٹے مہینے مر گیا۔ لہٰذا اس جزو میں بھی پیشگوئی صحیح نہ اتری۔ بہر صورت ۱۸۸۸ء سے ۱۸۹۱ء تک ہزاروں تدبیریں کی گئیں۔ مرزا جی نے تمام اعزاء و اقرباء سے زور دلوایا۔ مگر کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا اور محمدی بیگم کی بات چیت سلطان محمد بیگ سے پختہ ہوگئی۔ یہاں مرزا کے وہ خطوط بھی قابل لحاظ ہیں۔ جو مرزا نے پیشگوئی سے ناامید ہو کر لڑکی کے باپ اور با اثر اعزاء کے پاس لکھے۔

ہزاروں منت وسماجت کی۔ مال ودولت کی طمع دلائی۔ ناتہ رشتہ توڑنے کی دھمکی دی۔ اسلام کا نام لے کر غیرت دلائی۔ احمد بیگ کے رشتہ کی جتنی لڑکیاں اس کے رشتہ داروں کے پاس تھی۔ طلاق کی دھمکی دی۔ اپنے بیٹے کو عاق کیا۔ پہلی بیوی کو طلاق دے دی۔

مرزاجی کے اس خط کے چند جملے بطور تفنن طبع سن لیجئے۔ جو اس نے حالت یاس میں انتہائی لجاجت کے ساتھ احمد بیگ کو لکھے۔ وہ یہ ہیں۔: ''اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں۔ یہ آپ کی لڑکی کے لئے نہایت درجہ موجب رحمت ہوگا اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپ کے خیال میں نہیں۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہ ہوگی۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ پیشگوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے۔ ہزاروں پادری منتظر ہیں کہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔ ہزار ہا مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیشگوئی کے ظہور کے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے معاون بنیں تا کہ خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔''

(کلمہ فضل رحمانی)

خدا غریق رحمت کرے احمد بیگ کو۔ اس نے اپنے ایمان کے مقابلہ میں مرزا کی ایک بھی نہ سنی اور کسی طرح مرتد کو اپنی لڑکی دینا گوارہ نہ کیا۔ نہ دولت کی طمع نہ موت کا خوف۔ کوئی بھی اس کے قدم ڈگمگا نہ سکا۔ اس خط سے قارئین کو پورا اندازہ ہوگا کہ اس پیشگوئی کو خود مرزا کیا سمجھ رہا تھا۔ اگر خدا کی طرف سے سمجھتا تو یقین رکھتا کہ ہو کر رہے گی۔ اس میں ہزار ذلت کی، منت سماجت کی کیا حاجت تھی؟ مگر وہ تو اپنی حقیقت جانتا تھا اور اپنے اثرات پر نازاں تھا۔ ہونے والی بات سمجھ کر پیشگوئی کر دی۔ مگر احمد بیگ نہیں مانے اور عقد کی تاریخ مرزا کے کے سر پر آ گئی تو عاشق کو صبر کہاں؟ اور کیسی ذلت ورسوائی؟ پھر ایک خط احمد بیگ کی بہن کو لکھا جس کی لڑکی عزت بی بی مرزا غلام احمد کذاب کے لڑکے فضل احمد کو بیاہی ہوئی تھی۔ سنئے! ''والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح تم سمجھا سکتی ہو اس کو سمجھا دو۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں مولوی نورالدین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے اور

اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے۔ سو امید کرتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا جائے گا۔ جس کا مضمون یہ ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی بیگم کا نکاح غیر کے ساتھ کرنے سے باز نہ آئے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے، عزت بی بی کو تین طلاقیں ہیں۔ سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا نکاح کسی دوسرے سے ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔ سو یہ شرطی طلاق ہے۔ اور مجھے اللہ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں اور اگر فضل احمد نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا۔ پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہتا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی۔ مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی بات کچی نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کروں گا اور خدائے تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہ رہے گا۔"

(راقم مرزا غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج ۶ رمئی ۱۸۹۹ء، مندرجہ کلمہ فضل رحمانی)

شاباش! کیا شان نبوت ہے۔ کیا کیا ہتھکنڈے ہیں۔ سب جتن کر ڈالے۔ مگر افسوس! جو ناکامی بے چارے کی تقدیر میں لکھی تھی، غالب رہی۔ نہ فضل احمد نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور نہ محمدی بیگم کا نکاح غیر سے رکا۔ مگر مصیبت آئی اس بڑھیا جنتی مرزا قادیانی کی پہلی بیوی فضل احمد کی ماں پر۔ کیونکہ اس نے اپنے لڑکے کا ساتھ دیا۔ کیونکہ سوت کی بھیانک تصویر نے اس کو ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فضل احمد عاق کیا گیا اور دکھ میں اس کی ماں جنت سے نکالی گئی۔ اس کو بھی تین طلاقیں دے کر علیحدہ کر دیا گیا۔ اس خبیث کذاب مرزا نے ذرا سا خدا کا بھی خیال نہ کیا۔ ابھی تو لوگوں کو سنا چکا تھا کہ میرے اوپر وحی آئی ہے: "یـآدم اسکن انـت وزوجك الـجـنة۔ (تذکرہ ص ۷۰ طبع سوم) اے مرزا تو اور تیری بیوی، فضل کی ماں، جنتی ہے۔" کچھ دیر بھی نہ لگی کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت سے باہر کر دیا۔ اس کو مرزا کی نافرمانی کی وجہ سے ہی طلاق دی گئی اور نبی کا نافرمان کبھی جنتی نہیں ہو سکتا اور مرزا نے دعویٰ کیا کہ وحی میں اس کو جنتی بتایا گیا ہے۔ لہٰذا مرزا کا دعویٰ نبوت باطل اور اس کا کذاب ہونا ثابت۔ مرزا کی دنیا ماتم کدہ بنی ہوئی ہے۔ مدت کی غمخوار بیوی گئی۔ ہونہار بیٹا ہاتھ سے گیا۔ جس امید پر زندگی کے دن پورے کر رہے تھے۔ وہ خاک میں ملی۔

اب تو مرزا کی جان پر بن آئی۔ برداشت نہ کر سکا اور کیسے برداشت کرتا۔ عشق کی چوٹ جو ٹھہری۔ ادھر اس کے خلاف منصوبہ۔ شادی کی تیار ہونے لگی۔ ادھر عاشق ناکام نے چار پائی سنبھالی۔ خود مرزا جی اپنا حال کہتے ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۳۹۸، خزائن ج ۳ ص ۳۰۶،۳۰۵) ''اب اس جگہ مطلب یہ ہے کہ جب پیشگوئی معلوم ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ جیسا کہ اب تک بھی جو ۱۶/اپریل ۱۸۹۱ء ہے پوری نہیں ہوئی تو اس کے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی۔ یہاں تک کہ قریب بہ موت کی نوبت پہنچ گئی۔ بلکہ موت کو سامنے دیکھ کو وصیت بھی کر دی گئی۔ اس وقت گویا یہ پیشگوئی آنکھوں کے سامنے آ گئی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب آخری دم ہے اور کل جنازہ نکلنے والا ہے۔ تب میں نے اس پیشگوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے اور معنی ہوں گے جو میں سمجھ نہ سکا۔ تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا: ''الحق من ربك فلاتكونن من الممترين۔ یہ بات میرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔''

ہائے عشق تیرا سہارا۔ جاں کندنی کا وقت ہے۔ وصیت ہو چکی۔ موت سر پر کھڑی دکھائی دے رہی ہے۔ مگر آہ رٹ ہے تو اسی کی۔ خیال ہے تو اسی کا۔ مگر واہ رے استاد خوب مرتے وقت آ گیا اور کان میں کہہ گیا۔ گھبراتا کیوں ہے؟ ہوگا وہی جو پہلے بتا چکا تو سخت جان ابھی مرتا ہے؟ آخر دنیا کی ذلتیں کون جھیلے گا؟ اتنا سننا تھا کہ مرزا نے سنبھالا لیا۔ مگر افسوس! ۱۸۹۲ء مرزا کے لئے انتہائی منحوس ثابت ہوا۔ محمدی بیگم کا عقد سلطان محمد بیگ سے ہو گیا۔

مرزا کے دل پر کیا گزری وہی جانے۔ مگر یہ کیا تھوڑی مصیبت بالائے مصیبت تھی۔ مخالفین کے حملے اور جشن تو علیحدہ ہی رہے۔ معتقدین نے ناطقہ بند کر دیا۔ حضور کیسی پیشگوئی تھی؟ کیسا خدا کا وعدہ تھا؟ وعدہ کیا آپ سے اور دلا دیا سلطان محمد کو۔ یہ کیسا نشان آسمانی تھا؟ ان مریدوں کو مرزا پر کچھ بھی ترس نہ آیا۔ باوجودیکہ اس کا اترا ہوا چہرہ ان کے سامنے تھا۔ مگر اسے تو دوہری فکر تھی۔ ایک گئی تو گئی یہ دوسری جماعت تو نہ جائے۔ ورنہ سارا گھروندہ ٹوٹ جائے گا۔ تھا بڑا سیانا۔ جھٹ ایک الہام گھڑا اور بگڑے ہوئے مریدین کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ (ازالہ اوہام ص ۳۹۶، خزائن ج ۳ ص ۳۰۵) ''خدائے تعالیٰ ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا۔ باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے اور ہر ایک روک کو درمیان سے ہٹا دے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔'' یہ الہام بڑا زوردار نکالا۔

کیونکہ اس کی امید تا زیست رہ سکتی ہے۔ بیوہ کے ساتھ نکاح کی کیا میعاد ہو سکتی ہے۔ مگر بتا دیا یقینی در یقینی کہ آج نہ سہی، بیوہ ہو کر ضرور آئے گی۔ خدائے تعالیٰ اس کو ہر طرح ہم کو

دلائے گا۔ ہر رکاوٹ کو دور کرے گا۔اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔تاکید در تاکید سے مریدین کے آنسو پچھ گئے۔کیونکہ ابھی تو اس کے بیوہ ہونے کی میعاد باقی تھی۔یعنی ڈھائی برس یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں کہ خدا فرمائے اور وہ بھی چار تاکید کے ساتھ۔یقین ہو ہی گیا۔

مگر جب ڈھائی سال گزر گئے۔تین سال گزر گئے اور سلطان محمد بیگ بدستور زمین پر چلتا پھرتا دکھائی پڑتا تھا۔محمدی بیگم راحت کی زندگی گزار رہی ہے۔یہ جانکاہ مصیبت؟ نہ پوچھئے مرزائیوں کا کیا حال تھا اور خود مرزا کے الہام کی کیا درگت ہو رہی تھی۔مگر پھر بھی یہ سب ہیچ ہیں اور اس محشر زتصور کے سامنے جو مرزا جی کی آنکھوں میں ناچ رہا تھا کہ ثیبہ کی خبر پا کر جان میں جان آ گئی تھی۔اب وہ بھی گئی۔میعاد بیوگی ختم ہوگئی۔

ادھر مریدین کا گھر سے نکلنا دوبھر ہوگیا۔جدھر نکلے پیش گوئی یاد دلائی گئی۔کوئی دجال قادیانی کا نعرہ لگاتا۔کوئی کذاب کہتا۔پھر مرزا قادیانی کی جان سے لگ گئے۔بہت سے تائب ہو کر اپنے پرانے اسلام پر قائم ہوگئے۔یہ اجڑتا ہوا بازار دیکھ کر پھر مرزا نے کروٹ لی اور بولا۔ ’’اس پیشگوئی کا ایک جز یعنی مرزا احمد بیگ کا مرنا،وہ تو پورا ہوگیا۔رہا دوسرا جز یعنی اس کے داماد کا مرنا اور بیوہ کا اس کے پاس آنا۔تو اس کے متعلق (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۴،خزائن ج۱۱ ص۳۳۸)پڑھو۔یاد رکھو کہ اس پیشگوئی کی دوسری جز پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں۔یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی نہیں روک سکتا۔اس کی سنتوں اور طریقوں کا تم میں علم نہ رہا۔اس لئے تمہیں یہ ابتلا پیش آیا۔براہین احمدیہ میں بھی اس وقت سے سترہ برس پہلے اس پیشگوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔جو اس وقت میرے پر کھولا گیا ہے اور وہ الہام جو براہین کے ص۴۹۶ میں مذکور ہے:’’یـآدم اسکن انت وزوجك الجنة یامریم اسکن انت وزوجك الجنة یااحمد اسکن انت وزوجك الجنة ‘‘اس جگہ تین جگہ زوج کا لفظ آیا ہے اور تین نام اس عاجز کے رکھے گئے ہیں۔ پہلا نام آدم۔یہ وہ ابتدائی نام ہے جبکہ خدائے تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اس عاجز کو روحانی وجود بخشا۔اس وقت پہلی زوج کا ذکر فرمایا۔پھر دوسری زوجہ کے وقت میں میرا نام مریم رکھا۔کیونکہ اس وقت مبارک اولاد دی گئی۔جس کو مسیح سے مشابہت ملی اور نیز اس وقت مریم کی طرح کئی ابتلاء پیش آئے۔جیسا کہ مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت یہودیوں کی بدظنیوں کا

ابتلاء پیش آیا تھا۔ اور تیسری زوجہ جس کا انتظار ہے۔ اس کے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت حمد اور تعریف ہوگی۔ یہ ایک چھپی ہوئی پیشگوئی ہے جس کا سر اس وقت خدائے تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا۔ غرض یہ تین مرتبہ زوج کا لفظ تین مختلف نام کے ساتھ جو بیان کیا گیا ہے۔ وہ اسی پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے۔''

یہ الہام تو ''کماً وکیفاً'' تمام سابق الہاموں سے بڑھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ گرگٹ کو مات کر دیا۔ کیوں نہیں۔ انسان تو ہیں۔ پوری قوت سے یقین دلایا کہ احمد بیگ مرحوم کا داماد سلطان محمد بیگ ضرور ضرور میعاد کے اندر مر جائے گا۔ مگر ایک پیشگوئی اس میں بہت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ وہ یہ کہ اگر یہ پیشگوئی صحیح نہ ہوئی تو مرزا قادیانی غلام احمد ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرے گا۔

اسے اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے۔ مگر یہ امید عبث۔ مرزا نے ہزار ہا اس کو الہام کہا۔ مگر اس کے مریدین نے اس کو بھی نہ مانا اور عذر بھی معقول ہے کہ مرزا کی کون سی بات صحیح ہوئی جو اس کو صحیح مان لیں؟ اگر ۵ فیصدی بھی صحیح اترتی تو اس کا اسی پانچ میں شمار کر لیتے۔ مگر وہ تو سر سے ناخن پا تک سراپا کذب ہی کذب تھا۔ ایک بات اس کی مان لی کہ اس کی نبوت کا اقرار کر لیا۔ اس کا بھگتان تو کسی جنم میں ختم ہوتا دکھائی نہیں دیتا اور باتوں کی طرف کون نظر اٹھائے۔ خیر ان کے مریدین مانیں یا نہ مانیں۔ مگر مرزا نے اپنی زندگی میں ایک صحیح بات کہی ہے کہ میری پیشگوئی پوری نہ ہو تو شیطان سے بدتر ہے۔ اس پیشگوئی کی تاکید کو گن لیجئے اور پھر اندازہ لگائیے کہ کتنی پکی پیشگوئی ہے۔ خدا کی وحی بتاتے ہیں اور اتنی تاکید کے ساتھ۔ پھر بھی پوری نہ ہو تو از روئے دلیل اس کا بھی یقین کر لیجئے کہ تیس دجالوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ جس کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے۔ ہاں وہ تاکیدی نمبر گنئے۔ ۱...... یہ پیشگوئی انسان کا افتراء نہیں۔ ۲...... خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ ۳...... خدا کا سچا وعدہ ہے۔ ۴...... کسی صورت ٹل نہیں سکتا۔ ۵...... ذوالجلال کا ارادہ ہے۔ ۶...... تین بیویوں کے لئے وحی آئی ہے۔ ۷...... یہ خدا کا بھید ہے، جو اس پر ظاہر ہوا۔

اس تاکیدی الہام میں دو باتوں کا انتظار ہے۔ جسے بہت اچھی طرح محفوظ رکھنا چاہئے۔ ایک تو سلطان محمد بیگ کے مرنے کا۔ دوسرا محمدی بیگم کے بیوہ ہو کر غلام احمد قادیانی کی تیسری بیوی ہونے کا۔

اور اس وحی میں یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مرزا کا نام ابتدائی بچپن میں آدم تھا اور جوانی میں مریم اور آخری دور بڑھاپے میں احمد ہے۔ اس کے ساتھ پیشگوئی بھی پڑھ لیجئے جو (انجام آتھم ص ۳۱، خزائن ج ۱۱ ص ۳۱ حاشیہ) پر ہے۔ ''میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ کی

تقدیر مبرم ہے۔ اس کا انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں ۔ یہ پیشگوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آ جائے گی۔'' لیجئے! یہ تو کہنے کا نہ رہا کہ مرزاجی دوسروں کے مرنے کی پیشگوئیاں کرتے ہیں۔ اب تو بے چارے اپنی جان سے تنگ آ کر یہ کہہ بھاگے کہ مرزا کو اس وقت کذاب دجال کہنا جب اس پیشگوئی سے پہلے مرجاتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پیشگوئی پوری ہونے سے پہلے دجال قادیانی مرگیا۔ کیا قادیانی جماعت کو مرزا کے کذاب ہونے میں اب بھی شبہ ہے؟ نہ معلوم ان لوگوں نے مرزا کو کیا مانا اور کیسا مانا۔ نبی ماننا جیسا کہ ان کی کتابوں سے سمجھا جاتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ نبی ماننے کے معنی تو یہ تھے کہ اس کے ہر حکم کو سر آنکھوں پر لیا جائے۔ اس کے حکموں کی تعمیل کی جائے۔ مگر کتنا غضب ہے کہ وہ بے چارہ کہے کہ بجائے غلام احمد کے کذاب کہو اور یہ لوگ اس کی مخالفت میں نبی کی رٹ لگائے جاتے ہیں۔ خیر اس دوسری پیشگوئی سے آٹھویں تاکید شمار میں رہے کہ موت سلطان محمد بیگ تقدیر مبرم ہے۔ جس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل ممکن نہیں۔ اگر بدل جائے تو مرزا کذاب ہے۔ مفتری ہے۔ خبیث ہے۔

ان تمام تاکیدوں کو ذہن میں رکھئے کہ کیا اب پیشگوئی ٹل سکتی ہے؟ جس میں بار بار کہا جائے کہ یہ خدا کا وعدہ ہے۔ ٹل نہیں سکتا۔ خدا نے کہا کہ یہ میرا وعدہ ہے۔ جو ٹل نہیں سکتا۔ وحی کے الفاظ یہ ہیں: ''لایردوقت العذاب عن القوم المجرمین'' ان پر سے عذاب کا وقت ہرگز نہیں ٹالا جاسکتا۔ اب جبکہ میعاد ختم ہوگئی اور سلطان محمد بیگ مع محمدی بیگم عیش وراحت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیا ہوا ہوگا؟ کتنوں کو ایمان نصیب ہوا؟ مرزا پر نفرین کرتے لعنت بھیجتے ہوئے اس کے حلقہ تزویر سے باہر آتے اور شاہراہ اسلام پر لگتے اور قریب تھا کہ اس کے بازار کی پوری رونق ختم ہو جائے۔ تب اس نے وہی پرانے حربے پھر استعمال کئے اور بات بنائی کہ کیا کروں۔ اس کا داماد خسر کی موت سے بہت گھبرا گیا۔ ڈر گیا۔ اس لئے خدا نے کچھ دنوں کے لئے اس کی موت کو ٹال دیا۔ دیکھو (انجام آتھم ص۲۹، خزائن ج۱۱ حاشیہ ص۲۹) ''رہا اس کا داماد سو وہ اپنے رفیق اور خسر کی موت کے حادثہ سے اس قدر خوف سے بھر گیا تھا کہ گویا قبل از موت مر گیا اور اس بات کو کون نہیں سمجھ سکتا کہ جب ایک ہی پیشگوئی دو شخص کی موت کی خبر دیوے اور ایک ان میں سے مر جائے تو دوسرے پر اس موت کا طبعاً وفطرتاً اثر پڑ جاتا ہے۔ سو اس جگہ ایسا ہی ہوا۔ لہٰذا سنت اللہ کے مطابق جس کا ذکر ہم بار بار پڑھ چکے ہیں۔ اس وعید کی میعاد میں تخلف ہوگیا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص۱۳، خزائن ج۱۱ ص۲۹۷) پر لکھا کہ: ''اس کے داماد کی موت وہ الہامی

شرط کی وجہ سے دوسرے وقت پر جاپڑا۔" دیکھا آپ نے کہاں تو وہ زور شور کہ ربانی وحی ہے۔ سلطان محمد بیگ کی موت تقدیر مبرم ہے۔ جو کسی صورت ٹل نہیں سکتی۔ خدا کا وعدہ ہے۔ پورا ہو کر رہے گا۔ وہ آسمانی منکوحہ ہے۔ مرزا وحی سنا چکا تھا۔ زوجنکھا کہ خدائے تعالیٰ نے مرزا کا نکاح محمدی بیگم سے کر دیا۔ ان تمام باتوں کے بعد جب وقت ختم ہوگیا۔ تو خبیث اس حتمی وعدہ کو شرطی بنا رہا ہے کہ اس کا داماد خوف زدہ ہوگیا۔ اس لئے اس کو موت نہیں آئی اور پھر یہ الزام خدا پر تھوپتا ہے کہ سنت اللہ اسی طرح پر قائم ہے۔ معاذ اللہ!

او خبیثو! سنت اللہ تو یہ ہے جو قرآن مجید میں لکھا ہے: "فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله" ﴿خدائے تعالیٰ اپنے رسولوں سے وعدہ کر کے کبھی خلاف نہیں کرتا﴾ جو وعدہ کرتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس خبیث کذاب نے وعدہ خلافی کو سنت اللہ بنا دیا۔ جسے ایک معمولی انسان بھی اپنے لئے عیب سمجھتا ہے۔: "سبحٰن الله عما یصفون"

یہاں مرزا ایک خاص الہام اسی صفحہ پر لکھتا ہے: "ایتها المراة توبی توبی فان البلاء علی عقبك۔ یعنی اے عورت (عورت سے مراد احمد بیگ ہوشیار پوری کی بیوی کی والدہ ہے) توبہ توبہ تیری دختر اور دختر دختر پر بلا نازل ہونے والی ہے۔ سو ایک بلا تو نازل ہوگئی کہ احمد بیگ فوت ہوگیا اور بنت البنت کی بلا باقی ہے۔ جس کو خدائے تعالیٰ نہیں چھوڑے گا۔" (مکتوب احمد ص۲۱۲،۲۱۳، خزائن ج۱۱ ص۲۱۴) "الهام توبی توبی فان البلاء علی عقبك" ۱۸۸۶ء میں ہوا تھا۔ اب اس کذاب کی کذب بیانی ملاحظہ ہو۔ نکاح کا خیال ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوا۔ محمدی بیگم کی شادی ۱۸۹۲ء میں ہوئی اور ان مظلومین پر توبی توبی کا ۱۸۸۶ء اس وقت آیا جب اس نکاح کا کوئی تذکرہ بھی نہ تھا اور وہ بھی صیغہ خطاب ساتھ اس عربی پیشگوئی کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ "اے عورت توبہ کر توبہ کر کیونکہ بلا تیری پیٹھ پر ہے۔ یا تیرے پیچھے ہے۔ مرزا اس عورت سے مرزا احمد بیگ کی بیوی کی ماں مراد لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کی لڑکی اور لڑکی کی لڑکی پر بلا نازل ہونے والی ہے۔" پھر لکھتا ہے "سو ایک بلا ٹل گئی کہ احمد بیگ مر گیا۔" دو بلاؤں کے متعلق بتایا اور دونوں کا مورد بھی بتایا۔ ایک والدہ زوجہ احمد بیگ کی لڑکی اور دوسرے والدہ زوجہ احمد بیگ کی لڑکی کی لڑکی۔ پھر لکھتا ہے کہ: "ایک بلا نازل ہوگئی۔ یعنی لڑکی مرگئی۔" جبکہ لڑکی کی لڑکی پر اب آنے والی ہے اور مرنے والے کا نام بتایا احمد بیگ۔ جو نہ لڑکی ہے نہ اس کا لڑکا۔ یہ ہے مرزا کا جنوں جس کے متعلق سوال کرتا ہے کہ لوگ مجھے مجنوں کیوں کہتے ہیں۔ بجائے اس کے اگر مرزا قادیانی یہ تاویل کرتا تو ہر پیش گوئی صادق آتی اور اچھی خاصی نبوت جگمگا اٹھتی اور کہیں سے کوئی پیشگوئی اکھڑنے

نہ پانی چاہے وہ اپنی پیشگوئی میں بجائے اتنے ابہام کے تاریخ اور دن اور ساعت کی بھی قید لگا دیتے۔ جب بھی ڈگری اس کی مرزا کے ساتھ ہوتی اور قاعدہ کے لحاظ سے غلط بھی نہیں۔ بلکہ جتنی دوراز کار تحریف قرآن کی تاویل نام رکھ کر کی ہے۔ اس سے یہ کہیں قریب فہم ہے۔ سنو! تاویل یہ ہے کہ پیشگوئی مرزا احمد بیگ، تین سال کے اندر مر جائے گا۔ اس سے اہل محلہ احمد بیگ یا اہل شہر احمد بیگ مراد ہیں۔ کیا ایک آدمی بھی تین سال کے اندر اس محلہ میں نہ مرا ہوگا۔ بس پیشگوئی پوری ہوگئی۔ مگر یہ بے چارے کو نہ سوجھی اور وہ سوجھی جس سے دنیا بھر میں ذلت خواری ہوئی۔ ہر عقل سلیم رکھنے والا انسان سمجھ سکتا ہے کہ اس پیشگوئی کا مورد وہ عورت نہیں اور نہ قاعدہ کے لحاظ سے تخاطب صحیح ہوسکتا ہے۔ اس جملہ کے مخاطب کا بوقت الہام ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا اب اس کی اصل مجھ سے سنئے۔ اس میں تو شک نہیں کہ یہ الہام مرزا پر ہو۔ مگر مرزا قادیانی اس کے معنی نہ سمجھ سکا۔ چنانچہ اس کا اعتراف ازالہ اوہام میں مرزا نے خود کیا ہے اور سبق کی عبارتوں سے آپ نے بھی جانا تو اس الہام کے معنی بھی اگر اس کی سمجھ میں نہیں آتے تو کیا جائے۔ تعجب ہے یا سمجھا مگر اظہار مناسب نہ جانا ہو۔ اس کی واقعی صورت یہ ہے کہ مرزا پر تین دور گزرے۔ ایک بچپنا کا جس میں اس کا نام آدم تھا۔ دوسرا زمانہ شباب کا، جس میں اس کا نام مریم تھا۔ تیسرا اور آخری دور جس میں اس کا نام احمد تھا۔

پھر سید علی گڑھی سے دب کر غلام احمد ہوا۔ یہ نہیں بتا سکتا کہ غلام کے یہاں پر لغوی معنیٰ ہیں یا اصطلاحی؟ اگر انہوں نے کہیں بیان کئے ہوں تو میری نگاہ سے نہیں گزرا۔ اس پچھلے دور کا تخاطب وہ ہے۔ جو الہامی کتاب (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۴۹۷، حاشیہ در حاشیہ، خزائن ج۱ ص۵۹۰) میں درج ہے۔: ''یامریم اسکن انت وزوجك الجنة'' اس کی پوری وضاحت مرزا کے ان اشعار سے معلوم کیجئے۔

آں خدائے قادر ورب العباد — در براہیں نام من مریم نہاد
مدتے بودم برنگ مریمی — دست نادیدہ نہ پیراں نامی
ہمچو بکرے یا فتم نشوونما — از رفیق و راہ حق ناشناسا
بعد ازاں آں قادر ورب مجید — روح عیسیٰ اندراں مریم دمید
پس زنفخش رنگ دیگر شد عیاں — زاد آں مریم مسیح ایں زماں
ایں ہمہ گفت است رب العالمیں — گرنمی دانی براہیں را براہیں

(حقیقت الوحی ص۳۳۰، خزائن ج۲۲ ص۳۵۲)

ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ خدائے قدوس نے کتاب براہین احمدیہ میں مرزا غلام احمد کا نام مریم رکھا۔ ایک زمانہ تک وہ مریم رنگ میں رہا۔ کسی نے کوئی دست درازی نہ کی۔ بلکہ باکرہ لڑکیوں کی طرح بڑھوتری ہوتی رہی۔ اس وقت کوئی آشنا تھا نہ حق کا راستہ معلوم تھا۔

اس کے بعد خدا نے اسی مریم میں عیسیٰ علیہ السلام کی روح پھونک دی۔ اس پھونک سے دوسرا رنگ پیدا ہوگیا (حاملہ ہوگیا) تو اس مریم (غلام احمد) نے اس زمانے کے مسیح موعود (غلام احمد) کو جنم دیا۔ اگر اس میں سننے والوں کو کچھ شک یا تعجب معلوم ہو تو براہین احمدیہ دیکھیں جس میں یہ باتیں خدا کی کہی ہوئی ہیں۔ مرزا نے اپنی طرف سے نہیں کہا۔ اب تو سامعین کو یقین کرنا چاہئے کہ ایک دور میں مریم تھے اور صرف یہی نہیں کہ تانیث مصوری تھی۔ بلکہ حقیقی وہ بھی باردار رنگ بھی دیگر ہوگیا تھا۔ زچگی کے دن بھی خیریت سے گزرے۔ بہرصورت کوئی پہلو ثبوت نسائیت میں اشتباہ ہی نہیں۔ اسی دور میں جب انہوں نے وحی ربانی کا دعویٰ کیا اور حمل نفخ سے ثابت کیا۔ تو یہ الہام ہوا ''یاایتھا المراۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبك'' اے عورت توبہ کر توبہ۔ کیونکہ بلا تیرے پیچھے ہے۔ اگر توبہ نہ کرے گی تو ذلیل ہوگی۔ رسوا ہوگی۔ اور یہی ہوا بھی۔ کیونکہ اس نے توبہ تو کی نہیں۔ بلکہ مریم سے ابن مریم بنا۔ مسیح موعود بنا۔ نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا۔ تب اس پر بلا نازل ہوئی۔ بیوی چھوٹی۔ بڑھاپے کا سہارا چھوٹا۔ ایک پر لوٹا لیا۔ وہاں سے بھی راندہ درگاہ ہوا۔ مناظرہ میں شکست کھائی۔ پیشگوئی میں جھوٹا ہوا۔ دیکھو آپ نے الہام کہاں کا تھا۔ لگایا اس نے کہاں۔ بھلا جوڑ کھاتا تو کیونکر۔ جب سرکشی اس کی بڑھتی چلی گئی۔ تو پھر الہام ہوا جو براہین احمدیہ میں لکھا ہوا ہے۔ ''ازیب من یریب'' اے مرزا اگر تو خاتم النبیین میں شک کرتا رہا تو میں تجھے پگھلا دوں گا۔

اب کسی طبیب سے معلوم کرو کہ پگھلانے والے کون کون مرض ہیں اور ان میں سے کوئی مرض مرزا کذاب کو لاحق تھا یا نہیں؟ اگر لاحق تھا تو پیش گوئی پوری ہوگئی اور اگر ایسا کوئی مرض لاحق نہ ہوا ہو تو پھر ڈھونڈو کہ وہ کون تھا۔ آدمی کو دھیرے دھیرے پگھلانے والے یہ دو مرض ہیں۔ ایک تپ دق کہ پگھلتے پگھلتے ہڈی چمڑا رہ جاتا ہے۔ دوسرا ذیابیطس۔ اس میں بھی انسان روز بروز دبلا اور ضعیف اور پگھلتا جاتا ہے۔ اب قادیانی دلیل سنئے۔ عسل مصفٰی ص ۸۵: ''ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت اقدس کو الہام ہوا کہ تیرے نکاح میں ایک باکرہ اور ایک بیوہ آئے گی اور باکرہ شریف خاندان سادات سے ہوگی۔ یہ بات اپنے دوستوں اور واقفوں سے ظاہر بھی کردی تھی۔ مگر چونکہ تپ دق کی بیماری اور گوشہ گزینی کی وجہ سے اس قدر کمزور تھی کہ نکاح کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی

تھی۔'' اس عبارت میں تو بہت سی دلچسپ باتیں ہیں۔ یہ ضعف کا عالم کہ دیکھنے والے شادی کی ضرورت قطعی نہ سمجھیں۔ مگر آپ ہیں کہ حرص میں دیوانے ہوئے نت نئے الہام شادی کے تراش رہے ہیں۔ کبھی باکرہ کر کے دل کو خوش کرلیا۔ کبھی اپنی کمزوری کا کچھ احساس کر کے ثیبہ کا الہام بنالیا۔ مجھے تو یہاں پر صرف اتنا بتانا تھا کہ قہر خداوندی تپ دق اور ذیابیطس کی شکل میں مرزا پر آنے والا تھا آیا یا نہیں؟

تو بحمد للہ تعالیٰ مرزا کے خاص صحابی ان نو عدد مخصوصین میں سے صاحب عسل مصفےٰ نے شہادت دی کہ مرزا تپ دق میں مبتلا تھا۔ اب رہ گیا ذیابیطس کا معاملہ تو جب ایک بلا واقعی آ گئی تو دوسری بھی ہوگئی۔ مگر تخمیناً نہیں۔ اس کا بھی حوالہ سن لیجئے۔ وہی گواہ پھر آ دھمکے۔

(عسل مصفےٰ ص ۷۲۰)'' حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح دو زرد رنگ کی چادر پہنے ہوئے نازل ہوں گے۔ یہ بات بھی اس امام میں صادق ہے۔ چونکہ یہ کشفی کلام ہے۔ زرد چادروں کے معنی لغات کشفی میں لکھا ہے۔ دو بیماریاں ہوں گی۔ سو یہ دونوں بیماریاں دائمی لے کر مسیح موعود نازل ہوئے۔ اس میں ایک تو ذیابیطس کی بیماری ہے۔ جو بدن کے نیچے حصہ کی چادر ہے۔'' اس حدیث کے بیان کرنے میں جو اس دجال کے شاگرد نے خباثت کی ہے۔ کہ حضور ﷺ حدیث بیان فرمائیں اور یہ اپنا مطلب بنانے کے لئے خواب خیال بتائے اور لغات کشفی کا حوالے دے۔ کیا کوئی قادیانی ہے جو لغات کشفی یا کسی لغت میں زرد چادر کے معنی بیمار کے دکھلائے؟ اگر غیرت ہو۔ مجھے تو یہاں صرف اتنا بتانا ہے کہ مرزا دجال قہر الٰہی سے پگھلنے والے مرض ذیابیطس میں مبتلا تھا۔ یہ عسل مصفےٰ سے ثابت ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ شروع ہی سے ہے۔ جیسا الہام کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ مریمیت میں جب اس نے توبہ نہ کی اور دعویٰ نبوت کیا۔ اس وقت سے عذاب الٰہی میں مبتلا ہوگیا۔

چنانچہ خود مرزا نے حقیقت الوحی میں دوران ذیابیطس کی ابتداء دعویٰ نبوت سے تسلیم کی ہے۔ جو بطور نشانی آسمانی ہے اور مرتے دم تک اس سے نجات نہیں ملی اور نجات ملتی بھی کیسے؟ وہ تو توبہ پر موقوف تھی اور توبہ ہوئی نہیں۔ اسی میں پگھلتا رہا اور پگھلتے پگھلتے ایک دن چل بسا جہاں اس کا ٹھکانا تھا۔

دیکھا آپ نے خود اس کے الہام میں لکھا ہوا تھا کہ اگر تو شک نہ چھوڑے گا اور یقینی طور پر خاتم النبیین مان کر اپنی نبوت و رسالت والہام وحی کے دعوے سے توبہ نہ کرے گا تو پگھلا دیا جائے گا۔ یہ پیشگوئی بالکل ہو بہو صادق آئی اور اس کے صحابیوں نے اس کے پگھلنے کی شہادت

دی۔ جو معنیٰ پیش گوئی کے میں نے بتائے ہیں۔اس کے بعد میری نگاہ مرزا قادیانی کی تحریر پر پڑی۔ جس میں اس نے اس الہام کے معنی لکھے ہیں۔ گو دوسرے کے لئے مگر بات وہی ہے جو میں نے لکھی۔ (دافع البلاء ص۲۳،خزائن ج۱۸ص۲۴۳) پر لکھتا ہے:''انی اذیب من یریب ''فنا کردوں گا۔ غارت کردوں گا۔ میں غضب نازل کردوں گا۔ اگر اس نے شک کیا اور اس پر ایمان نہ لایا اور رسالت اور مامور ہونے کے دعویٰ سے توبہ نہ کی۔ آخر یہی ہوا اور یہ خبیث گھل گھل کر مر گیا۔ فی الحال یہ دو الہامی وحی اس کی شیطنت اور مقہور الٰہی پر روشن دلیل ہیں اور قادیانیوں کے لئے یہی کافی ہے کہ اگر ان کے نبی کا الہام ہے۔ جس کا ماننا ان کے لئے ضروری ہے۔ یہ تو کھل گیا کہ توبی توبی سے مراد احمد بیگ کی بیوی کی والدہ نہیں۔ بلکہ خود قادیانی دجال ہے۔اب سلطان محمد بیگ کے بچنے کی وجہ بتائیں کہ جب پیشگوئی اس کی موت کی اتنی قطعی تھی۔ جو ٹل نہیں سکتی تھی۔ جس پر مرزا نے دعویٰ کیا کہ اگر یہ پیشگوئی پوری نہ اتری۔ تو میں ہر ایک بدتر سے بدتر ہوں۔ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ اس کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ تو کیسے ٹل گئی اور برسوں گزر گئے۔ اپنے منہ سے شیطان سے بدتر ہوا کہ نہیں؟ خدا کو جھوٹا بنایا کہ نہیں؟ اس کے وعدہ کو ٹلتا ہوا دکھایا کہ نہیں؟ اپنے منہ سے اپنی حقیقت ظاہر کر گیا کہ مفتری ہے۔ خبیث ہے۔ شیطان سے بدتر ہے۔ قادیانیوں کو چاہئے کہ اپنے نبی کے بتائے ہوئے لقب سے اس کو یاد کریں۔ یا اس کی کتابوں سے جو کچھ میں نے لکھا ہے۔ اس کو غلط ثابت کریں۔

مگر میں تم کو بتائے دیتا ہوں کہ محمدی بیگم کا بیوہ ہونا خدا نے لکھا ہی نہ تھا۔ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں مرزا پر لعنت بھیجتی ہوئی رخصت ہوگئی اور سلطان محمد اس پیشگوئی کا منتظر رہا جو مرزا نے کی تھی۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔ بحمداللہ ایسا ہی ہوا اور سلطان محمد بیگ نے اپنی آنکھوں سے مرزا کذاب کا جنازہ نکلتے دیکھ لیا اور دنیا نے اس کے مکر وزور اور روز روز کے جھوٹے الہام سے نجات پائی۔ قصہ ختم ہوگیا۔ سب کو توبہ کرلینی چاہئے تھی۔ مگر بے حیائی تیرا برا۔ کیسے کیسے منصوبے گانٹھے گئے؟ کیسی کیسی چالیں چلی گئیں۔ الاماں! مگر اب تو ثابت ہوگیا کہ مرزا کا وہ تسلی والا الہام معتقدین کے لئے بھی کارآمد ثابت نہ ہوا کہ سلطان محمد، مرزا احمد بیگ کی والدہ کی توبہ سے بچ گیا۔

اگر یہ ہوتا بھی کہ والدہ احمد بیگ توبہ کر لیتی تو اس کا اثر سلطان محمد بیگ پر کیسے پڑتا۔ جب کہ وہ آخری سانس تک مرزا کو کذاب کہتا رہا۔ اور مرزا آخر تک اس کو ستاتا رہا۔ کیا کوئی مرزائی یہ کہہ سکتا ہے کہ سلطان محمد بیگ نے کسی وقت ایک لمحہ کے لئے بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی

نبوت کو تسلیم کر لیا تھا۔ ہرگز نہیں۔ جب یہ پیشگوئی مرزا کذاب پر ہر طرح سے کذب الٰہی ثابت ہوئی اور کوئی بات بنائے نہ بنی۔ ہر جگہ جھوٹا کذاب مشہور ہو گیا۔ تو اس دجال نے اعلان کیا کہ اس پیشگوئی کے پورے نہ ہونے میں میرا کوئی قصور نہیں۔ ''خدا نے جھوٹ بولا'' (معاذ اللہ) اس پر لے دے ہوئی تو ایک قصہ تراشا کہ حضرت یونس علیہ السلام سے خدا نے قطعی وعدہ کیا کہ تمہاری قوم پر چالیس دن کے اندر عذاب نازل ہوگا۔ چنانچہ حضرت یونس نے اپنی قوم کو نزول عذاب کا دن بتایا۔ مگر عذاب نہ آیا۔ تو حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے خفا ہو کر یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ خداوند تو مجھے ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ مجھ سے قطعی وعدہ بلاشرط کر کے پھر مجھ کو ذلیل کیا۔ اب کیا منہ لے کر قوم کے سامنے جاؤں۔

(عسل مصفےٰ ص۸۱۰) اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس کو وحی کی کہ نینوا کو جا کر انذار کہ تم پر چالیس روز میں عذاب نازل ہوگا۔ مگر چالیس روز گزر گئے اور کوئی عذاب نازل نہ ہوا اور نہ اس بارہ میں ان کو کوئی وحی ہوئی۔ گویا مرزائی نے خدا کے جھوٹ بولنے کی یہ مثال بنا کر دلیل قائم کر دی اور ایک آیت قرآن مجید کی لکھ دی: ''فلولا کانت قریة امنت فنفعها ایمانها الا قوم یونس لما امنو کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوٰة الدنیا ومتعناهم الی حین '' ﴿ کیونکہ کوئی بستی ایمان نہ لے آئی تا کہ ایمان کا لے آنا اس کو فائدہ مند پڑتا مگر یونس کی قوم ہی ایک ایسی قوم تھی کہ جب وہ ایمان لائی تو ہم نے ذلت اور رسوائی کا عذاب ان سے ٹال دیا اور ایک مدت تک ان کو دنیا میں رہنے دیا﴾ پھر آگے لکھتا ہے: ''یہ لوگ (قوم یونس) عذاب سے ڈر کر سرکشی سے باز آتے اور ایسے ثابت قدم ہوئے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ غرض ان کی اس طرح کی توبہ سے عذاب ٹل گیا۔ ادھر حضرت یونس علیہ السلام ناراض ہو گئے کہ میری بات جھوٹی ہو گئی۔ اب یوں لوگوں میں رہنا حرام ہے۔ بلکہ بے بس کر پکار اٹھے کہ میرا مرنا جینے سے بہتر ہے۔ اپنی جھوٹی پیشگوئی الہام الٰہی ثابت کرنے کے لئے خدا کو بھی جھوٹا بنایا اور حضرت یونس علیہ السلام کی بھی شدید توہین کی اور مرزا نے (انجام آتھم ص۲۲۵، خزائن ج۱۱ ص۲۲۵) پر لکھا: ''ان قوم یونس عصموا امن العذاب مع انه لم یکن شرط التوبة فی نباء الله رب الارباب۔ قوم یونس سے عذاب ٹل گیا۔ حالانکہ پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی۔ بلکہ قطعی اور مبرم تھی۔''

جتنی عبارتیں میں نے قادیانی کی نقل کیں۔ وہ سب اس کی طبع زاد اور خانہ ساز ہیں۔ نہ حدیث میں پتہ، نہ قرآن مجید میں۔ یہ تو آپ کو یاد ہوگا کہ یہ دلیل گھڑی کیوں گئی۔ اس لئے تا کہ ثابت ہو جائے کہ سلطان محمد بیگ موت سے ڈر گیا۔ اس لئے عذاب ٹل گیا۔ اس پر موت نہ

آئی۔ جیسے قوم یونس ڈرگئی تو اس پر عذاب نہ آیا۔ اس سے نہ صرف حضرت یونس علیہ السلام کی نبوت گئی اور نہ مرزا کی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ مرزا کی پیشین گوئی یہ ہے کہ محمدی بیگم کا جس سے نکاح ہوگا۔ وہ ڈھائی برس کے اندر مر جائے گا اور اس کا مرنا قطعی تقدیر مبرم ہے۔ خدا کا وعدہ ہے جو کسی صورت ٹل نہیں سکتا (اگر تمام جملے نظر انداز کر دیئے جائیں اور پیشین گوئی کا ایک الہامی جملہ صرف پیش نظر ہو کہ کسی صورت سے ٹل نہیں سکتا۔ تو سوال یہ ہے کہ خوف کی وجہ سے یا توبہ کی وجہ سے یا تم کو نبی ماننے کی وجہ سے بہر صورت کوئی وجہ مانو اس وجہ سے یہ پیشین گوئی ٹل گئی یا نہیں) ضرور ٹل گئی۔ تو یہ خدا کا کلام نہ ہوا (کہ کسی صورت سے ٹل نہیں سکتا) اور مرزا قادیانی کہتا ہے کہ الہام ہے۔ وحی ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی کاذب مفتری ہوا۔

اور حضرت یونس علیہ السلام کی اگر پیشین گوئی مان لی جائے۔ تو یہ ہوگی: ''اے قوم اگر تو نہیں مانتی تو تجھ پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔'' میں نے یہ کہا اگر مان لی جائے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا یہ پیشین گوئی کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ انذار ثابت ہے اور یہ تو ان کا کام ہی ہے۔ ہر نبی آئے۔ تشریف لائے کہ فرمانبرداروں کو جنت اور رضائے الٰہی کا مژدہ سنائیں اور نافرمان باغیوں کو عذاب الیم سے ڈرائیں۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے ایسا کیا۔ اب دونوں پیشین گوئیاں ایک جگہ جمع کیجئے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی پیشین گوئی

''اے قوم! اگر تو نہیں مانتی تو تجھ پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔''

مرزا دجال کی پیشین گوئی

''محمدی بیگم کا جس سے نکاح ہوگا۔ ڈھائی برس کے اندر مر جائے گا۔ محمدی بیگم مرزا کے نکاح میں آئے گی۔ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ تقدیر مبرم ہے۔ کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ کوئی روک نہیں سکتا۔''

اگر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہونے والا تھا اور آپ کی قوم گریہ وزاری میں لگی۔ توبہ کی اور وہ بھی ایسی توجہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ یوں عذاب ٹل گیا تو اس میں حضرت یونس علیہ السلام کی کیا تکذیب ہوئی؟ ان کی تو پیشین گوئی یہی تھی کہ ایمان نہ لاؤ گے۔ توبہ صحیحہ نہ کرو گے تو عذاب نازل ہوگا۔ توبہ صحیحہ کر لی۔ عذاب ٹل گیا۔ عذاب کا آنا مشروط تھا ان کے کفر کے ساتھ۔ جب کفر چھوڑا عذاب سے چھوٹ گئے۔

اس میں حضرت یونس علیہ السلام کیسے جھوٹے ہوئے؟ اپنی بات بنانے کے لئے بے ایمان مرزا نے یہ جڑ دیا کہ حضرت یونس خدا سے خفا ہوکر بھاگ گئے اور خدا فرماتا ہے: "وذاالنون اذذهب مغاضبا" حضرت یونس علیہ السلام قوم سے خفا ہوکر کہ قوم نے اس وقت تک ان کا کہا نہیں مانا تھا۔ چلے گئے۔ یہ خبیث کہتا ہے کہ خدا سے ناخوش ہوگئے۔ اس بے لگام کو کیا کہا جائے اور کہاں کہاں اصلاح کی جائے۔ سر سے پاؤں تک ایک ہی قسم کی غلاظت سے آلودہ ہے۔

قوم یونس علیہ السلام کا اصل واقعہ جو قرآن مجید وتفاسیر سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ یہ قوم نینوا میں مقیم تھی۔ کفر وشرک ان کا مذہب تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام ان کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ آپ نے بت پرستی سے روکا اور ایمان لانے کی تلقین فرمائی۔ ان لوگوں نے انکار کیا اور انکار پر مصر رہے اور آپ کی تکذیب کرنے لگے۔ آپ نے اس قوم کو متنبہ کیا۔ دیکھو! ایمان لے آؤ ورنہ عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ یہ سن کر لوگ آپس میں کہنے لگے حضرت یونس تو جھوٹ بولتے نہیں۔ جب انہوں نے عذاب کی خبر دی ہے تو آ کر رہے گا۔ پتہ لگاؤ، حضرت یونس علیہ السلام رات میں نینوا میں گزارتے ہیں، یا چلے گئے۔ اگر چلے گئے تو یقیناً عذاب آئے گا۔ حضرت یونس کو نہ پایا اور صبح ہوتے ہی تمام شہر میں سیاہ دھواں چھا گیا۔ جو عذاب کی نشانی تھی۔ لوگ گھبرائے اور یقین ہوگیا کہ عذاب آنے والا ہے۔ کیونکہ نشانی ظاہر ہوگئی۔ اب سب کے سب حضرت یونس علیہ السلام کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے۔ مگر وہ نہ ملے۔ اب اندیشہ اور قوی ہوگیا۔ تو پوری قوم معہ اپنی عورتوں، بچوں، جانوروں کے آبادی سے باہر نکل گئی۔ بادشاہ وقت اور گدا سب ہی اس میں شامل ہوئے۔ زیبائش اور آرائش کے کپڑے ہر ایک نے اتار پھینکے اور موٹے موٹے کپڑے اپنی بے کسی ظاہر کرنے کے لئے پہن لئے اور توبہ کرنے لگے۔ نہایت خشوع وخضوع سے توبہ کی اور ایمان لے آئے۔ اقرار کیا کہ اے اللہ! جو کچھ حضرت یونس علیہ السلام ہم لوگوں کے پاس لے کر آئے ہم سب پر ایمان لائے اور توبہ صحیحہ کر کے لوٹا ہوا مال واپس کیا۔ جو جو مظالم تھے۔ سب سے توبہ کی۔ معافی چاہی۔ یہاں تک کہ ایک پتھر اگر کسی کا لے کر اپنے مکان میں لگائے ہوئے تھے۔ تو بنیاد کھود کر اس کا پتھر واپس کیا۔ گویا پورے خلوص سے توبہ کی۔ خدائے قدوس وغفار نے ان پر رحم فرمایا۔ دعا قبول ہوئی اور عذاب اٹھالیا گیا۔ یہی حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو عذاب نازل ہوگا۔ ایمان لے آئے بچ گئے۔

اب مرزا قادیانی کی پیشین گوئی تفصیلی طور پر تو ورق پلٹ کر پڑھ لیجئے۔ مگر اجمالاً میں

دہرائے دیتا ہوں۔ مرزا کا اصل واقعہ جو مرزا کی کتابوں میں ہے۔ یہ ہے کہ اس نے محمدی بیگم سے نکاح کرنا چاہا۔ بہت کچھ زور دیا مگر نہیں ہوا۔ کبھی عربی الہام سنایا۔ کبھی اردو میں۔ عربی کے الہام یہ ہیں:

"(۱)زوجنا کھا۔(۲)امرمن لدنا انلکنا فاعلین ۔(۳)الحق من ربك فلا تکونن من الممترین (۴)لا تبدیل لکلمات اللّٰہ (۵)ان ربك فعال لما یرید"

پانچ الہامات ہوئے۔

پھر جب اس کی شادی ہوگئی تو یہ الہام ہوئے۔:"(۶)**انــــا اردھـــا الیك فسکفیکھم اللّٰہ ویردھاالیك۔ (۷)ولـن تـجد لسنة اللّٰہ تبدیلا (۸)یولد لك الـولد (۹)لاتـخف سـنـعیـد ھـا سیرتھـا الاولی (۱۰)انـااردھـاالیك (۱۱)ان استـجـارتك فـاجرھـا (۱۲)ان شـانـئك ھو الابتر (۱۳)لامبـدل لـکـلـمـاتـه (۱۴)لایرد وقت العذاب من القوم المجرمین**"

(انجام آتھم ص۵۸تا۶۱، خزائن ج۱۱ص ایضاً)

چودھویں صدی کے دجال کے صرف چودہ الہام پر اکتفا کرتا ہوں۔ ترتیب وار ترجمہ سن لیجئے:

"ہم نے آسمانوں پر تیرا نکاح اس لئے کر دیا، یہ ہماری بات ہے، ہو کر رہے گی۔ خدا کی بات ہے اس میں شبہ نہ کرو۔ اللہ کی بات پلٹ نہیں سکتی۔ خدا کا چاہا ٹل نہیں سکتا۔ بیوہ کر کے تجھے واپس لیں گے۔ اللہ ان سب سے بدلہ لے گا اور مسماۃ کو تیرے پاس لوٹائے گا۔ اللہ کی بات میں ہیر پھیر نہیں۔ تجھے اس سے لڑکا بھی ہوگا۔ (دسویں جملہ کا ترجمہ اس کی ہوس پرستی کا نمونہ ہے) تیرے پاس آئے تو رکھ لینا۔ تیرے دشمن ہلاک ہو جائیں گے۔ اللہ کی بات کوئی نہیں روک سکتا۔ ان مخالفین سے عذاب کا وقت ٹل نہیں سکتا۔"

یہ تو مرزا کی پیشین گوئی ہوئی۔ ان میں سے کوئی ایک بھی صحیح نہ اتری۔ سب غلط ہوئی۔ لڑکا ہونا تو الگ رہا، شادی ہی نہ ہوئی۔ دشمن کی ہلاکت کون دیکھے، خود مرزا دین ودنیا دونوں سے گیا۔ بیوی چھوٹی، بچے چھوٹے، دائمی قہر وواویلا میں مبتلا ہوا۔ دنیا میں بھر رسوا وخوار ہوا۔ مسلمان کا ایمان ہے کہ خدا کا کوئی وعدہ ٹل نہیں سکتا۔ جو ٹلنا بتائے وہ بے ایمان ہے۔ مسلمان نہیں۔ اس جگہ قادیانی گر گئے اور خود مرزا مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ توجیہ بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کے خلاف کرنا تو ہرگز جائز نہیں۔ مگر وعید کا خلاف جائز ہے اور مرزا کی یہ پیش گوئی وعید ہے۔

اگرٹل گئی تو ناجائز نہیں نہ کوئی قباحت ہوئی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ بھی فریب اور سراسر فریب ہے۔ اولاً تو وعید کا ٹلنا مسلم نہیں۔ ثانیاً اس پیشین گوئی کو وعید کہنا اور روز روشن کو رات بتانا ہے۔ یہاں صرف چودہ جملے مرزا کی پیشین گوئی کے جمع کئے ہیں۔ پوری جماعت احمدیہ کو چیلنج ہے کہ ان پیشین گوئیوں کا وعید ہونا ثابت کریں اور مجھ سے انعام لیں۔

''زوجنا کھا۔ امر من لدنااناکنا فاعلین۔ الحق من ربك فلاتکونن من الممترین۔ لاتبدیل لکلمات الله ۔ان ربك فعال لمایرید۔ انارادوھاالیك۔ لن تجد لسنته الله تبدیلا۔یولدلك الولد۔لاتخف سنعیدھاسیرتھاالاولیٰ ۔ ارادھا الیك ان استجارتك فاجرھا۔ لامبدل لکلمات''

چودہ الہاموں میں سے یہ گیارہ تو خالص وعدہ کے ہیں۔ باقی تین میں دو حیثیتیں ہیں۔ ہم آپ کی رعایت سے یہ تینوں چھوڑ دیتے ہیں۔ گیارہ کے متعلق کیا حکم ہے؟ مرزائیوں کے اس اعتراض سے اتنا فائدہ ہوا کہ وعدہ کا ٹلنا محال مان لیا۔ اگر ان کو بھی اپنے مراق میں جائز الوقوع کہہ بھاگتے تو کون ان کی زبان کاٹ لیتا؟ پڑھے لکھے قادیانی تو سمجھ گئے ہوں گے۔ ان پڑھ لوگوں کیلئے تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔ وعدہ کہتے ہیں خوشی اور انعام کی خبر کو اور وعید کہتے ہیں عذاب والم کی خبر کو۔ مرزا کہتا ہے کہ خدا نے میرے پاس وحی بھیجی ''زوّجنٰکھا'' ہم نے تیرا نکاح محمدی بیگم سے آسمان پر کیا۔ بولو یہ خوشخبری ہوئی یا بدخبری؟ یقیناً خوشخبری ہے کہ اے مرزا تیری تمنا بر آئے گی۔ دلی مراد پوری ہوگی۔ سکون کی زندگی بسر ہوگی اور ہوا کچھ بھی نہیں۔ تو وعدہ کے خلاف ہوا...... اور خدا کے وعدہ میں خلاف نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ خدا کا وعدہ نہیں، تو کھل گیا کہ مرزا مفتری کذاب ہے۔ اسی طرح ہر جملہ کو سمجھو اور جمع کرلو۔ تو اسی صفحہ میں گیارہ کذب مرزا کا اسی تحریر سے ثابت ہوا۔ اتنا بڑا جھوٹا بھی نبی یا امام ہوسکتا۔ استغفراے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ!

تیسری پیش گوئی فرزند کے تولد کی

مرزا کو ہزار ذلتیں اٹھانی پڑیں۔ مگر تھا بے چارہ اپنی طبیعت سے مجبور۔ کچھ پیشین گوئی کا چسکا پڑ گیا تھا۔ بیٹھے بٹھائے پھر دور کی سوجھی۔ اپنے سلسلہ کی بقاء کا جب خیال آیا تو ابلیسی الہام نے پھر انگڑائی لی اور ایک تازہ الہام سنایا۔ (انجام آتھم ۶۲، خزائن ج۱۱ص ۶۲) ''ونبشرك بغلام علیم مظھر الحق والعلاء '' مرزا کو ایک بڑے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ جو مظہر حق اور بلند رتبہ ہوگا۔ مگر خدا کی شان پیدا ہوئی لڑکی۔ مگر بے حیائی تیرا سہارا۔

پھر الہام ہوا (مسل مصطفےٰ ص ۸۸۶) اپریل کو ایک پیشین گوئی بدیں مضمون کی کہ موجودہ

حمل یا اگلے حمل سے جو ایک حمل کی مدت سے تجاوز نہیں کرے گا، ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ چنانچہ ۷راگست ۱۸۸۷ء کو وہ لڑکا دوسرے ہی حمل سے جو ایک حمل کی مدت سے متجاوز نہیں تھا۔ پیدا ہوا اور وہ لڑکا بشیر اول تھا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہوگیا۔ جس کی وفات پر دشمنوں نے بڑا شور مچایا کہ وہ موعود لڑکا فوت ہوگیا۔ حالانکہ الفاظ اشتہار سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ وہی موعود لڑکا ہے۔"

عسل مصفیٰ والا پہلے حمل کو اڑا گیا۔ یہ لکھا ہی نہیں کہ نفخ شکم تھا۔ رجا کی بیماری تھی یا مرزا کا وہم تھا یا مرزا کی تسلی کے لئے اس کی بیگم نے اس کو ایسا ہی بتایا۔ آخر وہ حمل ہوا۔ کیا سانپ پیدا ہوا یا بندریا۔ خود مرزا قادیانی ہی مسئلہ حلول کی مشق کررہا تھا۔ کچھ ظاہر نہیں کیا۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ پیشین گوئی میں تھا لڑکا ہونا اور پیدا ہوئی لڑکی۔ اب ظاہر کرے تو کس منہ سے؟ مرزا کا اس پیشین گوئی میں پہلا کذب ہوا۔ پھر دوسرے حمل میں خدا خدا کر کے لڑکا پیدا ہوا۔ چونکہ الہامی لفظ تھا: "مبشر ک" اس لئے اس کا نام بشیر رکھا اور خوب جشن منایا۔ عرصہ دراز کے بعد بلکہ زندگی میں مرزا کو یہ پہلا موقع تھا۔ بہت اچھلے کودے۔ مریدوں کی تو پوچھئے نہیں۔ خود مرزا مارے خوشی کے بوکھلا گیا اور دھڑادھڑ نومولود کی منقبت میں الہام بنانے لگا۔ (انجام آتھم ص۵۸، خزائن ج۱۱ص۵۸) "یاتی قمر الانبیاء وامرك یاتی نبیوں کا چاند ہوگا اور تیرے تمام کام پورے ہو جائیں گے۔" پھر اور مگن میں ہوئے تو بے دھڑک بول اٹھے۔ (انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ص۶۲) "کان اللّٰہ نزل من السماء یہ بشیر گویا خدا ہے جو آسمان سے اتر آیا" نعوذ باللہ!

جب اس خبیث نے اپنے بیٹے منا کو خدا بنا دیا۔ تو نہ معلوم اس کذاب باپ کا کیا درجہ ہوگا؟ غیرت الٰہی جوش میں آئی۔ مرزائی جشن منا رہے تھے۔ پیشین گوئی کے صدق پر نبوت کا اعلان کررہے تھے۔ ادھر اس نومولود کی روح قبض کر لی گئی۔ بولو مرزائیو! یہی واقعہ ہے نا؟ یہ دوسرا کذاب ہوا۔ حد ہوگئی۔ خدا بن کر بھی زندہ نہ رہ سکا۔ لڑکا بھی گیا۔ ایمان بھی گیا۔ مگر مرزا چپ رہنے والا کب تھا۔ جو شاید آپ سمجھے ہوں کہ دو دفعہ زک اٹھا کر خاموش ہوگیا ہوگا۔ تین ہزار کی گنتی تو خود مرزا نے بتائی۔ بلکہ تین لاکھ سے زیادہ اس نے پیشین گوئی کی اور معجزات دکھلائے اور اسی سہارے کہ شاید اب کوئی پوری ہو جائے۔ مگر اس کو تو الہام پہلے ہی ہو چکا تھا۔ کودن سمجھا نہیں۔

(انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ص۶۲) "لینبذن فی الحطمة اے مرزا تو جہنم میں ڈالا جائے گا۔" مگر مرزا نے سمجھا کوئی اور ہوگا۔ جس کے لئے جہنم کا حکم ہوا ہے۔ حالانکہ یہ الہام اسی کے لئے تھے۔ "انا نبشرك" کے ساتھ تھا۔ جیسے قرآن مجید میں بشر کے لفظ سے جہنم کی

خوشخبری سنائی گئی ہے۔اس بناء پرتو اس کوگناہوں کاایک ڈھیر جمع کرنا ہی تھا۔اپنی اوراپنی بیگم کی حالت کااندازہ لگاتے ہوئے کہ متحمل حمل ہے۔ پھر پیشین گوئی سنائی۔ (انجام آتھم ص۶۲،خزائن ج۱۱ص۶۲)''یولدلك الولد ویدنی منك الفضل تیرے لڑکا ہوگا اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا۔''اب کی مرزانے کچھ سنبھل کرالہام سنایا۔اس ہونے والے بیٹے کوخدائی کے درجے سے نیچے اتارلایا اور یوں بولا۔(انجام آتھم ص۶۲،خزائن ج۱۱ص۶۲)''خدا کا نور بہت جلد آنے والا ہے۔''

دنیا کوتعجب ہوتا ہے کہ ابولہب ایک لفظ خلاف شان خاتم النبیین ﷺ بولا۔پوری سورۂ سخت کرخت لہجہ میں نازل ہوگئی اور یہ خبیث اپنے بیٹے کو''نور من اللہ'' کہہ رہا ہے اور حضور ﷺ کی ایک صفت کومسخ کررہا ہے اورخدا نہ کچھ نہ بولا توسنو!سنت الٰہیہ جوقائم ہوچکی۔بدل نہیں سکتی۔وہ جب بھی تھی۔اب بھی ہے۔دیکھو مرزا پر الہام قہر نازل ہوا۔(انجام آتھم ص۶۲،خزائن ج۱۱ص۶۲)''عجل جسدله خوار فله نصب وعذاب یہ نور نہیں مٹی کی مورت گائے کی بچھیا ہے۔چلایا کرے دکھ کر مار اور جہنم کاعذاب اس کے لئے ہے۔'''''اذاانکشف السر عن ساقه یومئذ یفرح المومنون''ہم حقیقت کواس کی پنڈلی سے کھول دیں گے تب مومن اس کوجہنم میں دیکھ کرخوش ہوں گے۔

یہ سب الہام اس مرزا کوہوئے۔مگر وہ متنبہ نہ ہوا۔دیکھا آپ نے الہام کالہجہ کتنا سخت ہے۔مرزانے نور کہا۔الہام میں بیل کابچہ سنایا گیا۔مرزانے فضل وکمال والا کہا۔الہام نے ذلیل وجہنمی قرار دیا۔بولومرزائیو!یہ الہام تمہاری کتابوں میں ہے کہ نہیں اورخود مرزا کی مصنفہ کتابوں میں ہیں کہ نہیں۔اگر ہیں توکیا بعد وضوح حق اب بھی جہنمیوں کاساتھ نہ چھوڑو گے؟ ''مابعد الحق الاالضلال''جب مرزا کاافتراء حد سے بڑھا تواس کوواضح غیر مبہم الفاظ میں الہام ہوا۔مگر دجال نے کچھ بھی اس کالحاظ نہ کیا۔(انجام آتھم ص۵۲،خزائن ج۱۱ص۵۲)''هل انبئکم علی من تنزل الشیاطین تنزل علی کل افاك اثیم۔''اے مرزا تجھے ہم بتائیں گے کہ شیطان کس پراترتا ہے۔شیطان ہر مفتری کذاب پراترتا ہے۔کوئی قادیانی جوالہام سے انکار کرے یااس کے معنی کچھ اور بتائے جومرزا پراترا۔

مرزا کی عبارتوں نے بتایا کہ مرزا قادیانی اول درجہ کامفتری کذاب ہے۔شیطان کا چیلا ہے۔شیطان اس کے کان میں پھونکتا ہے اور یہ اپنے مریدین کے دل میں اتارتا ہے۔مرزا

کی عبارتوں سے مرزا کا الہام تو ثابت ہوا۔ مگر کون سا الہام؟ الہام شیطانی ثابت ہوا اور وہ بھی بایں خوبی کہ خود الہام شیطانی الہام ہونے کو بتاتا ہے۔ یہ تو مرزا کے نبوت پر مرزا کے ذاتی دلائل تھے۔ جسے پیشین گوئی کے نام سے اس نے پیش کیا اور ثبوت نبوت کو اس پر منحصر ٹھہرایا۔ اب وہ قرائن سنئے جن سے مرزا نے اپنی نبوت و مسیحیت کو قرین قیاس کرنے کی کوشش کی ہے۔ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی بہت سی علامتیں حدیثوں میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ دجال ظاہر ہوگا۔ یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا۔ حضرت امام مہدی ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب توڑیں گے۔ جزیہ ختم کریں گے۔ لڑائی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ اسلام ہی اسلام دکھائی دے گا۔ تو مرزا قادیانی کو حاجت ہوئی کہ ان تمام پیشین گوئیوں کو اپنے اوپر چسپاں کریں۔

مسیح علیہ السلام کی علامات

چنانچہ (توضیح المرام ص۱۲،۱۳، خزائن ج۳ ص۵۷) پر مرزا قادیانی لکھتا ہے: ''شاید آخری عذر ہمارے بھائیوں کو یہ ہوگا کہ بعض الفاظ جو صحیح حدیثوں میں حضرت مسیح کے علامات میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان کی تطبیق کیونکر کریں۔ مثلاً لکھا ہے کہ مسیح جب آئے گا تو صلیب توڑے گا اور جزیہ کو اٹھا دے گا اور خنزیروں کو قتل کر دے گا اور اس وقت آئے کہ جب یہودیت اور عیسائیت کی ہر خصلتیں مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہوں گی۔'' مرزا کی اس عبارت سے اتنا معلوم ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت کی علامتیں صحیح حدیثوں میں ہیں اور مسلمان حدیث پر ایمان رکھتا ہے۔ اب ہر علامت کے متعلق مرزا قادیانی کی عبارت پڑھئے:

(ازالہ اوہام ص۴۸۲، خزائن ج۳ ص۳۵۹) اور اس حدیث میں دجال کا یہ قول: ''وانی انا المسیح وانی ان یوشك ان یؤذن لی فی الخروج '' جو زیادہ تر اس کے مسیح دجال ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ بظاہر تو اس شبہ میں ڈالتا ہے کہ آخری زمانے میں وہ نکلنے والا ہے۔ لیکن بہت آسانی سے یہ شبہ رفع ہو سکتا ہے جب کہ اس طرح پر سمجھ لیں کہ عیسائی دجال بطور مورث اعلیٰ کے اس دجال کے لئے ہے۔ جو عیسائی گروہ میں پیدا ہوگا اور گرجا ہی سے نکلے گا۔

دجال

اور (ازالہ اوہام ص۴۹۵، خزائن ج۳ ص۳۶۶) ''یقین کرنا چاہئے کہ وہ مسیح دجال جو گرجا سے نکلنے والا ہے۔ یہی (عیسائی) لوگ ہیں۔'' یہ معلوم ہوا کہ مرزا کے نزدیک دجال عیسائی ہے۔

یعنی یہی انگریزوں کی قوم جو اس کے زمانہ میں حکمران تھی اور دجال کے متعلق صحیح حدیث شریف میں آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔

یاجوج ماجوج

مرزا کی عبارت کو محفوظ رکھئے اور ایک دوسری عبارت سنئے۔ (ازالہ اوہام ص۵۰۲، خزائن ج۳ص۳۶۹) اور یاجوج ماجوج کی نسبت تو فیصلہ ہو چکا ہے۔ جو دنیا کی دو بلند اقبال قومیں ہیں۔ جن میں سے انگریز اور دوسرے روس ہیں۔'' اہل سنت وجماعت کے نزدیک حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت کے قریب یاجوج ماجوج ظاہر ہوں گے۔ ان کی سرکشی اتنی بڑھ جائے گی کہ خدا سے جنگ کرنے کے لئے آسمان کی طرف تیر چلائیں گے۔ مگر قدرت خدا کہ ان کے تیر خون آلودہ واپس ہوں گے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ خدا کے لشکر کو ہلاک کر دیا۔ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ ان کا ظہور بھی اور ہلاکت بھی یاجوج ماجوج دونوں نافرمان قوموں میں ایک ساتھ ظاہر ہوگی اور ایک ساتھ ہلاک ہوں گی۔

اب مرزا کا حال سنئے۔ (ازالہ اوہام ص۵۰۹، خزائن ج۳ص۳۷۳) ''ان دونوں قوموں سے مراد انگریز اور روس ہیں۔ اس لئے سعادت مند مسلمان کو دعا کرنی چاہئے کہ اس وقت انگریزوں کی فتح ہو۔ کیونکہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں۔ سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت نالائق مسلمان ہے جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے۔ اگر ہم ان کا شکریہ ادا نہ کریں تو پھر خدائے تعالیٰ کے بھی ناشکر گزار ہیں۔ کیونکہ ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا اور پا رہے ہیں۔ وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں بھی نہیں پا سکتے۔ ہرگز نہیں پا سکتے۔ اسلامی نقطہ نظر سے یاجوج ماجوج کی حقیقت آپ کو معلوم ہوگئی اور مرزا قادیانی کے دھرم کے لحاظ سے بھی یاجوج ماجوج کی حقیقت معلوم ہوگئی۔

اب مرزا مفتری فرماتے کیا ہیں کہ جب یاجوج ماجوج کی جنگ ہو تو اے قادیانیو! تم یاجوج یعنی انگریزوں کے ساتھ ہو جانا اور انہی کی فتح کی دعا کرنا۔ کیونکہ انگریزوں کا مرزا پر بہت بڑا احسان ہے۔ انگریزوں کے زیر سایہ رہ کر مرزا کو راحت ہی راحت ملی۔ جو ان عیسائی انگریزوں کا ساتھ نہ دے گا۔ وہ سخت نادان، نالائق، ناشکر گزار ہوگا اور اسی پر بس نہیں بلکہ وہ خدا کا ناشکر گزار ہوگا۔ یہ درجہ عیسائیوں کا کیوں ہے؟ مرزا خود لکھتا ہے کہ جس سکون کے ساتھ ہم اپنے مشن کو اس حکومت میں چلا سکے۔ کسی اسلامی حکومت میں نہیں چلا سکتے۔ یہ راز شاید جرمنی والوں کو معلوم تھا۔ جب تو وہ کہتے تھے کہ مرزا قادیانی گورنمنٹ برطانیہ کا ایجنٹ ہے۔ اچھا تو آپ سمجھ

گئے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک یاجوج ماجوج عیسائی برطانوی اور روس ہیں اور امت کے نام فرمان بھی آپ نے سن لیا کہ اے امت مرزا! جب یاجوج ماجوج ظاہر ہوں تو تم یاجوج یعنی انگریزوں کے ساتھ ہو جانا۔

اب (ازالہ اوہام ص۴۹۵، خزائن ج۳ ص۳۶۶) کی عبارت ملاحظہ فرمایئے کہ: ''دجال سے مراد یہی عیسائی ہیں۔ جو گرجا سے نکلنے والا ہے۔'' اب دونوں عبارتوں کو مع مرزا کے حکم نامہ کے جمع کر لیجئے۔ عیسائی دجال ہیں۔ جب عیسائی اور روس کی جنگ ہو تو عیسائیوں کا ساتھ دینا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اے امت قادیان! جب یاجوج ماجوج یعنی روس اور انگریز (جو دجال ہے) کی جنگ ہو تو انگریز کا ساتھ دینا جو دجال ہے۔ یعنی مرزائی دجال کے ساتھ رہیں۔ کیونکہ مرزا کا سب کاروبار اسی دجال کے سہارے اور زیر سایہ ہے۔ میرا بھی خیال یہی ہے کہ مرزا دجال اکبر نہیں۔ بلکہ انہیں تیس میں سے ایک ہے۔

چوتھی پیش گوئی...... دو بکریاں ذبح ہوں گی

اب اگر ہم کہیں مرزا دجال ہے تو اس میں مرزائیوں کے برا ماننے کی کوشش سی بات ہے۔ خود مرزا نے اپنی جماعت کو دجال بتایا۔ کیا قادیانی امت یہ چاہتی ہے کہ بے چارہ مرزا قادیانی زندگی میں ایک دفعہ بھی سچ نہ بولے؟ تف ہے ایسی امت پر اور تف ہے ایسے نبی پر جو اپنے ماننے والوں کو دجال کا ساتھی بتائے۔ ایک الہام مرزا کا اسی معاملہ میں سنا دوں پھر آگے چلوں کہ مرزا قادیانی کا سلوک جو مریدین کے ساتھ ہے۔ اچھی طرح ظاہر ہو جائے گا۔ جب مرزا کی مرزا احمد بیگ اور سلطان محمد بیگ سے چل رہی تھی۔ تو یہ الہام گھڑا۔ دیکھو (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۶، خزائن ج۱۱ ص۳۳۰،۳۳۱) ''شاتان یذبحان '' اس کے بعد یوں ہوگا کہ دونوں بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ پہلی بکری سے مراد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور دوسری سے مراد اس کا داماد ہے۔'' یہ دونوں مرزا کے دشمن اور مخالف تھے۔ جن کو ذبح کرنے کی وعید سنائی گئی۔ جو قہر الٰہی ہے۔ پھر بھی مرزا (تذکرۃ الشہادت ص۶۷، خزائن ج۲۰ ص۶۹) ''شاتان تذبحان تیری جماعت سے دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ یہ پیشین گوئی شہید مرحوم مولوی محمد عبداللطیف اور ان کے شاگرد عبدالرحمٰن کے بارے میں ہے۔'' یہ واقعہ تو بڑا لمبا چوڑا ہے۔ جس کو تفصیل مطلوب ہو مرزا کی کتاب تذکرۃ الشہادتین دیکھئے۔ میں اس عبارت کو سمجھنے کے لئے ملخص لکھتا ہوں۔ عبدالرحمٰن نامی ایک شخص مرزا کے پاس آیا۔ جو مولوی عبداللطیف کابلی کا شاگرد تھا۔ مرزا کا جادو اس پر چل گیا۔ مرزا کو نبی تسلیم کر کے اس کے مخصوص مسائل محفوظ کر کے کابل پہنچا اور اعلان شروع کیا کہ

ایک نبی قادیان میں پیدا ہوئے ہیں۔ جو جہاد کو حرام کہتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں۔ جو انہیں مانے گا۔ مسلمان ہوگا اور جو انہیں چھوڑے گا وہ خدا اور رسول کا چھوڑنے والا سمجھا جائے گا۔ بغیر ان کے مانے ہوئے مسلمان نہیں ہوسکتا۔ جب یہ خبر پھیلی تو امیر کابل نے اس کو علماء کرام کے سامنے کیا اور تحقیقات کی۔ قاضی صاحب نے حکم شرعی سنا دیا مارڈالا گیا۔ کیونکہ اس پر بہت سے شرعی جرم قابل کشتنی تھے۔ پیغمبر کی توہین، جہاد کی فرضیت سے انکار۔ غلام مرزا کی نبوت کا اقرار۔ ان جرائم کی وجہ سے وہ قتل کیا گیا۔ پھر مولوی عبداللطیف مرزا کے پاس آئے اور یہی سب سبق پڑھ کر کچھ دنوں کے بعد یہ بھی اپنے وطن کابل لوٹے اور مرزائیت کی تبلیغ شروع کردی۔ یہ بھی گرفتار ہوئے۔ مگر آدمی پڑھے لکھے تھے۔ انہیں مناظرہ کی سوجھی۔ اسلامی سلطنت تھی۔ انتظام ہوا، مناظرہ ہوا اور مناظرہ میں عبداللطیف مذکور کا مرتد ہونا قرآن وحدیث کا منکر ہونا ظاہر ہوگیا۔

توبہ کی فہمائش کی۔ مگر بدبختی غالب آئی۔ انتہائی ذلت ورسوائی کے ساتھ مارڈالا گیا۔ انہیں دونوں کے متعلق مرزا قادیانی نے وہ پیشین گوئی سنائی کہ ”شاتان تذبحان“ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۶، خزائن ج۱۱ص۳۴۰) یہ دونوں اللہ کے دشمن ذبح کئے جائیں گے۔ دیکھی آپ نے مرزا کی حرکت جو اس کی مخالفت میں دن رات لگا رہے، جو اس کو جھوٹا مکار سمجھے۔ اس کے لئے جو پیشین گوئی کی تھی۔ وہی اس کے لئے بھی سنادی جو رات دن اس کا کلمہ پڑھتا تھا۔ اسی کا دم بھرتا تھا۔ اسی کے نام پر جان سے گیا۔ اس کو بھی مرزا یہی سناتا ہے کہ تو تھا ہی ذبح ہونے کے قابل۔ قہر خداوندی میں مبتلا ہونے کے لائق۔ سبحان اللہ وبحمدہ!

سچ فرمایا خدائے قدوس نے قرآن مجید میں کہ حساب کے دن جب لوگ شیطان کو ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ اسی نے ہم کو گمراہ کیا۔ تو اس وقت شیطان جواب دے گا: ”لوموا انفسکم“ مجھے کیوں ملامت کرو اپنے اوپر لعنت ملامت کرو تم تو تھے ہی اس قابل کہ جہنم میں جھونکے جاتے۔ یہی حال بعینہ مرزا کا ہے کہ پہلے عبدالرحمٰن، عبداللطیف کو خدا کے راستہ سے پھیرا اور اپنی راہ پر لگایا اور جب قتل ہونے کی باری آئی تو صاف کہہ کر بھاگ نکلا کہ تم تھے ہی اس قابل کہ ذبح کئے جاؤ۔

اتنا نہیں سمجھے کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں۔ تیرہ سو برس سے قائم ہے۔ جس میں بڑے بڑے درجے اور کمالات والے مسلمان گزرے مگر نبوت کا دعویٰ کسی نے نہیں کیا۔ نماز، حج یا جہاد کسی نے حرام نہیں کیا۔ پھر ایک شخص کے کہنے پر تم نے غیر نبی کو نبی اور حلال کو حرام سمجھ لیا۔ یہ تمہارا

ہی قصور ہے یا دعویٰ کرنے والے کا؟ جاؤ، قہر الٰہی کا مزا چکھو" شاتان تذبحان " (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۶، خزائن ج ۱۱ ص ۳۴۰) تمہارے ہی لئے ہے۔ ایک بات مرزا کی عبداللطیف مذکور کے متعلق اور سن لیجئے۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۵۲، خزائن ج ۲۰ ص ۵۴) "امیر کابل نے خیال کیا کہ یہ اس گروہ کا انسان ہے جو لوگ جہاد کو حرام جانتے ہیں اور یہ بات یقینی ہے کہ قضاء وقدر کی کشش سے مولوی عبداللطیف مرحوم سے بھی یہ غلطی ہوئی کہ اس قید کی حالت میں بھی جتلا دیا کہ اب یہ زمانہ جہاد کا نہیں۔"

سنا آپ نے؟ مرزا نے میدان محشر سے پہلے ہی اسی قادیان کے بیانات میں بتلا دیا کہ میاں عبداللطیف کی سزا، عبداللطیف کی غلطی پر ہوئی ہے۔ بھلا غلطی کی سزا پانے والے کو بھی شہید کہہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ پھر اس مقام پر آئے جہاں مرزا نے اپنے مریدین کو دجالی جماعت کا ساتھ دینے کا حکم کیا ہے۔ اب یہ کیا کہ مرزا قادیانی نے یونہی دجال کا ساتھ دینے کو کہہ دیا ہے تاکہ انگریز خوش ہو جائیں یا الہامی طور پر یہ حکم دیا ہے اور واقعی یہی ان کا مذہب ہے۔ (جلسہ طاعون ص ۲، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۳۹) "ہمیں ان لوگوں کی جہالت اور نادانی پر بڑا ہی افسوس ہے جو گورنمنٹ کی تجاویز اور ہدایات پیش کردہ کو شکر کے ساتھ قبول نہیں کرتے" اور جہاں تک الفاظ ملتے تھے۔ اس بات پر بہت ہی زور دیا کہ گورنمنٹ انگریز کی ہدایات کی بہ دل وجان اطاعت کرنی چاہئے اور فرمایا کہ یہ اطاعت صرف اپنے طور پر نہیں جو اللہ تعالیٰ ہم پر اس کی اطاعت فرض کرتا ہے۔ اب تو کوئی شبہ نہ رہا کہ قادیانی مذہب میں دجال کی اطاعت فرض ہے۔ دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا میں بہتیرے باطل مذہب ہوئے اور ہیں۔ مگر آج تک کسی جماعت اور مذہب نے یہ اعلان نہیں کیا کہ ہماری جماعت دجال کی جماعت ہے اور دجال کے احکام کی تعمیل ہم پر فرض ہے۔ اسے بھی اس کے ساتھ ملا لیجئے۔ جہاں مرزا کی جماعت کے دجالی جماعت ہونے میں اب بھی شک ہو سکتا ہے؟ اگر مخالفین مرزا شک کریں تو کریں مگر مرزائیوں کو تو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ دجال کی اطاعت سے روگردانی کریں۔

یہ ہے وہ ہاویہ جس میں مرزا نے اپنے مریدین کو لا جھونکا۔ اگر مان جاؤ تو دجالی بنو۔ جہنم میں جاؤ اور نہ مانو تو بھی منکر اطاعت ہو کر جو فرض ہے جہنم میں جاؤ۔ مرزا قادیانی نے وہ گورکھ دھندہ بنایا کہ اس کے مریدین چاہے جو کچھ کریں۔ مگر گھوم گھما کر وہی جہنم کی سرٹیفکیٹ۔ "مریدین

کومخصوص ہدایت ص ۴ ''اب ایسا وقت ہے جس میں مناسب ہے کہ ہماری جماعت سرکار انگریزی کے منشاء کی پوری اطاعت کر کے اپنی نیک نہادی اور نیک چلنی کا ثبوت دیں اور نہ صرف یہی کریں کہ آپ ان ہدایتوں کے پابند ہوں۔ بلکہ بڑی گرم جوشی سے اوروں کو بھی سمجھا دیں اور نادانوں کی بدگمانیاں اور بدخیالیاں دور کریں۔ ایسی تابعداری کہ جو دل سے بھی ہو اور جان سے بھی۔ ظاہری بھی ہو اور باطنی بھی۔ ایسا نہ ہو کہ دکھاوے کے لئے ظاہری تابعداری ہو اور دل میں برا سمجھو۔''

یہ ہے مرزا قادیانی کا بہترین فوٹو۔ جو مسلمانوں کی آ گاہی کے لئے پیش کیا گیا۔ اس دجال قادیانی نے دین متین کو نیست و نابود کرنے کے لئے کیا کیا جتن نہیں کئے۔ خود مانا کہ انگریز دجال ہیں اور خود ہی اس دجال کی اطاعت فرض بتائی اور تاکید کی کہ اے بدچلن مرزائیو! اپنی چال چلن دجال سے مطابق کر کے کامل تابعداری کی اس سے سند حاصل کرو۔ (تحفہ قیصریہ ص ۳، خزائن ج ۱۲ ص ۲۵۵) ''مگر میں دیکھتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب ہے اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر لگانے کے لئے سرتوڑ کوشش کرو کیونکہ اس کی کامیابی اپنی کامیابی ہے۔ انگریزوں کی جماعت کوئی غیر نہیں۔ اگر فرق ہے تو تابع متبوع کا۔'' یہ ہے دجال کی الوہیت اور اس کی فرمانبرداری کا اعلان۔

یہاں پر یہ جملہ بھی ملحوظ رہے جو مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے خدائے تعالیٰ کے نام لیا ہے۔ ورنہ اس کا خدا تو دجال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اس کی اطاعت فرض کی ہے۔ دجال جس کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اس کی اصلی تصویر بھی مرزا کی زبانی سن لیجئے۔ (ازالہ اوہام ص ۲۱۸، خزائن ج ۳ ص ۲۰۸) ''پھر دجال ایک اور قوم کی طرف جائے گا اور اپنی الوہیت کی طرف ان کو دعوت دے گا۔ پھر وہ لوگ اس کی دعوت قبول نہیں کریں گے۔ العظمۃ للہ! اب پھر جملوں کو ترتیب دے لیجئے۔ عیسائی دجال ہے اور دجال دعویٰ خدائی کرے گا۔ تمام مرزائیوں پر انگریزوں کی اطاعت فرض ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تمام مرزائیوں پر فرض ہے کہ دجال کو اپنا خدا مانیں۔ اسی کے ساتھ مرزا قادیانی نے ہم لوگوں کا حال بھی بیان کر دیا۔ ان کی مہربانی جس کا شکریہ۔ فرماتے ہیں دجال ایک اور قوم یعنی اہلسنت والجماعت کی طرف جائے گا اور اپنی خدائی کا اقرار اہل سنت سے بھی کرانا چاہے گا۔ مگر اہلسنت اس کو دجال کہیں گے اور اس کی دعوت قبول نہیں کریں گے۔ اے مرزائیو! یہ موقع غنیمت ہوگا۔ تم انتہائی سرگری سے اس کا پرجوش و پرخلوص خیر مقدم کرنا اور اس کی تابعداری میں لگ جانا۔ یہ ہے اصلی تصویر مرزا اور مرزائیت کی۔ جو بھی

تک بہتیری نگاہ سے اوجھل تھی۔ جی چاہتا ہے کہ مرزا قادیانی کا وہ فیصلہ بھی یہاں سنا دیا جائے جو جنگ دجال اور اہل سنت کے متعلق مرزا نے لکھا ہے۔ ایماندار سن کر مسرور اور مرزائی سن کر مبہوت ہو جائے گا۔

یہ تو نصف النہار کی طرح روشن ہو گیا کہ مرزائی مذہب میں عیسائی دجال ہیں اور موزائی عیسائیوں کا ساتھ دیں گے۔ کیونکہ ان کی اطاعت ان پر فرض ہے اور اسی کا ڈھنڈورا بھی پیٹیں گے کہ عیسائی کی اطاعت فرض ہے۔ یہی برحق جماعت ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۳، خزائن ج۱۱ص ۲۸۸،۲۸۷) ''اور اس میں ایک اور عظمت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی بھی اس کے پورے ہونے سے پوری ہو گئی۔ کیونکہ آپ ؐ نے فرمایا تھا کہ عیسائیوں اور اہل اسلام میں آخر زمانہ میں ایک جھگڑا ہو گا۔ عیسائی کہیں گے کہ ہم حق پر ہیں اور مسلمان کہیں گے کہ حق ہم میں ظاہر ہوا۔ اس وقت عیسائیوں کے لئے شیطان آواز دے گا کہ حق آل عیسیٰ کے ساتھ ہے اور مسلمانوں کے لئے آسمان سے آواز آئے گی کہ حق آل محمد ﷺ کے ساتھ ہے۔''

اب تو کسی سمجھدار کو اشتباہ نہ رہ گیا۔ اگرچہ مرزا نے اسلام کو تباہ کرنے کے لئے ہزارہا کوششیں کیں۔ مگر یہ کیا کم ہے کہ جو اخیر میں حق ناحق کا فیصلہ خود کر گیا کہ اخیر دور میں عیسائیوں کے معین وحامی چلاتے پھریں گے کہ عیسائی دجال حق پر ہے۔ چلانے والوں کا اصلی نام بھی مرزا قادیانی نے بتا دیا اور اشارہ کر دیا کہ گو اس ظاہری دنیا میں اس جماعت کا نام مرزائی ہے۔ مگر علم ازلی میں اس کا نام شیطان ہے اور آسمانی آواز یعنی خدائی فیصلہ یہ ہو گا کہ حق مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ بولو مرزائیو! کس کا ساتھ دو گے؟

سیدنا مہدی علیہ الرضوان

اس سلسلہ میں مناسب ہو گا کہ حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کے متعلق مرزا جی کے اصل عقیدہ کو ظاہر کر دیا جائے۔ مرزا جی کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی علیہ الرضوان کوئی مستقل آدمی نہیں۔ بلکہ مرزا ہی مسیح اور مہدی ہے۔

(ازالہ اوہام ص۵۷۲، خزائن ج۳ ص۴۰۹) ''واضح رہے کہ یہ دونوں وعدے کہ محمد عبداللہ (مہدی) آئے گا یا عیسیٰ ابن مریم آئے گا۔ دراصل اپنی مراد ومطلب میں ہم شکل ہیں۔'' مگر حضور اکرم ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ ہماری اولاد میں امام مہدی ہوں گے۔ جو دنیا کو عدل سے بھر دیں گے۔ عیسائیت وشرک وکفر کا خاتمہ کر دیں گے اور مرزا لکھتا ہے کہ ہم رسول کو مانتے ہیں۔ پھر

انکار کیسے کرسکتا ہے۔ تو مرزائی اس کا جواب یہ دیں گے کہ مرزا قادیانی رسول اکرم ﷺ کو مانتے ہیں۔ مگر خدا کے بعد رسول کا درجہ ہے۔ اگر رسول کا کوئی حکم خدا کے حکم کے خلاف پڑے تو رسول کی بات چھوڑ دی جائے گی۔ یہ تو دنیا کو معلوم ہے کہ مرزا قادیانی نے عیسائی کو دجال کہا اور دجال دعویٰ الوہیت کرے گا تو عیسائی حکومت خدا کی ہولی یا نہیں؟ تو پھر پہلے عیسائی حکومت کا فرمان دیکھیں گے پھر اور کسی کا اور عیسائی حکومت کا امام مہدی علیہ الرضوان کے متعلق کیا خیال ہے۔ دیکھو (اشتہار مرزا پنجابی مولویوں کے نام ص۴، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۰۸) ''گورنمنٹ ایسے لوگوں کو خطرناک سمجھتی ہے جو ایسے مہدی کے آنے کا اعتقاد رکھتے ہوں۔'' اب آپ ہی کہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی بات مان کر کیوں خطرہ مول لیا جائے؟ اسی عقلمندی کی وجہ سے مرزا قادیانی ان تمام حدیثوں کا انکار کر دیا یا ایسا مطلب بتایا جو ان کے خدا کے خلاف نہ پڑے۔

اس میں مرزا نے غلطی کیا کی جو دنیا بھر کا الزام ان کے سر تھوپا جارہا ہے؟ آخر اہلسنت کے ہاں بھی تو یہی مسئلہ ہے کہ خدا کے حکم کے خلاف بظاہر اگر حدیث معلوم ہو تو قرآن کے موافق ترجمہ کرو۔ یہی مرزا نے کیا۔ صرف فرق اتنا ہے کہ اہلسنت خدا کو ''وحدہ لاشریك له'' مانتے ہیں اور مرزا قادیانی ایک جماعت کو خدا مانتے ہیں۔ بولئے! یہ واقعہ ہے یا محض تفنن، مرزائی کا جواب کیسا رہا؟

مرزا کی ان مختلف الخیال اور اوٹ پٹانگ تحریر وعقائد کو دیکھ کر خیال ہی نہیں۔ ظن غالب بلکہ یقین محکم ہوتا ہے کہ مرزا قادیان کا توازن دماغی قائم نہ تھا۔ مگر پہلے میں ایک کہانی سنا دوں۔ پھر میرے خیال پر تنقید کیجئے۔ (عسل مصفیٰ ص۵۴) ''ریواڑی ضلع گوڑگانوہ کا رہنے والا ایک شخص مولوی اصغر حسین نامی نے کی عمر ۶۰ سال سے متجاوز تھی۔ دعویٰ کیا کہ میں مہدی ہوں۔ یہ شخص قوم کے سید اور صاحب علم بھی ہیں۔ کسی زمانہ میں ان کے بزرگ آسودہ حال تھے۔ مگر گردش زمانہ سے وہ نحیف الحال ہوگئے اور کافی خوراک نہ ملنے اور پھر کثرت مطالعہ کی وجہ سے ان کے دماغ میں خشکی پیدا ہوگئی اور جنون اٹھا کہ میں مہدی موعود ہوں اور چودھویں صدی کا مجدد بھی ہوں۔ اس پر وہ تلوار اور ایک جھنڈے لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو جہاد کی طرف بلانے لگے۔ آخر کو یہ جنون سمایا کہ اوّل تھانہ پر یورش کی جائے۔ جب تھانہ قبضہ میں آجائے گا تو پھر ضلع پر حملہ کر دوں گا اور پھر رفتہ رفتہ تمام ملک پر قابض ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اس ارادہ پر وہ تھانہ میں گئے اور تھانیدار سے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ اس نے ہتھکڑی لگا کر ضلع میں بھیج دیا۔ آخر مجنوں شمار ہو کر چار ماہ کی حوالات کے بعد رہا کر دیا گیا اور اس کے بھائی کو ہدایت کی گئی کہ وہ اس کی نگرانی کریں۔ یہ وہی مولوی اصغر حسین ہیں جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر ایک ہزار روپیہ کی نالش داغ دی تھی

کہ میں حضرت موصوف کے اشتہار کا جواب جو عیسائیوں کی نسبت ہے اور عیسائی ہی اس کے مخاطب تھے۔ جواب دیا ہے۔عدالت میں سوال کرنے پر کہنے لگا کہ میں بھی عیسائی ہوں۔ جب عدالت میں اس سے ثبوت پوچھا گیا کہ تم کس طرح عیسائی ہو؟ تو جواب دیا کہ میں چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برحق نبی مانتا ہوں اس لئے میں عیسائی ہوں۔ حضرت اقدس وکیل کے وکیل نے سوال کیا تم عیسائی ہو یا مسلمان۔ تو اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان فی الاصل عیسائی ہیں اور جو تثلیث کے پجاری ہیں۔ وہ عیسائی نہیں بلکہ نصرانی ہیں اور مرزا قادیانی نے مخاطب عیسائیوں کو کیا ہے نہ کہ نصرانیوں کو۔ جب وکیل نے دوسرا سوال کیا کہ عیسائی وہی نماز پڑھتے ہیں جو مسلمان پڑھتے ہیں اور وہی کلمہ پڑھتے ہیں جو مسلمان پڑھتے ہیں۔ تو کہنے لگا کہ سب کام کرتے ہیں۔ جب پوچھا گیا کہ ''لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ'' پڑھا کرتے ہیں۔ تو کہنے لگا کہ کلمہ صرف'' لاالہ الااللہ'' ہے۔ وہی پڑھتے ہیں۔ مگر'' محمد رسول اللہ'' کلمہ میں شامل نہیں ہے۔ بلکہ اس کا داخل کرنا شرک میں داخل ہے۔ سب مسلمان جو عدالت میں تھے۔ سن کر متعجب رہ گئے اور مجسٹریٹ ہی بول اٹھا کہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ الغرض یہ حال اس مولوی کا ہے جو مہدی کا دعویٰ کرتا تھا۔ عدالت نے اس کے دعوے کو خارج کر دیا اور وہ خائب وخاسر چلا گیا۔ اب اس کی مہدیت ہی بھول گئی ہے۔''

یہ اس قادیانی کی نظر میں بھی خائب وخاسر ہوا۔ مگر اس کے دعویٰ کرنے کی جو وجہ اس قادیانی نے بیان کی ہے۔ اس کو سلسلہ وار جمع کیجئے:

۱...... مہدی بننے والے کا خاندان پہلے مالدار تھا۔

۲...... پھر حالت گر گئی۔ مفلوک الحال ہو گیا۔

۳...... صاحب علم تھا۔ کثرت مطالعہ سے خشکی بڑھ گئی۔ ضعف دماغ ہو گیا۔ یہی سبب جنون ہو گیا۔ چودھویں صدی کے مجدد اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے ساتھ مرزا کی بھی سن لیجئے۔ (ازالہ اوہام ص۱۱۹ تا۱۳۱ حاشیہ، ملخص، خزائن ج۳ ص۱۵۹ تا۱۶۶) ''اس جگہ مجھے قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آباء کی لائف یعنی سوانح زندگی کسی قدر اختصار کے ساتھ لکھوں...... بابر بادشاہ کے وقت میں جو چغتائی سلطنت کا مورث اعلیٰ تھا۔ بزرگ اجداد اس نیازمند الٰہی کے خاص سمرقند سے ایک جماعت کثیر کے ساتھ کسی سبب سے جو بیان نہیں کیا گیا۔ ہجرت اختیار کر کے دہلی آئے...... چنانچہ بادشاہ وقت سے پنجاب میں بہت سے دیہات بطور جاگیر کے انہیں ملے اور ایک بڑی زمینداری کے وہ تعلق دار ٹھہرائے گئے اور ان دیہات کے وسط میں ایک میدان میں انہوں نے

قلعہ کے طور پر ایک قصبہ اپنی سکونت کے لئے آباد کیا۔ جس کا نام اسلام پور ہے۔ جواب قادیان کے نام سے مشہور ہے۔ اس قصبہ کے گرداگرد ایک فصیل تھی۔ جس کی بلندی بیس فٹ کے قریب ہوگی اور عرض اس قدر تھا کہ تین چھکڑے ایک دوسرے کے برابر چل سکتے تھے۔ چار بڑے بڑے برج تھے۔ جن میں قریب ایک ہزار کے سوار و پیادہ فوج رہتی تھی...... شاہان دہلی کی طرف سے اس تمام علاقہ کی حکومت ہمارے بزرگوں کو دی گئی تھی...... یہ طرز حکومت اس وقت تک قائم و برقرار رہی کہ جس وقت تک پنجاب کا ملک دہلی کے تخت کا خراج گزار رہا۔ لیکن بعد اس کے رفتہ رفتہ چغتائی گورنمنٹ میں بباعث کاہلی وسستی وعیش پسندی ونالیاقتی، تخت نشینوں کے بہت سا فتور آ گیا اور کئی ملک ہاتھ سے نکل گئے۔ انہی دنوں میں اکثر حصہ پنجاب کا گورنمنٹ چغتائی سے منقطع ہو گیا۔ یہ ملک ایک ایسی بیوہ عورت کی طرح ہوگیا۔ جس کے سر پر کوئی سرپرست نہیں اور خدائے تعالیٰ کی عجوبہ قدرت نے سکھوں کی قوم کو جو دہقان بے تمیز تھی۔ ترقی دینا چاہا۔ چنانچہ ان کی ترقی اور تنزل کے دونوں زمانے پچاس برس کے اندر ختم ہوکر ان کا قصہ بھی خواب وخیال ہوگیا......
انہیں ایام میں بفضل واحسان الٰہی اس عاجز کے پردادا صاحب مرزا گل محمد مرحوم اپنے تعلقہ زمینداری کے ایک مستقل رئیس اور طوائف الملوک میں سے بن کر ایک چھوٹے سے علاقہ کو جو صرف چوراسی یا پچاسی گاؤں رہ گئے تھے۔ کامل اقتدار کے ساتھ فرمانروا ہوگئے اور اپنی مستقل سیاست کا پورا پورا انتظام کرلیا اور دشمنوں کے حملے روکنے کے لئے کافی فوج اپنے پاس رکھ لی اور تمام زندگی ان کی اسی حالت میں گزری کہ کسی دوسرے بادشاہ کے ماتحت نہیں تھے اور نہ کسی کے خراج گزار۔ بلکہ اپنی ریاست میں خودمختار حاکم تھے......اور پانچ سو کے قریب قرآن شریف کے حافظ وظیفہ خوار تھے......اس زمانہ میں قادیان میں وہ نور اسلام چمک رہا تھا کہ اردگرد کے مسلمان اس قصبہ کو مکہ کہتے تھے...... بالآخر سکھوں نے قادیان پر بھی قبضہ کرلیا اور دادا صاحب مرحوم مع اپنے تمام لواحقین کے جلاوطن کیے گئے...... پھر انگریزی عہد سے کچھ پہلے یعنی ان دنوں جب رنجیت سنگھ کا عام تسلط پنجاب پر ہوگیا تھا۔ اس عاجز کے والد صاحب یعنی مرزا غلام مرتضٰی مرحوم دوبارہ اس قصبہ میں آ کر آباد ہوئے اور پھر بھی سکھوں کی جور وجفا کی نیش زنی ہوتی رہی۔ ان دنوں میں ہم لوگ ایسے ذلیل وخوار تھے کہ ایک گائے کا بچہ جو دو یا ڈیڑھ روپیہ کا آ سکتا تھا۔ صدہا درجہ ہماری نسبت بنظر عزت دیکھا جاتا تھا۔"

مرزا خدا بخش مصنف عسل مصفےٰ تو مرگئے۔ مگر ابھی بہت سے قادیانی اس زمین پر چل پھر رہے ہیں۔ دونوں مرزا کی تحریریں ملائیں اور دونوں مہدی کو ایک ترازو ایک ہی بٹہ سے تول

دیکھیں۔ میں توازن قائم کئے دیتا ہوں۔ ناظرین تبصرہ کرلیں۔ ایک مہدی بننے والا اور اس کے وجوہ تو آپ کے ذہن میں ہیں۔

اب مرزا قادیانی مدعی نبوت ومہدویت کے وجوہ وعلل کو جمع کیجئے:

۱...... مرزا کا خاندان خودمختار حکمران تھا۔

۲...... پھر اتنی نکبت ومحتاجی نے گھیرا کہ گائے کی بچھیا سے بھی گر گئے۔

۳...... مرزا کے مطالعہ کے متعلق اس کی کثرت تصنیفات شاہد اور دوسرے مقام پر مرزا نے اپنی کثرت کتب بھی لکھا۔

۴...... یہی سبب جنون ہوسکتا ہے۔

۵...... چودھویں صدی کا مجدد اور نبی بنا۔

دونوں کے حالات ملا لیجئے۔ کہاں کھاتا پیتا اصغر حسین اور کہاں شاہزادہ مرزا غلام احمد۔ بھلا شہزادوں کے عیش وعشرت کو ایک کسان یا زمیندار کا لڑکا پہنچ سکتا ہے۔ پھر جب حالت دگرگوں ہوئی تو اصغر حسین معمولی انسان بن کر رہ گیا اور جب مرزا کی حالت بدلی تو انسانیت سے گر کر گائے کے بچہ سے بھی بے عزت ہوگیا۔ سچ کہئے اگر اصغر حسین کو اس وجہ سے جنون ہوسکتا ہے۔ تو کیا مرزا کو ڈبل جنون نہیں ہوسکتا؟ ضرور ہوسکتا ہے۔ بلکہ ہوا۔ جب تو اس نے صرف مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ ڈبل جنون کا ثبوت دیتے ہوئے مہدی بھی بنے اور نبی بھی۔ مگر یہ فرق اور ثبوت تو عقلی طور پر ہوا جو مرزائیوں کے لئے یقینی دلیل ہے۔ کیونکہ انہوں نے تو اپنی ناقص عقل کے مقابلہ میں قرآن مجید تک کو خیر باد کہہ دیا مگر جو لوگ مرزا قادیانی کی زبانی ہر بات سننا چاہتے ہیں۔ ان کی تسلی کے لئے مرزا قادیانی کی یہ عبارت حاضر ہے:

(انجام آتھم ص۷ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۷) ’’اور میں تو اکثر عوارض لاحقہ سے بیمار رہتا ہوں اور دردسر کی بیماری مجھے مدت تیس سال سے ہے۔‘‘ ایک وہ مصیبتیں تھیں۔ جو پہلے مذکور ہوئیں۔ دوسری مصیبت یہ کہ علاوہ دیگر امراض کے مخصوص ودماغ ہی کی بیماری تیس برس سے ہے۔ پھر بے چارے کے جنون میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے۔ مگر اس بھی یار لوگ کہہ سکتے ہیں کہ دردسر کا عارضہ تھا۔ مرزا نے کہاں لکھا کہ جنون اور بیہوشی کا مرض تھا؟ بلکہ جو کچھ مرزا کہتے تھے۔ ہوش وحواس کے ساتھ کہتے تھے۔

اچھا تو دیکھئے (سیرت المہدی ص۱۴،۱۵، بروایت نمبر۱۹) ’’بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ

ماجدہ نے حضرت مسیح موعود کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹریا کا دورہ بشیر اول کی وفات کے چند دن بعد ہوا تھا۔ رات کو سوتے ہوئے آپ کو اتھو آیا اور پھر اس کے بعد طبیعت خراب ہوگئی۔ مگر یہ دورہ خفیف تھا۔ پھر اس کے کچھ عرصہ بعد آپ ایک دفعہ نماز کے لئے باہر گئے اور جاتے ہوئے فرماتے گئے کہ آج کچھ طبیعت خراب ہے۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد شیخ حامد علی نے دروازہ کھٹکھٹایا کہ جلدی پانی کی ایک گاگر گرم کردو۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں سمجھ گئی کہ حضرت صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی ہوگی۔ چنانچہ میں نے کسی ملازم عورت کو کہا کہ اس سے پوچھو میاں کی طبیعت کیسی ہے۔ شیخ حامد نے کہا کہ کچھ خراب ہوگئی ہے۔ میں پردہ کرا کر مسجد میں چلی گئی تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ جب میں پاس گئی تو فرمایا کہ میری طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی۔ مگر اب افاقہ ہے۔"

اب مرزا قادیانی کی بے ہوشی اور دورہ میں شبہ نہ رہا۔ ہاں! مرزا قادیانی اپنی بے ہوشی کے دورہ کو ہسٹریا ہی کہتے تھے تو اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں۔ مرزا قادیان میں رہتے تھے مردوں کے لباس میں اور دنیاوی نام بھی مردانہ ہی تھا۔ مگر ان میں نسوانی علامتیں پائی جاتی تھیں۔ پھر جب مرزا قادیانی کا حاملہ ہونا۔ بچہ جننا تعجب خیز نہ ہوا۔ تو ہسٹریا کا دورہ کیوں مستبعد سمجھا جائے۔ بہر صورت مرزا کا خلل دماغی بالکل ظاہر ہوگیا۔ اسی مدہوشی میں جو کچھ کہہ گئے۔ مریدین نے اس کا نام الہام رکھ لیا۔ یا جو کچھ مرزا نے حالت جنون میں جھ دیا۔ اسے وحی الٰہی سمجھ بیٹھے۔ حالانکہ بسا اوقات مرزا قادیانی نے بتا بھی دیا تھا کہ میرے اوپر شیطان آتا ہے۔ مگر مریدین مرید ہی تو تھے۔ پیر میاں جو کچھ کہیں یا کریں، سب حسن ظن سے حسن ہے۔ بجائے شیطان، جبرائیل امین سمجھ بیٹھے۔

(معیار المذاہب ص۱۸، خزائن ج۹ص ۴۸۳،۴۸۲) "صحت اور تندرستی کی حالت میں ایسے مکروہ تخیلات پیدا نہیں ہوسکتے۔ بہتوں کو اس بات کی ذاتی تحقیقات ہے کہ مرگی کی بیماری کے مبتلا اکثر شیاطین کو اسی طرح دیکھا کرتے ہیں۔ وہ بعینہ ایسا ہی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں شیطان فلاں فلاں جگہ لے گیا اور یہ عجائبات دکھلائے اور مجھے یاد ہے کہ شاید چوبیس برس کا عرصہ گزرا ہوگا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ شیطان سیاہ رنگ اور بدصورت کھڑا ہے۔" کیسا صاف اور واضح بیان ہے کہ بیمار اور کمزور آدمی اس کو شیطان لگتے ہیں اور مرزا قادیانی تو دائمی مریض تیس برس تک جس کو دماغی خرابی اور مرگی (ہسٹریا) کے بار بار دورے پڑیں۔ اس بے چارے کے

جنون کا کیا ٹھکانہ ہوگا اور جب معمولی بیمار کو شیطان لگتے ہوں تو اس دائم المرض کو دائم الشیطان ہونا بھی چاہئے تھا۔ ہر وقت اور ہر ساعت سانس کے ساتھ شیطان کا تعلق ہونا چاہئے اور یہ واقعہ بھی ہے۔ اگرچہ مرزا قادیانی اس کی حرکتوں کو کثرت اعداد کی وجہ سے ٹھیک شمار نہ کر سکے۔ پھر بھی اتنا تو بتا ہی دیا کہ دس لاکھ دفعہ سے زیادہ ان کو الہام (شیطانی دورے) ہوئے اور جو پھونکتا گیا کہتے گئے۔ کہیں کہا میں نبی ہوں۔ کہیں کہ نبی بننے والے پر لعنت۔ کہیں کہا دجال شیطان ہے۔ کہیں کہا کہ دجال کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی باتیں ہوش وحواس میں کوئی کافر سے کافر بھی نہیں کہہ سکتا۔ چہ جائیکہ مرزا جو بظاہر کلمہ گو ہے۔

مرزا نے اپنے جنون کے اسباب ذرا تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ سامعین کی بصیرت کے لئے یہاں نقل کر دوں۔ (فتح الاسلام ص۲۶،۲۹، خزائن ج۳ ص۱۷،۱۸) ’’اس جگہ یہ عجیب قصہ لکھنے کے لائق ہے کہ ایک دفعہ مجھے علی گڑھ میں جانے کا اتفاق ہوا اور مرض ضعف دماغ کی وجہ سے جس کا قادیان میں بھی کچھ مدت پہلے دورہ پڑ چکا تھا۔ میں اس لائق نہیں تھا کہ زیادہ گفتگو یا اور کوئی دماغی محنت کا کام کر سکتا اور ابھی میری یہی حالت ہے کہ میں زیادہ بات کرنی یا حد سے زیادہ فکر اور خوض کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس حالت میں علی گڑھ کے ایک مولوی صاحب اسماعیل نام مجھ سے ملے اور انہوں نے نہایت انکساری سے وعظ کے لئے درخواست کی اور کہا کہ لوگ مدت سے آپ کے شائق ہیں۔ بہتر ہے کہ سب لوگ ایک مکان میں جمع ہوں اور آپ کچھ وعظ فرمادیں۔ چونکہ مجھے ہمیشہ سے یہی عشق اور یہی دلی خواہش ہے کہ حق باتوں کو لوگوں پر ظاہر کروں۔ اس لئے میں نے اس درخواست کو بشوق دل قبول کیا اور چاہا کہ لوگوں کے مجمع عام میں اسلام کی حقیقت بیان کروں کہ اسلام کیا چیز ہے اور اب لوگ اس کو کیا سمجھ رہے ہیں؟ اور مولوی صاحب کو کہا بھی گیا کہ انشاء اللہ اسلام کی حقیقت بیان کی جائے گی۔ لیکن بعد اس کے میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے روکا گیا۔ مجھے یقین ہے کہ چونکہ میری صحت کی حالت اچھی نہیں تھی۔ اس لئے خدائے تعالیٰ نے نہ چاہا تو زیادہ مغز خواری کر کے کسی جسمانی بلا میں پڑوں۔ اس لئے اس نے وعظ کرنے سے مجھے روک دیا۔ ایک دفعہ اس سے پہلے بھی ایسا ہی اتفاق ہوا تھا۔ میری ضعف کی حالت میں ایک نبی گزشتہ نبیوں میں سے کشفی طور پر مجھ کو ملے اور مجھے بطور ہمدردی اور نصیحت کے کہا کہ اس قدر دماغی محنت کیوں کرتے ہو؟ اس سے تم بیمار ہو جاؤ گے۔ بہر حال خدا کی طرف سے یہ ایک روک تھی۔ جس کا مولوی صاحب کی خدمت میں عذر کیا گیا اور یہ عذر واقعی سچا تھا۔ جن لوگوں نے میری اس بیماری کے سخت سخت دورے دیکھے ہیں اور کثرت فکر یا خوض وفکر کے بعد بہت

جلد اس بیماری کا برانگیختہ ہونا بچشم خود مشائدہ کیا ہے۔ وہ اگرچہ بباعث ناواقفیت میرے الہامات پر یقین نہ رکھتے ہوں۔ لیکن ان کو اس بات پر بکلی یقین ہوگا کہ مجھے فی الواقعہ یہی مرض لاحق ہے۔ ڈاکٹر محمد حسین صاحب کو لاہور کے آنریری مجسٹریٹ بھی ہیں اور اب تک میرا علاج کرتے ہیں۔ ان کی طرف سے ہمیشہ یہی تاکید ہے کہ دماغی محنتوں سے تاقیام مرض بچنا چاہئے۔''

مرزا کی گزشتہ عبارتوں سے، مرزا کا یہ دعویٰ ظاہر ہو چکا ہے کہ خدا نے اس کو تبلیغ پر مامور کیا اور نبی بن کر آیا اور اس عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ باوجود مرزا کی دلی خواہش اور وعدہ واعلان کے خدا نے اس کو روک کر جھوٹا مشہور کرا دیا۔ ضعفِ دماغی کا تسلسل اور مدہوشی کے دورے، تبلیغ کے لئے جانا اور بالقصد وارادہ بغیر تبلیغ کئے خائب وخاسر واپس ہونا۔ یہ سب کچھ معلوم ہونا مگر اس سے بڑھ کر عبرت کا مقام یہ ہے کہ کسی کو کسی چیز سے روکنا، یا تو دنیاوی ضرر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یا دینی ضرر کی وجہ سے۔ اگر دینی نقصان ہے تو اسے روکنے والا خدائے تعالیٰ ہے یا انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبین اور اگر دنیاوی نقصان ہے یا بدنی نقصان ہے یا مالی۔ اگر مالی نقصان ہے تو حکام اور منتظمین دنیا اس سے روکتے ہیں اور اگر بدنی نقصان ہے تو حکیم اور ڈاکٹرز روکتے ہیں۔ اگر مریض طبیب کی ہدایات پرنہیں کاربند ہوتا تو اپنی جان کو خطرہ میں ڈالتا ہے اور مرض ترقی پکڑ جاتا ہے اور اگر خدا اور سول کا حکم نہیں مانتا اور منکر ہو جاتا ہے۔ بلکہ بغاوت کے لئے خلاف حکم کرنے کو کھڑا ہو جاتا ہے تو باغی منکر کافر، مرتد کہلا کر اپنے کردار کی سزا بھگتنے کو جہنم میں ڈال دیا جاتا ہے۔ مرزا خود لکھتا ہے کہ خدا نے اس کو تبلیغ سے روکا۔ مگر یہ نہ رکا۔ صرف علی گڑھ میں کسی مصلحت سے زبان بند رکھی۔ مگر پھر وہی حرکت جاری رہی۔ انبیاء کرام نے روکا مگر اس نے نہ مانا۔ یہ دینی حیثیت سے روکنا جو خدا اور سول نے روکا اور مرزا منکر وباغی بن کر کافر ومرتد ہوا۔ پھر دنیاوی حیثیت سے ڈاکٹر نے روکا اور سخت تاکید کی۔ مگر مرزا نہ رکا۔ اس صورت میں مرض بڑھتا گیا اور اس بدپرہیزی اور حکم عدولی کی وجہ سے دیوانہ ہوگیا۔ یہ کوئی قیاس واٹکل نہیں مرزا کی ذاتی تحریر ہے۔ اس نے اپنا حال بلاتقیہ یہاں پر ظاہر کر دیا۔ ہے کوئی قادیانی کان جو سن سکے؟

صاحب عسل مصفّٰی نے اصغر حسین مہدی بننے والے کا اس جملہ پر بڑا مذاق اڑایا کہ کلمہ صرف (لا الٰہ الا اللہ) ہے۔ ذرا مرزا قادیانی کی جھولی کھول کر دیکھئے۔ دیکھئے (تحفہ قیصریہ ص۲۹، خزائن ج۱۲ ص۲۸۱) ''یہ بھی عرض کر دینے کے لائق ہے کہ اسلامی تعلیم کی رو سے، دین اسلام کے حصے صرف دو ہیں۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ تعلیم دو بڑے مقاصد پر مشتمل ہے۔ اول ایک خدا

کو جاننا۔ جیسا کہ وہ فی الواقع موجود ہے اور اس سے محبت کرنا اور اس کی سچی اطاعت میں اپنے وجود کو لگانا جیسا کہ شرط اطاعت ومحبت ہے۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت و ہمدردی میں اپنے تمام قویٰ کو خرچ کرنا اور بادشاہ سے لے کر ادنیٰ انسان تک جو احسان کرنے والا ہو، شکر گزاری اور احسان کے ساتھ معاوضہ دینا۔ اسی لئے ایک سچا مسلمان جو اپنے دین سے واقفی خبر رکھتا ہو۔ اس گورنمنٹ کی نسبت جس کی ظل عاطفت کے نیچے امن کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور ہمیشہ اخلاص اور اطاعت کا خیال رکھتا ہے۔''

کہئے! اب کیا حکم ہے؟ اس مرزا کے لئے جس کے دین میں صرف دو باتیں ہیں۔ ایک خدا کو جاننا، دوسرے حکومت برطانیہ کی اطاعت۔ اس اصغر مہدی نے تو صرف ایک ہی بات بتائی تھی۔ جس کی تاویل بشرط ایمان ممکن تھی۔ مگر انہوں نے تو پورا کلمہ دونوں جز والا بیان کر دیا اور اپنا حقیقی اندرونی مذہب ظاہر کر دیا۔ کیا اس کے دجال اصغر ہونے میں اب بھی قادیانیوں کو شبہ ہو سکتا ہے؟ میرا مشورہ اور صحیح مشورہ یہی ہے کہ مرزا کو ان وجوہ کی بناء پر جو اس نے اپنے ذاتی حالت مرض میں لکھے۔ مرزائی لوگ اسے مرفوع القلم سمجھ کر اس کا پیچھا چھوڑ دیں۔ یہ مرزا قادیانی کے لئے نہ سہی پر ان کے لئے تو مفید ثابت ہوگا۔ مرزا نے اپنی نبی اور مسیح موعود برحق ہونے کی بڑی زبردست دلیل یہ بیان کی ہے کہ کسی جھوٹے مدعی نبوت نے اتنی لمبی زندگی نہیں پائی، جتنی مرزا نے اور یقینی بات ہے کہ جھوٹے مدعی کو خدا مہلت نہیں دیتا۔

(عسل مصفےٰ ص۵۰) ''جہاں تک تاریخ گواہی ہے۔ ہمیں یہی ثابت ہوتا ہے کہ کسی مدعی نبوت کو جس پر کوئی وحی من جانب اللہ نہ ہوتی ہو، اور کہے مجھے وحی ہوتی ہے اور اپنی مفتریات کو لوگوں کے آگے پیش کرے اور انہی بناء پر لوگوں کو دعوے کرے۔ تو اتنی مہلت نہیں دی گئی جتنی راست باز خدا کے مرسل کو ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی معیار نہ ہوتا تو خلق خدا بکثرت ضلال اور گمراہی کے کنویں میں ہلاک ہوتی۔ لیکن اس نے تو اپنی سنت قدیمہ سے مہر لگا دی ہے کہ کذاب ہرگز وہ عمر نہیں پا سکتے جو صادقوں کو ملتی ہے۔

یہ تو مرید کی ہوئی جو اول درجہ کا صحابی ہے۔ خود مرزا قادیانی کی زبانی سنئے۔ (انجام آتھم ص۵۰، خزائن ج۱۱ ص۵۰) ''کیا یہی خدائے تعالیٰ کی عادت ہے کہ ایسے کذاب اور بے باک مفتری کو جلد نہ پکڑے۔ یہاں تک کہ اس افتراء پر بیس برس سے زیادہ گزر جائے۔ سو ایک تقویٰ شعار آدمی کے لئے یہ کافی تھا کہ خدا نے مجھے مفتریوں کی طرح ہلاک نہیں کیا۔ بلکہ میرے ظاہر و باطن اور میرے جسم اور میری روح پر وہ احسان کئے جنہیں میں شمار نہیں کر سکتا۔ میں جوان تھا جب خدا

کی وحی اور الہام کا دعویٰ کیا اور اب میں بوڑھا ہو گیا اور ابتدائے دعویٰ پر بیس برس سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا۔ بہت سے میرے دوست اور عزیز جو مجھ سے چھوٹے تھے فوت ہو گئے۔ اور مجھے اس نے عمر درازبخشی اور ہر ایک مشکل میں میرا متکفل اور متولی رہا۔ پس کیا ان لوگوں کے یہی نشان ہوا کرتے ہیں جو اللہ پر افتراء باندھتے ہیں۔

یہ عمر درازیا رسی دراز ہے۔ اس سے کوئی مطلب نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ مرزا مسیح موعود بننے کے بعد قریب ستائیس سال بعد دعویٰ مسیحیت زندہ رہا اور حدیث شریف نے بتایا کہ مسیح علیہ السلام بعد نزول پینتالیس برس اس دنیا میں زندہ رہیں گے۔ یہ مرزا قادیانی کے کذاب ہونے کی روشن دلیل ہوئیں۔ جس کو مرزا اپنے صدق نبوت کی دلیل بتا رہا ہے" خسر هنالك المبطلون " کہو اب درازی عمر کا مطلب سمجھے؟

اس موقع پر ایک اور سوال وجواب بھی سن لیجئے۔ (عسل مصفیٰ ص ۵۵۲) "بعض عقل کے دشمن یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب نے رسول ﷺ کے زمانہ میں دعویٰ نبوت کیا تھا۔ لیکن رسول ﷺ کا انتقال ہو گیا اور وہ زندہ رہا۔ افسوس کہ ان کی عقل کو کیا ہو گیا۔ یہ نہیں سمجھتے کہ اس نے گو دعویٰ کیا تھا۔ لیکن نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب تو نہیں کی تھی۔ یہی کہا تھا کہ تم بھی نبی ہو اور میں بھی نبی ہوں۔"

خلاصہ مطلب اس مرزائی کے جواب کا یہ ہوا کہ مرزا نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت دنوں تک زندہ رہا۔ یہ اس کی سچائی کی دلیل ہے۔ اعتراض ہوا کہ اگر یہی دلیل ہے تو مسیلمہ کذاب کو بھی سچا نبی مانو۔ کیونکہ زیادہ دن زندہ رہا۔ اس کا جواب مرزائی نے دیا کہ جو اپنی نبوت کا دعویٰ کرے اور دوسرے نبی کو جھٹلائے وہ زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکتا اور مسیلمہ کذاب نے گو دعویٰ کیا۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کو جھٹلایا نہیں۔ اس لئے زیادہ دنوں تک زندہ رہا تو دلیل سے دو صورتیں پیدا ہوئیں۔ ایک واضح صورت یہ ہوئی کہ مرزا نے خود دعویٰ نبوت کیا اور خاتم المرسلین کو جھٹلا اور پھر زندہ رہا۔ یہ مرزا کی حقانیت کی دلیل ہے۔ جو مسیلمہ کذاب کو میسر نہیں۔ گو اس نے دعویٰ نبوت کیا۔ مگر خاتم المرسلین کو تو نہیں جھٹلایا، پھر مرزا کی برابری کیسی؟ تف بریں مذہب ناپاک!

دوسری صورت یہ ہوئی کہ جیسے مسیلمہ کذاب نے حضور کی تکذیب نہیں کی۔ ویسے ہی قادیانی کذاب نے بھی حضور کی تکذیب نہیں کی۔ لہٰذا دونوں کی رسی ڈھیلی کر دی گئی۔ مسیلمہ نے کہا تھا کہ تم بھی نبی ہو، میں بھی نبی ہوں۔ یہی مرزا کذاب نے کہا کہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں

اور میں بھی نبی ہوں۔ بات دونوں کی ایک ہی ہے۔ جو اس نے کہا اس نے بھی کہا۔ جو اس کے لئے حکم ہے وہی اس کے لئے بھی۔ وہ کذاب جہنمی، یہ بھی کذاب جہنمی۔

ایک دلچسپ لطیفہ پڑھیے۔ (دافع البلاء ص۱۹، خزائن ج۱۸ ص۲۴۱،۲۴۲) پر لکھا ''ایک شخص ساکن جموں چراغ دین نام کی نسبت اپنی تمام جماعت کو ایک عام اطلاع، چونکہ اس شخص نے ہمارے سلسلہ کی تائید کا دعویٰ کر کے اور اس بات کا دعویٰ کر کے کہ میں خود فرقہ احمدیہ میں سے ہوں۔ جو بیعت کر چکا ہوں۔ طاعون کے بارے میں ایک دو اشتہار شائع کئے ہیں اور میں نے سرسری کچھ حصہ اس کا سنا تھا اور قابل اعتراض حصہ ابھی نہیں سنا تھا۔ اس لئے میں نے اجازت دی تھی کہ اس کے چھپنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر افسوس کہ بعض خطرناک لفظ اور بیہودہ دعوے جو اس کے حاشیے میں تھے۔ اس کو میں کثرت لوگوں اور دوسرے خیالات کی وجہ سے سن نہیں کہہ سکا اور محض نیک نیتی سے ان کے چھپنے کی اجازت دی۔ اب جو رات اس شخص چراغ دین کا ایک اور مضمون پڑھا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ مضمون بڑا خطرناک اور زہریلا اور اسلام کے لئے مضر ہے اور سر سے پیر تک لغو اور باطل باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ یہ لکھا ہے تا عیسائیوں اور مسلمانوں میں صلح کرا دے اور قرآن وانجیل کا تفرقہ باہمی دور کرے اور ابن مریم کا ایک حواری بن کر یہ خدمت کرے اور رسول کہلاوے۔ جائے غیرت ہے کہ ایک شخص میرا مرید کہا کر یہ ناپاک کلمہ منہ پر لاوے کہ میں مسیح ابن مریم کی طرف سے رسول ہوں تا ان دونوں کا مصالحہ کراؤں۔ لعنة الله علی الکافرین!

جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوسرا کوئی مامور اور رسول نہیں تھا اور صحابہ ایک ہی ہادی کے پیرو تھے۔ اسی طرح اس جگہ بھی ایک ہی ہادی کے سب پیرو ہیں۔ کسی کو دعویٰ نہیں پہنچتا کہ وہ نعوذ باللہ رسول کہلاوے۔ نفس امارہ کی غلطی نے اس کو خودستائی پر آمادہ کیا ہے۔ پس آج کی تاریخ سے وہ ہماری جماعت منقطع ہے۔ جب تک کہ مفصل طور پر اپنا توبہ شائع نہ کرے اور اس ناپاک رسالت کے دعوے سے ہمیشہ سے مستعفی نہ ہو جائے۔''

(دافع البلاء ص۲۲،۲۱، خزائن ج۱۸ ص۲۴۲،۲۴۱)

دیکھا آپ نے چراغ دین کے رسول ہونے کے دعویٰ پر ہی مرزا کا پارہ کہاں چڑھ گیا اور کس طرح اس کو اپنی جماعت سے کاٹ پھینکا اور استغفار کی تو ایک ہی رہی۔ (ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷) پر لکھتا ہے: ''جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔'' اس عبارت سے تو صاف ظاہر ہے کہ نبی کا ہوتے رہنا فرض اور سب سے اہم فرض ہے۔ ورنہ دین اسلام مردہ ہوگا۔ پھر

چراغ دین نے دعویٰ کیا تو تمہارے قاعدہ کے خلاف ہوگیا جو آپے سے باہر ہوگئے اور لعنۃ اللہ علی الکافرین ! سنادیا۔ کیا تمہارا یہ قانون تمہاری ذات کے لئے نہیں ہے؟ یقیناً ہے اور جو تم نے اس جھوٹے نبی چراغ دین ثانی کے لئے پڑھا وہی تم جھوٹے مرزا چراغ دین اول کے لئے اہل سنت پڑھتے ہیں۔ لعنۃ اللہ علی الکافرین !۔ پھر ذرا سی بدتمیزی پر دھیان دو:

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم نہ کسے

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ص۴۷۷)

اگرچہ انبیاء بہت سے آئے، مگر میں کسی سے کم نہیں۔ عسل مصفے میں اس کا صحابی لکھتا ہے:

مہبط روح الامیں شد درگہ تو اے امین
خاک پایت توتیا شد بہر ہر شاہ وگدا
زندہ کر دی دین احمد بلکہ احمد مصطفیٰ
زندہ کر دی نور قرآن بلکہ جملہ انبیاء
زندگی دادی ہمہ اقطاب را ابدال را
مرحبا اے سید کونین جاں برتو فدا

پہلے شعر سے تو معلوم ہوا کہ مرزا دجال کسی پیمبر سے کم نہیں اور پچھلے تین شعر میں تو دعویٰ خدائی ہے۔ لکھا ہے دین احمد ﷺ مردہ تھا۔ مرزا دجال نے اس کو زندہ کیا۔ پھر کہتا ہے کہ دین ہی نہیں بلکہ خود مصطفیٰ کو مرزا نے زندہ کیا اور ایک اکیلے ختم المرسلین ہی کو نہیں۔ بلکہ ابدال کو اقطاب کو قران اور سارے انبیاء ومرسلین کو اس جہنمی مرزا کذاب نے زندہ کیا۔

کیا اب بھی اس کے لعنۃ اللہ علی الکافرین ! کا مصداق بننے میں شبہ ہے؟ اس کے خبیث مرید نے تو نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس پر راندۂ درکارہ بنایا گیا اور اس مرزا نے تو سب سے اپنے کو بلند وبرتر کیا۔ بلکہ تمام پیغمبروں کو زندگی دینے والا بن بیٹھا۔

خاتم النبیین ﷺ کے لئے لکھتا ہے۔ (ازالہ اوہام ص۶۷۶، خزائن ج۳ص۴۶۵) ''سیفی فتح کوئی چیز نہیں۔ چندروزہ اقبال دور ہونے سے وہ فتح معدوم ہوجاتی ہے۔ سچی اور حقیقی فتح وہ ہے جو معارف اور حقائق اور کامل صداقتوں کے لشکر کے ساتھ حاصل ہو۔ سو وہ یہ فتح ہے جو اب اسلام کو نصیب ہورہی ہے۔'' اللہ کی پناہ اتنا بڑا کافر تو کلمہ پڑھنے والوں میں اس آسمان کے نیچے کبھی پیدا

نہیں ہوااور خود اس دجال کو بھی اقرار ہے کہ اس تیرہ سو برس کے اندر کبھی کسی نے وہ نہیں کہا جو مرزا نے کہا او انسان نما ابلیس جب رسول پاک کی تعلیم ناقص تھی، فتوحات بے سود اور کچھ نہ تھی۔ تو تجھ میں کہاں سے کمال آ گیا؟ تو تو خود لکھتا ہے، مجھے یہ سب کچھ حضور کی اتباع سے ملا۔ جب حضور کے پاس تھا ہی نہیں تو تجھے کہاں سے ملا؟ (معاذ اللہ)

مرزا دجال نے اپنے دعوے کے ثبوت میں اسلاف بزرگان دین کی وہ پیشین گوئیاں بھی لکھی ہیں۔ جو سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کی گئی تھیں۔ اپنی کتاب (نشان آسمانی ص۱۰،۱۲، خزائن ج۴ ص۳۷۱،۳۷۲،۳۷۳) پر لکھتا ہے: ''اب چند اشعار نعمت اللہ ولی کے جو مہدی ہند کے متعلق ہیں۔ مع شرح ذیل میں لکھے ہیں:

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار می بینم

یعنی جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا۔ یعنی مقدر یوں ہے کہ خدائے تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا۔ جو اسی کے نمونہ پر ہوگا اور اسی کے رنگ سے رنگین ہوگا اور وہ اس کے بعد اس کا یادگار ہوگا۔ یہ حقیقت اس عاجز کی اس پیش گوئی کے مطابق ہے۔ جو ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے۔ ہاں بیشک وہی پیشین گوئی ہے جو ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوا اور تمہارے سامنے ہی سال بھر کے اندر ۱۸۸۸ء میں مر گیا۔ یہ پیشین گوئی بھی مرزا پر نہ چپک سکی۔

شاہ صاحب موصوفؒ کے قصیدہ کا ایک شعر میں لکھتا ہوں جسے قصداً مرزا چھوڑ گیا۔ شاہ نعمت اللہؒ کے اس موضوع پر تین قصدے ہیں۔ جن میں سے ایک کے چند اشعار مرزا نے لکھے اور ایک شعر میں لکھتا ہوں:

دو کس بنام احمد گمراہ کنند بیحد
ساز ندار دل خود تفسیر فی القرآنہ

اخیر زمانہ میں دو آدمی احمد نام کے ہوں گے۔ جو من گھڑت قرآن مجید کی تفسیر کر کے بے شمار مخلوق کو گمراہ کریں گے۔ بولو مرزائیو! تمہارے آقا نے تمام مفسرین کے خلاف من گھڑت تفسیر کر کے دنیا کو گمراہ کیا یا نہیں؟

مرزا قادیانی نے اپنے صدق کے ثبوت میں ایک بہت ہی واضح نشانی بیان کی ہے اور اس کا اقرار کیا ہے کہ اگر یہ نشان ظاہر نہ ہو تو مرزا قادیان کو کذاب سمجھنا۔ (ضمیمہ انجام آتھم

ص۳۰ تا ۳۵، خزائن ج۱۱ ص۳۱۴، ۳۱۹) ’’پس اگر ان سات سال میں میری طرف سے خدائے تعالیٰ کی تائید سے اسلام کی خدمت میں نمایاں اثر ظاہر نہ ہوں اور جیسا کہ مسیح کے ہاتھ سے ادیان باطلہ کا مرجانا ضروری ہے۔ یہ موت جھوٹے دینوں پر میرے ذریعہ سے ظہور میں نہ آوے۔ یعنی خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے وہ نشان ظاہر نہ کرے جن سے اسلامی بول بالا ہوا اور جن سے ہر ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونا شروع ہو جائے اور عیسائیت کا باطل معبود فنا ہو جائے اور دنیا اور رنگ نہ پکڑ جائے تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے تئیں کاذب خیال کروں گا اور خدا جانتا ہے کہ میں ہرگز کاذب نہیں ہوں۔‘‘

مرزا قادیانی نے ۱۸۹۶ء میں یہ اعلان کیا اور ۱۹۰۸ء میں بارہ برس نہ معلوم کیا کیا حسرتیں لے کر اس دنیا سے چل بسا۔ اب دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ سات برس نہیں بلکہ پورے پچاس برس میں بھی عیسائیت فنا ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو کہو مرزا کا فیصلہ مرزائیوں کے لئے قابل عمل ہے یا نہیں؟ دوسری پیشین گوئیوں میں تو غلط تاویل نکالی گئی۔ اب روز نیم روز کو کیا کہو گے؟ دن یا رات؟ یہ منظر تو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب تو انگریزوں کی حکومت بھی ہندوستان میں نہیں رہی۔ مگر کیا دنیا سے عیسائیت فنا ہوگئی؟ یہ مرزا قادیانی کا قطعی فیصلہ ہے کہ اگر عیسائیت فنا نہیں ہوئی تو مرزا کذاب ہے۔ کیا ایسا کذاب نبی ہوسکتا ہے یا نبی بن سکتا ہے؟ نعوذ باللّٰہ من ذالك!

مرزا قادیانی کذاب تھا۔ کچھ تو اس کی قسم کا اعتبار کریں۔ (انجام آتھم ص۵۴، خزائن ج۱۱ ص۵۴) پر ہے: ’’انا انزلناہ قریبا من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل ہم نے اس کو قادیان کے قریب اتارا اور حق کے ساتھ اترا۔‘‘ یہ وحی مرزا قادیانی نے اپنی نبوت کے ثبوت میں بنائی جو اس کے نزدیک قادیانی نبوت پر صراحۃً دلالت کرتی ہے۔ مگر ہر معمولی عربی دان پر روشن ہے کہ یہ وحی ایک ایسے نبی کو بتا رہی ہے جو قادیان میں نہیں۔ جس کی سکونت یا ولادت قادیان میں نہیں۔ بلکہ قادیان کے قریب کسی اور گاؤں یا قصبہ میں ہے اور مرزا قادیانی، قادیان میں پیدا ہوا۔ قادیان میں سکونت رہی۔ ہاں! مرا البتہ دوسری جگہ۔ یہ بھی خدا کی طرف سے بہت بڑی نشانی تھی۔ مگر اندھے مرزائی اسے بھی نہ دیکھ سکے کہ نبی جہاں وفات پاتا ہے۔ وہیں اس کی قبر ہوتی ہے اور مرزا کہاں مرا اور کہاں گھسیٹ کر لایا گیا؟ ہے کوئی قادیانی کان جو سن سکے؟ معلوم ہوا کہ یہ الہام مرزا قادیانی کے لئے نہیں اور یہ واقعہ بھی ہے۔ کیونکہ قادیان میں نبی کا ہونا یوں بھی محال ہے۔

سنئے! مرزا قادیانی شاید اپنی زندگی میں دوسری بار سچ بول رہے ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۱۳۱ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۱۶۵) ''جس قدر فقراء وعلماء وشرفاء قادیان میں موجود تھے۔ سب نکل گئے اور مختلف بلاد وامصار میں جاکر آباد ہوگئے اور یہ جگہ ان شریروں اور یزیدی الطبع لوگوں سے پر ہوگئی جن کے خیالات بجز بدکاری کے اور کچھ نہیں۔'' شاباش مرزا قادیانی! کیا پتے کی بات کہی۔ قادیانی بدکار، حرام کار، یزیدی، شریر بھلا نبی ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ شرفاء باحیاء تو پہلے ہی کمینوں، شیطانوں کے لئے جگہ خالی کر گئے۔ (ازالہ اوہام ص ۷۲ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۱۳۸) پر مرزا قادیانی نے ایک وحی بھی اتار لی۔ اس قصبہ قادیان کو دمشق سے مشابہت دی اور اس بارے میں قادیان کی نسبت مجھے یہ الہام ہوا کہ ''اخرج منه الیزید یون یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں۔ اس جگہ اس قصبہ کا نام دمشق رکھا گیا۔ جس میں ایسے لوگ ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادت اور خیالات کے پیرو ہیں۔ ان کے دلوں میں اللہ اور رسول کی کچھ محبت نہیں اور احکام الٰہی کی کچھ عظمت نہیں۔''

اس مرتد کذاب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے سے کم بتایا۔ بلکہ بت پرستوں سے بھی کمتر ٹھہرایا ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰)

(انجام آتھم ص ۴۱، خزائن ج ۱۱ ص ۴۱) میں لکھتا ہے: ''ہم نے بار بار سمجھایا کہ عیسیٰ پرستی، بت پرستی ہے اور رام پرستی سے کم نہیں اور مریم کا بیٹا، کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔'' کشلیا، رام چندر کی ماں کا نام ہے۔ مرزائیو! کچھ غیرت ہے یا نہیں؟ مرزا کا بکواس سنتے ہو۔ اب بھی اس کے ایمان کی گواہی دیتے جاؤ گے؟ اس کی زبان درازی اور بے ایمانی تو بالکل بے نظیر ہے۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۸) میں لکھتا ہے: ''کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آئے؟ کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے؟ کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا؟'' پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی کیوں نام رکھا؟''

پھر (ازالہ اوہام ص ۶، ۷، خزائن ج ۳ ص ۱۰۶) پر لکھتا ہے: ''مسیح کے معجزات اور پیشین گوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور

نہیں کرتا؟ اور پیشین گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ ابتر ہے۔ کیا یہ بھی کوئی پیشین گوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے، مری پڑے گی، لڑائیاں ہوں گی، قحط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں۔"

مرزائیو! اول تو ٹھنڈے دل سے اس بات کی پڑتال کرو کہ تمہارے سے مرزا دجال نے کاہے کی پیشین گوئی کی ہے۔ جہاں دیکھو مری پڑی ہے۔ عبداللہ آتھم کو کہا مر جائے گا۔ مرزا احمد بیگ کے مرنے کی پیشین گوئی کی۔ سلطان محمد بیگ کو مرنے کی پیشین گوئی کی۔ پنڈت لیکھ رام کو مرنے کی پیشین گوئی کی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم کو مرنے کی پیشین گوئی کی اور ساری دنیا کو موت کی پیشین گوئی کی۔ تمہیں یاد ہوگا جب مرزا نے کہا تھا کہ اگر لوگ ہم کو نہ مانیں گے تو طاعون سے مر جائیں گے اور جو ہم کو مان جائے گا، بچ جائے گا۔ یہ تو عالمگیر موت کی پیشین گوئی تھی۔ اگر یہ پیشین گوئی معجزہ نہیں تو مرزا کی نبوت جو اسی پر موقوف تھی۔ بولو اب بھی ختم ہوئی یا نہیں؟

پھر ایک ولولہ العزم پیغمبر کو نادان اسرائیلی کہنا اور اس کے معجزات کو جھٹلانا خدا کی تکذیب نہیں ہوتی۔ کیا مرزا مرتد اب بھی مسلمان رہا؟ (ضمیمہ انجام آتھم ص۴ تا۶ بقیہ حاشیہ در حاشیہ ،خزائن ج۱۱ ص۲۸۸ تا ۲۹۰ ملخص) پر اپنی پیشین گوئی سنا کر لکھتا ہے:

"یسوع کی تمام پیشین گوئیوں میں سے جو عیسائیوں کا مردہ خدا ہے۔ اگر ایک پیشین گوئی بھی اس پیشین گوئی کے ہم پلہ اور ہم وزن ثابت ہو جائے تو ہم ہر ایک تاوان دینے کو طیار ہیں...... یسوں کی بندشوں اور تدبیروں پر قربان ہی ہو جائیں۔ اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے کیسا داؤ کھیلا...... آپ کی عقل بہت ہی موٹی تھی...... ہاں آپ کو گالیاں دینے کی عادت تھی...... یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی...... بہر حال آپ علمی عملی قویٰ میں بہت کچے تھے۔ عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔

نبی کی تعلیم کا یہ اثر بتاتا ہے۔ پھر (معیار المذہب ص۱۶) پر لکھتا ہے:" چنانچہ یسوع کی ایک بزرگ نانی جو ایک طور پر دادی بھی تھی۔ یعنی راحاب کسبی یعنی کنجری تھی اور دوسری نانی جو ایک طور پر دادی بھی تھی، اس کا نام ثمر ہے۔ یہ خانگی بدکار ڈومنی کی طرح حرام کار تھی اور ایک نانی یسوع کی جو ایک رشتہ سے دادی بھی تھی، بنت سبا کے نام سے موسوم ہے، یہ وہی پاک دامن تھی جس نے داؤد کے ساتھ زنا کیا تھا۔" لعنة الله علی الکاذبین!

یہ ہے مرزا قادیانی کا دین! جس میں نبی کی معصوم شخصیت کو اس طرح رسوا کیا جارہا ہے۔ اس مفتری نے کیا کیا افتراء نہ کیا۔ (انجام آتھم ص ۳۸، خزائن ج ۱۱ ص ۳۸) پر لکھتا ہے: ’’اور جس نے شراب خوری اور قمار بازی اور کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھ کر بلکہ آپ ایک کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ڈلوا کر اس کو یہ موقع دے کر کہ وہ اس کے بدن سے بدن لگا دے۔ اپنی تمام امت کو اجازت دے دی کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی حرام نہیں۔‘‘

لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اپنی کتاب (دافع البلاء ص ۱۵، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۵) پر لکھتا ہے: ’’خدا تو پابندی اپنے وعدوں پر قادر ہے۔ لیکن ایسے شخص کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لاسکتا، جس کے پہلے فتنے ہی نے دنیا کو تباہ کر دیا۔‘‘ اس قسم کی بہت سی گندی گھناؤنی بکواس کی ہے۔ اس بکواس سے قرآن مجید کی متعدد آیات کا انکار کیا گیا۔ خدائے قدوس ان کے معجزات بیان فرماتا ہے۔ یہ دجال منکر ہے۔ ’’**واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی** ‘‘ پھر فرمایا ’’**واذ قالت الملائکۃ یامریم ان اللّٰہ یبشرک بکلمۃ اسمہ المسیح بن مریم وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین** ‘‘ پھر فرمایا ’’**واتینا عیسیٰ ابن مریم البینت وایدناہ بروح القدوس** ‘‘ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزات دیئے۔ دنیا و آخرت میں عزت وجاہت عطا فرمائی۔ روح القدس سے ان کی تائید فرمائیں۔ خدائے تعالیٰ فرمائے کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات دیئے اور یہ دجال کہتا ہے کہ کوئی معجزہ نہیں۔ خدا فرماتا ہے عزت وجاہت دی۔ یہ کذاب انہیں جھوٹا فحش گو بتاتا ہے۔

جب مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ تم نے حضرت مسیح کی توہین کی۔ ان کی شان اعلیٰ وارفع کو گھٹایا تو نور القرآن میں یہ حیلہ تراشا عیسائیوں نے جو ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعویدار تھا۔ مردوں کا زندہ کرنا، کوڑھی کو اچھا کرنا، نابینا کو بینا کرنا، باذن اللہ اپنا معجزہ بتاتا تھا۔ سو ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرض یسوع مراد لیا ہے اور خدائے تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ بن مریم جو نبی تھا۔ جس کا ذکر قرآن میں ہے، وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں۔

خلاصہ جواب کا یہ ہوا کہ جن کو مرزا نے گالیاں دی ہیں۔ وہ یسوع ہے جو پیغمبر نہیں اور

عیسیٰ علیہ السلام بن مریم نبی ہیں۔ ان کو مرزا نبی مانتا ہے۔ گویا یسوع مسیح اور ہے اور عیسیٰ مسیح اور ہیں۔ مگر دل کی خباثت پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ زبان قلم پر آ ہی جاتی ہے۔ دیکھئے یہ مرزا خود حضرت یسوع کو پیغمبر لکھ رہا ہے۔ (توضیح المرام ص۳، خزائن ج۳ ص۵۲) ’’بائیبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے۔ وہ دو نبی ہیں۔ ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔‘‘

کہئے! اب تو خود اقراری ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم یسوع ہیں اور نبی ہیں۔ جن کی شان میں اس دجال نے تبرابازی کی اور زنا، بدکار سب کچھ بک گیا۔ قرآنی حکم سے مرزا کافر مرتد ہوا یا نہیں؟ اور وہ حیلہ باطل ٹھہرا یا نہیں؟ جو اس نے اپنے پیچھا چھڑانے کو کہہ دیا کہ عیسیٰ مسیح اور ہیں اور یسوع مسیح اور۔

پھر بھی مرزا تقیہ باز (تحفہ قیصریہ ص۲۳، خزائن ج۱۲ ص۲۷۵) پر لکھتا ہے: ’’جس قدر عیسائیوں کو حضرت یسوع مسیح سے محبت کرنے کا دعویٰ ہے۔ وہی دعویٰ مسلمانوں کو بھی ہے۔ گویا آنجناب کا وجود عیسائیوں اور مسلمانوں میں ایک مشترکہ جائیداد کی طرح ہے اور مجھے سب سے زیادہ حق ہے۔ کیونکہ میری طبیعت یسوع میں مستغرق ہے اور یسوع کی مجھ میں۔‘‘

اس عبارت سے تو صاف واضح ہو گیا کہ حضرت یسوع مسیح علیہ السلام مسلمانوں کے عقیدہ کی رو سے نبی ہیں۔ واجب الاحترام ہیں اور انہیں کی مرزا قادیانی نے انتہائی بے حرمتی کی ہے۔ تو نبی کی توہین کرنے والا کافر مرتد ہوا یا نہیں؟

اچھا اگر دوسری توجیہ مرزا کی مان لی جائے کہ یسوع مسیح اور ہے اور معاذ اللہ یسوع بے دین ہے، حرام کار ہے، فحش گو ہے، کسبیوں کی اولاد ہے اور پھر یہ بھی کہتا ہے کہ میری طبیعت یسوع میں مستغرق ہے۔ تو بولو مرزا میں یہ تمام اوصاف پائے گئے یا نہیں؟ بنظر اس کی تحریر کے مطابق پائے گئے۔ حرام کار، کسبیوں کی اولاد، خدائی کا مدعی، فحش گو، بے دین، یہ سب مرزا قادیانی کے ذاتی اوصاف ہیں۔ اس کے نام کے ساتھ لگا لو۔ کیا ہی عمدہ فیصلہ مرزا اپنے لئے کر گیا۔ اگر یہ الفاظ گراں محسوس ہوں تو ایک ہلکے پھلکے لفظ کا پتہ بتائے دیتا ہوں۔ (تحفہ قیصریہ ص۲۲، خزائن ج۱۲ ص۲۷۴) ’’ایک اور بڑی بھاری مصیبت قابل ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے دائمی محبوب اور

دائمی مقبول کی نسبت جس کا نام یسوع ہے۔ یہودیوں نے اپنی شرارت اور بے ایمانی سے لعنت کے برے برے مفہوم کو جائز رکھا۔'' اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت یسوع خدا کے دائمی مقبول کو برا کہنے والا یہودی ہے۔

اب (معیار المذہب، انجام آتھم، ازالہ اوہام) کی عبارتوں پر نظر ڈالئے اور فیصلہ کیجئے کہ مرزا اپنی زبان سے یہودی ہوا یا نہیں؟ یہ بہت ہی ہلکا اور سبک نام ہوا، اس دجال کا۔

مرزائیوں کو یہ کہنے کا موقع نہیں کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں اور عیسیٰ اور ہیں اور یسوع اور۔ کیونکہ مرزا نے سب صاف کر دیا۔ عیسیٰ، مسیح، یسوع تینوں ایک ہی بزرگ پیغمبر کے نام ہیں۔ ان کو برا کہنے والے شریر، بے ایمان یہودی ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ ایسے صاف و صریح کذب وافتراء کو دیکھتے ہوئے پڑھے لکھے انسان اس دجال کے پھیر میں کیسے آ گئے؟ سچ ہے ''من یضلل اللہ فلا ھادی له'' راندۂ درگاہ کے لئے کوئی دستگیر نہیں۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام میں چند فرائض ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد۔ یہ پانچ ارکان ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے جہاں دیگر فرائض مقرر فرمائے، وہاں جہاد کو بھی فرض کیا۔ مگر مرزائی دھرم اس کے سخت مخالف ہے اور بہت سے رسالے کتابیں جہاد کی حرمت پر لکھیں۔ بلکہ مرزا کی جتنی کتابیں میں نے آج تک دیکھی ہیں۔ سب میں جہاد کی ممانعت اور حرمت موجود ہے اور جہاد کو حرام کر کے حکومت کی رضا جوئی کا اعلان بھی ہے۔ چند اشعار ان کے سنئے:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آ گیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

لوگوں کو یہ بتائے وقت مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام و قبیح ہے

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۹، خزائن ج۱۷ ص۸۰)

نہ معلوم قرآن مجید میں کتنی آیات ہیں۔ جو دین کے جہاد کو فرض بتا رہی ہیں اور یہ ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ قرآن مجید قیامت تک کے لئے ہے۔ بیچ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ خود اسی مرزا قادیانی کی تحریریں دیکھئے۔ لکھتا ہے کہ احادیث نبویہ، قرآن مجید کی ناسخ نہیں ہوسکتیں۔ مگر مرزا اعلان کر رہا ہے کہ اب ہم نے جہاد کو حرام کر دیا۔ جہاد حرام اور قبیح ہو گیا۔ فرض کا انکار کفر تھا۔ اس نے تو انکار ہی نہیں بلکہ حکم جدید بالمقابل حکم خداوندی نافذ کر دیا۔ کہئے اس کے کافر ہونے

میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟ اور یہ میرا ہی فتویٰ نہیں مرزا قادیانی کی بھی سن لیجئے کہ اپنے اوپر کیا فتویٰ لگا گئے۔ اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہوسکتا کہ احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل کا تغیر کرسکتا ہے۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔ بولو! مرزا ملحد، کافر، جماعت مومنین سے خارج ہے یا نہیں؟

خاتمہ

قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ پر ہم اپنی تحریر کو ختم کرتے ہیں: ''من یبتغ غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی ونصله جهنم وسائت مصیرا'' ﴿جو شخص مسلمانوں کی راہ کے سوا راہ اختیار کرے گا تو ہم اس کی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا ہے اور اس کو جہنم میں پہنچا دیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔﴾ اس آیت کریمہ نے واضح طور پر بتادیا کہ عام مسلمانوں کے مسلک کے خلاف جو راستہ نکالے گا۔ وہ اسی راستہ پر رہ کر سیدھے جہنم میں پہنچ جائے گا۔ مرزا نے سینکڑوں آیات کا ترجمہ اور مطلب وہ بیان کیا جو تیرہ سو برس تک امت مسلمہ میں نہیں سنا گیا۔ سینکڑوں حدیثوں کا مطلب وہ بیان کیا جو تمام مسلمانوں کے عقائد و معمولات کے خلاف ہے۔ اگر یہ واقعہ ہے تو اس کے جہنمی ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے جبکہ نص صریح موجود ہے۔ اس کا ثبوت کہ تمام امت اکابر اسلاف کے خلاف مرزا نے راستہ اختیار کیا۔ خود مرزا قادیانی کی تحریر ہے۔ اصل کتاب سے ملا دیکھو، توفیق ملے تو صراط مستقیم اختیار کرو۔ مرزا قادیانی (دافع البلاء ص۱۶، خزائن ج۱۸ ص۲۳۶) پر لکھتا ہے: ''لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کیا یہ معنی قرآن و حدیثوں کے جو تم کرتے ہو، ہمارے پہلے علماء اور اکابرین کو معلوم نہ تھے اور تمہیں معلوم ہوگئے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ یہ دیتا ہے کہ ہاں! حقیقت میں یہی ہوا اور ہونا بعید نہیں ہے، تمہارے علماء تو کچھ نبی نہیں تھے۔''

یہ ہے مرزا کا اقراری کفر۔ جہنمی ہونے کی دلیل۔ اہلسنت کے اکابر صحابہ کرام، تابعین عظام، آئمہ مجتہدین اور علماء ملت ان میں سے کوئی نبی نہ تھا۔ پھر وہ سمجھتے تو کس طرح؟ اور مرزا قادیانی پر وحی آئی۔ اس لئے اسے تمام مسلمانوں کے خلاف عقیدہ گھڑا۔ قران وحدیث کا من مانا ترجمہ کیا۔ اب تو کوئی قادیانی نہیں کہہ سکتا کہ اس قرآن وحدیث پر ان کا عمل ہے۔ جس پر تمام اہل سنت شروع سے عامل رہے۔ یہ ہے قادیانی مذہب کے صحابہ کرام سے لے کر آج تک کوئی قرآن

وحدیث نہ سمجھ سکا اور جب سمجھ نہ سکا تو عمل کیا کرتا لہٰذا تمام امت مسلمہ علم وعمل دونوں سے خالی رہی۔ بھرپور ہوا تو یہی مرزا قادیانی دجال "لعنة الله علیه" کس ڈھٹائی سے یہ الہام گھڑا کہ خدائے تعالیٰ اس اعتراض کا جواب دے رہا ہے کہ ہاں! واقعی کسی نے نہیں سمجھا۔ اگر سمجھا تو اس بوجھ بجھکو قادیانی نے۔ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ تو ارشاد فرمائے: "امنو وعملو الصلحت" کہ وہ مان گئے اور انہوں نے تعمیل حکم بھی کیا۔ ارشاد ہوتا ہے: "کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر" کہ وہ نیک وبد کو جان کرنے کی تبلیغ کرتے ہیں اور برائی سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو مبلغ فرمائے اور مرزا الہام گڑھ کو انہیں جاہل ثابت کرے۔

مرزا کی ایک یہ عبارت اس کے تمام کارنامے اور عقائد وخیالات کو ظاہر کر رہی ہے۔ جس سے ہر سمجھدار انسان جس کا ایمان قرآن مجید پر ہے۔ بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ مرزا یقیناً سبیل مؤمنین سے ہٹا ہوا مفتری کذاب ہے۔ ہرگز ہرگز نبی اور امام اور مجدد ہونا درکنار، مسلمان بھی نہیں ہے۔ اے میرے رب تو رحم فرما اور بھٹکے ہوئے کو راہ پر لگا: "بجاه حبيبك سيدنا ومولانا محمد خاتم النبيين صلى الله عليه وعلى اله الكاملين الطيبين واصحابه المكرمين المعظمين وبارك وسلم والحمدلله رب العلمين"

مرزا قادیانی پر فاضل بریلویؒ کا فتویٰ کفر!

ذیل میں مرزا قادیانی کی وہ عبارت نقل کی جاتی ہے جن کی بناء پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ نے اسے کافر ومرتد قرار دیا۔ قادیانی کی عبارات پر اعلیٰحضرت کا فتویٰ کفر ساتھ ساتھ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ اقتباس اعلیٰ حضرت کی تصنیف "السوء العقاب" سے ماخوذ ہیں۔

کفر اول: مرزا قادیانی کا ایک رسالہ ہے جس کا نام (ازالہ اوہام) ہے۔ اس کے (ص ۶۷۳، خزائن ج۳ ص ۴۶۳) پر لکھتا ہے: "میں احمد ہوں جو آیت "مبشر ابرسول یاتی من بعدی اسمه احمد" میں مراد ہے۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربانی عیسیٰ بن مریم روح اللہ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ توریت کی تصدیق کرتا اور اس رسول کی خوشخبری سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے۔ جس کا نام پاک "احمد" ہے ﷺ۔ ازالہ کے قول ملعون میں صراحۃً ادعاء ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ افروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے۔ معاذ اللہ! مرزا قادیانی ہے۔

کفردوم: (توضیح مرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۶۰) پر لکھتا ہے کہ: ’’میں محدث ہوں اور محدث بھی ایک وجہ سے نبی ہوتا ہے۔‘‘

کفرسوم: (دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱) پر لکھتا ہے: ’’سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

کفرچہارم: ’’مجیب پنجم نے نقل کیا ونیز می گوید کہ: ’’خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۵۳۳، خزائن ج۳ ص۳۸۶)

ان اقوال خبیثہ میں اولاً کلام الٰہی کے معنی میں صریح تحریف کی کہ معاذ اللہ آیت کریمہ میں یہ شخص مراد ہے نہ حضور ﷺ۔ ثانیاً...... نبی اللہ ورسول اللہ وروح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افتراء کیا کہ وہ اس کی بشارت دینے کو اپنا تشریف لانا بیان فرماتے ہیں۔ ثالثاً...... اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا کہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو اس شخص کی بشارت دینے کے لئے بھیجا...... رابعاً...... اپنی گھڑی ہوئی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ عزوجل کا کلام ٹھہرایا کہ خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں یوں فرمایا ہے۔الی آخرہ اختصاراً!

کفرپنجم: (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳) پر حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے۔

کفرششم: اسی رسالہ کے (ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰) پر لکھا ہے:

ابن مریم کا ذکر چھوڑو ۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے

کفرہفتم: اشتہار معیار الاخیار میں لکھا کہ: ’’میں نبیوں سے بھی افضل ہوں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۷۸) یہ ادعاء بھی باجماع قطعی کفروارتداد یقینی ہیں۔ جیسا کہ کثیر کتب کے نصوص سے یہ بات ثابت ہے کہ باجماع مسلمین کوئی ولی، کوئی غوث، کوئی صدیق بھی کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا۔ جو ایسا کہے قطعاً جماعاً کافر ملحد ہے (الی آخرہ اختصاراً) وغیرھا من التکفیرات!

السؤ العقاب کے ص۲۰ پر فیصلہ کن انداز میں لکھتے ہیں: ’’اگر[1] یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ وہ یقیناً کافر اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہوکر اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔‘‘ اس سے اگلی عبارت میں اس کے پیروکاروں کو مرزا قادیانی کے ان ارتدادات پر اطلاع کے باوجود امام پیشوا جاننے اور ماننے پر فتویٰ کفروارتداد دیا ہے۔

---

[1] سے منقول ہے اس فتویٰ کے بعد مرزا کی بعض نئی تحریریں نظر سے گزریں جن میں قطعی کفر بھرے ہیں۔ بلاشبہ وہ یقیناً کافر مرتد ہے۔

خاتم النبیین لا نبی بعدی
فتنہ قادیانی
حضرت مولانا سید محمود احمد رضویؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ختم نبوت اور وحدت اسلامی

یہودی امت کی بنیاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر تھی۔ عیسائی قوم کی بنیاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر مبنی تھی اور امت محمدیہ کی بنیاد حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر ہے۔ قیامت تک اس امت کی وحدت کا راز حضور ﷺ کی ختم نبوت میں پنہاں ہے۔ حضور ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا دراصل وحدت اسلامی کو پارہ پارہ کرنے کا مدعی اور متمنی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور جماعت احمدیہ

برطانوی حکومت میں آج سے تقریباً ایک صدی قبل متحدہ ہندوستان میں اپنی استعماری مصلحتوں کے تحت جہاد کو حرام قرار دلانے، مسلمانوں میں افتراق وانتشار کی تخم ریزی کرنے اور برطانوی حکومت کے لئے سازگار حالات پیدا کرنے کے لئے اسلام کے بنیادی اور مرکزی عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ایک سازش کی اور اس سازش کے تحت مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

نبوت کا دعویٰ

چنانچہ مرزا قادیانی نے اپنی تحریک کو اس دعویٰ پر مبنی کیا کہ: ”میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں اور مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے اور وہ ایسی ہی پاک وحی ہے جیسے دوسرے نبیوں پر نازل ہوتی رہی اور یہ وحی قرآن مجید کی طرح خدا کا کلام اور خطاؤں سے پاک اور منزہ ہے اور جس طرح محمد رسول ﷺ کو قرآن پر یقین تھا اسی طرح مجھے اپنی وحی پر یقین ہے اور جو شخص اس وحی کو جھٹلاتا ہے وہ یقینی لعنتی ہے۔“ (نزول المسیح ص۹۹،۱۰۰، خزائن ج۱۸ ص۴۷۸،۴۷۷) اور یہ الہام شائع کیا کہ: ”جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۷۵)

اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ اعلان بھی کیا کہ: ”اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرلیا۔“ (اربعین نمبر۴، حاشیہ ۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو صاحب شریعت نبی قرار دیتے ہوئے اعلان کیا کہ: ”ماسواء اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔

پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔" (اربعین نمبر۴، ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

مرزا قادیانی نے صرف دعویٰ نبوت پر ہی قناعت نہیں کی۔ بلکہ یہ دعویٰ بھی کیا کہ میں محمد رسول اللہ ہوں۔ قرآن مجید کی آیات ذیل کو حسب عادت اپنے لئے وحی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے: "وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول، مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ چنانچہ میری وحی اللہ ہے۔" "محمد رسول الله والذين معه اشدّ اء على الكفار رحماء بينهم اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص۱، خزائن ج۱۸ ص۲۰۷،۲۰۶)

دعویٰ نبوت کے بعد مرزا قادیانی نے یہ بھی تصریح کی کہ جو شخص میری نبوت کو نہیں مانتا وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

۱…… "کفر دو قسم پر ہے۔ ایک کفر یہ ہے کہ ایک شخص اسلام سے انکار کرتا ہے آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے کفر یہ کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کے باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتاب میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے، کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔" (حقیقت الوحی ص۱۷۹، خزائن ج۲۲ ص۱۸۵)

۲…… "میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے۔ مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔" (آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷، خزائن ج۵ ص ایضاً)

۳…… "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر ہیں اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔"

(آئینہ صداقت ص۳۵)

۴…… "ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے۔ مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا۔ یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا یا محمد ﷺ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا وہ پکا کافر ہے۔" (کلمۃ الفصل ص۱۱۰)

مسلمانوں سے شادی بیاہ کی ممانعت

مرزا قادیانی کے پیرو مسلمانوں سے لڑکیاں لینا جائز سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کو لڑکیاں

دینا ناجائز خیال کرتے ہیں۔ گویا مسلمانوں کے مقابلے میں اپنے کو وہی پوزیشن دیتے ہیں جو اسلام نے اہل کتاب کو دی ہے۔

۱...... ''حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو۔ لیکن غیر احمدیوں کو نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی۔ تو حضرت خلیفہ اول حکیم نورالدین نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔'' (انوار خلافت ص۹۳،۹۴)

۲...... ''حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی احمدی غیر احمدی کو اپنی لڑکی نہ دے۔ اس کی تعمیل کرنا بھی ہر احمدی پر فرض ہے۔'' (برکات خلافت ص۷۵)

۳...... ''پانچویں بات جو کہ اس زمانہ میں ہماری جماعت کے لئے نہایت ضروری ہے، وہ غیر احمدی کو رشتہ نہ دینا ہے۔ جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے، وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے۔ کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دے دے؟ ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو۔ مگر اس معاملہ میں وہ تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے۔ مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دے دیتے ہو۔''

(ملائکۃ اللہ ص۴۶)

''ہم تو دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے، جو نبی کریم نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ دینی تعلقات کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں کہ نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔'' (کلمۃ الفصل ص۱۶۹)

مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی ممانعت

اوپر جو کچھ لکھا گیا، اس کا منطقی نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار مسلمانوں کے ساتھ عبادت میں بھی شریک نہ ہوں۔ چنانچہ ذیل کی عبارت سے ثابت ہو جائے گا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نہ نماز میں شریک ہو سکتے ہیں اور نہ کسی مسلمان کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔

۱...... ''صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔''

(قول مرزا غلام احمد مندرجہ اخبار الحکم قادیان ۱۰/اگست ۱۹۰۶ء)

۲...... ''پس یاد رکھو کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ بلکہ چاہئے کہ تمہارا امام وہی ہو جو تم میں سے ہو۔''

(اربعین نمبر۳۰، ص۲۸، خزائن ج۱۷ص۴۱۷ حاشیہ)

۳...... ''ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ اللہ اور ایک نبی کے منکر ہیں۔'' (انوار خلافت ص۹۰)

۴...... ''غیر احمدی مسلمانوں کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔حتیٰ کہ غیر احمدی معصوم بچے کا بھی جائز نہیں۔'' (انوار خلافت ص۹۳، مورخہ ۲۱/اگست ۱۹۱۷ء، والفضل مورخہ ۱۰/جولائی ۱۹۳۱ء)

فائدہ

چودھری ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوا اور الگ بیٹھا رہا۔ جب اسلامی اخبارات اور مسلمان اس چیز کو منظر عام پر لائے تو جماعت احمدیہ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ:''جناب چودھری ظفر اللہ خاں صاحب پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔تمام دنیا جانتی ہے کہ قائداعظم احمدی نہ تھے۔ لہٰذا جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا ان کا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔'' (ٹریکٹ نمبر۲۲، بعنوان علماء کی راست گوئی کا نمونہ، الناشر مہتمم نشر واشاعت نظارت دعوت وتبلیغ صدر انجمن احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ)

الگ دین الگ امت

مرزائیوں کی تحریرات سے یہ واضح ہے کہ وہ خود کو مسلمانوں سے ایک الگ امت تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے:

۱...... ''حضرت مسیح موعود کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح اور چند مسائل میں ہے۔آپ نے فرمایا اللہ کی ذات رسول کریم ﷺ قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض یہ کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے اختلاف ہے۔''

(خطبہ محمود احمد، الفضل ج۱۹ نمبر۱۳)

۲...... ''کیا مسیح ناصری نے اپنے پیروؤں کو یہودیوں سے الگ نہیں کیا۔کیا وہ انبیاء جن کے

سوانح کا علم ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں ان کے ساتھ جماعتیں بھی نظر آتی ہیں۔انہوں نے اپنی جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کیا۔ ہر شخص کو ماننا پڑے گا کہ بے شک کیا ہے۔پس اگر مرزا قادیانی نے بھی جو کہ نبی اور رسول ہیں۔اپنی جماعت کو منہاج نبوت کے مطابق غیروں سے علیحدہ کر دیا تو نئی اور انوکھی بات کون سی ہے؟'' (الفضل ج۵،شمارہ۶۹،۷۰)

۳...... ''مگر جس دن سے کہ تم احمدی ہوئے۔تمہاری قوم تو احمدیت ہوگئی۔شناخت اور امتیاز کے لئے اگر کوئی پوچھے تو اپنی ذات یا قوم بتا سکتے ہو۔ورنہ اب تو تمہاری گوت تمہاری ذات احمدی ہی ہے۔پھر احمدیوں کو چھوڑ کر غیر احمدیوں میں کیوں قوم تلاش کرتے ہو۔'' (ملائکۃ اللہ ص۴۶،۴۷)

۴...... ''میں نے اپنے نمائندہ کی معرفت ایک بڑے ذمہ دار انگریز افسر کو کہلوا بھیجا کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کئے جائیں۔جس پر اس افسر نے کہا کہ وہ تو اقلیت ہیں اور تم ایک مذہبی فرقہ ہو۔اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی بھی تو مذہبی فرقہ ہیں۔جس طرح ان کے حقوق علیحدہ تسلیم کئے گئے ہیں۔اسی طرح ہمارے بھی کئے جائیں۔تم ایک پارسی پیش کر دو اس کے مقابلہ میں دو دو احمدی پیش کرتا جاؤں گا۔''

(مرزا بشیرالدین محمود کا بیان مندرجہ الفضل ۱۳؍نومبر ۱۹۴۶ء)

ان اقتباسات سے واضح ہے کہ خود مرزائی عام مسلمانوں کو اپنے سے الگ تصور کرتے ہیں۔نہ صرف الگ بلکہ تمام مسلمانوں کو کافر خارج از اسلام تصور کرتے ہیں۔اس بناء پر مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے،ایک صحیح و درست مطالبہ ہے۔

انتہائی اشتعال انگیز اور دل آزاد تحریریں

صرف یہی نہیں کہ احمدیت کی تحریک نے اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کو چیلنج کر کے ارتداد اور افسوسناک مذہبی کشمکش کے دروازے کھول دیئے۔بلکہ بانی تحریک اور اس کے پیروؤں نے اپنی تحریروں میں انبیاء کرام اور بزرگان دین کی دل آزارانہ توہین کی اور انتہائی بدزبانی سے کام لیا اور ان دل آزارانہ اور اشتعال انگیز تحریروں کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔جو مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ذیل میں ہم مرزا غلام احمد اور ان کے پیروکاروں کی اشتعال انگیز اور دل آزارانہ تحریروں کے چند نمونے پیش کر رہے ہیں۔

۱...... مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں کہ:''خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔''

(ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

۲......

منم مسیح زماں ومنم کلیم خدا　　منم محمد واحمد که مجتبیٰ باشد

ترجمہ: میں مسیح ہوں اور موسیٰ کلیم خدا ہوں، احمد مجتبیٰ ہوں۔

(تریاق القلوب ص۵، خزائن ج۱۵ص۱۳۴)

۳...... ''آنحضرت ﷺ کے تین ہزار معجزات ہیں۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۴۰، خزائن ج۱۷ص۱۵۳)

۴...... ''میرے معجزات کی تعداد دس لاکھ ہے۔'' (براہین احمدیہ ص۵۶، خزائن ج۲۱ص۷۲)

۵...... ''آنحضرت ﷺ عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے۔ حالانکہ مشہور ہے کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے۔'' (مندرجہ اخبار الفضل، قادیان ۲۲ر فروری ۱۹۲۴ء)

۶...... ''مرزا غلام احمد قادیانی کے سامنے ان کے ایک مرید قاضی اکمل نے ایک قصیدہ پیش کیا۔ جس کے جواب میں مرزا قادیانی نے فرمایا: ''جزاکم اللہ تعالیٰ'' یہ کہہ کر اس خوشخط قطعہ کو اپنے ساتھ اندر لے گئے۔'' (الفضل ۲۲ر اگست ۱۹۴۴ء)

اس مذکورہ قصیدے کے دو اشعار ملاحظہ فرمائیں:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں　　اور آگے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل　　غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(مندرجہ اخبار بدر قادیان ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۶ء)

۷...... ''پس مسیح موعود (مرزا قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہے۔ جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔'' (کلمۃ الفصل ص۱۵۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

۱...... ''آپ کا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) خاندان بھی نہایت ناپاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۷، خزائن ج۱۱ص۲۹۱)

۲...... ''مسیح (علیہ السلام) کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ۔ پیو۔ نہ زاہد، نہ عابد نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔'' (مکتوبات احمدیہ ج۳ص۲۱-۲۴ احمدیہ ایڈیشن دوم)

۳...... ''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔'' (کشتی نوح حاشیہ ص۶۶، خزائن ج۱۹ص۷۱)

۴...... ''ایک دفعہ مجھے دوسروں نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کے لئے افیون مفید ہوتی ہے۔ پس علاج کے لئے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ نے بڑی مہربانی کی کہ ہمدردی فرمائی۔ لیکن میں ذیابیطس کے لئے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔''

(نسیم دعوت ص ۶۷، خزائن ج ۱۹ ص ۴۳۵،۴۳۴)

۵...... ''یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکتا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور خراب چال چلن نہ خدائی کے بعد بلکہ ابتداء ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خوری کا ایک بدنتیجہ ہے۔'' (ست بچن حاشیہ ص ۱۷۲، خزائن ج ۱۰ ص ۲۹۶)

حضرت علیؓ کی توہین

''پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو۔ اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی (مرزا قادیانی) تم میں موجود ہے۔ اس کو تم چھوڑتے ہو اور مردہ علی (حضرت علیؓ) کی تلاش کرتے ہو۔''

(ملفوظات احمدیہ ج ۲ ص ۱۴۲)

حضرت فاطمہؓ کی توہین

''حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص ۵ حاشیہ، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۳)

حضرت حسینؓ کی توہین

۱......

کربلا ئیست سیر ہر آنم   صد حسین است درگریبان نم

ترجمہ: میری سیر ہر وقت کربلا میں ہے۔ میرے گریبان میں سو حسین ہیں۔

(نزول المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

۲...... ''اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے۔ کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔'' (دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳)

۳...... ''تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا اور تمہارا ورد صرف حسین ہے۔ کیا تو انکار کرتا ہے۔ پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے۔ کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔''

(اعجاز احمدی ص ۸۲، خزائن ج ۱۹ ص ۱۹۴)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے حضرت امام حسینؓ کے ذکر کو گوہ کے ڈھیر سے تشبیہ دی ہے۔

مکہ اور مدینہ کی توہین

''حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا کہ جو بار بار یہاں نہ آئے گا۔ مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا۔ وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں؟''

(حقیقت الرویا ص۴۶)

مسلمانوں کی توہین

۱...... ''میرے مخالف جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔''

(نجم الہدیٰ ص۱۰، خزائن ج۱۴ ص۵۳)

۲...... ''جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔'' (انوار الاسلام ص۳۰، خزائن ج۹ ص۳۱)

اسلام کی مقدس اصلاحات کا ناجائز استعمال

علاوہ ازیں احمدیت کے پیرو دین اسلام کی اور مسلمانوں کی مقدس اصطلاحوں کو ان کے مقررہ موقع اور محل کے سوا جو قرآن پاک، احادیث نبوی اور امت کے تواتر عمل سے طے ہو چکا ہے۔ دوسرے مواقع اور محلات پر استعمال کر کے مسلمانوں کی دل آزاری اور اشتعال انگیزی کے مرتکب بنتے رہتے ہیں۔

۱...... چنانچہ مرزا قادیانی کے لئے ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ جو مسلمانوں کے ہاں محض انبیائے کرام کے لئے مختص ہے۔

۲...... ''صحابہ کرامؓ کی اصطلاح مرزائے قادیانی کے ساتھیوں کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ اصطلاح حضرت رسول ﷺ کے صحابہ کے لئے مختص ہو چکی ہے۔''

۳...... ''ام المومنینؓ کی اصطلاح کا استعمال مرزا قادیانی کی بیوی کے لئے کیا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح حضرت نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے لئے مخصوص ہے۔''

۴...... ''سیدۃ النساء'' کی اصطلاح بھی مرزا قادیانی کی بیوی کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

حالانکہ حدیث پاک کی رو سے یہ اصطلاح صرف خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے لئے مختص ہے۔

رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد مرزائی کافر و مرتد دائرۂ اسلام سے خارج ہیں

حال ہی میں مورخہ ۱۶، ۱۷ / اپریل ۱۹۷۳ء کو مکہ مکرمہ میں عالمی اسلامی تنظیموں کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں پوری دنیا کی اسلامی تنظیموں کے سربراہوں، علماء و مشائخ نے شرکت کر کے یہ فیصلہ دیا۔ ترجمہ:

۱...... ''تمام اسلامی تنظیموں کو چاہئے کہ وہ قادیانی معابد، مدارس، یتیم خانوں اور دوسرے تمام مقامات میں جہاں وہ سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہیں۔ ان کا محاسبہ کریں اور ان کے پھیلائے ہوئے جال سے بچنے کے لئے عالم اسلام کے سامنے ان کو پوری طرح بے نقاب کریں۔''

۲...... اس گروہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے کا اعلان کریں اور ان کے اس جرم کی وجہ سے مقامات مقدسہ میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔

۳...... قادیانیوں سے عدم تعاون اور اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی ہر میدان میں مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ ان کے کفر کے پیش نظر ان سے شادی بیاہ کرنے سے اجتناب کیا جائے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ ان سے ہر طرح کافروں جیسا سلوک کیا جائے۔

۴...... تمام اسلامی حکومتوں سے مطالبہ کیا گیا کہ ان کے ہر قسم کے ذرائع و وسائل پر پابندی عائد کی جائے۔ ان کے لئے کلیدی اسامیوں پر ملازمتوں کا دروازہ بند رکھا جائے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی فراخ دلی سے کام نہ لیا جائے۔

۵...... قرآن مجید میں قادیانیوں کی تحریفات کی تصاویر شائع کی جائیں اور ان کے تراجم قرآن کا شعار کر کے لوگوں کو ان سے متنبہ کیا جائے اور ان تراجم کی ترویج کا سدباب کیا جائے۔''

انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور نے حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب مدظلہ العالی امیر حزب الاحناف کی زیر سرپرستی تبلیغ کا شعبہ قائم کیا ہے۔ جس کے ماتحت ہر ماہ تبلیغی کتابچہ شائع ہو کر مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ کتابچہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ اس نیک کام میں تعاون فرمائیں۔ تبلیغی ٹریکٹ خود چھپوائیں یا انجمن کے زیر اہتمام چھپوا کر تقسیم فرمائیں۔ فی زمانہ تبلیغ کی بہت ضرورت ہے اور مسلمانوں کو احکام خداوندی سے روشناس کرانا دین اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے۔

خاتم النبیین لا نبی بعدی

واقعہ ربوہ کی تحقیقاتی عدالت کے سامنے

جماعت اسلامی پاکستان کا

بیان

جناب چوہدری رحمت الٰہی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ اس بیان کا مکمل متن ہے جو جناب چودھری رحمت الٰہی صاحب قیم جماعت اسلامی پاکستان نے واقعہ ربوہ کی تحقیقاتی عدالت ۱۹۷۴ء میں اپنے وکیل جناب ایم اے رحمان صاحب کی معرفت جناب جسٹس صمدانی کو پیش کیا۔ اس بیان کے ساتھ قادیانی افسروں کے ناموں کی فہرست شائع نہیں کی جاسکی۔ کیونکہ اس کی اشاعت پر ٹریبونل کی طرف سے پابندی لگادی گئی ہے۔

واقعہ ربوہ کو اس وقت تک نہیں سمجھا جاسکتا جب تک اسے قادیانیوں کی تاریخ اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے رویے کے پس منظر میں رکھ کر نہ دیکھا جائے۔ قادیانیوں کے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کا خاندان پہلے سکھوں کا وفادار رہا اور اس کے بعد اس نے اپنی وفاداریاں انگریزوں کے ساتھ وابستہ کرلیں۔ جس کا اعتراف خود مرزا قادیانی نے حسب ذیل تحریروں میں کیا ہے:

''میرا اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ اگرچہ میں ان خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاص اور جوش وفاداری سے سرکار انگریز کی خوشنودی کے لئے کی ہیں۔ عنایت خاص کا مستحق ہوں......... صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال متواتر تجربہ سے ایک وفادار پکے جانثار خاندان ثابت کرچکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریز کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم واحتیاط اور تحقیق توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔ لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گزشتہ کے لحاظ سے سرکار دولت مدار کی پوری عنایات اور خصوصی توجہ کی درخواست کریں تا کہ ہر شخص بے وجہ ہماری آبروریزی کے لئے دلیری نہ کرسکے۔'' (تبلیغ رسالت جلد ہفتم، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۰، ۲۱)

مرزا غلام احمد قادیانی شروع سے عیسائی پادریوں کے خلاف مناظروں کے لئے مشہور ہوئے۔ لیکن ان مناظروں اور عیسائیت کے رد میں ان کی تحریر وتقریر کا مقصد وہ خود اس طرح بیان کرتے ہیں:

''میں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جب بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر

نہایت سخت ہوگئی اور حد اعتدال سے بڑھ گئی۔ بالخصوص پرچہ نورافشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے، نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مؤلفین نے ہمارے نبی ﷺ کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص ڈاکو تھا۔ (وغیرہ من الخرافات) تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں میں جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے۔ ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو، تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا اور عام جوش کو دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریروں کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے۔ تاکہ سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بدامنی پیدا نہ ہو۔ تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی۔ چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں بالمقابل سختی تھی۔ کیونکہ میرے کانشنس (ضمیر) نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں بہت سے وحشیانہ جوش رکھنے والے آدمی موجود ہیں۔ ان کے غیض وغضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کارکافی ہوگا...... مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا، یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا۔'' (تریاق القلوب ضمیمہ نمبر۳ ص،ب،ج، خزائن ج۱۵ ص۴۹۰)

عیسائیوں اور آریا سماجیوں کے خلاف لکھنے اور مناظرے کرنے سے رفتہ رفتہ مرزا غلام احمد قادیانی، مجدد، مسیح موعود اور بالآخر نبی ہونے کے دعوے کرتے چلے گئے۔ لیکن انگریزوں سے ان کی وفاداری میں کوئی فرق نہ آیا۔ بلکہ انہوں نے انگریز کی وفاداری کو اپنے اور اپنے ماننے والوں کے ایمان کا جزا اپنے الہام کا نتیجہ اور ایک مذہبی فریضہ قرار دیا۔ اس سلسلے میں منیر رپورٹ ص۱۹۶ کے علاوہ قادیانی خلیفہ کے حسب ذیل اقتباسات قابل توجہ ہیں:

''حضور عالی! ہماری فرمانبرداری مذہبی امور پر ہے۔ اس لئے اگر حکومت کی پالیسی سے قدرے اختلاف کریں۔ کبھی اس کے خلاف کھڑے نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ اس صورت میں، ہم خود اپنے عقیدے کی رو سے مجرم ہوں گے اور ہمارا ایمان خود حجت قائم کرے گا۔ حضور ملک معظم کی فرمانبرداری ہمارے لئے ایک مذہبی فرض ہے۔ جس میں سیاسی حقوق ملنے یا نہ ملنے کا کچھ دخل نہیں۔ جب تک ہمیں مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ہم اپنی ہر چیز تاج برطانیہ پر نثار کرنے کے لئے تیار ہیں اور لوگوں کی دشمنی اور عداوت ہمیں اس سے باز نہیں رکھ سکتی۔''

(قادیانی جماعت کا ایڈریس بخدمت ہز رائل ہائی نس پرنس آف ویلز، مندرجہ اخبار الفضل ۲۰؍مارچ ۱۹۱۲ء)

''میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ تمام مسلمانوں میں اول درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا

ہوں۔ کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اول درجہ پر پہنچایا ہے۔ اول والد مرحوم کے اثر نے، دوم گورنمنٹ کے احسانوں نے اور تیسرے خداوند کے الہام نے۔"

(تریاق القلوب ضمیمہ نمبر ۳ ص ج، خزائن ج ۱۵ ص ۴۹۱)

"مگر ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہو جناب جماعت کو ملک معظم کا نہایت وفادار اور سچا خادم پائیں گے۔ چونکہ (یہ) وفاداری جماعت احمدیہ کی شرائط بیعت میں ایک شرط رکھی گئی ہے اور بانی سلسلہ نے اپنی جماعت کو وفاداری حکومت کی اس طرح بار بار تاکید کی ہے کہ ان کی ۸۰ کتابوں میں سے کوئی کتاب بھی نہیں جس میں اس کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔"

(قادیانی جماعت کا ایڈریس جناب میکلیس لیفٹیننٹ گورنر پنجاب، مندرجہ الفضل مورخہ ۲ر دسمبر ۱۹۱۹ء)

"فی الواقع گورنمنٹ ایک ڈھال ہے جس کے نیچے احمدی جماعت آگے ہی بڑھتی جاتی ہے۔ اس ڈھال کو ذرا ایک طرف کرو اور دیکھو کہ زہریلے تیروں کی کیسی خطرناک بارش تمہارے سروں پر ہوتی ہے۔ پس کیوں ہم اس گورنمنٹ کے شکرگزار نہ ہوں۔ ہمارے فوائد اس گورنمنٹ کے ساتھ متحد ہو گئے اور اس گورنمنٹ کی تباہی ہماری تباہی اور اس گورنمنٹ کی ترقی ہماری ترقی۔ جہاں جہاں اس گورنمنٹ کی حکومت پہنچتی جاتی ہے۔ ہمارے لئے تبلیغ کا ایک میدان...... ہے۔"

(الفضل ۱۵ر اکتوبر ۱۹۱۵ء)

"سلسلہ احمدیہ کا گورنمنٹ برطانیہ سے جو تعلق ہے۔ وہ تمام جماعتوں سے زائد ہے۔ ہمارے حالات اس قسم کے ہیں کہ گورنمنٹ اور ہمارے فوائد ایک ہو گئے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ کی ترقی کے ساتھ ہمیں بھی آگے بڑھنے کا موقع ملتا ہے اور اس کو اگر خدانخواستہ کوئی نقصان پہنچے تو اس صدمہ سے ہم بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔"

(الفضل ۲۷ر جولائی ۱۹۱۸ء)

"روسیہ (یعنی روس) میں اگرچہ تبلیغ احمدیہ کے لئے گیا تھا۔ لیکن چونکہ سلسلہ احمدیہ اور برٹش حکومت کے باہمی مفاد ایک دوسرے سے وابستہ ہیں، اس لئے جہاں میں اپنے سلسلے کی تبلیغ کرتا تھا۔ وہاں لازماً مجھے گورنمنٹ انگریزی کی خدمت گزاری بھی کرنی پڑتی تھی۔"

(بیان محمد امین صاحب قادیانی مبلغ، مندرجہ اخبار الفضل ۲۸ر ستمبر ۱۹۲۲)

"سو انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے۔ تمہارے لئے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے وہ تمہاری سپر ہے۔ پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو اور تمہارے مخالفین جو مسلمان ہیں، ہزار درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں۔"

(تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۱۲۳، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۴)

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے

ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات طبع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔"
(تریاق القلوب ص ۲۵، خزائن ج ۱۵ ص ۱۵۵)

"میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں، نہ روم میں نہ شام میں، نہ ایران میں، نہ کابل میں، مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا گو ہوں۔"
(تبلیغ رسالت ج ۶ ص ۲۹، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۷۰)

"بلکہ اس گورنمنٹ کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ہم یہاں سے نکل جائیں تو نہ ہمارا مکہ میں گزارا ہو سکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں، تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اس کے برخلاف کوئی خیال اپنے دل میں رکھیں۔" (ملفوظات احمدیہ ج ۱ ص ۱۴۰)

اس سلسلہ میں جرمن اور افغان حکومتوں کی شہادتیں بھی خود قادیانیوں کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

"دنیا ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے۔ چنانچہ جب جرمنی میں احمدیہ عمارت کے افتتاح کی تقریب میں ایک جرمن وزیر نے شمولیت کی تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ کیوں تم ایسی جماعت کی کسی تقریب میں شامل ہوئے جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔"
(خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ یکم نومبر ۱۹۳۴ء)

"افغان گورنمنٹ کے وزیر داخلہ نے مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا ہے کابل کے دو اشخاص ملا عبدالحلیم چہار آسیائی و ملا نور علی دکاندار قادیانی عقائد کے گرویدہ ہو چکے تھے اور لوگوں کو اس عقیدہ کی تلقین کر کے انہیں اصلاح کی راہ سے بھٹکا رہے۔ ان کے خلاف مدت سے ایک اور دعویٰ دائر ہو چکا تھا اور مملکت افغانیہ کے مصالح کے خلاف غیر ملکی لوگوں کے سازشی خطوط ان کے قبضے سے پائے گئے جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھ بک چکے تھے۔"
(اخبار الفضل بحوالہ امان افغان ۳ مارچ ۱۹۲۵ء)

انگریز کی اس کھلی، گہری اور غیر مشروط وفاداری کے ساتھ مرزا غلام احمد نے جس طرح جہاد کی تنسیخ کا اعلان کیا (منیر رپورٹ ص ۹۳) اور عیسائیوں کے خلاف تبلیغ کا جو مقصد اوپر بیان کیا ہے۔ اسے دیکھنے کے بعد یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ یہ ساری سرگرمیاں انگریز اور اس کے مصالح حکمرانی کو تقویت پہنچانے والی تھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں انگریزی سامراج کو مختلف مسلم ممالک میں مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی وجہ سے ان کی طرف سے شدید مزاحمت سے سابقہ پیش آ رہا تھا۔ ادھر ہندوستان میں

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور اس کے بعد تحریک مجاہدین اور شمال مغربی سرحد پر پٹھانوں اور افغانوں کی کارروائیوں کا تجربہ انہیں ہو چکا تھا۔ مسلمان علماء انگریزوں کے زیر تسلط ہندوؤں کو دارالحرب قرار دے چکے تھے اور انگریز سیاست دان یہ جان گئے تھے کہ جب تک مسلمانوں کا زور نہ توڑا جائے، سلطنت برطانیہ کو استحکام نصیب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے دیگر تدابیر کے علاوہ مسلمانوں کو اندر سے کمزور کرنے کی کوشش کی۔ جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات اور سرگرمیاں ایک مؤثر حربے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہوں نے نہ صرف مسیح موعود اور نبی ہونے کا دعویٰ کر کے (منیر رپورٹ (انگریزی) ص ۱۸۹) امت مسلمہ میں افتراق پیدا کیا۔ بلکہ مسلمانوں کے اساسی معتقدات (کتاب اللہ پر ایمان، ملائکہ پر ایمان، تخلیق آدم، ختم نبوت، جہاد، حج وغیرہ) کے بارے میں انوکھی بحثیں چھیڑ کر ان میں پراگندہ خیالی اور فکری انتشار پیدا کیا۔ ان کے جوش وجذبہ جہاد کو سرد کر کے انگریز کی اطاعت اور وفاداری پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔

مرزا غلام احمد اور اس کے ماننے والوں کی یہ روش مسلمانوں میں ان کے خلاف بیزاری اور نفرت پیدا کرنے کے لئے کافی تھی۔ لیکن انہوں نے اسی پر بس نہ کی بلکہ قرآن میں لفظی اور معنوی تحریف کی (قادیانی امت از محمد شفیع جوش میر پوری ص ۲۲ تا ۵۸) ان صفحات میں قادیانی لٹریچر میں تحریف شدہ آیات کے عکس دیئے گئے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، امام حسینؓ اور مسلمانوں کے مقامات مقدسہ (مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ) کی توہین کی۔ رسول اکرم ﷺ، اہل بیت، صحابہ کے لئے مخصوص اصطلاحات کو اپنے لئے استعمال کیا (منیر رپورٹ ص ۱۹۷) مسلمانوں کو اپنا دشمن قرار دیا (منیر رپورٹ ص ۲۰۰) اور مسلمانوں کی شکست اور انگریزوں کی فتح پر قادیان میں جشن مسرت منایا گیا۔ (منیر رپورٹ ص ۱۹۶)

مسلمانوں پر شدید اشتعال انگیز حملے کئے گئے۔ مرزا غلام احمد کو مسیح موعود اور نبی نہ ماننے والوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا (منیر رپورٹ ص ۱۹۰) مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا اور ان سے شادی بیاہ کو ناجائز اور حرام قرار دیا۔ (منیر رپورٹ ص ۱۹۸، ۱۹۹) لیکن ان سب کے باوجود وہ معاشی اور سیاسی میدانوں میں انگریز کی سرپرستی میں مسلمانوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ان میں گھسے رہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اگرچہ بظاہر اپنی سرگرمیوں کا رنگ مذہبی رکھا لیکن وہ اور ان کے متبعین اس مذہبی چہرے کے پیچھے شروع سے ہی سیاسی عزم رکھتے تھے۔ جیسا کہ ان کی حسب ذیل تحریروں سے واضح ہے:

"پس جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں سیاست نہیں، وہ نادان ہیں۔ وہ سیاست کو سمجھتے ہی نہیں۔ جو شخص یہ نہیں مانتا کہ خلیفہ کی بھی سیاست ہوتی ہے، وہ خلیفہ کی بیعت ہی کیا کرتا ہے۔ اس کی کوئی بیعت نہیں اور اصل بات تو یہ ہے کہ ہماری سیاست گورنمنٹ کی سیاست سے بھی زیادہ ہے۔ پس اس سیاست کے مسئلہ کو اگر میں نے بار بار بیان نہیں کیا تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ میں نے اس سے جان بوجھ کر اجتناب کیا ہے۔ آپ لوگوں کو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہئے کہ خلافت کے ساتھ ساتھ سیاست بھی ہے اور جو شخص یہ نہیں مانتا وہ جھوٹی بیعت کرتا ہے۔"

(الفضل ۱۳؍اگست ۱۹۲۶ء)

"ہم میں سے ہر ایک احمدی یہ یقین رکھتا ہے کہ تھوڑے عرصہ کے اندر ہی (خواہ ہم اس وقت تک زندہ رہیں یا نہ رہیں، لیکن بہرحال وہ عرصہ غیر معمولی طور پر لمبا نہیں ہوسکتا) ہمیں تمام دنیا پر نہ صرف علمی برتری حاصل ہوگی، بلکہ سیاسی اور مذہبی برتری بھی حاصل ہوجائے گی۔ جب ہمارے سامنے بعض حکام آتے ہیں تو ہم اس یقین اور وثوق کے ساتھ ان سے ملاقات کرتے ہیں کہ کل یہ نہایت عجز وانکسار کے ساتھ ہم سے استمداد کررہے ہوں گے۔" (الفضل ۲؍اکتوبر ۱۹۳۹ء)

"میرا خیال ہے کہ ہم حکومت سے صحیح تعاون کر کے جس قدر جلد حکومت پر قابض ہو سکتے ہیں، عدم تعاون سے نہیں۔" (الفضل ۱۸؍جولائی ۱۹۳۵ء)

"اس وقت اسلام کی ترقی خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ یاد رکھو سیاسیات، اقتصادیات اور تمدنی امور حکومت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پس جب تک ہم اپنے نظام کو مضبوط نہ کریں اور تبلیغ وتعلیم کے ذریعے حکومتوں پر قبضہ کی کوشش نہ کریں، ہم اسلام کی ساری تعلیم کو جاری نہیں کر سکتے۔" (الفضل ۵؍فروری ۱۹۳۷ء)

"پس نہیں معلوم ہمیں کب خدا کی طرف سے دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنی طرف سے تیار ہونا چاہئے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔ تم نے دنیا کو ادھر نہیں لانا بلکہ لانے والا خدا ہے۔ اس لئے تمہیں آنے والے کا معلم بننے کے لئے ابھی سے کوشش کرنی چاہئے...... جو شخص ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولدالحرام بننے کا شوق ہے۔" (خطبہ خلیفہ محمود، الفضل ۲؍مارچ ۱۹۲۲ء)

قادیانی ہندوستان جیسے وسیع وعریض ملک کو اپنا بیس بنانا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس غرض کے لئے ہندوؤں سے اپنے تعلقات بڑھائے۔ ان کی مذہبی شخصیات کی تعریفیں کیں۔ پنڈت جواہر لعل نہرو کا استقبال اور غیر معمولی پذیرائی کی اور اسے اس قدر متاثر کیا کہ اس نے انہیں مسلمانوں کا بہترین گروہ قرار دیا۔ کیونکہ ان کا نبی اور مقام مقدس قادیان دونوں ہندی ہیں۔

ان سیاسی عزائم کے ساتھ وہ ایک طرف انگریز کی سرپرستی سے فائدہ اٹھا کر زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنے قدم جماتے رہے اور دوسری طرف مسلمانوں کے سواد اعظم کی سیاسی تمناؤں کے خلاف کام کرتے رہے: ”حقیقت میں وہ انگریز کے ہندوستان سے رخصت ہونے کے بعد اس کے جانشین بننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ وہ قیام پاکستان کے مخالف تھے اور اگر کسی طرح ملک تقسیم ہوتا ہے تو اسے دوبارہ متحد کرنے کے عزائم رکھتے تھے۔“ (منیر رپورٹ ص ۱۹۶)

لیکن جب بالآخر پاکستان بن گیا تو انہوں نے سرد سز میں نفوذ، سازشوں اور بیرونی طاقتوں کی مدد سے پاکستان میں مسلمانوں پر اپنا اقتدار قائم کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ اس غرض کے لئے انہوں نے ایک طرف بلوچستان کو اپنے بیس میں تبدیل کرنے کا منصوبہ بنایا (منیر رپورٹ ص ۱۹۹) اور دوسری طرف مختلف سرد سز میں منصوبہ بندی کے ذریعے نفوذ اور ملازمین حکومت اور عام لوگوں کو مرزائی بنانے کی مہم شروع کر دی (منیر رپورٹ ص ۲۰۰) اسکے ساتھ ساتھ انہوں نے انگریز کی سرپرستی اور ملازمین حکومت میں اپنے نفوذ کے ذریعے ضلع جھنگ میں ایک ہزار ایکڑ سے زائد اراضی بطور گرانٹ برائے نام قیمت پر حکومت سے حاصل کی اور ”ربوہ“ کے نام سے اپنی ایک بستی بنائی جس میں عام مسلمانوں کا داخلہ قادیانیوں کی مرضی اور اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

ربوہ کو انہوں نے اپنا مرکز بنایا اور وہاں ریاست کے اندر ایک ریاست قائم کر لی۔ جس میں ایک مکمل سیکرٹریٹ کے تمام شعبے بشمول امور خارجہ، داخلی امور، امور عامہ، شعبہ اطلاعات و پروپیگنڈہ وغیرہ قائم کئے گئے۔ (منیر رپورٹ ص ۱۹۸)

اس مرکز میں سیکرٹریٹ کے علاوہ خدام احمدیہ، انصار اللہ اور قربان بٹالین کے نام سے نیم عسکری تنظیمیں بھی قائم کی گئیں (منیر رپورٹ ص ۱۹۸) نیز خلیفہ بشیر الدین نے قادیانیوں کو فوجی تیاری اور تربیت کی تلقین کی (الفضل ۱۱ اپریل ۱۹۵۰ء) اس طرح گویا انہوں نے اقتدار پر قبضہ کرنے اور اس سے پہلے ایک چھوٹے پیمانے پر ریاست چلانے کا تجربہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔

راولپنڈی سازش کیس میں بھی ان کے سیاسی عزائم کی ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ جس میں بعض قادیانی افسروں نے سوشلسٹوں سے مل کر بزور حکومت پر قبضہ کرنے کی ناکام کوشش کی۔ قادیانی اگر زیر زمین سرگرمیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے آپ کو ایک خالص مذہبی اور غیر سیاسی جماعت ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن ان کے سیاسی عزائم وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ جس کی مثالیں اوپر دی جا چکی ہیں اور ایسی ایک مثال وہ پریس کانفرنس ہے جو لندن میں کی گئی۔ جس میں ظفر اللہ خان بھی موجود تھے اور جس میں یہ اعلان کیا گیا کہ اگر پاکستان میں ہماری حکومت قائم ہو

گئی تو ہم کیا تبدیلیاں لائیں گے۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی ۴؍اگست ۱۹۶۵ء)

''اسی طرح ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں انہوں نے پیپلز پارٹی کے ساتھ باقاعدہ معاہدہ کر کے جس طرح انتخابات میں نہ صرف پیپلز پارٹی کی مالی اور افرادی مدد کی اور اس ایک فیصلے کے تحت تمام قادیانیوں کے ووٹ دلائے بلکہ اپنے متعدد امیدوار بھی کامیاب کرائے۔''

(روزنامہ ندائے ملت لاہور ۲۹؍دسمبر ۱۹۷۰ء)

انگریزوں کی وفاداری کا جو تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے۔ اس کی رو سے چونکہ یہ الہام کا نتیجہ اور مذہبی فریضہ تھا۔ اس لئے وہ انگریزوں کے ہندوستان سے رخصت ہو جانے کے ساتھ ختم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انگریز اور قادیانی مشترک مفاد قائم ودائم ہے اور قیام پاکستان کے بعد اب تک کئی ایسے ملکوں میں جو انگریز کے زیرنگیں یا زیراثر رہے ہیں۔ ان میں قادیانی مشن ان کی سرپرستی حاصل کرتے رہے ہیں۔ خود پاکستان میں ظفر اللہ خان، ایم ایم احمد اور عبدالسلام کی ترقی اور بین الاقوامی اداروں میں ان کی پذیرائی بھی اسی سرپرستی کی غماض ہے۔ پھر پاکستانی قوم اور حکومت کی طرف سے اسرائیل کے مکمل مقاطع کے باوجود اسرائیل میں قادیانی مشن کا سرگرم رہنا ربوہ اور قادیان کے درمیان وقفے وقفے سے افراد کا تبادلہ اور حال ہی میں ظفر اللہ خان کا سفر بھارت ذہن میں بہت سے شکوک وشبہات ابھارتا ہے۔ اس ضمن میں ظفر اللہ خان کا خط مورخہ ۴؍اکتوبر ۱۹۷۲ء بنام مسٹر زاہد ڈپٹی لیگل ایڈوائزر حکومت پاکستان لائق توجہ ہے۔ اس خط کا عکس روزنامہ جسارت کراچی مورخہ ۱۷؍جون ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا ہے اور اس میں ظفر اللہ نے مسٹر بچ ایڈوائزر اطلاعات حکومت پاکستان کو ایک پارسل بھیجنے کے ساتھ مکتوب الیہ کو تاکید کی ہے کہ مسٹر بچ کا جواب انہیں سفارتی ڈاک میں بھجوائیں۔ پھر روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۱۹؍جون ۱۹۷۴ء میں اس پریس کانفرنس کی پوری روداد شائع ہوئی ہے جو ۵؍جون ۱۹۷۴ء کو ظفر اللہ خان نے لندن میں کی گئی۔ اس میں انہوں نے نہ صرف سراسر غلط معلومات بین الاقوامی پریس کو فراہم کی ہیں بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ امریکہ میں ہماری جماعت امریکہ کی وزارت خارجہ سے برابر رابطہ میں ہے۔ آگے چل کر فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ انگلستان میں احمدی لوگ برطانوی دفتر خارجہ سے تعلق پیدا کریں اور برطانوی پارلیمنٹ کے ارکان کی توجہ بھی اس جانب مبذول کرائیں تاکہ برطانوی حکومت بھی اپنا مؤثر کردار ادا کر سکے۔''

حقیقت یہ ہے کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک الگ امت کہتے ہوئے اور عملاً ایک الگ امت کی طرح رہتے ہوئے مسلمانوں کے معاشی اور سیاسی حقوق غصب کرنے اور ان پر بزور سیاسی تسلط حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کا سیاسی جزو بن کر رہنے پر مصر ہیں۔ ان کی مثال

آکاس بیل کی ہے جو کسی دوسرے درخت پر چڑھ کر اس کا رس چوس چوس کر پھیلتی چلی جاتی ہے۔ یا ان کی مثال ملت اسلامیہ کے جسم میں ایک ایسی فارن باڈی کی ہے جسے جسم کسی طرح قبول نہیں کر سکتا اور اسے نکالے بغیر نہ جسم کو چین ملتا ہے اور نہ وہ صحت مند ہو سکتا ہے۔ ملت اسلامیہ کے اس اضطراب اور اس بلا سے گلو خلاصی حاصل کرنے کی کشمکش نے جب کبھی اظہار کی کوئی شکل اختیار کی ہے تو قادیانیوں نے ہمیشہ اپنے سرکاری اثر ورسوخ کے ذریعے اسے سختی سے دبادیا ہے۔ یہ کشمکش اور اضطراب ایسے ہتھکنڈوں کے نتیجے میں وقتی طور پر تو دب جاتا ہے لیکن حقیقی امن وسکون اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جبکہ اس فارن باڈی کو ملت کے نظام جسمانی سے الگ کر دیا جائے۔

قادیانیوں کی دینی اور سماجی حیثیت کے بارے میں امت مسلمہ کی رائے بہت واضح اور متفق علیہ ہے:

۱...... امت میں اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت محمد ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔ نیز اس بات پر بھی اجماع ہے کہ ان کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا اور اسے ماننے والا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

۲...... علامہ اقبال نے آج سے تقریباً چالیس سال قبل ۱۹۳۵ء میں ان کے ایک الگ امت قرار دیئے جانے کا مسئلہ اٹھایا تھا۔ نیز پنڈت جواہر لال نہرو کے نام اپنے خط مورخہ ۱۲ر جون ۱۹۳۶ء میں یہ لکھا تھا کہ: ''میرے ذہن میں اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔''

۳...... ۷ر فروری ۱۹۳۵ء کو ڈسٹرکٹ جج بہاولنگر نے اپنے فیصلے میں قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اسی طرح ۳ر جون ۱۹۵۵ء کو ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی نے اور ۱۳ر جولائی ۱۹۷۰ء کو سول جج سماروجسا آباد ضلع میرپور خاص نے اپنے اپنے فیصلوں میں قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

۴...... ۱۹۵۳ء میں پاکستان کے تمام مکاتب فکر (دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، شیعہ وغیرہ) کے علماء نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا اور ان کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔

۵...... ۲۸ر اپریل ۱۹۷۳ء کو آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی قرارداد پاس کی۔

۶...... اپریل ۱۹۷۴ء میں مکہ مکرمہ میں پورے عالم اسلام کی ایک سو آٹھ (۱۰۸) تنظیموں کے اجتماع میں قرارداد پاس کی گئی۔ جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور انہیں کلیدی اسامیوں سے ہٹانے کا مطالبہ کیا گیا۔

۷...... پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے نمائندوں نے لاہور میں اپنے اجتماع منعقدہ جون ۱۹۷۴ء میں پھر اس مطالبے کو دہرایا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور انہیں کلیدی اسامیوں سے ہٹایا جائے۔

۸...... ۱۴ر جون ۱۹۷۴ء کو پورے پاکستان میں اس مطالبے کی تائید اور ایک ایسی پرامن اور مکمل ہڑتال کی گئی جس کی نظیر پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس ہڑتال نے یہ بات واضح کر دی کہ اس بارے میں پوری ملت پاکستان متفق اور یکسو ہے۔

۹...... ۱۹ر جون ۱۹۷۴ء کو صوبہ سرحد کی اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد پاس کی جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا۔

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات اور پھر سقوط مشرقی پاکستان (جس کے بارے میں ایم ایم احمد صاحب کا کردار اخبارات میں آتا رہا ہے) کے بعد مسلمانوں کے خلاف قادیانیوں کا رویہ بہت جارحانہ ہو گیا ہے۔ پاکستان ایئر فورس سے جھوٹے مقدمے بنا کر جس طرح مسلمان افسروں کو نکالا گیا اور ایئر فورس کو قادیانی فورس بنانے کی کوشش کی گئی اور بالآخر وزیراعظم کو خود اس میں مداخلت کرنا پڑی، وہ اب ایک کھلا راز ہے۔

اگرچہ پاکستان کے چیف آف سٹاف ایئر مارشل ظفر چودھری کو اسی بناء پر ریٹائرڈ کر دیا گیا تاہم ابھی تک بہت سے قادیانی سینئر افسران ایئر فورس میں کلیدی اسامیوں پر موجود ہیں۔

معلوم ہوا کہ گروپ کیپٹن سجاد حیدر پاکستان ایئر فورس ہیڈ کوارٹر پشاور ایئر فورس میں قادیانیوں کی اس سازش کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں۔ اسی طرح بری اور بحری فوج میں بھی قادیانیوں نے بڑے پیمانے پر نفوذ کیا ہے اور بہت ساری کلیدی اسامیوں پر فائز ہیں۔

قادیانیوں نے پاکستانی افواج میں یہ پوزیشن باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت حاصل کی ہے۔ جیسا کہ ان کے خلیفہ کے حسب ذیل بیان سے واضح ہے:

''پاکستان میں اگر ایک لاکھ احمدی سمجھ لئے جائیں تو ۹ ہزار احمدیوں کو فوج میں جانا چاہئے۔ فوجی تیاری نہایت اہم چیز ہے۔ جب تک آپ جنگی فنون نہیں سیکھیں گے، کام کس طرح کریں گے۔'' (الفضل ۱۱/۱۹۵۰ء)

سقوط مشرقی پاکستان کے بعد قادیانی پاکستان کو کمزور اور افواج میں اپنی مضبوط پوزیشن اور بیرونی رابطوں اور سازشوں کی بناء پر اپنے آپ کو قوی محسوس کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقلیت ہونے کے باوجود مسلمانوں کے خلاف ان کا رویہ بہت جارحانہ ہو گیا ہے۔ اس قادیانی جارحیت کی کئی مثالیں

اخبارات میں شائع ہوچکی ہیں اوراب ربوہ میں نہایت سفاکی کے ساتھ اور پوری منصوبہ بندی سے انہوں نے جارحیت کاارتکاب کیا ہے۔ نشتر کالج ملتان کے طلبہ نے ۲۲مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ اسٹیشن سے گزرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ کچھ نعرہ بازی کی تھی۔ جس کے نتیجے میں جوابی نعرہ بازی اور ردعمل اسی روز ہوگیا تھا۔ لیکن آٹھ دن بعد ۲۹مئی ۱۹۷۴ء کو دوتین ہزار آدمیوں کا مجمع جن میں سے ایک بڑی تعداد مسلح تھی۔ طلبہ کی اس پارٹی کو سبق سکھانے کے لئے گاڑی آنے سے قبل ہی اسٹیشن پر جمع تھا۔ جو گاڑی پہنچتے ہی حملہ آور ہوگیا اور طلبہ کو اس بے دردی سے ڈبوں میں گھسیٹ گھسیٹ کر مارا گیا کہ ان کی بڑی تعداد زخمی ہوگئی۔ جن میں سے متعدد شدید مجروح ہوئے۔ یہ واقعہ واضح طور پر پیشگی منصوبہ بندی سے ہوا۔

ربوہ میں قادیانیوں کا جو سخت نظام اور ڈسپلن ہے۔ اس کے تحت اتنا بڑا واقعہ ان کی جماعت اوران کے سربراہ کے علم ومنظوری کے بغیر نہیں ہوسکتا اور یہ بات بھی عام طور پر سنی جارہی ہے کہ وہ ملک میں ایک عام ہنگامہ کھڑا کر کے فوج میں اپنی مضبوط پوزیشن سے فائدہ اٹھانے کے عزائم رکھتے ہیں یا بھارت سے سازباز کر کے اپنے مقدس مرکز قادیان کے ساتھ جڑنا اور اپنے اس عزم کی تکمیل چاہتے ہیں جس کا اظہار انہوں نے قیام پاکستان کے خلاف ۱۹۴۷ء میں کیا تھا۔ (منیر رپورٹ (انگریزی) ص ۱۹۶)

قادیانیوں کے سلسلے میں مسلمانوں کے مطالبات یہ ہیں:

۱...... مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا مذہبی پیشوا ماننے والوں کو مسلمانوں سے الگ امت قرار دے کر ان کے حقوق متعین کردیئے جائیں۔

۲...... ربوہ کی وسیع سرکاری زمین جو مسلمانوں کے حقوق تلف کرتے ہوئے برائے نام قیمت پر قادیانیوں کو بطور گرانٹ دی گئی تھی، اسے واپس لیا جائے اور اہل اسلام اور پاکستان کے خلاف اس خطرناک سازشی اڈے کو ختم کیا جائے۔

۳...... جو کلیدی اسامیاں اور اپنے تناسب آبادی سے زائد جو ملازمتیں قادیانیوں کے پاس ہیں، ان سے انہیں ہٹا کر مسلمانوں کی حق رسی کی جائے تاکہ مسلمانوں کی جو حق تلفی تقریباً ایک صدی سے ہوتی چلی آرہی ہے۔ اس کا ازالہ ہوسکے۔

۴...... انجمن احمدیہ ربوہ کو ایک سیاسی جماعت اوراس کے تحت اوراس سے متعلق عسکری اور نیم عسکری تنظیموں کو خلاف قانون قرار دیا جائے۔

۵...... ایک کمیشن بٹھایا جائے جو قادیانیوں کے بیرونی تعلقات، ان کی اندرون اور بیرون پاکستان کارروائیوں، ان کی آمرانہ تنظیمی ہیئت، ان کے غیر ملکی مشنوں کے پردے میں کھیلے جانے اور پاکستان پر تسلط جمانے اوراسے بھارت سے ملانے کے منصوبوں کی پوری چھان بین کرے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
خاتم النبیین
حضرت مولانا محمد شریف خالد رضوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ

وعلی الہ واصحابہ اجمعین ۰ امابعد!

حمد وصلوٰۃ کے بعد میرے معزز مسلمان بھائیو! اللہ تعالیٰ جس انسان پر بذریعہ ملائکہ اپنا کلام نازل فرما کر اور اپنے ظاہری وباطنی علوم عطا کر کے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے منتخب فرماتا ہے۔ اس شخصیت کو نبی یا رسول کہتے ہیں۔ اس لئے تعلیم انبیاء علیہم السلام جھوٹ اور لغویات سے پاک ہوتی ہے۔ وہ اپنے قول وفعل میں سچے ہوتے ہیں۔ ان کی زبان جھوٹ وافتراء سے محفوظ ہوتی ہے۔ جماعت انبیاء علیہم السلام کے امام سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت کا تو یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کے خون کے پیاسے آپ کی صداقت کو دیکھ کر صادق وامین کہنے پر مجبور ہو گئے۔ چونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں پیدا ہوگا۔ اس لئے آپ نے دین ودنیا کے تمام مسائل حل فرما دیئے تاکہ مسلمانوں میں اتحاد واتفاق کی فضا قائم رہے اور کسی مسئلے میں الجھ کر تفرقہ بازی کا شکار نہ ہو جائیں۔ حتیٰ کہ آپ نے قیامت تک کے ہونے والے تمام واقعات بیان فرما دیئے اور تفرقہ باز اور جھوٹے نبی اور مفسد رہنماؤں کی نشاندہی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ سنئے اور ایمان تازہ کیجئے:

”عن حذیفة قال قام رسول اللہ ﷺ مقاما ماترك شیئایکون فی مقامه ذالك الی قیام الساعة الاحدث به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه قدعلمه اصحابی ہولاء وانه لیکون منه النسی قدنسیته فاراہ فانکروہ کماینکر الرجل وجه الرجل اذاغاب عنه ثم عرفه “(راوی البخاری والمسلم ومشکوٰۃ ص ۴۶۰ کتاب الفتن)﴿ روایت ہے حضرت حذیفہؓ سے فرماتے ہیں کہ ہم میں رسول ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ آپ نے اسی جگہ میں قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ مگر اس کی خبر دے دی جس نے اسے یاد رکھا۔ اس نے یاد رکھا جو بھول گیا۔ وہ بھول گیا۔ یہ بات میرے دوست جانتے ہیں۔ ان واقعات میں سے کوئی چیز ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوں۔ پھر اسے دیکھتا تو اسے یاد کر لیتا ہوں جیسے کوئی شخص کسی کا چہرہ پہچان لیتا ہے۔ جب وہ اس سے غائب رہا ہو پھر جب اسے دیکھے تو پہچان لے۔﴾

فائدہ...... اس حدیث سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قیامت تک کے ہر چھوٹے بڑے تمام واقعات کا علم عطاء فرمایا ہے اور ایک ہی مجلس میں سب کو بیان فرما دینا سرکار دو عالم ﷺ کا معجزہ ہے اور صحابہ کرامؓ ان واقعات کو اچھی طرح جانتے تھے۔: ''عن حذیفة قال والله ماادری انسی اصحابی ام تنا سواوالله ماترك رسول الله ﷺ من قائد فتنة الی ان تقضی الدنیا یبلغ من معه ثلث مائه فصاعد الاقد سماه لنا باسمه واسم ابیه واسم قتلته (ابوداؤد ومشکوٰہ ص٤٦٣)'' ﴿روایت ہے حضرت حذیفہؓ سے فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھی بھول گئے یا بھلا بیٹھے۔ اللہ کی قسم رسول ﷺ نے دنیا ہونے تک تمام فتنہ گروپ کو جو تین سو یا کچھ زیادہ ہیں، نہیں چھوڑا۔ مگر ہم کو ان کے نام بتا دیئے۔ اس کے نام، اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلہ کا نام۔﴾

فائدہ...... حضور ﷺ نے فتنہ برپا کرنے والوں کی تعداد ان کے نام اور اس کے قبیلہ کا نام لے کر واضح کر دیا تا کہ لوگ ان کے فتنوں سے محفوظ رہیں۔

نوٹ...... ان فتنہ گروں سے مراد جھوٹے نبی اور بے دین عالم جو نئے مذہب اور بری بدعتیں ایجاد کر کے لوگوں میں فتنہ برپا کریں اور گمراہ بادشاہ مراد ہیں۔ جن سے لوگوں میں دینی فتنے پھیلیں گے:

''وعن ثوبانؓ قال، قال رسول الله ﷺ اذا وضع السیف فی امتی لم ترفع عنها الی یوم القیامة ولاتقوم الساعة حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد قبائل من امتی الاثان وانه سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی الله وانا خاتم النبیین لانبی بعدی ولاتزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین لایضرهم من خالفهم حتی یاتی امرالله (رواه ابوداود وترمذی مشکوٰة ص٤٦٥)''

﴿روایت ہے حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے تو قیامت کے دن تک اس سے نہ اٹھے گی اور قیامت قائم نہ ہوگی۔ حتیٰ کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکین سے مل جائیں گے اور حتیٰ کہ میری امت کے کچھ قبیلے بت پرستی کریں گے اور میری امت میں عنقریب ۳۰ جھوٹے ہوں گے۔ وہ اب گمان کریں گے کہ وہ

اللہ کے نبی ہیں۔ حالانکہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کا ایک گروہ حق پر رہے گا۔ سب پر غالب، ان کا مخالف انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ جائے۔

فائدہ...... ان سے مراد وہ تیس جھوٹے ہیں جنہیں لوگوں نے نبی مان لیا اور ان کا فساد پھیل گیا۔ دیکھو ہمارے ملک میں مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت کا فتنہ بہت پھیلا۔ دوسرے اس قسم کے مدعیان نبوت جن میں کسی نے نہ مانا، وہ بکواس کر کے مر گئے۔ وہ جھوٹے نبی تو سو سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ میرے مسلمان بھائیو! اس سے بڑا مقام حیرت اور کیا ہو سکتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے واضح ارشادات کے ہوتے ہوئے جھوٹے نبی، بے دین عالم گمراہ کرنے والے لیڈر اور بادشاہوں کے غلط نظریات قبول کیے جائیں اور سر عام ان کی پرچار کی جائے۔ بلکہ ستم تو یہ ہے کہ قرآن کریم کو موڑ توڑ کر غلط نظریات کے مطابق کیا جا رہا ہے۔ بقول علامہ اقبال:

خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

یعنی جب کوئی جھوٹا نبی یا بے دین ملا یا گمراہ لیڈر جن کی خبر مخبر صادق حضرت محمد ﷺ نے دی ہے۔ غلط نظریہ پیش کرتا ہے۔ تو پھر اپنے خود ساختہ دین کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ قرآن و سنت کو تسلیم نہ کرے تو اس کی حقیقت کھل جاتی ہے اور عوام اس کے دھوکے سے بچ جاتے ہیں۔ اس لئے وہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر قرآن و سنت کے غلط ترجمے کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے حضور ﷺ نے اپنی وفات شریف سے پہلے مسلمانوں کو خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''**اوصیکم تقوی اللہ والسمع والطاعة وان کان عبدا حبشیا فانه من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیرا فعلیکم بسنتی وسنت الخلفاء الرشدین المهدیین تمسکو ابهار وعضوا علیها بالنوا جدا ایاکم ومحدثات الامورفان کل محدثه بدعة وکل بدعة ضلالة(رواه احمد ابوداؤدترمذی وابن ماجه ،مشکوٰة ص ۳۰)**''

فرمایا اللہ سے ڈرو اور سلطان کے سننے اور فرمانبرداری کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اگرچہ حبشی غلام ہو کیونکہ میرے بعد تم سے جو جیئے گا وہ بڑا اختلاف دیکھے گا۔ لہٰذا تم میری اور

ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت مضبوط پکڑو۔اسے دانت سے مضبوط پکڑلونئی باتوں سے دور رہو، ہرنئی چیز اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ ﴾

فائدہ...... حضور نبی ﷺ نے اپنی امت کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا جب گمراہ کن رہنماء پیدا ہوجائیں اور مسلمانوں کو گمراہی کی دعوت دینی شروع کریں تو یاد رکھو۔میری سنت اور میرے خلفاء صحابہ کی سنت کی پیروی کرنا یعنی اہلسنت وجماعت رہنا۔اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہورہی ہے۔جب حضور ﷺ نے فرمایا: ''**عن معاذ ابن جبلؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان الشیطان ذئب فان کذئب الغنم یاخذالشاة والقاصیة والناحیة والشقاب وعلیکم بالجماعة** '' (رواہ احمد ومشکوٰہ) ﴿روایت ہے حضرت معاذ ابن جبلؓ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے۔جیسے بکریوں کا بھیڑیا الگ اور دور کنارے والی کو پکڑتا ہے۔تم گھاٹیوں سے بچو اور جماعت مسلمین اور عوام کو لازم پکڑو (رواہ احمد ومشکوٰۃ)

فائدہ...... اس حدیث سے معلوم ہوا، الگ تھلگ رہنا یا نئی جماعت قائم کرنا شیطانی کام ہے اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کو چھوڑنا گمراہی کو دعوت دینا ہے۔بڑی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اہلسنت وجماعت ہی ہے جو صحابہ کرامؓ سے لے آج تک تمام گمراہ لوگوں بڑی ہے اور ان کی نشانی وہ جو پہلے حدیث میں ہے کہ وہ سنت نبی سنت صحابہ پر حامل ہوگی۔یعنی اہلسنت وجماعت جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حق پر ہے اور رہے گی۔

اس مضمون کی تائید میں ایک اور حدیث سنئے: ''**عن ابن عمرؓ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ اتبعو السوا دالا عظم فانه من شذ شذ فی النار** '' (رواہ ابن ماجہ ومشکوٰۃ ص ۳۰) ﴿حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بڑے گروہ (بڑی جماعت) کی پیروی کرو کیونکہ جو الگ رہا وہ الگ ہی آگ میں جائے گا۔﴾

سبحان اللہ! اس فرمان نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے گمراہ فرقوں اور جھوٹے رہنماؤں کی قلعی کھول دی کیونکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔وہ عقیدے اختیار کرو جو مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ہوں۔اب یہ حقیقت ہر مسلمان پر بالکل واضح ہوچکی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک بڑی جماعت اہلسنت ہی ہے۔جس کا مخالفین بھی اعتراف کرچکے ہیں۔لہٰذا اہل اسلام کو ضروری ہے کہ وہ اپنے عقائد واعمال بڑی جماعت یعنی اہل سنت کے اختیار کریں۔

کیونکہ باقی گمراہ فرقوں کے متعلق حضور ﷺ فرماتے ہیں:

"عن عبداللہ ابن عمرقال قال رسول اللہ ﷺ لیاتین علی امتی کما اوتی علی بنی اسرائیل حذوالنعل بالنعل حتی ان کان منهم من اتی امه علانیة لکان فی امتی من یصنع ذالك وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحدة قالو من هی یارسول اللہ قال ماانا علیه واصحابی (رواه الترمذی وفی روایة احمد وابی داؤد "عن معاویه ثنتان وسبعون فی النار وواحدة فی الجنة وهی الجماعة وانه سیخرج فی اقوام تتجاری الکلب بصباحبه لایبقی منه عرق ولامفصل الا دخله"

﴿روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میری امت میں بعینہ ویسے حالات آئیں گے جیسے نبی اسرائیل پر آئے۔ جیسے جوتی کی جوتی سے برابری، حتیٰ کہ اگر کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا تو میری امت میں بھی وہ ہوگا جو ایسا کرے گا۔ یقیناً نبی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سوا ایک ملت کے سب دوزخی ہوں گے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟" فرمایا وہ جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور احمد وابوداؤد ومعاویہؓ کی روایت یہ ہے کہ بہتر دوزخی اور ایک جنتی ہے اور مسلمانوں کی بڑی جماعت ہے۔ میری امت میں ایسی قومیں نکلیں گی جن میں ان کے خودساختہ دین ایسے سرایت کر جائیں گے جیسے دیوانے کتے کا زہر کاٹے ہوئے ہیں کہ جس کی کوئی رگ اور جوڑ بغیر سرایت کئے نہیں بچتا۔﴾

فائدہ...... اس حدیث میں اللہ کے محبوب علیہ السلام نے فیصلہ ہی فرما دیا کہ مسلمانوں کی بڑی جماعت یعنی اہلسنت وجماعت کے سوا باقی سب فرقے گمراہ ہوں گے اور دوزخ میں جائیں گے۔ اس کی تائید قرآن پاک کی اس آیت سے ہو رہی ہے: "ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی ونصله جهنم وساءت مصیرا" ﴿اور جو رسولؐ کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔"

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے رسولؐ کی سنت اور جماعت مومنین (اہلسنت وجماعت) کے خلاف کرگیا ہم اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تفسیر جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی سنت اور جماعت مؤمنین کے عقائد و عمال کے خلاف ہو وہ تحریف قران کریم کہلائے گی۔ ایسی تفسیر کرنے والا اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی خاتم النبیین کی تفسیر کرتا ہے۔ ''نبیوں کی زینت وافضل'' حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور جماعت مومنین خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرتے ہیں۔ دیکھو ارشاد باری تعالیٰ: ''ماکان محمد اباا حدمن رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین وکان اللّٰہ بکل شی علیما '' ﴿محمد رسول ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ ہاں! اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کو کچھ جانتا ہے۔'' اب اس کی تفسیر حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے سنئے:

''وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللّٰہ وانا خاتم النبیین لانبی بعدی ولاتزال طائفة من خالفھم حتی یاتی امر اللّٰہ (رواہ ابوداؤد ،ترمذی ،مشکوٰة '' ﴿اور بے شک میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے وہ سب گمان کریں گے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ حالانکہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کا ایک گروہ حق پر رہے گا۔ سب پر غالب اس کا مخالف انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا۔'' دیکھو حضور ﷺ جن پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا ہے۔ خاتم النبیین کی تفسیر فرماتے ہوئے فرمایا: ''آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ بلکہ میری امت سے یعنی میرے امتی کہلانے والے نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ وہ جھوٹے اور کذاب ہوں گے کیونکہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کسی قسم کا نبی پیدا نہیں ہوگا۔''

حدیث نمبر۲

''عن ابی ھریرةؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصرا احسن بنیانہ ترك موضع لبنة فطاف بہ النظار ویتعجبون من حسن بنیانہ الاموضع تلك اللبنہ فکنت انا سددت موضع اللبنة ختم بی البنیان وختم بی الرسل وفی روایة فانا اللبنة وانا خاتم النبیین (بخاری

ص ۱۷۰ و مسلم و مشکوٰۃ)"

﴿حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میری اور دوسرے نبیوں کی مثال اس محل کی سی ہے جس کی تعمیر بہت ہی اچھی کی گئی اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی۔ دیکھنے والے اس کے گرد چکر لگاتے تھے اور اس کی اچھی تعمیر سے تعجب کرتے تھے۔ سوا اس اینٹ کے، تو میں نے ہی اس اینٹ کی جگہ پر کر دی اور اور مجھ سے وہ عمارت ختم ہو گئی اور مجھ پر رسول ختم کر دیے گئے۔﴾

ایک روایت میں ہے کہ: "وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں اور میں نبیوں میں آخری نبی ہوں۔"

سبحان اللہ! کیسی پیاری مثال سے حضور ﷺ نے خاتم النبیین کے مفہوم کو سمجھایا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کے محل کی بنیاد رکھی اور انبیاء علیہم السلام سے اس نورانی محل کی تعمیر ہوتی رہی۔ اس محل میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ دیکھنے والے تعجب کرتے تھے کہ کتنی اچھی عمارت ہے۔ مگر ایک اینٹ کی وجہ سے مکمل نہیں ہے۔ فرمایا وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں جس سے نبوت کے محل کی تکمیل ہو گئی۔ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں ہو گا۔

ایک وہم کا ازالہ

سوال: جب اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔ پھر خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں۔ (مرزائی)

جواب نمبر ۱...... اس حدیث میں اس خیال باطل کی کھلی تردید کی گئی ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے کے نبی ہیں۔ یہ اینٹ پہلے لگی ہوئی ہے۔ نیز وہ اب نبوت کی شان سے نہ آئیں گے۔ بلکہ حضور ﷺ کے امتی ہو کر آئیں گے۔ کیونکہ وہ حضور ﷺ سے پہلے نبوت کر چکے ہیں۔ اب ان کی نبوت منسوخ ہو چکی ہے۔ لہٰذا اب کسی نبی کی نبوت ممکن نہیں ہے۔ خیال رہے کہ آخری بیٹا وہ ہے جس کے بعد کوئی بیٹا پیدا نہ ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ پہلے سارے بیٹے مر چکے ہوں۔ حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے زمانہ کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ اگرچہ پہلے زمانہ کے کوئی نبی زندہ ہوں تو مضائقہ نہیں۔ چار نبی اب تک زندہ ہیں۔ ۲ زمین پر حضرت خضر

علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام اور ۲ آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ ان کی زندگی حضور انور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف نہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں بھی کوئی انسان پیدا نہ ہوا نہ بشان نبوت رہا۔ سب سے اول سب سے آخر ایک ہی ہوسکتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ اول مخلوق ہیں اور آخری نبی ہیں۔

جواب نمبر۲...... مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں حضرت عیسیٰ ہوں۔ حالانکہ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''عن عبداللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد ویمکث فیدفن معی فی قبری فاقوم اناوعیسی ابن مریم فی قبرو احد بین ابی بکر وعمر (رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفاء ومشکوٰۃ)''

﴿حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ عیسیٰ ابن مریم (آسمان سے) زمین کی طرف اتریں گے۔ نکاح کریں گے۔ ان کی اولاد ہوگی اور پینتالیس ۴۵ سال قیام کریں گے۔ پھر وفات پائیں گے۔ میرے ساتھ میرے مقبرہ (گنبد خضریٰ) میں دفن کئے جائیں گے۔ تو ہم اور عیسیٰ ابن مریمؑ، ابوبکرؓ عمرؓ کے درمیان ایک مقبرہ سے اٹھیں گے (مشکوٰۃ)﴾ اسی مضمون کی ایک اور حدیث سنئے:

''عن عبداللہ ابن سلام قال مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد و عیسیٰ ابن مریم یدفن معہ قال ابومودود وقدبقی فی البیت موضع قبر (رواہ الترمذی ومشکوٰۃ ص ۵۱۵)'' ﴿روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سلام سے فرماتے ہیں کہ تورات میں حضرت محمد ﷺ کی صفت مذکور ہے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام حضور پرنور حضرت محمد ﷺ کے ساتھ دفن کئے جائیں گے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ حجرۂ انور میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔﴾

میرے مسلمان بھائیو! میں نے شروع میں عرض کیا ہے کہ حضور ﷺ نے تمام مسائل حل فرمادیئے ہیں تاکہ اہل اسلام میں اتحاد کی فضا برقرار رہے۔ دیکھو اس حدیث میں حضور ﷺ نے کتنی تفصیل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح حیات بیان فرمائیں۔ اب اگر کسی کو شک وشبہ

ہوتو مدینہ منورہ جا کر مٹا سکتا ہے۔ کیونکہ حضرت محمد ﷺ کے روضہ اطہر میں حضورؐ کے فرمان کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی قبریں موجود ہیں اور ایک قبر کی جگہ خالی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے۔ مرزا قادیانی مرا تو لاہور دفن ہوا قادیان میں، اور اس کی والدہ کا نام چراغ بی بی ہے۔ وہ کیسے عیسیٰ علیہ السلام ہوسکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سیدہ مریم علیہا السلام ہیں اور وہ اب آسمان پر تشریف فرما ہیں۔ قیامت کے قریب تشریف لاکر شادی کریں گے۔ اولاد ہوگی اور حج کریں گے اور پھر مدینہ منورہ تشریف لائیں گے۔ روضہ اطہر میں دفن ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآن وحدیث کی صحیح فہم عطاء فرمائے۔ اب خاتم النبیین کے مفہوم کے چند ارشادات نبوی سنئے:

"عن العرباض ابن سارية عن رسول الله ﷺ انه قال انی عند الله مكتوب خاتم النبيين وان آدم لمنجدل فی طينته وساخبر كم باول امری دعوة ابراهيم وبشارة عيسىٰ ورؤيا امتیٰ لتی رأت حين وضعتنی وقد خرج لها نور واضالهم منه قصور الشام" (رواه فی شرح السنة ورواه احمد مشكوٰة) "﴿روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہؓ سے کہ رسول ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخری نبی لکھا ہوا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر میں ہی پڑے تھے۔ یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔ میں تم کو اپنی پہلی حالت بتاتا ہوں۔ میں دعا ابراہیم علیہ السلام ہوں۔ بشارت عیسیٰ علیہ السلام، میں اپنی والدہ کا وہ نظارہ ہوں۔ جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان کے سامنے ایک نور ظاہر ہوا جس سے ان کے لئے شام کے محل چمک گئے۔﴾

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ

(بال جبریل)

''عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکم ونصرت بالرعب واحلت لی الضنا ثم وجعلت لی الارض مسجد اوطھور اوارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی ادنبیون (رواہ مسلم ومشکوٰۃ ص۵۱۲) '' ﴿حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا مجھ کو تمام پیغمبروں پر چھ چیزوں سے بزرگی دی گئی۔ مجھے جامع الفاظ دیئے گئے۔ ہیبت سے میری مدد کی گئی۔ میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا۔ میرے لئے ساری دنیا مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنائی گئی اور میں ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور مجھ سے نبی ختم کر دیئے گئے۔﴾

''عن جابر ان النبی اللہ ﷺ قال انا قائد المرسلین ولافخر وانا خاتم النبیین ولا فخر وانا اول شافع ومشفع (رواہ الدارھی ومشکوٰۃ) '' ﴿روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں رسولوں کا قائد یعنی پیشرو ہوں۔ فخر یہ نہیں کہتا۔ میں نبیوں میں آخری ہوں۔ فخر یہ نہیں کہتا میں پہلا شفاعت والا ہوں اور مقبول الشفاعت ہوں۔ فخر یہ نہیں کہتا۔﴾

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخری نبی ہونا مقام فضیلت ہے جو حضور ﷺ کو عطاء کیا گیا۔ لہٰذا حضور نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت لگا دی۔ جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے۔ سنیئے:

''بین کتفیه خاتم النبوۃ وھوخاتم النبیین (مشکوٰۃ) '' ﴿آپ کے کندھوں کے بیچ مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین ہیں'' (ترمذی ومشکوٰۃ)

اب لفظ خاتم کی تشریح بھی سنئے۔ خاتم ختم سے بنا ہے جس کے معنی ہیں مہر لگانا۔ اصطلاح میں اس کے معنی ''تمام کرنا'' ''ختم کرنا'' ''بند کرنا'' کیونکہ مہر یا تو مضمون کے آخر پر لگتی ہے جس سے مضمون بند ہو جاتا ہے۔ یا پارسل بند ہونے پر لگتی ہے۔ جب نہ کوئی شے اس میں داخل ہو سکے نہ اس سے خارج۔ اس لئے تمام ہونے کو ختم کہا جاتا ہے۔ اس معنی کی تائید قرآن کریم سے

ہوتی ہے:

(۱)......"**ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم**" ﴿اللہ تعالیٰ حضور کریم ﷺ کو فرماتے ہیں اے میرے محبوب علیہ السلام! آپ ان کفار کو وعظ فرمائیں یا نہ وہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ اللہ نے ان کفار کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہر لگادی ہے۔ یعنی ہدایت قبول کرنے کے تمام راستے ختم ہوگئے ہیں۔﴾

(۲)......"**الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانو یکسبون**" ﴿آج ہم ان کے منہ پر مہر لگادیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔﴾

جب مجرم دربار خداوندی میں اپنے برے اعمال سے انکاری ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگادیں گے۔

(۳)......"**ویسقون من رحیق مختوم ختامہ مسك**" "نتھری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی رکھی ہوئی ہے۔ اس کی مہر مشک پر ہے۔ یعنی جنت میں شراب طہور ایسے برتنوں سے پلائی جائے گی۔ جن پر حفاظت کے لئے مہر ہوگی تاکہ کوئی توڑ کر نہ باہر سے آمیزش کر سکے نہ اندر سے باہر نکال سکے۔ ان جیسی تمام آیات میں ختم بمعنی مہر استعمال فرمایا گیا ہے۔ اس پر قادیانی مندرجہ ذیل اعتراض کرتے ہیں:

خاتم النبیین کے معنی ہیں نبیوں سے افضل نبی۔ جیسے کہا کرتے ہیں فلاں شخص خاتم الشعراء یا خاتم المحدثین ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ شاعروں اور محدثوں میں آخری شاعر یا محدث ہے۔ بلکہ محدثوں میں افضل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا: "**خاتم المھاجرین**" "تم مہاجرین میں خاتم یعنی افضل ہو۔ نہ یہ کہ آخری مہاجر ہو۔ کیونکہ ہجرت تو قیامت تک جاری رہے گی۔ ایک اور حدیث میں حضرت محمد ﷺ اپنی مسجد کے متعلق فرماتے ہیں: "**انی اخر الانبیاء ان مسجدی آخر المساجد**" "یعنی میں آخری نبی ہوں اور میری یہ

مدینہ والی مسجد آخری مسجد ہے۔حالانکہ بعد میں ہزار ہا مساجد تعمیر ہو رہی ہیں۔لہٰذا آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں۔ہاں! آپ سب سے افضل ہیں اور خاتم النبیین کے معنی یہ ہی ہیں۔

جواب...... خاتم ختم سے بنا ہے جس کے معنی افضل نہیں۔ورنہ "ختم الله علی قلوبهم " کے معنی یہ ہو کہ اللہ نے کافروں کا دل افضل کر دیا۔جب ختم میں افضلیت کے معنی نہیں تو خاتم میں جو اس سے مشتق ہے۔یہ معنی کہاں سے آگئے۔لوگوں کا کسی کو خاتم الشعراء کہنا مبالغہ ہو ہے۔گویا اب اس شان کا شاعر نہ آئے گا۔کہا کرتے ہیں فلاں پر شعر گوئی ختم ہو گئی۔رب کا کلام مبالغہ اور جھوٹ سے پاک ہے۔حضرت عباسؓ ان مہاجرین میں سے ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، آخری مہاجر ہیں۔کیونکہ ان کی ہجرت فتح مکہ کے دن ہوئی۔جس کے بعد یہ ہجرت بند ہو گئی۔لہٰذا وہاں بھی خاتم کے معنی آخر کے ہیں۔سرکار ﷺ نے فرمایا "لاهجرة بعد اليوم " ﴿آج کے بعد اب مکہ سے ہجرت نہ ہو گی۔﴾

اگر وہاں خاتم کے معنی افضل ہوں تو لازم آئے گا کہ حضرت عباس نبی کریم ﷺ سے بھی افضل ہو جائیں۔کیونکہ حضور ﷺ بھی مہاجر ہیں۔دوسری حدیث میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے صرف آپ کی غلط فہمی ہے۔سرکار ﷺ تو فرما رہے ہیں میں نبیوں میں آخری نبی ہوں اور انبیاء کی مساجد میں یہ میری آخیر مسجد ہے۔یعنی اب میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔جو آ کر مسجد نبوی تعمیر کرے۔جیسے حضور ﷺ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کعبہ شریف اور حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ تعمیر کی گئی۔اللہ تعالیٰ قرآن وحدیث کی صحیح فہم عطاء فرماوے۔

اگر حضور کریم ﷺ کی غلامی اور تابعیت سے نبوت ملتی۔جیسا کہ آپ کا خیال باطل ہے۔تو حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جنہوں نے اطاعت مصطفیٰ ﷺ کی وہ مثالیں قائم کیں جو اسلامی تاریخ میں امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔سرکار حضرت عمرؓ کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:"عن عقبة بن عامر قال قال النبی ﷺ لوكان بعدی نبی لكان عمر ابن

خطاب" ﴿فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو جناب عمرؓ بن خطاب ہوتے۔﴾
یعنی اگر ہمارے بعد کسی نبی کا ہونا ممکن ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔ کیونکہ ان کے دل میں رب کی طرف سے الہام اور القاء بہت ہوتا ہے اور انہیں وحی سے بہت ہی مناسبت ہے۔ اس لئے قرآن مجید کی بہت سے آیات آپ کی رائے کے مطابق آئیں۔ جیسے پردہ، شراب کی حرمت، بدر کے قیدیوں کے بارے میں آیات نازل ہوئیں۔ سرکار دو عالم ﷺ جب غزوۂ تبوک کو جانے لگے تو حضرت مولا علیؓ کو اہل مدینہ کی حفاظت پر مامور فرمایا تو حضرت مولا علیؓ نے جہاد کی خواہش فرمائی تو حضور ﷺ نے فرمایا: "عن سعد ابن ابی وقاصؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لعلیؓ انت منی بمنزلة هارون من موسىٰ الّا انه لانبی بعدی (بخاری ومسلم ومشکوٰة ص ۵٦۳" ﴿روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جناب حضرت علیؓ سے کہ تم مجھ سے اس درجہ میں ہو کہ جو حضرت ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ بجز اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾
یعنی تم میں اور جناب ہارون علیہ السلام میں فرق یہ ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ بھی تھے اور نبی بھی۔ تم میرے خلیفہ ہو نبی نہیں۔ کیونکہ نبوت مجھ پر ختم ہو چکی۔ اب نہ تو میرے زمانہ میں کوئی نبی ہو نہ میرے بعد۔

ان احادیث سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تشریعی یعنی (صاحب شریعت نبی یا غیر تشریعی یعنی نبی شریعت نہ لائے یا ظلی یعنی پہلے نبی کے تابع ہو کر) ہو جو کوئی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر اور ملعون اور ان کذابوں دجالوں میں سے ہوگا۔ جن کی خبر مخبر صادق نبی مکرم احمد مجتبیٰ ﷺ نے پہلے ہی فرمائی ہے۔ صحابہ کرامؓ سے لیکر آج تک اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے۔ اسی پر مضمون ختم کرتا ہوں کیونکہ اس مختصر رسالے میں زیادہ مضمون کی گنجائش نہیں ہے۔ آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس راستہ پر چلائے جو اس کے نیک بندوں کا ہے اور اس زمانہ کی ہواؤں سے ہمارا ایمان محفوظ رکھے۔

خاتم النبیین لانبی بعدی
قادیانیت پر آخری
ضرب
جناب پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب پروفیسر شاہ فرید الحق جمعیت علماء پاکستان کے ایک قابل فخر رہنماء ہیں۔ سندھ اسمبلی میں حزب اختلاف کے قائد کی حیثیت سے جو بہترین کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس کا اعتراف کون نہیں کرتا۔

شاہ صاحب سیاسیات کے پروفیسر رہے ہیں اور اس مضمون کی متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان دنوں وہ قرآن مجید کا آسان اور سلیس انگریزی ترجمہ کر رہے ہیں۔

شاہ صاحب نے حالیہ قادیانی تحریک اور قومی اسمبلی کے فیصلے کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ تاکہ پاکستان کی زندگی کے یہ تاریخی لمحات ہمیشہ کے لئے تاریخ کا حصہ بن جائیں۔

مرکزی سیکرٹری اطلاعات، جمعیت علماء پاکستان

۲۲ مئی ۱۹۷۴ء کو نوجوانان اسلام نے (چناب نگر) ربوہ اسٹیشن پر حضور ﷺ کے مقام کے تحفظ کا نعرہ لگا کر جھوٹے مدعی نبوت کی جھوٹی امت کے دل پر ایک چوکہ لگایا۔ بھلا کفار کو برداشت کی کہاں طاقت۔ حالانکہ کفار اور مشرکین اپنے انجام سے باخبر ہیں اور انہیں معلوم ہے کہ جب بھی وہ دین اسلام سے نبرد آزما ہوئے منہ کی کھائی۔ یہ بات اور ہے کہ بعض وقت مسلمانوں کے نقصان کی وجہ سے کبھی کبھی شکست ظاہری فتح معلوم ہوئی۔ ربوہ کے منافقین اور کفار کو یہ بات گراں گزری کہ نبی کریم ﷺ کو آخری نبی قرار دیا جائے یا ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے جائیں۔

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو جب کہ نوجوانان اسلام سفر سے واپس ہو رہے تھے۔ ان منافقین اور مرتدین نے سوچی سمجھی سازش کے تحت ان پر حملہ کر کے زدوکوب کیا۔ ان کے لہو بہائے۔ بعض کو شدید ضربات پہنچائیں اور انہیں کافی دنوں تک ہسپتال میں زیر علاج رہنا پڑا۔ کسی کا منہ توڑا گیا۔ کسی کی ناک کی ہڈی توڑی گئی۔ غرض یہ کہ بربریت کا سماں تھا۔ ٹرین باضابطہ روک کر یہ ساری کارروائی ان نام نہاد بہادر منافقین اور مرتدین نے چند نوجوان مسلمان طلبہ کے خلاف کی۔

قدرت کو جو منظور ہوتا ہے، وہی ہوتا ہے۔ ان نوجوانوں کا خون رنگ لایا۔ ان مرتدین اور منافقین کے خلاف دبا ہوا لاوا پھوٹ پڑا۔ پورے ملک میں آگ لگ گئی۔ بالخصوص پنجاب

کے نوجوان طلباء میدان میں آ گئے۔ ربوہ کے گرد ونواح میں مسلمان بستیاں پہلے بھڑک اٹھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جوابی کارروائی شروع ہوگئی۔ پورے علاقہ میں تحریک کی صورت پیدا ہوگئی۔ رفتہ رفتہ اس آگ نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ آگ معمولی آگ نہیں تھی۔ عشق مصطفی ﷺ کی آگ تھی۔ یہ پانی سے نہیں بجھائی جاتی یہ کچھ اور ہی تلاش کرتی ہے۔ آج بھی اس پاکستان میں سواد اعظم مقام مصطفی ﷺ کے تحفظ اور ناموس رسالت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کو تیار ہے۔ باوجود تمام برائیوں اور گناہوں کے مسلمان جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے خلاف نہ کوئی بات سن سکتا ہے اور نہ برداشت کر سکتا ہے۔ پھر ایسے لوگوں سے جو منافقت کا لبادہ اوڑھ کر بزعم خود اپنے کو مسلمان کہیں اور حضور ﷺ کے مقام کو نہ پہچانیں۔ قرآن کی کھلی آیات اور اس کے کھلے مطلب کا انکار کر کے پوری امت مسلمہ کو بیوقوف بنائیں۔ تواتر سے جو عقیدہ مسلمانوں کے درمیان چلا آ رہا ہے۔ اس کے خلاف پچھلے نوے سال سے چند مٹھی بھر افراد نبرد آزما ہوں اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت کو چیلنج کریں۔ وہ تو خیر کیجئے صدیق اکبرؓ کا زمانہ نہیں ہے۔ ورنہ غلام احمد مرتد تلوار کی زد سے بچ کر نہیں جا سکتا تھا اور مرتدین اس طرح مسلمانوں کے ملک میں دندناتے نہ پھرتے۔

پاکستان کے قیام تک میں ان قادیانیوں نے روڑے اٹکائے۔ یہاں تک کہ ظفر اللہ نے باؤنڈری کمیشن میں بھی پاکستان کے ساتھ دھوکہ کیا اور اس طرح گرداسپور قادیان اور کشمیر کو پاکستان سے الگ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

اس کے بعد مسلسل یہ لوگ پاکستان کے خلاف سازش میں مبتلا رہے۔ بھولے بھالے مسلمانوں کو مرتد بناتے رہے۔ بیرون ممالک میں اپنے اڈے قائم کئے اور پاکستان کے سہارے غلط پروپیگنڈہ کر کے افریقی اور دیگر ممالک کے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھانستے رہے۔

مرزا بشیر الدین محمود نے یہ وصیت کی تھی کہ بھارت کو پھر اکھنڈ بنانے کی جدوجہد کی جائے اور مری سڑی ہوئی لاش کو پاکستان بھارت کے ایک ہونے کے بعد قادیان میں دفن کیا جائے۔ جو کردار مشرق وسطیٰ میں یہودی ادا کر رہے ہیں۔ وہی کردار پاکستان میں قادیانی اور یہ لاہوری ادا کر رہے ہیں۔ جو بزعم خود احمدی کہلاتے ہیں۔

سواد اعظم اہل سنت کے علماء، صوفیا اور رہنماء چونکہ پاکستان بنانے میں قائداعظم محمد علی

جناح کے شانہ بشانہ لڑے تھے۔اس لئے انہیں اس ملک سے قلبی محبت اور لگاؤ تھا اور ہے۔انہوں نے صرف مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا۔لیکن کیا معلوم تھا کہ ان کے ساتھ دھوکہ کیا جائے گا اور بعد میں مفاد پرست حضرات پاکستان کے نظریہ کے خلاف عمل پیرا ہوں گے۔

کافی دنوں تک پاکستان بننے کے بعد سواد اعظم اہل سنت حکومتی سیاست سے الگ رہے۔لیکن دین مصطفیٰ ﷺ کی اشاعت اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے محراب و منبر سے اپنی آواز بلند کرتے رہے۔کون نہیں جانتا کہ پاکستان بننے کے بعد سب سے پہلے علمائے اہل سنت کے افراد نے جن میں مولانا عبدالحامد بدایونیؒ، مولانا سید ابوالحسنات قادریؒ، مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علماء پاکستان) اور مولانا سید سعید احمد کاظمی اور مولانا عبدالستار خان نیازی وغیرہ نے قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کے خلاف آواز اٹھائی اور حکمرانوں پر یہ واضح کیا کہ ان کو تبلیغ سے روکا جائے۔انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

نبی کریم ﷺ کے مقام کے تحفظ کو سواد اعظم اہل سنت اپنے ایمان کا جز تصور کرتے ہیں۔وہ ذکر رسول ﷺ کو اپنی زندگی کا معمول بنائے ہوئے ہیں۔اٹھتے بیٹھتے ان کا مشغلہ درود وفاتحہ و میلاد اور منقبت رسول ہے۔انہیں اعمال کی وجہ سے انہیں مخالفین کے طعنے بھی سننے پڑے۔ یہ ان تمام چیزوں سے بے پرواہ ہو کر حضور اکرم ﷺ کے ذکر کو اپنے ایمان کی کسوٹی تصور کرتے ہیں۔سواد اعظم اہل سنت کے علماء اور عوام قرآن کی اس آیت کا ورد ہر فاتحہ درود تلاوت اور ذکر میں کرتے ہیں۔" ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین " ﴿محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اور لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔﴾

ایسے لوگ بھلا کب اور کیسے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کو تسلیم کر سکتے ہیں۔یا اس کے خلاف معرکہ آرائی میں پیچھے رہ سکتے ہیں؟

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی علماء اور عوام اہل سنت نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے۔تاریخ کے اوراق ان کے گواہ ہیں۔بالخصوص جسٹس منیر کی رپورٹ اس کی منہ بولتی

تصویر ہے۔ لاتعداد علماء اہلسنت جیلوں میں گئے۔ سینکڑوں افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ مولانا عبدالستار نیازی اور مولانا خلیل احمد صاحب قادری کو مارشل لاء کورٹ سے سزائے موت دی گئی۔ ان تمام حالات کے باوجود ان رہبران ملت کے پاؤں میں لغزش نہ آئی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک اس کے بعض نام نہاد شرکاء اور تنظیم کی خرابی کی وجہ سے ناکام ضرور ہوئی۔ لیکن یہ بیج ایسا بو گئی تھی۔ جس کا پھل کبھی نہ کبھی آنا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس بیج کی آبیاری نوجوان طلبہ نے شروع کی۔ اس میں علماء اور عوام شامل ہو گئے اور ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو اس کا پھل نہ صرف اسلامیان پاکستان کو بلکہ پوری ملت اسلامیہ کو ملا۔ یہ کیوں اور کیسے ملا۔ کھیت کی کس کس نے آبیاری کی۔ کون اس کے لئے شکریہ کے حقدار ہیں۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ جو قومی اسمبلی کا پورا ریکارڈ مل جانے پر انشاء اللہ پیش کی جائے گی۔

یہاں مختصراً اس ضمن میں جو کارروائی علمائے اہل سنت اور دیگر افراد کی طرف سے کی گئی اور حکومت کا رویہ کیسا رہا؟ اس کی روداد اپنی معلومات کی بناء پر جو میں نے اراکین قومی اسمبلی بالخصوص مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری سے حاصل کی ہیں، پیش کرتا ہوں۔ تحریک کی کامیابی کے آخری دنوں یعنی ۴ر ستمبر ۱۹۷۴ء سے ۸ر ستمبر ۱۹۷۴ء تک میں بھی اسلام آباد میں مقیم تھا۔ اس لئے آخری وقت کی کارروائیوں سے کچھ نہ کچھ میں نے ذاتی طور پر بھی واقفیت سے حاصل کی ہے۔

قوم کے نام ۱۳ر جون ۱۹۷۴ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ایک لمبی تقریر نشر کی۔ میں اس تقریر پر فی الوقت تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ عوام کو معلوم ہے کہ بھٹو صاحب کیسی تقریر کرتے ہیں اور کیا کیا الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ بہرحال انہیں موقع کی سنگینی اور نزاکت کا احساس ہوا۔ پنجاب آگ میں جلنے لگا۔ چاروں صوبوں میں تحریک زور پکڑتی گئی۔ گرفتاریاں اور مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ پولیس اور سکیورٹی فورس حرکت میں آ گئی۔ ملک کی پوری انتظامیہ لاء اینڈ آرڈر کے بہانے عوام کے ساتھ سختیوں اور تشدد پر اتر آئی۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے بھٹو صاحب نے یہ وعدہ کیا کہ اسے طے کرنے کا راستہ جمہوری طریقے سے طے کیا جائے۔ اس لئے یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں ۳۰ر جون کو پیش کر دیا جائے گا۔ وہ جو فیصلہ کرے گی۔ وہ مجھے اور پوری قوم کو قابل قبول ہوگا۔

پاکستان کے تمام مسلمان یہ جانتے ہیں کہ قادیانی مرتد اور کافر ہیں۔ نئے فتوے کی ضرورت نہیں۔علماء کرام اپنی حجتیں تمام کر چکے ہیں۔مسئلہ صرف یہ تھا کہ انہیں بحیثیت مسلمان کے پاکستان میں تبلیغ کرتے رہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ہاں! غیر مسلم کی حیثیت سے ان کے جان و مال کا تحفظ کیا جاسکتا ہے۔لیکن منافق کی حیثیت سے رہنے کا اختیار نہیں دیا جاسکتا۔ چونکہ پاکستان میں عظیم اکثریت مسلمانوں کی ہے۔جو حضور نبی کریم ﷺ کو آخری نبی تصور کرتے ہیں اوران کے بعد کسی قسم کی نبوت یا وحی کو تسلیم نہیں کرتے اور اسے کفر اور ارتداد تصور کرتے ہیں۔اس لئے اس عقیدے کے خلاف جو لوگ بھی ہیں۔وہ کافر مرتد ہیں۔وہ اپنے کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔

چونکہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔اس لئے اسلام کے بنیادی عقیدہ کے خلاف کسی منافق کو تبلیغ کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔لازمی طور پر قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلم آئینی حیثیت سے قرار دیا جائے تا کہ پاکستان سازش سے بچ سکے اور مسلمان اپنے دین وایمان کا تحفظ کرسکیں۔

وزیر اعظم نے جمہوریت کے سہارے اس بنیادی مسئلہ کے لئے بھی مہلت چاہی۔ حالانکہ جمہوری اداروں کے ذریعے اسلامی مملکت میں بنیادی عقائد طے نہیں کئے جاتے۔ اسلام میں جمہوریت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی قائم کردہ حدود کے اندر ہوتی ہے۔یہ نہیں ہوسکتا کہ جو چیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کی ہے۔وہ اکثریت سے حلال ہو جائے اور حلال حرام ہو جائے۔

اسی طرح اللہ عزوجل کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی آخری نبوت اور رسالت۔ قرآن کے وحی الٰہی ہونے کے متعلق فیصلہ یا قیامت کے قائم ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ۔اس قسم کی بنیادی باتیں مغربی طرز کی اکثریتی جمہوریت کے طور پر نہیں طے ہوتیں۔

بہر حال حکومت نے وقت لیا۔ادھر تحریک پھر زور شور سے چلنے لگی۔حضور ﷺ کی خاتمیت پر ایمان رکھنے والے مختلف الخیال لوگ ایک جگہ جمع ہوگئے۔اس میں اہل سنت کے علاوہ دیوبندی، اہل حدیث اور شیعہ حضرات بھی شامل ہوئے۔اس کے علاوہ سیاسی جماعتوں کے افراد مثلاً نیشنل عوامی پارٹی، مسلم لیگ، خاکسار، جمعیت علماء پاکستان، جمعیت العلمائے اسلام (مفتی گروپ) جماعت اسلامی وغیرہ نے بھی متحد ہو کر کام شروع کیا! اور اس طرح ایک مرکزی مجلس عمل

تحفظ ختم نبوت کی تشکیل عمل میں لائی گی۔

مرکزی مجلس عمل کے صدر دیوبند مکتبہ فکر کے (شیخ الاسلام) مولانا (سید محمد یوسف) بنوری (کراچی) منتخب ہوئے اور اس کے جنرل سیکرٹری سواد اعظم اہل سنت کے مشہور عالم مولانا سید محمود احمد رضوی خلف الرشید حضرت مولانا سید ابوالبرکات مدظلہ العالی حزب الاحناف لاہور منتخب ہوئے۔ مجلس عمل میں مختلف جماعتوں کو نمائندگی دی گئی۔

عملی طور پر اس مجلس میں جن لوگوں نے حصہ نہیں لیا وہ یہ ہیں۔ تحریک استقلال بحیثیت جماعت مجلس عمل میں شریک نہیں ہوئیں۔ البتہ انفرادی طور پر تحریک استقلال کے ایک رہنماء صاحبزادہ احمد رضا قصوری ایم این اے مجلس عمل کے رہنماؤں کے ساتھ تحریک کی حمایت کرتے رہے اور قومی اسمبلی میں ختم نبوت کا نعرہ بلند کیا اور قادیانیوں کے خلاف تقاریر کیں۔

اس کے علاوہ کچھ خالص سرکاری کاسہ لیس مولوی نام نہاد جمعیت علماے پاکستان جس کے سربراہ بزعم خود صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب آلومہار شریف والے ہیں۔ نیز چند مشہور اور معروف خوشامدی مولوی ان تمام کا ذکر فضول ہے۔ یہ لوگ حکومت کے اشارے کے منتظر رہے۔ حضورﷺ سے نہ جانے انہیں کتنا لگاؤ ہے اور موجودہ حکومت کے افراد بالخصوص بھٹو صاحب سے۔ یہ لوگ کتنا قریب ہیں۔ اس کا فیصلہ عوام خود کر سکتے ہیں۔ کبھی کبھی ان لوگوں نے بھی قادیانیوں کے خلاف گول مول بیانات دیئے لیکن کھل کر کبھی سامنے نہیں آئے۔

مرکزی مجلس عمل نے اپنا کام تیزی سے شروع کیا۔ بالخصوص پنجاب میں بڑا زور شور ہوا۔ مساجد اور منبروں سے حضورﷺ کی منقبت شروع ہوئی۔ ان کے مقام کی فضیلت بیان کی گئی۔ جلوس نکالے گئے۔ مجلس عمل نے چند صاف اور واضح مطالبات رکھے۔ وہ یہ ہیں:

۱...... قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲...... ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

۳...... قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔

ویسے تمام جماعت کے لوگوں نے جو اس تحریک میں ساتھ تھے۔ اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ لیکن سواد اعظم اہل سنت نے جتنا اسے حق تھا، وہ ادا کیا۔ علماء اور خطباء پورے ملک میں اپنی تقریر وتحریر کے ذریعے مسئلہ کی اہمیت کو واضح کرنے لگے۔ سندھ میں مجلس عمل کا صدر جناب صوفی محمد ایاز

خان صاحب نیازی صدر جمعیت علمائے پاکستان (کراچی ڈویژن) کو بنایا گیا۔

جنہوں نے اس صوبہ کے تمام اضلاع میں مجلس عمل کی بنیاد ڈالی۔ دورے کئے اور مسئلہ سے عوام الناس کو روشناس کرایا اور حکومت پر دباؤ ڈالا کہ وہ اس مسئلہ کو التواء میں نہ ڈالے۔ ادھر پنجاب میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی اور مولانا عبدالمصطفےٰ الازہری، مولانا سید محمد علی رضوی، مولانا محمد ذاکر صاحب اور مفتی ظفر علی نعمانی (سینیٹر) دو محاذوں پر لڑ رہے تھے۔ پورے صوبے کا دورہ بھی کر رہے تھے اور اسمبلی کی کارروائیوں میں برابر کے شریک رہے۔

ان حضرات کے ساتھ بطل حریت جانباز ختم نبوت مولانا عبدالستار نیازی جنہیں ۱۹۵۳ء کی تحریک میں پھانسی کی سزا دی گئی تھی، بھی شامل ہوئے اور پورے پنجاب میں ان علماء اور انجمن طلباء اسلام کے سپوتوں نے حضورﷺ کے عشق و محبت کا اپنی بساط سے زیادہ حق ادا کیا۔ انجمن طلباء اسلام پنجاب کے صدر اقبال اظہری، محمد خان لغاری سیکرٹری نشر و اشاعت، قاری عطاء اللہ نائب ناظم رانا لیاقت ناظم، لاہور راؤ ارتضٰی اشرفی، ناظم اوکاڑہ، عبدالرحمٰن مجاہد، سندھ کے حافظ محمد تقی افضال قریشی، محمد حنیف طیب، علماء میں مجاہد اہل سنت صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی اسیر ہوئے اور ضمانت پر رہائی سے انکار کر دیا۔ سخت اذیتوں میں مبتلا کئے گئے۔ جمعیت علمائے پاکستان پنجاب کے صدر مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا محمد بشیر چشتی خطیب پنڈی گھیپ کو بھی اسیری کا شرف حاصل ہوا۔

ان مشاہیر کے علاوہ سینکڑوں خطباء اور آئمہ قید و بند میں ڈالے گئے۔ باوجود حکومت کے تشدد اور پابندی کے ان علماء نے آواز حق بلند کیا۔ لاؤڈ سپیکر پر پابندی لگ گئی۔ مساجد میں جلسے سے روک دیا گیا۔ پورے ملک میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہو گیا اور اس طرح ذکر مصطفیٰﷺ کو پوری شدت سے روکا گیا۔ لاٹھی چارج ہوا۔ آنسو گیس چھوڑی گئی۔ گولیاں چلیں۔ پنجاب کے بعض علاقوں میں خود ایس پی اور ڈی ایس پی نے گولیاں چلائیں۔ ۴۰ کے قریب افراد نے راہ حق میں جام شہادت نوش کیا۔ یہ تمام کام باہر ہو رہے تھے اور اندر حکومت مشورے کر رہی تھی۔ تین روز کے کام میں مسلسل تین مہینہ لگایا گیا۔

اس اثناء میں بھٹو صاحب نے بلوچستان کا دورہ کیا۔ وہاں کے غیور بلوچ اور پٹھانوں نے قادیانیوں کے متعلق اپنے رد عمل کا اظہار کیا تو بھٹو صاحب نے فوری طور پر ایک تاریخ مقرر

کردی۔ وہ غالباً اگست ۱۹۷۴ء کی کوئی تاریخ تھی۔ لیکن بعد میں یہ تاریخ بدل دی گئی اور ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء فیصلہ کی آخری تاریخ مقرر کی گئی۔

علماء، طلباء اور عوام نے جو عظیم جدوجہد کی۔ اس کے نتیجہ میں اراکین قومی اسمبلی بھٹو صاحب سمیت اس مسئلہ کو عامۃ المسلمین کی خواہشات کے مطابق حل کرنے کو تیار ہو گئے۔

اسمبلی کی کارروائی

مسئلہ ۳۰ رجون ۱۹۷۴ء کو دو قراردادوں کی شکل میں اسمبلی میں پیش ہوا۔ ایک قرارداد عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کی خاتمیت پر جو یقین نہیں رکھتا اور ان کے بعد کسی دوسرے نبی یا مصلح تصور کرتا ہے۔ ان کی حیثیت کا تعین کیا جائے۔

دوسری قرارداد مولانا شاہ احمد نورانی ممبر قومی اسمبلی و پارلیمانی لیڈر جمعیت علمائے پاکستان جنرل سیکرٹری متحدہ حزب اختلاف قومی اسمبلی و صدر جمعیت علمائے پاکستان اور صدر ورلڈ اسلامک مشن نے حزب اختلاف کے ۲۲ افراد کے دستخط سے جو بعد میں ۳۷ کی تعداد ہو گئی، پیش کی۔ اس قرارداد پر نیشنل عوامی پارٹی کے افراد نے بھی دستخط کئے۔

قرارداد کا متن

ہرگاہ کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کے اس جھوٹے اعلان میں بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں، اسلام کے بڑے بڑے احکامات کے خلاف غداری تھیں۔ نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔ نیز ہرگاہ کہ پوری امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار چاہے وہ مرزا غلام احمد مذکور کو نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی صورت میں بھی گردانتے ہوں، دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ نیز ہرگاہ کہ ان کے پیروکار چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے۔ مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

نیز ہرگاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو مکہ مکرمہ کے مقدس شہر میں ۶ اور ۱۰ ر اپریل ۱۹۷۴ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے ۱۴۰ مسلمان

تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی، متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانی اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے۔ جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنی چاہئے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار انہیں چاہئے کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو مؤثر بنانے کے لئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔ قرارداد پر مندرجہ ذیل افراد نے دستخط کئے۔

۱...... مولانا مفتی محمود۔ ۲...... مولانا شاہ احمد نورانی۔ ۳...... مولانا سید محمد علی رضوی۔ ۴...... چودھری ظہور الٰہی۔ ۵...... مولانا عبدالمصطفےٰ الازہری۔ ۶...... پروفیسر غفور احمد۔ ۷...... مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)۔ ۸...... سردار شیر باز خان مزاری۔ ۹...... مولانا ظفر احمد انصاری۔ ۱۰...... صاحبزادہ احمد رضا قصوری۔ ۱۱...... مولانا صدر الشہید۔ ۱۲...... جناب عمرہ خان۔ ۱۳...... سردار شوکت حیات خان۔ ۱۴...... راؤ خورشید علی خان۔ ۱۵...... جناب عبدالحمید جتوئی۔ ۱۶...... جناب محمود اعظم فاروقی۔ ۱۷...... مولوی نعمت اللہ۔ ۱۸...... سردار مولا بخش سومرو۔ ۱۹...... حاجی علی احمد تالپور۔ ۲۰...... رئیس عطاء محمد مری۔ ۲۱...... مخدوم نور محمد صاحب۔

بعد میں قرارداد پر مندرجہ ذیل افراد نے دستخط کئے:

۲۳...... نوابزادہ میاں محمد ذاکر قریشی۔ ۲۴...... جناب کریم بخش اعوان۔ ۲۵...... مہر غلام حیدر بھروانہ۔ ۲۶...... صاحبزادہ صفی اللہ۔ ۲۷...... ملک جہانگیر خان۔ ۲۸...... جناب اکبر خان مہمند۔ ۲۹...... حاجی صالح خان۔ ۳۰...... خواجہ جمال محمد کوریجہ۔ ۳۱...... جناب غلام حسن خان دھاندلہ۔ ۳۲ صاحبزادہ محمد نذیر سلطان۔ ۳۳...... میاں محمد ابراہیم برق۔ ۳۴...... صاحبزادہ نعمت اللہ خان شنواری۔ ۳۵...... جناب عبدالسبحان خان۔ ۳۶...... میجر جنرل جمالدار۔ ۳۷...... جناب عبدالمالک خان۔

قرارداد اسمبلی میں غور کے لئے پیش ہونے کے بعد پوری اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔ نیز چند لیڈروں پر مشتمل ایک رہبر کمیٹی بنائی گئی۔ جس میں مولانا شاہ احمد نورانی۔ پروفیسر غفور احمد۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ وغیرہ شامل تھے۔ حکومت کی طرف سے عبدالحفیظ پیرزادہ

،مولانا کوثر نیازی شامل کئے گئے۔

۳۰؍جون ۱۹۷۴ء کے بعد کمیٹی کے مسلسل اجلاس شروع ہوئے اور قراردادوں پر غور کرنے کے لئے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا۔

اسی اثناء میں قادیانی ربوہ گروپ اور لاہوری گروپ کے سربراہوں کا ایک خط کمیٹی میں پیش کیا گیا۔ جس میں مرزا ناصر احمد ربوہ گروپ نے اور لاہوری گروپ کے سربراہ صدر الدین نے اپنی صفائی پیش کرنے اور اپنے عقائد کی وضاحت کے لئے حاضری کی اجازت مانگی۔ کمیٹی نے خوشی سے اجازت دے دی۔ مرزا ناصر احمد ایک محضر نامہ کے ساتھ جو ۱۸۰ صفحات پر مشتمل تھا، حاضر ہوا۔ خدا کی قدرت اور نبی کریم ﷺ کا معجزہ دیکھئے، جس وقت مرزا نے محضر نامہ پڑھنا شروع کیا۔ اسمبلی کے اندر اس بند ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں اوپر کے چھوٹے پنکھے سے ایک پرندے کا پر جو غلاظت سے بھرا ہوا تھا، سیدھا اس محضر نامہ پر گرا جس پر وہ چونک پڑا اور کہا (I am in turb) سارے اراکین اسمبلی یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی چیز اوپر سے اس طریقہ سے گرے۔

بہر حال محضر نامہ پڑھا گیا۔ اس کمیٹی کے علماء اور دیگر افراد نے سوال نامہ مرتب کیا اور نیز علمائے ملت کی طرف سے محضر نامہ کا جواب دیا گیا۔ مولوی غلام غوث ہزاروی نے بھی محضر نامہ کا اپنی طرف سے الگ جواب دیا۔

سوالوں کی تعداد طویل تھی۔ تقریباً ۷۵ سوالات صرف علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری مولانا سید محمد علی رضوی اور مولانا ذاکر صاحب کی طرف سے پیش کئے گئے۔ سوالات لکھ کر اسمبلی کے سیکرٹری کو دیئے گئے اور ان سوالات کو پوچھنے کی ذمہ داری اٹارنی جنرل پاکستان جناب یحییٰ بختیار کے سپرد کی۔

مسلسل گیارہ روز تک مرزا ناصر سے جرح ہوتی رہی اور سوال اور جوابی سوال کیا جاتا رہا۔ مرزا کو صفائی پیش کرتے کرتے پسینہ چھوٹ جاتا اور آخر تنگ ہو کر کہہ دیتا کہ بس اب میں تھک گیا ہوں۔ ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں پچاس سے زائد گلاس پانی کے مرزا ناصر روزانہ پیتا تھا۔ اسے یہ گمان نہیں تھا کہ اس طرح عدالتی کٹہرے میں بٹھا کر جرح کی جائے گی۔ سوالات اور جرح کی کارروائی چونکہ ابھی پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ اس لئے اس کی تفصیلات بیان نہیں کی جاسکتی۔ ہاں

اتنی بات ضرور ہے کہ وہ اپنا عقیدہ خود اراکین اسمبلی کے سامنے بیان کر گیا اور اس بات کا اعلان کر گیا کہ حضورﷺ کے بعد مسیح موعود اور امتی نبی ہے۔ جن اراکین اسمبلی کو قادیانیوں کے متعلق حقائق نہیں معلوم تھے۔ انہیں بھی معلوم ہو گئے اور انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ دراصل یہ لوگ کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

جس طرح ان قادیانیوں نے قرآن وحدیث کی توضیح اور من مانی تشریح کی ہے۔ اس طرح مرزا ناصر، مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال اور تحریرات کی توجیح بیان کر رہا تھا۔ بہر حال اللہ کا شکر ہے کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکا۔ بلکہ اور زیادہ ذلیل ورسوا ہوا۔

نئی تہذیب اور تعلیم کے لوگ جو مذہبی مسائل کو دقیانوسی شمار کرتے ہیں اور اس مسئلہ کو خالص فرقہ وارانہ شیعہ سنی یا وہابی مسئلہ سمجھتے تھے، وہ بھی اس بات کے قائل ہو گئے کہ یہ لوگ ایک الگ مذہب کے پرچارک ہیں اور یہ اسلام کے خلاف ایک زبردست سازش ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمد علی رضوی اور اس ضعیفی اور علالت میں مولانا ذاکر صاحب نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے اس تین ماہ کے دوران تقریباً پنجاب کے علاقہ میں چالیس ہزار میل کا دورہ کیا۔ رات رات بھر دورے کرتے رہے۔ تقریریں کیں۔ مسلمانان اہل سنت کو حقائق سے روشناس کرایا اور پھر اسمبلی کی کمیٹی اور رہبر کمیٹی میں فرائض انجام دیئے۔ سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ان کے محضر نامہ کے جواب کی تیاری کی۔ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا محمد علی رضوی اور مولانا ذاکر نے سوالات اور جوابی سوالات تیار کئے۔ مسلسل مہینوں اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد میں مقیم رہے۔

حکومت اور بالخصوص جناب ذوالفقار علی بھٹو کے رویہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس پوری تحریک کے دوران ان کی جماعت کے لوگوں نے کھل کر عوام کے سامنے نہ کوئی تقریر کی اور نہ عوام کے اس مطالبہ کی حمایت کی۔ ہاں کمیٹی اور رہبر کمیٹی کو طول دینے کا فریضہ انجام دیا۔ پورے ملک میں زور وشور سے تحریک چل رہی تھی اور حکومت طاقت استعمال کر رہی تھی۔ جگہ جگہ ظلم وتشدد کی پرانی داستان دہرائی گئی۔ بے گناہ لوگوں پر گولیاں برسائی گئیں۔ جلسہ جلوس پر پابندی عائد کردی گئی۔ حتیٰ کہ مساجد میں بھی لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر پابندی عائد کی گئی۔

پنجاب تو پنجاب، سندھ میں بھی یہی رویہ اختیار کیا گیا۔ میں خود سندھ میں متعدد شہروں اور قصبات میں گیا۔ جلسوں سے خطاب کیا۔ بعض جگہوں پر لاؤڈ سپیکر زبردستی استعمال کیا۔ لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ٹنڈو آدم کی مسجد میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت صوبہ سندھ کا ایک جلسہ تھا۔ جس میں مجھے اور مولانا محمد حسن حقانی ایم پی اے کراچی کو خطاب کرنا تھا۔ رات کو جب ہم لوگ بذریعہ کار ٹنڈو آدم پہنچے تو معلوم ہوا کہ جلسہ فلاں مسجد میں ہے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ بغیر لاؤڈ سپیکر جلسہ چل رہا ہے۔

پورے شہر میں مساجد کے لوگ ڈر کے مارے جلسہ کرانے سے گھبرا رہے تھے۔ دہشت گردی کی اس سے بڑی مثال اور کیا مل سکتی ہے۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں گرفتار ہوئے۔ اسلام آباد میں میری موجودگی میں گورنمنٹ ہاسٹل کے سامنے ایک جلوس پر ٹیئر گیس کے شیل پھینکے گئے۔ لاٹھی چارج ہوا۔ یہاں تک کہ ہوسٹل کے اندر جہاں اراکین قومی اسمبلی ٹھہرے ہوئے تھے۔ شیل پھینکے گئے۔ یہ واقعہ جمعہ ۷رجون ۱۹۷۴ء کو دوپہر کو ہوا اور رات بھر بلکہ دوسرے دن تک لوگ ہوسٹل سے باہر نہ نکل سکے۔ اس لئے کہ شیل کے دھویں کی وجہ سے آنکھیں کھولنی مشکل ہوگئی تھیں۔

اوکاڑہ، ساہیوال، جہلم، گجرات، سرگودھا، لائل پور میں جو کچھ ہوا۔ وہ حکومت کے کارناموں کا بدترین ریکارڈ ہے۔ سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آخر ختم نبوت کے عقیدہ کی تبلیغ سے کیا نقصان پہنچ رہا تھا۔ ادھر تو تحریر وتقریر پر پابندی عائد کی گئی۔ اخباروں پر سنسر لگا دیا گیا۔ ادھر قادیانیوں کو کھلی چھٹی تھی کہ وہ جو چاہیں اپنے اخباروں اور رسالوں میں لکھ دیں۔ جس طرح چاہیں سائیکلو اسٹائل مضامین خطوط کے ذریعے عام مسلمانوں کو بھیجیں اور گمراہ کریں۔ سواداعظم کوئی اشتہار کتابچہ چھاپے تو اس پر پابندی تھی۔ اسلام دوسری اور حضورﷺ سے وابستگی کا مظاہرہ۔

اس تحریک کی ساری کامیابی کا اعزاز صرف اور صرف عامتہ المسلمین بالخصوص سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے عقیدہ رکھنے والوں کو جاتا ہے۔ جنہوں نے اپنی انتھک کوششوں سے حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا، قابل مبارکباد ہیں۔ ۱۹۵۳ء کے شہداء اور اسیران قابل مبارکباد ہیں۔ علماء اور طلباء قابل مبارکباد ہیں۔ وہ شہداء جن کا خون اس تحریک میں بہا مبارکباد کے مستحق ہیں۔ قابل مبارکباد ہیں لوگ جنہوں نے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور پھر وہ لوگ جو قومی اسمبلی کے اراکین ہیں۔ بالخصوص وہ علماء جنہوں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنا دن رات ایک کر دیا۔

حکومت کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ مسئلہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے مجبوراً گھٹنے ٹیک دے۔ بالخصوص پنجاب کے عوام نے بھٹو صاحب کے ہوش اڑا دیئے اور جہاں تک معلوم ہوا ہے یہ بھی ہوا کہ پولیس نے اس مسئلہ میں مدد سے معذوری ظاہر کر دی۔

بھٹو صاحب خود کہاں تک اس مسئلہ سے دلچسپی رکھتے تھے۔اس کا اندازہ ان کی تقریروں سے اور بالخصوص آخری تقریر سے جو اس مسئلہ پر انہوں نے اسمبلی میں کی، ہوتا ہے۔

آخری تقریر میں انہوں نے اس میں شک نہیں کہ اسے مسلمانوں کا دیرینہ مطالبہ قرار دیا۔ پرانا مسئلہ بتایا لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ حضور ﷺ کے مقام کے تحفظ کا مسئلہ ہے۔ ناموس مصطفیٰ ﷺ کا مسئلہ ہے۔ مسلمانوں کے ایمان اور عقیدہ کا مسئلہ ہے۔ ادھر وہ یہ مسئلہ حل کر رہے ہیں دوسری طرف سیکولرازم اور سوشل ازم کا نام لے رہے ہیں۔ معلوم نہیں بیک وقت بھٹو صاحب کس کس کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ سوشلزم سوشلزم زبان پر اب تک جاری ہے۔ لیکن اتنی ہمت نہیں ہو سکی کہ اس لفظ کو آئین میں جگہ دلا سکیں۔ برخلاف اس کے مولانا شاہ احمد نورانی اور دیگر علماء کی جدوجہد سے اسلام کو سرکاری مذہب ماننا پڑا۔ مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کرنا پڑی اور اب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا پڑا۔

بھٹو صاحب آخر وقت تک راضی نہیں ہو رہے تھے۔ کبھی اعتراض یہ تھا کہ لفظ قادیانی احمدی نہیں آنا چاہئے۔ کبھی غلام احمد نام پر اعتراض۔ غرض یہ کہ ۵ ستمبر ۱۹۷۴ء سے رہبر کمیٹی کے افراد مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، عبدالحفیظ پیرزادہ، مولانا کوثر نیازی، مولا بخش سومرو صاحب، جناب فاروق صاحب اور چودھری ظہور الٰہی صاحب کی میٹنگ بھٹو صاحب کے یہاں شروع ہوئی۔ ۵ کو دو میٹنگز ہوئیں مگر مسئلہ طے نہ ہوا۔ ۶ ستمبر کو دو میٹنگز ہوئیں۔

ادھر مرکزی مجلس عمل، تحفظ ختم نبوت کا راولپنڈی میں مسلسل اجلاس ہو رہا تھا۔ سارے لوگ فیصلے کے منتظر تھے۔ پوری قوم لڑنے مرنے کو تیار تھی۔ پورے ملک کے کونے کونے میں فوج

تعینات کردی گئی۔ آخر کار ۶ ستمبر کا دن گزر کر شب میں تقریباً ۱۲ بجے بھٹو صاحب کی سرکاری قیام گاہ راولپنڈی میں یہ مسئلہ طے ہوا اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ۴ بجے قومی اسمبلی کے اجلاس میں آئین میں فوری ترمیم منظور کی گئی اور اس روز ۷ بجے شب میں سینیٹ نے اس کی توثیق کر دی۔

بھٹو صاحب نے کیسے مانا؟ کیا کیا باتیں ہوئیں؟ یہ انشاء اللہ بعد میں کسی وقت تفصیل سے تحریر کیا جائے گا۔ جب اسمبلی کی تمام کارروائی کو بھی شائع کرنے کی اجازت ممکن ہو جائے۔ ابھی تمام باتیں صیغہ راز میں رکھی گئی ہیں۔

اب میں آخر میں ان ترامیم کی طرف آتا ہوں جو آئین میں کی گئی ہیں۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے قراردادوں پر غور کرنے نیز پوری کارروائی مکمل کرنے کے بعد اسمبلی کو متفقہ طور پر مندرجہ ذیل رپورٹ پیش کی:

الف...... پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے۔ (اول) دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔ (دوم) دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کے ذریعہ منکرین ختم نبوت کی تعریف کی جائے۔ مذکورہ بالا سفارشات کے لئے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

ب...... کہ موجودہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵۔الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔

تشریح

کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ کی تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

ج...... کہ متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۲ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں منتخب قانون اور ضابطے کی ترمیمات کی جائیں۔

د...... کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں کی جان ومال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

اس رپورٹ کے بعد قومی اسمبلی ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو ساڑھے ۴ بجے مندرجہ ذیل مسودہ قانون پیش کیا گیا اور متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔

(۱)...... مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

۱...... یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔

۲...... یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

(۲)...... آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ ''اشخاص'' کے بعد الفاظ اور قوسین اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) درج کئے جائیں۔ (آئین کی اس دفعہ میں دراصل غیرمسلم اقلیتوں کو صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی مختص کرنے کا ذکر ہے۔ اس میں عیسائی، پارسی، ہندو، بدھ اور اچھوت کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے لئے مختلف صوبوں میں نشستیں مخصوص کی گئی ہیں۔ اچھوتوں سے پہلے قادیانیوں کا ذکر کیا گیا ہے)

(۳)...... آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم

آئین کی دفعہ ۲۶۰ شق (۲) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی۔ یعنی (۳) جو شخص محمد ﷺ کے جو آخری نبی ہیں، خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیرمشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا محمد ﷺ کے بعد کسی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے۔ وہ آئین یا قانون کی اغراض میں مسلمان نہیں ہے۔

بیان اغراض ووجوہ

جیسا کہ کل ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے۔ اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو محمد ﷺ کے خاتم النبیین پر قطعی اور غیرمشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یا جو کسی ایسے مدعی نبوت کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے۔ اسے غیرمسلم قرار دیا جائے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

عقیدہ ظہور مہدی

احادیث کی روشنی میں

حضرت مولانا ڈاکٹر نظام الدین شامزئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف چند

پیش نظر کتاب والد صاحب حضرت مفتی ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ نے اب سے کوئی چھبیس سال قبل ۱۴۰۲ھ میں تحریر فرمائی تھیں۔ کتاب لکھنے کا باعث کیا تھا؟ حضرت والد صاحبؒ نے اس بارے میں تفصیل سے کتاب کی ابتداء میں تحریر فرمادیا ہے۔ اس کتاب کو عوام اور علماء دونوں میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ موضوع اور مواد کے لحاظ سے (اس موضوع پر) یہ اردو کی اولین کتابوں میں سے ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے متعلق جس (ر) مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

"غالباً ان کی سب سے پہلی کتاب مہدی منتظر کے بارے میں تھی۔ جس میں انہوں نے ان تمام احادیث کی تحقیق کی تھی۔ جن میں امام مہدی کی تشریف آوری کی خبر دی گئی ہے۔ اس موضوع پر اب تک جتنی کتابیں یا مقالے میری نظر سے گزرے ہیں۔ ان کی یہ تالیف ان سب سے بڑھ کر محققانہ اور مفصل تھی اور میں نے اس سے بڑا استفادہ کیا۔"

اس کتاب کے بیسیوں ایڈیشن آپؒ کی زندگی میں شائع ہوئے۔ آپؒ کی شہادت کے بعد یہ کتاب از سر نو کمپیوٹر کتابت کرا کے شائع کی جارہی ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ مفتی صاحبؒ کی تمام علمی اور قلمی کاوشوں کو بتدریج منظر عام پر لاتے رہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائیں اور دین کو غلبہ اور سربلندی عطاء فرمائیں۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین!

تقی الدین شامزی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

گزارشات

۱...... آئندہ اوراق میں جو مضمون آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔ اس کا تعلق عقیدہ ظہور مہدی سے ہے۔ اس مضمون میں، میں نے کوشش کی ہے کہ صحیح احادیث، محدثین اور متکلمین کے اقوال کی روشنی میں امت کا چودہ سو سالہ پرانا عقیدہ جس کا تعلق امام مہدی کے ظہور سے ہے، پیش کروں اور اس مسئلے کے متعلق حتیٰ الامکان جتنا بھی منتشر مواد ہے۔ اس کو جمع کر دوں۔ اپنی اس کوشش میں میں کہاں تک کامیاب رہا اس کا فیصلہ تو پڑھنے والے کریں گے۔ میں نے تو اپنے طور پر پوری کوشش کی ہے کہ اس مسئلے کا کوئی بھی پہلو تشنہ نہ رہے۔

۲...... اس مضمون کا شانِ ورود کچھ یوں ہے کہ جنوری/۱۹۸۱ء کے اردو ڈائجسٹ میں اختر کاشمیری صاحب کا ایک مضمون آیا تھا۔ جس کے متعلق اس وقت جامعہ فاروقیہ کے دارالافتاء میں متعدد سوالات آئے۔ جن کے مختصر جوابات دیئے گئے۔ لیکن اپنے طور پر اس مسئلے کی تحقیق صحیح احادیث کی روشنی میں شروع کی کہ اس مسئلے کی پوری حقیقت واضح ہو جائے۔ چنانچہ متعدد احادیث جن کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے، مل گئیں۔ جن کو میں نے ایک مضمون کی شکل میں جمع کرنا شروع کیا۔ کچھ کام کرنے کے بعد مضمون کی ایک قسط قومی ڈائجسٹ ہی میں اشاعت کے لئے بھیجی گئی۔ لیکن شائع نہ ہو سکی۔ اس کے بعد کچھ مہربان دوستوں کی طرف سے ایسے واقعات پیش آئے کہ جن کی وجہ سے مضمون کی تکمیل کا ارادہ بھی ملتوی کر دیا گیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس کی تکمیل کی توفیق بخشی۔ والحمدللّٰہ علی ذالك!

۳...... زیرِ نظر مضمون کی زبان وبیان کی بہت سی غلطیاں آپ کی نظر سے گزریں گی۔ لیکن اُمید ہے کہ آپ اس قسم کی غلطیوں سے درگزر اور صرف نظر کریں گے۔ کیونکہ میری مادری زبان اردو نہیں ہے۔

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلوب ہے صدف سے کہ گہر سے

والسلام! ...... نظام الدین شامزی

الامام المہدیؒ[1]

حضرت امام مہدی سے متعلق احادیث کا مطالعہ فرمانے سے قبل ان کا مختصر تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

حضرت امام مہدی کا نام اور نسب اور ان کا حلیہ شریف

حضرت امام مہدی سید اور اولادِ فاطمہ زاہرہؓ میں سے ہیں اور آپ کا قد وقامت قدرے دراز، بدن چست، رنگ کھلا ہوا اور چہرہ پیغمبر خدا ﷺ کے چہرے سے مشابہ ہوگا۔ نیز آپ کے اخلاق پیغمبر خدا ﷺ سے پوری مشابہت رکھتے ہوں گے۔ آپ کا اسم شریف محمد والد کا نام عبداللہ، والدہ صاحبہ کا نام آمنہ ہوگا۔ زبان میں قدرے لکنت ہوگی۔ جس کی وجہ سے تنگ دل ہو کر کبھی کبھی ران پر ہاتھ ماریں گے۔

---

[1] یہ مضمون بلفظہ مولانا محمد بدر عالمؒ کی کتاب ترجمان السنۃ جلد نمبر۴ص ۳۷۲ تا ۳۷۶ سے ماخوذ ہے۔

آپ کا علم لدنی (خداداد) ہوگا۔ سید برزنجی اپنے رسالہ الاشاعت میں تحریر کرتے ہیں کہ تلاش کے باوجود مجھ کو آپ کی والدہ کا نام روایات میں سے کہیں نہیں ملا۔ آپ کے ظہور سے قبل سفیانی کا خروج شاہ روم اور مسلمانوں میں جنگ اور قسطنطنیہ کا فتح ہونا!

آپ کے ظہور سے قبل ملک عرب اور شام میں ابوسفیان[1] کی اولاد میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو سادات کو قتل کرے گا۔ اس کا حکم ملک شام و مصر کے اطراف میں چلے گا۔ اس درمیان میں بادشاہ روم کی عیسائیت کے ایک فرقہ سے جنگ اور دوسرے فرقہ سے صلح ہوگی۔ لڑنے والا فریق قسطنطنیہ پر قبضہ کرلے گا۔ بادشاہ روم دارالخلافہ کو چھوڑ کر ملک شام میں پہنچ جائے گا اور عیسائیوں کے دوسرے فریق کی اعانت سے اسلامی فوج ایک خونریز جنگ کے بعد فریق مخالف پر فتح پائے گی۔

دشمن کی شکست کے بعد موافق فریق میں سے ایک شخص نعرہ لگائے گا کہ صلیب غالب ہوگئی اور اس کے نام سے یہ فتح ہوئی۔ یہ سن کر اسلامی لشکر میں ایک شخص اس سے مار پیٹ کرے گا اور کہے گا کہ نہیں، دین اسلام غالب ہوا اور اس کی وجہ سے یہ فتح نصیب ہوئی۔ یہ دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کے لئے پکاریں گے۔ جس کی وجہ سے فوج میں خانہ جنگی شروع ہوجائے گی۔

بادشاہ اسلام شہید ہوجائے گا۔ عیسائی ملک شام پر قبضہ کرلیں گے اور آپس میں ان دونوں عیسائی قوموں کی صلح ہوجائے گی۔ باقی مسلمان مدینہ منورہ چلے جائیں گے۔ عیسائیوں کی حکومت خیبر (جو مدینہ منورہ سے قریب) تک پھیل جائے گی۔ اس وقت مسلمان اس فکر میں ہوں گے کہ امام مہدی کو تلاش کرنا چاہئے تاکہ ان کے ذریعے سے یہ مصیبتیں دور ہوں اور دشمن کے پنجہ سے نجات مل جائے۔

---

[1] حسب بیان سید برزنجی؛ خالد بن یزید بن ابی سفیان کی نسل سے ہوگا۔ امام قرطبی نے اپنے تذکرہ میں اس کا نام عروہ تحریر فرمایا ہے۔ سید برزنجی نے اپنے رسالہ الاشاعت میں اس کا حلیہ اور اس کے دور کی پوری تاریخ تحریر فرمائی ہے۔ مگر اس کا اکثر حصہ موقوف روایات سے ماخوذ ہے۔ اس لئے شاہ صاحب کے رسالہ سے اس کا مختصر تذکرہ نقل کیا ہے۔ امام قرطبی نے بھی امام مہدی کے دور کی پوری تاریخ نقل فرمائی ہے۔ تذکرہ قرطبی گو اس وقت دستیاب نہیں۔ مگر اس کا مختصر مؤلفہ امام شعرانی عام طور پر ملتا ہے۔ قابل ملاحظہ ہے۔ سید برزنجی کے رسالہ میں امام مہدی کے زمانہ کی مفصل اور مرتب تاریخ کے علاوہ اس باب کی مختصر حدیثوں میں جمع و تطبیق کی پوری کوشش کی گئی ہیں۔ لیکن چونکہ اس باب کی اکثر روایات ضعیف تھیں۔ اس لئے ہم نے ان کی تطبیق نقل کرنے کی چنداں اہمیت محسوس نہیں کی۔

امام مہدی کی تلاش اوران سے بیعت کرنا

امام مہدی اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے۔مگر اس ڈر سے کہ مبادا لوگ مجھ جیسے ضعیف کو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کی تکلیف دیں۔مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔اس زمانہ کے اولیاء کرام اور ابدال عظام آپ کی تلاش کریں گے۔بعض آدمی مہدی ہونے کے جھوٹے دعوے کریں گے۔حضرت مہدی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی اور آپ کو مجبور کر کے آپ سے بیعت کرلے گی۔

اس واقعہ کی علامت یہ ہے کہ اس سے قبل گزشتہ (پہلی تاریخ) ماہ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگ جائے گا اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ آواز آئے گی: ”هذا خليفة الله المهدى فاستمعوا له واطيعوا“ اس آواز کو اس جگہ کے تمام عام وخواص سن لیں گے۔ بیعت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال ہوگی۔خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ چلی آئیں گی۔تمام عراق اور یمن کے اولیاء کرام وابدال عظام آپ کی محبت میں اور ملک عرب کے تمام لوگ آپ کے لشکر میں داخل ہو جائیں گے اور خزانہ کو جو کعبہ میں مدفون یا (جس کو رتاج الکعبہ) کہتے ہیں، نکال کر مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں گے۔

خراسانی سردار کا امام مہدی کی اعانت کے لئے فوج روانہ کرنا

اور سفیانی لشکر کو ہلاک وتباہ کرنا!

جب یہ خبر اسلامی دنیا میں پھیلے گی تو خراسان کا ایک شخص ایک بہت بڑی فوج لے کر آپ کی مدد کے لئے روانہ ہوگا۔جو راستہ میں بہت سے عیسائیوں اور بد دینوں کا صفایا کر دے گا۔ اس لشکر کے مقدمۃ الجیش کی کمان منصور نامی ایک شخص کے ہاتھ میں ہوگی۔وہ سفیانی (جس کا اوپر ذکر گزر چکا ہے) اہل بیت کا دشمن ہوگا۔اس کی ننھیال قوم بنوکلب ہوگی۔حضرت امام مہدی کے مقابلے کے واسطے اپنی فوج بھیجے گا۔

جب یہ فوج مکہ ومدینہ کے درمیان ایک میدان میں پہاڑ کے دامن میں مقیم ہوگی۔تو اسی جگہ اس فوج کے نیک وبد سب کے سب دھنس جائیں گے اور قیامت کے دن ہر ایک کا حشر اس

عقیدے اور عمل کے مطابق ہوگا۔ ان میں سے صرف دو آدمی بچیں گے۔ ایک حضرت امام مہدی کو اس واقعہ کی اطلاع دے گا اور دوسرا سفیانی کو۔ عرب کی فوجوں کے اجتماع کا حال سن کر عیسائی بھی چاروں طرف سے فوجوں کو جمع کرنے کی کوشش میں لگ جائیں گے اور اپنے اور روم کے ممالک سے فوج کثیر لے کر امام مہدی کے مقابلے کے لئے شام میں جمع ہو جائیں گے۔

مقابلہ کیلئے اجتماع اور امام مہدی کے ساتھ خونریز جنگ اور آخر میں امام مہدی کی فتح مبین

ان کی فوج کے اس وقت ستر جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ بارہ ہزار سپاہ ہوگی۔ جس کی تعداد (۸۴۰۰۰۰) ہوگی۔ حضرت امام مہدی مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچیں گے اور پیغمبر خدا ﷺ کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہو کر شام کی جانب روانہ ہوں گے۔ دمشق کے پاس آ کر عیسائیوں کی فوج سے مقابلہ ہوگا۔

اس وقت امام مہدی کی فوج کے تین گروہ ہو جائیں گے۔ ایک گروہ نصاریٰ کے خوف سے بھاگ جائے گا۔ خداوند کریم ان کی توبہ ہرگز قبول نہ فرمائے گا۔ باقی فوج میں سے کچھ تو شہید ہو کر بدر اور احد کے شہداء کے مراتب کو پہنچیں گے اور کچھ بتوفیق ایزدی فتح یاب ہو کر ہمیشہ کیلئے گمراہی اور انجام بد سے چھٹکارا پائیں گے۔ حضرت امام مہدی دوسرے روز پھر نصاریٰ کے مقابلے کے لئے نکلیں گے۔ اس روز مسلمانوں کی ایک جماعت یہ عہد کر کے نکلے گی: "یا میدان جنگ فتح کریں گے یا مر جائیں گے۔" یہ جماعت سب کی سب شہید ہو جائے گی۔

حضرت امام مہدی باقی ماندہ قلیل جماعت کے ساتھ لشکر میں واپس جائیں گے۔ دوسرے دن پھر ایک بڑی جماعت یہ عہد کرے گی کہ فتح کے بغیر میدان جنگ سے واپس نہیں آئیں گے، یا پھر مر جائیں گے اور حضرت مہدی کے ہمراہ بڑی بہادری کے ساتھ جنگ کریں گے اور آخر میں یہ بھی جام شہادت نوش کریں گے۔ شام کے وقت امام مہدی تھوڑی سی جماعت کے ساتھ واپس اپنی قیام گاہ تشریف لے آئیں گے۔ چوتھے روز حضرت امام مہدی رسد گاہ کی محافظ جماعت کو لے کر دشمن سے پھر نبرد آزما ہوں گے۔ یہ جماعت تعداد میں بہت کم ہوگی۔ مگر خداوند کریم ان کو فتح مبین عطاء فرمائے گا۔ عیسائی اس قدر قتل ہوں گے کہ باقیوں کے دماغ سے حکومت

کی بو نکل جائے گی اور بے سروسامان ہوکر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ بھاگ جائیں گے۔
مسلمان ان کا تعاقب کر کے بہتوں کو جہنم رسید کر دیں گے۔ اس کے بعد امام مہدی بے انتہاء انعام و اکرام اس میدان کے جانبازوں میں تقسیم فرمائیں گے۔ مگر اس مال سے کسی کو خوشی حاصل نہ ہوگی۔ کیونکہ اس جنگ کی بدولت بہت سے خاندان و قبیلے ایسے ہوں گے۔ جس میں فیصد صرف ایک آدمی ہی بچا ہوگا۔ اس کے بعد امام مہدی بلاد اسلام کے نظم و نسق اور فرائض اور حقوق العباد کی انجام دہی میں مصروف ہوں گے۔ چاروں طرف اپنی فوجیں پھیلا دیں گے اور ان مہمات سے فارغ ہوکر فتح قسطنطنیہ کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔

ستر ہزار فوج کے ساتھ امام مہدی کی فتح قسطنطنیہ کیلئے روانگی اور ایک نعرہ تکبیر سے شہر کا فتح ہو جانا

بحیرہ روم کے کنارے پر پہنچ کر قبیلہ بنو اسحاق کے ستر ہزار بہادروں کو کشتیوں پر سوار کر کے اس شہر کی خلاصی کے لئے جس کو آج کل استنبول کہتے ہیں، مقرر فرمائیں گے۔ جب یہ فصیل شہر کے قریب پہنچ کر نعرہ تکبیر بلند کریں گے تو اس کی فصیل خدا کے نام کی برکت سے یکا یک گر جائے گی۔ مسلمان ہلا کر کے شہر میں داخل ہوں گے۔ شورشوں کو ختم کر کے ملک کا انتظام نہایت عدل و انصاف کے ساتھ کریں گے۔ ابتدائی بیعت سے اس وقت تک چھ سات سال کا عرصہ گزرے گا۔ امام مہدی ملک کے بندوبست ہی میں مصروف ہوں گے کہ افواہ اڑے گی کہ دجال نکل آیا۔

امام مہدی کا دجال کی تحقیق کیلئے ایک مختصر دستے کا روانہ فرمانا اور ان کی افضلیت کا حال

اس خبر کے سنتے ہی حضرت امام مہدی ملک شام کی طرف واپس ہوں گے اور اس خبر کی تحقیق کے لئے پانچ یا نو سوار جن کے حق میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''میں ان کے ماں، باپ، قبائل کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں اور اس زمانے کے روئے زمین کے آدمیوں سے بہتر ہوں گے۔'' لشکر کے آگے بطور طلیعہ روانہ ہوکر معلوم کریں گے کہ یہ افواہ غلط ہے۔ پس امام مہدی عجلت کو چھوڑ کر ملک کی خبر گیری کی غرض سے آہستگی اختیار فرمائیں گے۔
اس میں کچھ عرصہ نہ گزرے گا کہ دجال ظاہر ہو جائے گا اور قبل اس کے کہ وہ دمشق

تک

پہنچے، حضرت امام مہدی دمشق آچکے ہوں گے اور جنگ کی پوری تیاری وترتیب فوج کر چکے ہوں گے اور اسباب حرب وضرب تقسیم کرتے ہوں گے کہ مؤذن عصر کی اذان دے گا۔ لوگ نماز کے لئے تیاری میں مصروف ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ لگائے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ افروز ہوکر آواز دیں گے کہ سیڑھی لاؤ، سیڑھی حاضر کردی جائے گی۔

حضرت عیسیٰ کا اترنا اور اس وقت کی نماز امام مہدی کی امامت میں ادا کرنا

آپ اس سیڑھی کے ذریعہ سے نازل ہوکر امام مہدی سے ملاقات فرمائیں گے۔ امام مہدی نہایت تواضع وخوش خلقی سے آپ کے ساتھ پیش آئیں گے اور فرمائیں گے کہ: ''یا نبی اللہ! امامت کیجئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے کہ امامت تم ہی کرو، کیونکہ تمہارے بعض بعض کے لئے امام ہیں اور یہ عزت اسی امت کو خدا نے دی ہے۔''

پس امام مہدی نماز پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اقتداء کریں گے۔ نماز سے فارغ ہوکر امام مہدی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے کہ: ''یا نبی اللہ! اب لشکر کا انتظام آپ کے سپرد ہے۔ جس طرح چاہیں انجام دیں۔ وہ فرمائیں گے: نہیں! یہ کام بدستور آپ کے تحت رہے گا۔ میں تو صرف قتل دجال کے واسطے آیا ہوں۔ جس کا میرے ہی ہاتھ سے مارا جانا مقدر ہے۔''

امام مہدی کے عہد خلافت کی خوشحالی، اس کی مدت اور ان کی وفات

تمام زمین امام مہدی کے عدل وانصاف سے (بھر جائے گی) منور اور روشن ہو جائے گی۔ ظلم ونا انصافی کی بیخ کنی ہوگی۔ تمام لوگ عبادات واطاعت الٰہی میں سرگرمی سے مشغول ہوں گے۔ آپ کی خلافت کی میعاد سات یا آٹھ یا نو سال ہوگی۔ واضح رہے کہ سات سال عیسائیوں کے فتنے اور ملک کے انتظام میں آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ وجدال میں اور نواں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں گزرے گا۔ اس حساب سے آپ کی عمر ۴۹ سال کی ہوگی۔ بعد ازاں امام مہدی کی وفات ہو جائے گی۔ ان کے بعد تمام چھوٹے اور بڑے انتظامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آجائیں گے۔

اس موقع پر یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ شاہ صاحب نے گو تمام یہ سرگزشت حدیثوں کی روشنی ہی میں مرتب فرمائی ہے۔ جیسا کہ احادیث کے مطالعہ سے واضح ہے۔ مگر

واقعات کی ترتیب اور بعض جگہ ان کا تعین یہ دونوں باتیں خود حضرت موصوف ہی کی جانب سے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث و قرآن میں جو قصص و واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ خواہ وہ گزشتہ زمانے سے متعلق ہوں یا آئندہ سے۔ ان کا اسلوب بیان تاریخی کتابوں کا سا نہیں۔ بلکہ بسبب مناسبت مقام ان کا ایک ایک ٹکڑا متفرق طور پر ذکر میں آیا ہے۔ پھر جب ان سب ٹکڑوں کو جوڑا جاتا ہے۔ تو بعض مقامات پر کبھی ان کی درمیانی کڑی نہیں ملتی۔ کہیں ان کی ترتیب میں شک وشبہ رہ جاتا ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر بعض خام طبائع تو اصل واقعہ کے ثبوت ہی سے دستبردار ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ غور یہ کرنا چاہئے کہ جب قرآن وحدیث کا سلوب بیان ہی وہ نہیں جو آج ہماری تصانیف کا ہے تو پھر حدیثوں میں اس کو تلاش ہی کیوں کیا جائے؟ نیز جب ان متفرق ٹکڑوں کی ترتیب خود صاحب شریعت نے بیان ہی نہیں فرمائی تو اس کو صاحب شریعت کے سر کیوں رکھ دیا جائے؟ لہٰذا اگر اپنی جانب سے کوئی ترتیب قائم کر لی گئی ہے۔ تو اس پر جزم کیوں کیا جائے؟ ہو سکتا ہے جو ترتیب ہم نے اپنے ذہن میں بنا رکھی ہے۔ حقیقت اس کے خلاف ہو۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے امور ہیں جو قرآن وحدیثی قصص میں تشنہ نظر آتے ہیں۔ اس لئے یہاں جو قدم اپنی رائے سے اٹھالیا جائے۔ اس کو کتاب وسنت کے سر رکھ دینا ایک خطرناک اقدام ہے اور اس ابہام کی وجہ سے اصل واقعہ کا ہی انکار کر دینا یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ واقعات کی پوری تفصیل اور اس کے اجزاء کی پوری پوری ترتیب بیان کرنی رسول کا وظیفہ ہی نہیں۔ یہ ایک مؤرخ کا وظیفہ ہے۔ رسول آئندہ واقعات کی صرف بقدر ضرورت اطلاع دیتا ہے۔ پھر جب کے ظہور کا وقت آتا ہے تو وہ خود اپنی تفصیل کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور اس وقت یہ ایک کرشمہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنے بڑے واقعات کے لئے جتنی اطلاع حدیثوں میں آچکی ہے وہ بہت کافی تھی اور قبل از وقت اس سے زیادہ تفصیلات دماغوں کے لئے غیر ضروری بلکہ شاید اور زیادہ الجھاؤ کا موجب تھی۔ علاوہ ازیں جس کو ازل سے ابد تک کا علم ہے وہ یہ خوب جانتا تھا کہ کم وقت میں دین روایت اور اسانید کے ذریعے پھیلے گا اور اس تقدیر پر راویوں کے اختلاف سے روایتوں کا اختلاف بھی لازم ہوگا۔ پس اگر غیر ضروری تفصیلات کو بیان کر دیا جاتا تو یقیناً ان میں بھی اختلاف پیدا ہونے کا امکان تھا اور ہو سکتا تھا کہ امت اس اجمالی خبر سے جتنا فائدہ اٹھا سکتی تھی، تفصیلات بیان کرنے میں وہ بھی فوت ہو جاتا۔

لہٰذا امام مہدی کی حدیثوں کے سلسلے میں نہ تو ہر گوشہ کی پوری تاریخ معلوم کرنی کی سعی کرنی صحیح ہے اور نہ صحت کے ساتھ منقول شدہ منتشر ٹکڑوں میں جزم کے ساتھ ترتیب دینی صحیح اور نہ اس وجہ سے اصل پیشین گوئی میں تردید پیدا کرنا علم کی بات ہے۔ یہاں جملہ پیشین گوئیوں میں صحیح راہ صرف ایک ہے۔ وہ یہ کہ جتنی بات حدیثوں میں صحت کے ساتھ آچکی ہے۔ اس کو اسی حد تک تسلیم کرلیا جائے اور زیادہ تفصیلات کے درپے نہ ہوا جائے اور اگر مختلف حدیثوں میں کوئی ترتیب اپنے ذہن سے قائم کرلی گئی ہے تو اس کو حدیثی بیان کی حیثیت ہرگز نہ دی جائے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سلسلہ کی حدیثیں مختلف اوقات میں مختلف لحاظ سے روایت ہوئی ہیں اور ہر مجلس میں آپ نے اس وقت کی مناسب اور حسن ضرورت تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ یہاں یہ امر بھی یقینی نہیں کہ ان تفصیلات کے براہ راست سننے والوں کو ان سب کا علم حاصل ہو۔ بہت ممکن ہے کہ جس صحابی نے امام مہدی کی پیشین گوئی کا ایک حصہ ایک مجلس میں سنا ہو اس کو اس کے دوسرے حصے کے سننے کی نوبت ہی نہ آئی ہو جو دوسرے صحابی نے دوسری مجلس میں سنا ہے اور اس لئے یہ بالکل ممکن ہے کہ وہ واقعہ کے الفاظ بیان کرنے میں ان تفصیلات کی کوئی رعایت نہ کرے، جو دوسرے صحابی کے بیان میں موجود ہیں۔ یہاں بعد کی آنے والی امت کے سامنے چونکہ یہ ہر دو بیانات موجود ہیں۔ اس لئے یہ فرض اس کا ہے کہ اگر وہ ان تفصیلات میں کوئی لفظی بے ارتباطی دیکھتی ہے۔ تو اپنی جانب سے کوئی تطبیق کی راہ نکال لے۔ اس سے بسا اوقات ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ یہ توجیہات راویوں کے بیانات پر پوری پوری راس نہیں آتی۔ اب راویوں کے الفاظ کی یہ کشاکش اور تاویلات کی ناسازگاری کا یہ رنگ دیکھ کر بعض دماغ اس طرف چلے جاتے ہیں کہ ان تمام دشواریوں کے تسلیم کرنے کی بجائے اصل واقعہ کا ہی انکار کردینا آسان ہے۔ اگر کاش وہ اس پر بھی نظر کرلیتے کہ یہ تاویلات خود صاحب شریعت کی جانب سے نہیں۔ بلکہ واقعہ کے خود راویوں کی جانب سے بھی نہیں۔ یہ صرف ان دماغوں کی کاوش ہے جن کے سامنے اصل واقعہ کے وہ سب متفرق ٹکڑے جمع ہوکر آگئے ہیں۔ جن کو مختلف صحابہ نے مختلف زمانوں میں روایت کیا ہے اور اس لئے ہر ایک نے اپنے الفاظ میں دوسرے کی کوئی رعایت نہیں کی اور نہ وہ کرسکتا ہے۔ تو پھر نہ ان راویوں کے الفاظ کی اس بے ارتباطی کا کوئی اثر پڑتا اور نہ ایک ثابت شدہ واقعہ کا انکار صرف اتنی سی بات پر ان کو آسان نظر آتا۔

علم اصول حدیث کی بعض اصطلاحیں

اصول حدیث کی تعریف

علم اصول حدیث وہ علم ہے۔ جس کے ذریعے حدیث کے احوال معلوم کئے جائیں۔

اصول حدیث کی غایت

علم اصول حدیث کی غایت یہ ہے کہ حدیث کے احوال معلوم کر کے مقبول پر عمل کیا جائے اور غیر مقبول سے بچا جائے۔

اصول حدیث کا موضوع

علم اصول حدیث کا موضوع حدیث ہے۔

حدیث کی تعریف

حضرت رسول خدا ﷺ، صحابہ کرامؓ وتابعین کے قول وفعل وتقریر[1] کو حدیث کہتے ہیں اور کبھی اس کو خبر واثر بھی کہتے ہیں۔

حدیث کی تقسیم

حدیث دو قسم پر ہے۔ (۱) خبر متواتر۔ (۲) خبر واحد۔

۱.....خبر متواتر!

وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل سلیم محال سمجھے۔

۲.....خبر واحد!

خبر واحد اپنے منتہی کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔ مرفوع، موقوف، مقطوع۔

مرفوع: وہ حدیث ہے جس میں حضرت رسول ﷺ کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو اور موقوف وہ حدیث ہے جس میں صحابی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو اور مقطوع وہ حدیث ہے جس میں تابعی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

---

[1] تقریر رسول ﷺ یہ ہے کہ کسی مسلمان نے رسول کریم ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی۔ آپؐ نے جاننے کے باوجود منع نہ فرمایا بلکہ خاموشی اختیار فرما کر اسے برقرار رکھا اور اس طرح اس کی تصویب وتثبیت فرمائی۔ (کذا فی مقدمہ فتح الملہم ص ۱۰۷)

خبر واحد کی دوسری تقسیم

خبر واحد عدد رواۃ کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔(۱)مشہور۔(۲)عزیز۔(۳)غریب۔

مشہور...... وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں تین سے کم کہیں نہ ہوں۔

عزیز...... وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں دو سے کم کہیں نہ ہوں۔

غریب...... وہ حدیث ہے جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک ہو۔

خبر واحد کی تیسری تقسیم

خبر واحد اپنے راویوں کی صفات کے اعتبار سے سولہ قسم پر ہے:(۱)صحیح لذاتہ۔(۲) حسن لذاتہ۔(۳)ضعیف۔(۴) صحیح لغیرہ۔(۵) حسن لغیرہ۔(۶) موضوع۔(۷)متروک۔ (۸)شاذ۔(۹)محفوظ۔(۱۰) منکر۔(۱۱)معروف۔(۱۲)معلل۔(۱۳)مضطرب۔ (۱۴) مقلوب۔(۱۵)مصحف۔(۱۶)مدرج۔

صحیح لذاتہ...... وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل کامل الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو۔معلل وشاذ ہونے سے محفوظ ہو۔

حسن لذاتہ...... وہ حدیث ہے جس کے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو۔باقی سب شرائط صحیح لذاتہ کے اس میں موجود ہوں۔

ضعیف...... وہ حدیث جس کے راوی میں حدیث صحیح وحسن کی شرائط نہ پائی جائیں۔

صحیح لغیرہ...... اس حدیث حسن لذاتہ کو کہا جاتا ہے۔جس کی سندیں متعدد ہوں۔

حسن لغیرہ...... اس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے۔جس کی سندیں متعدد ہوں۔

موضوع...... وہ حدیث ہے جس کے راوی پر حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے کا طعن موجود ہو۔

متروک...... وہ حدیث ہے جس کا راوی متہم بالکذب ہو یا وہ روایت قواعد معلومہ فی الدین کے مخالف ہو۔

شاذ...... وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعت کثیر کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہیں۔

محفوظ...... وہ حدیث ہے جو شاذ کے مقابل ہو۔

منکر...... وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعت ثقات کے مخالف روایت کرے۔

معروف...... وہ حدیث ہے جو منکر کے مقابل ہو۔

معلل...... وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علت خفیہ ہو جو صحت حدیث میں نقصان دیتی ہے۔ اس کو معلوم کرنا ماہر فن ہی کا کام ہے۔ ہر شخص کا نہیں۔

مضطرب...... وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

مقلوب...... وہ حدیث ہے جس میں بھول سے متن یا سند کے اندر تقدیم و تاخیر واقع ہو گئی ہو۔ یعنی لفظ مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم رکھا گیا ہو۔ یا بھول کر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو۔

مصحف[1]...... وہ حدیث ہے جس میں باوجود صورت خطی باقی رہنے کے لفظوں حرکتوں وسکونوں کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو جائے۔

مدرج...... وہ حدیث ہے جس میں کسی جگہ راوی اپنا کلام درج کردے۔

خبر واحد کی چوتھی تقسیم

خبر واحد سقوط وعدم سقوط راوی کے اعتبار سے سات قسم پر ہے۔ (۱) متصل۔ (۲) مسند۔ (۳) منقطع۔ (۴) معلق۔ (۵) معضل۔ (۶) مرسل۔ (۷) مدلس۔

متصل...... وہ حدیث ہے کہ اس کی سند میں راوی پورے مذکور ہوں۔

مسند...... وہ حدیث ہے کہ اس کی سند رسول اللہ ﷺ تک متصل ہو۔

منقطع...... وہ حدیث ہے کہ اس کی سند متصل نہ ہو۔ بلکہ کہیں نہ کہیں سے راوی گرا ہوا ہو۔

معلق...... وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں ایک راوی یا کثیر گرے ہوئے ہوں۔

معضل...... وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو یا اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے بہ پے گرے ہوئے ہوں۔

مرسل...... وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔

مدلس...... وہ حدیث ہے جس کے راوی کی یہ عادت ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ کے شیخ کا نام چھپا لیتا ہو۔

---

[1] بعض اوقات مصحف کو محرف بھی کہتے ہیں۔ (مقدمہ فتح الملہم ص ۱۴۲)

خبر واحد کی پانچویں تقسیم

خبر واحد صیغ کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔(۱) معنعن ۔(۲) مسلسل۔

معنعن...... وہ حدیث ہے جس کی سند میں لفظ ''عن'' ہو اور اس کو ''عن عن'' بھی کہا جاتا ہے۔

مسلسل...... وہ حدیث ہے جس کی سند میں صیغ ادا کے یا راویوں کے صفات یا حالات ایک ہی طرح کے ہوں۔

باب اوّل

عقیدہ ظہور مہدی احادیث کی روشنی میں

الحمدلله وکفی والصلوٰة والسلام علیٰ محمد ن المصطفیٰ وعلی اله واصحابه الاتقیاء ، امابعد فقد قال الله تبارك وتعالیٰ فان تنازعتم فی شیء فرودوه الی الله والرسول(النساء:٥٩)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی مسئلے کے متعلق اختلاف رائے ہو تو خدا کی کتاب اور نبی کریم ﷺ کی طرف اس کو لوٹاؤ۔ یعنی اس کا حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں تلاش کرو۔ اس قاعدے کے مطابق جس مسئلے میں مسلمانوں میں اختلاف رائے ہو تو بجائے اس کے کہ اپنی رائے پر زور دیا جائے اور اسے حتمی و آخری سمجھا جائے۔ چاہئے کہ اس کو اللہ کی کتاب اور حضور ﷺ کی سنت میں تلاش کیا جائے۔ کیونکہ دین کے یہی دو ایسے سرچشمے ہیں۔ جس سے ہدایت کے پیاسے سیراب ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''فاعقلو ایهاالناس قولی فانی قدبلغت وقد ترکت فیکم ایها الناس ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا ابداکتاب الله وسنة نبیه(کتاب السنة لمحمد بن نصر المروزی ص ۲۱) ﴿اے لوگو! میری بات کو سمجھو میں نے تمہیں دین کی باتیں پہنچا دی ہیں اور ایسی چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑو تو گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری اللہ کے رسول ﷺ کی سنت۔﴾

اس طرح حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی یہ مضمون مختلف الفاظ سے مروی ہے۔

جنوری ۱۹۸۱ء کے قومی ڈائجسٹ میں جناب اختر کاشمیری صاحب کا ایک مضمون خروج مہدی کے متعلق چھپا تھا۔ جس میں انہوں نے تحقیقی اور سنجیدہ طریقے پر ظہور مہدی کے مسئلے

پر کلام فرمایا ہے۔انہوں نے اس پر زور دیا ہے کہ ظہور مہدی کے متعلق جتنی احادیث مروی ہیں۔ وہ قابل اعتبار نہیں ہیں اور ثبوت کے درجے تک نہیں پہنچی ہیں۔جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ظہور مہدی کا عقیدہ جو مسلمانوں میں چودہ سو سال سے منتقل ہوتا آیا ہے، بے بنیاد ہے۔چونکہ خود صاحب مضمون نے اس کی فرمائش کی ہے کہ دوسرے علماء اس موضوع پر قلم اٹھائیں،اور یہ کہ اگر صحیح احادیث سے مسئلہ ثابت ہو جائے تو صاحب مضمون اپنا خیال بدل سکتا ہے۔

اسی طرح رسالہ کی مجلس ادارت کی طرف سے بھی اس موضوع پر لکھنے کی دعوت دی گئی تھی اور ساتھ ساتھ یہ خطرہ تھا کہ اگر سکوت اختیار کیا جائے تو عام مسلمان شکوک وشبہات میں مبتلا ہوں گے۔نیز اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ سلف صالحین کے متعلق بدگمانی پیدا ہوگی کہ انہوں نے ایک ایسے مسئلے کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔جس کی کوئی صحیح بنیاد موجود نہیں۔ یہی وہ محرکات تھے کہ بندہ کو اس پر قلم اٹھانے کی جرأت ہوئی۔امید ہے کہ دوسرے علماء حضرات بھی اس موضوع پر اپنے گراں قدر خیالات اور تحقیقات کا اظہار فرمائیں گے۔جس سے عام مسلمان مستفید ہوں گے۔اس طویل تمہید کے بعد میں اصل مدعا پر آتا ہوں۔

ظہور مہدی کا عقیدہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور چودہ سو سال سے مسلمانوں میں مسلم اور مشہور ہے۔اب میں تفصیل سے ان احادیث کو مع حوالہ درج کرتا ہوں کہ جن پر اس عقیدہ کی بنیاد ہے۔وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

۱...... جمع الفوائد میں محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی المغربی المتوفی ۱۰۲۹ھ نے کتاب الملاحم واشراط الساعۃ میں یہ حدیث نقل کی ہے:

''ابن مسعود رفعه لو لم يبق من الدنيا الا يوم واحد لطول الله ذالك اليوم حتى يبعث الله فيه رجلا منى اومن اهل بيتى يواطع اسمه اسمى واسم ابيه اسم ابى يملأ الارض قسطا وعدلا كماملئت ظلماوجورا (ابى داؤدج ۲ ص ۱۳۱ كتاب المهدى والترمزى ص ۵۱۲ ج ۳ حديث نمبر ۹۹۱۳)'' ﴿عبداللہ بن مسعودؓ کی مرفوع روایت ہے کہ اگر دنیا کا صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے تو بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو طویل کر دیں گے۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں ایک آدمی مبعوث فرمائیں گے جو میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔(یعنی محمد بن عبداللہ) وہ زمین کو انصاف اور عدل سے بھر دے گا۔

۲...... ''ام سلمة رفعه المهدی من عترتی من ولد فاطمه (ابی داؤد ج۲ص۱۳۱،کتاب المهدی،جمع الفوائد ص۵۱۲ ج۲حدیث نمبر ۹۹۱۴) '' ﴿حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ مہدی میری آل سے ہوگا۔یعنی فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا۔﴾

۳...... ''ابوسعید رفعه المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما یملك سبع سنین (ابی داؤد ج۲ص۱۳۱، کتاب المهدی،بلفظه ص۵۱۲ج۲جمع الفوائد،حدیث نمبر ۹۹۱۵) '' ﴿ابوسعید خدریؓ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ مہدی مجھ سے ہوگا۔کھلی پیشانی والا اور طویل وباریک ناک والا ، وہ زمین کو انصاف وعدل سے بھر دے گا۔جیسے کہ وہ ظلم وزیادتی سے بھر چکی ہوگی۔سات سال تک اس کی حکومت رہے گی۔﴾

۴...... ''علیٰ ونظر الی ابنه الحسن فقال ان ابنی هذا سید کما سماه رسول اللهﷺ وسیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبه فی الخلق ولا یشبه فی الخلق (لابی داؤد ج۲ص۱۳۱،کتاب المهدی،جمع الفوائدج۲ ص۵۱۳) '' ﴿حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا۔جیسے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا اور ان کی پشت سے ایک آدمی پیدا ہوگا جن کا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا۔وہ نبی کے ساتھ اخلاق میں مشابہ ہوگا اور جسم میں مشابہ نہ ہوگا۔﴾

جمع الفوائد کی یہ حدیثیں جو کی صحیح یا حسن درجہ کی ہیں۔خروج مہدی پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں۔جمع الفوائد کے مصنف نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھا کہ:''وان لم اذکر شیئا بعد عزو حدیث غیر الجامع فذالك الحدیث مقبول حسن اوصحیح برجال الصحیح اوغیر هم (جمع الفوائدص۱۰ج۱) '' ﴿یعنی اگر کسی حدیث کو میں نقل کروں اور اس کے بعد اس پر ضعف وغیرہ کا کوئی حکم نہ لگاؤں تو وہ حدیث قابل قبول حسن یا صحیح ہوگی۔﴾

نوٹ: حدیث صحیح اور حسن وغیرہ کی تعریفات ہم نے اس لئے نہیں لکھیں کہ ان کی اصطلاحات کی پوری تفصیل جناب اختر کاشمیری صاحب کے مضمون میں موجود ہے۔

مصنف کی اس صراحت کے بعد اب اس کی ضرورت نہیں رہی کہ ان احادیث کے راویوں پر ہم فرداً فرداً کلام کریں۔

۵...... اب دوسری کتابوں سے احادیث ملاحظہ ہوں۔

ابوداؤد میں حضرت علیؓ کی ایک اور روایت ان الفاظ سے مروی ہے:" حدثنا عثمان بن ابی شیبة قال حدثنا الفضل بن دکین قال حدثنا قطر عن القاسم بن ابی بزة عن ابی الطفیل عن علی عن النبی ﷺ قال لولم یبق من الدهر الا یوم لبعث الله رجل من اهل بیتی یملأها عدلا کماملئت جورا (ابوداؤد ص ۱۳۱، ج ۲، کتاب المهدی) " ﴿حضرت علیؓ نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اگر زمانہ کا ایک دن بھی باقی ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک آدمی میرے اہل بیت سے پیدا فرمائیں گے جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جیسے کہ وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی۔﴾

اس روایت پر امام ابوداؤدؒ نے سکوت کیا ہے اور محدثین کے ہاں وہ روایت جس پر امام ابوداؤدؒ نے سکوت کیا۔ کم از کم درجہ حسن کی ہوتی ہیں۔ جیسے مولانا محمد تقی عثمانی کی املائی تقریر درس ترمذی میں ہے کہ:"ان کی کتاب (ابوداؤد) میں حسن اور ضعیف احادیث بھی آگئی ہیں۔ البتہ وہ ضعیف اور مضطرب احادیث پر کلام کرنے کے بھی عادی ہیں۔ بشرطیکہ ضعف زیادہ ہو۔ چنانچہ جس حدیث پر وہ سکوت کریں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حدیث ان کے نزدیک قابل استدلال ہے۔ البتہ بعض مرتبہ اگر ضعف خفیف ہو تو وہ اسے نظر انداز کر دیتے ہیں اور اس پر کلام نہیں کرتے۔" (درس ترمذی ص ۱۲۸ ج ۱)

اور خود امام ابوداؤدؒ کا قول بھی کتابوں میں منقول ہے جیسے کہ حافظ ابن صلاح کا قول شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مقدمہ فتح الملہم میں نقل کیا ہے:

"ومن مظانه سنن ابی داؤد فقد روینا انه قال ذکرت فیه الصحیح ومایشبهه ومایقاربه وروینا عنه ایضاً مامعناه انه یذکرفی کل باب اصح ماعرفه فی ذالك الباب وقال ماکان فی کتابی حدیث فیه وهن شدید فقد بیّنته ومالم انکر فیه شیئا فهو صالح وبعضها اصح من بعض (مقدمه فتح الملهم ص۲۹ ج۱) " ﴿امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں صحیح اور اس کے مشابہ اور صحیح کے قریب روایتیں نقل کی ہیں اور حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابوداؤدؒ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ وہ ہر باب میں اس باب کی صحیح روایتیں نقل کرتے ہیں اور فرمایا کہ میری

کتاب میں اگر ایسی روایت ہو کہ جس میں شدید قسم کا ضعف ہو تو میں اس کو بیان کر دیتا ہوں اور جس حدیث کے متعلق میں سکوت کروں تو وہ صالح ہوتی ہے۔ (یعنی یا صحیح یا حسن اور اگر ضعف ہو بھی تو ادنیٰ درجے کا ہوتا ہے، جس کا جبیرہ ممکن ہوتا ہے۔﴾

حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤدؒ کے اس قول کی بناء پر اگر کوئی حدیث مطلقاً یعنی بغیر کسی کلام کے منقول ہو۔ جبکہ وہ روایت بخاری و مسلم میں موجود نہ ہو اور کسی محدث نے اس کی صحت و حسن پر حکم لگایا ہو تو وہ روایت امام ابوداؤدؒ کے نزدیک درجہ حسن کی ضرور ہوتی ہے اور امام ابوداؤدؒ کا یہ قول ان الفاظ کے ساتھ بھی منقول ہے کہ: ''وماسکت عنه فهو صالح۔ '' (مقدمہ فتح الملہم ص ۲۹ ج ۱) ﴿یعنی حدیث کے متعلق میں سکوت کروں تو وہ صالح ہوتی ہے اور صالح حدیث بھی صحیح ہو سکتی ہے اور حسن بھی۔ تو احتیاط یہ ہے کہ حسن ہی کا حکم اس پر لگایا جائے۔﴾

اور امام ابوداؤد کا یہ قول بھی کتابوں میں منقول ہے کہ: ''ماذکرت فی کتابی حدیثا اجتمع الناس علی ترکه '' (مقدمہ ابوداؤد ص ۳) ﴿میں نے کوئی ایسی حدیث نقل نہیں کی ہے کہ جس کے ترک اور ضعف پر محدثین کا اتفاق ہو۔﴾

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بستان المحدثین ص ۲۸۵ میں فرمایا کہ: ''دروے التزام نموده است که حدیث صحیح باشد یاحسن '' ﴿اس کتاب میں اس کا التزام ہے کہ حدیث صحیح ہو یا حسن۔﴾

باقی تحقیق مقدمہ ابوداؤد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ص ۴، ۵ ج ۱، اور مقدمہ فتح الملہم ص ۲۹ ج ۱ میں ملاحظہ ہو۔

اس پوری تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام ابوداؤدؒ جس حدیث پر سکوت کریں وہ حدیث کم از کم حسن کے درجہ کی ہوتی ہے۔ جیسے خروج مہدی کے مذکورہ حدیث پر انہوں نے سکوت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث کم از کم حسن کے درجہ کی ہے۔

۶ ...... ابوداؤد نے حضرت سلمہؓ کی وہ روایت جو ہم نے نمبر ۲ میں نقل کی ہے۔ اس سند کے ساتھ نقل کی ہے اور اس پر سکوت فرمایا ہے۔ صرف علی بن نفیل کی توثیق کا قول ابوالملیح سے نقل کیا ہے: ''حدثنا احمد بن ابراهيم قال حدثني عبدالله بن جعفر الرقي قال حدثنا ابوالمليح الحسن بن عمر عن زياد بن بيان عن علي بن نفيل عن

سعید بن المسیب عن ام سلمة قالت سمعت رسول اللہ ﷺ یقول المھدی من عترتی من ولد فاطمة (ابوداؤد ص ۱۳۱ ج ۲، کتاب المھدی)"

اس روایت کا ترجمہ نمبر ۲ پر گزر چکا ہے۔

۷...... حضرت ام سلمہؓ کی ایک اور تفصیلی روایت جو ابوداؤد میں مندرجہ ذیل سند سے مروی ہے:

"حدثنا محمد بن المثنیٰ حدثنا معاذ بن هشام حدثنی ابی عن قتادہ عن صالح ابی الخلیل عن صاحب له عن ام سلمة زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ قال یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینة هاربا الی مکة فیاتیه ناس من اهل مکة فیخرجونه وهوکاره فیبا یعونه ویبعث الیه بعث من الشام فیخسف بهم بالبیداء بین مکة والمدینة فاذا رأی الناس ذالك اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فیبایعونه ثم ینشأ رجل من قریش اخواله کلب فیبعث الیه بعثا فیظهرون علیهم وذالك بعث کلب و الخیبة لمن لم یشهد غنیمة کلب فیقسم المال ویعمل فی الناس بسنة نبیهم ویلقی الاسلام بجرانه الی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون۔ قال ابوداؤد وقال بعضهم عن هشام تسع سنین وقال بعضهم سبع سنین (ابوداؤد ص ۱۳۱ ج ۲، کتاب المھدی)"

﴿حضرت ام سلمہؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ ایک خلیفہ کے انتقال کے وقت اختلاف ہوگا تو اہل مدینہ میں سے ایک آدمی بھاگ کر مکہ چلا جائے گا۔ اہل مکہ اس کے پاس آ کر اس کو زور سے نکال کر اس کی بیعت کریں گے۔ اہل شام اس کے پاس اپنا لشکر بھیجیں گے تو اس کا لشکر مکہ اور مدینہ کے درمیان بیداء کے مقام پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ پھر اس کے بعد قریش کا ایک آدمی جس کے ماموں کلب قبیلے کے ہوں گے۔ اس کے مقابلے میں ایک لشکر بھیجیں گے تو مہدی کا لشکر قریش کے لشکر پر غالب آ جائے گا۔ خسارہ ہوا اس آدمی کے لئے جو قبیلہ کلب کے مال غنیمت میں حاضر نہیں ہوا۔ مہدی مال تقسیم کریں گے اور نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کریں گے۔ اسلام اپنی گردن زمین میں ڈال دے گا۔ (یعنی اسلام پھیل جائے گا) سات سال تک رہیں گے۔

اس کے بعد وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔ ﴾

اس روایت میں اگرچہ ایک راوی مجہول ہے۔ لیکن یہی روایت مستدرک حاکم میں متصل سند سے مذکور ہے۔ اگر چہ اس کے الفاظ کچھ مختلف ہیں۔ (مستدرک حاکم ص ۴۲۹ ج ۴)

اس طرح علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں اس کی تصیح کی ہے۔

(ملاحظہ ہو تلخیص المستدرک للذہبی ص ۴۲۹ ج ۴، بذیل المستدرک)

اسی طرح اس روایت کی تائید حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جس کی صحت پر ابو عبداللہ حاکم اور علامہ ذہبی دونوں متفق ہیں اور روایت بخاری و مسلم کی شرط پر ہے جس کو ہم آگے نقل کریں گے۔ (مستدرک حاکم ص ۵۲۰ ج ۴)

۸...... حضرت ام سلمہؓ کی ایک اور روایت جو ابوداؤد میں ان ہی الفاظ سے مروی ہے۔

(ص ۱۳۱، ج ۲، کتاب المہدی)

۹...... حضرت ام سلمہؓ کی ایک اور روایت جو ابوداؤد میں (ص ۱۳۱ ج ۲، کتاب المہدی) مروی ہے۔

۱۰...... اسی طرح سنن ترمذی میں امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت نقل کی ہے۔ جس کو ہم پہلے جمع الفوائد کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں اور اس کے آخر میں امام ترمذیؒ نے فرمایا: "ھذا حدیث حسن صحیح (ص ۴۷ ج ۲ باب خروج المہدی)" ﴿حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی یہ روایت صحیح ہے۔ ﴾

مذکورہ روایت میں ایک راوی ہے۔ جس کا نام اسباط بن محمد ہے۔ وہ خود اگرچہ ثقہ ہے۔ لیکن سفیان بن ثوری سے جو روایت وہ نقل کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں محدثین نے اس کی تضعیف کی ہے۔ جیسے کہ تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ اسباط بن محمد بن عبدالرحمٰن بن خالد بن میسرہ القرشی مولاھم ابو محمد ثقہ ضعف فی الثوری۔ (تقریب ج ۱ ص ۳۰)

لیکن ایک تو یہ کہ خود امام ترمذیؒ نے اس کی روایت کی توثیق کی ہے اور محدثین جب کسی ایسے راوی سے حدیث نقل کرتے ہیں۔ جس کی جرح پر واقف ہوں تو وہ روایت ان کے نزدیک قابل اعتماد ہوتی ہے۔ اس لئے ہر راوی کی صدق اور کذب اور صحیح وضعیف روایتیں پہچانتے ہیں۔ جیسے کہ امام ترمذیؒ نے کتاب العلل میں سفیان بن ثوریؒ کا قول نقل کیا ہے:

"حدثنا ابراهيم بن عبدالله بن المنذر الباهلی حدثنا يعلی بن عبيد قال قال لناسفيان الثوری اتقو الكلبی فقيل له فانك تروی عنه قال انا اعرف صدقه من كذبه (ترمذی ج٢ص ٢٣٤،كتاب العلل) "﴿سفیان ثوریؒ نے کہا کہ کلبی سے بچو کسی نے ان سے کہا کہ آپ جو کلبی سے نقل کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس کے سچ اور جھوٹ کو پہچانتا ہوں۔

اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ عبید بن اسباط کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں فرمایا ہے کہ: "صدوق (ج١ص ٣٨٢) "

سفیان ثوریؒ تو مشہور امام اور متفق علیہ ثقہ ہیں۔ ایک راوی عاصم بن بھدلہ ہے۔ جس کی توثیق حافظ ابن حجرؒ نے (تقریب ص ١٥٨) میں کی ہے۔ نیز یہ طبقہ سادسہ کے راویوں میں سے ہے۔ جن کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے:"ولم يثبت فيه مايترك حديثه من اجله واليه الاشارة بلفظ مقبول (تقريب التهذيب ص ١٠) "

نیز یہ صحیحین کے بھی راوی ہیں۔ (تقريب التهذيب ج١ص ٢٦٦) نیز ان پر حافظ ابن حجرؒ نے صفحہ مذکورہ میں (ع) کی علامت لگائی ہے۔ تو یہ صحاح ستہ کے متفق علیہ راوی ہیں۔"كما صرح به الحافظ فی التقريب ج١ص٢٦٦ "

ایک راوی اس میں زر ہے۔ جس کی توثیق حافظ ابن حجرؒ نے "ثقہ جلیل" کے الفاظ سے کی ہے اور اس پر بھی (ع) کی علامت بنائی ہے۔

١١...... امام ترمذیؒ نے عاصم بن بھدلہ کی سند سے ایک دوسری روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے۔ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے۔ لیکن محدثین کے ہاں یہ قاعدہ مشہور ہے کہ موقوف روایت بھی ایسے مسئلے میں جو مدرک بالقیاس نہ ہو مرفوع کے حکم میں ہے۔ روایت یہ ہے:

"عن ابی هريرةؓ قال لولم يبق من الدنيا الايوم لطول الله ذالك اليوم حتی يلی، هذا حديث حسن صحيح (ترمذی ص٤٧ ج٢،باب خروج المهدی) "﴿یعنی اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو لمبا کر دیں گے۔ یہاں تک کہ مہدی والی بنے۔﴾

اس حدیث کو بھی امام ترمذیؒ نے حسن اور صحیح کہا ہے۔

۱۲...... ترمذی میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی تفصیلی روایت ہے:

"حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة قال سمعت زيد العمى قال سمعت ابا الصديق الناجي يحدث عن ابى سعيد الخدرى قال خشينا ان يكون بعدنبينا حدث فسالنا نبى الله ﷺ قال ان فى امتى المهدى يخرج يعيش خمسا اوتسعا زيد الشاك قال قلنا وماذالك قال سنين قال فيجئ اليه الرجل فيقول يا مهدى اعطنى اعطنى قال فيحثى له فى ثوبه مااستطاع ان يحمله هذاحديث حسن وقدروى من غير وجه عن ابى سعيد عن النبى ﷺ وابوالصديق الناجي اسمه بكر بن عمرو يقال بكر بن قيس (ترمذى ص٤٧ ج٢، باب خروج المهدى)" ﴿ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں ڈر محسوس ہوا کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کے بعد کوئی فتنا ہو تو ہم نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں مہدی پیدا ہوگا اور پانچ یا سات یا نو سال تک رہے گا۔ ان کے پاس آدمی آئے گا، کہے گا کہ اے مہدی! مجھے مال دے دے تو وہ کپڑا ابھر کر اس کو اتنا دے گا جتنا وہ اٹھا سکے گا۔﴾

اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن کہا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کی مختلف اسناد ہیں۔ جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حدیث ضعیف نہیں ہے۔ نیز یہ کہ ابوسعید خدریؓ کی مہدی کے متعلق روایت امام ابوداؤدؒ نے بھی نقل کی ہے اور اس پر سکوت فرمایا ہے۔ جو صحت و حسن کی دلیل ہے۔ (ملاحظہ ہو ابوداؤد ص۲۳۲ ج۲، کتاب المہدی)

اور حاکم نے مستدرک میں بھی ابوسعیدؓ کی روایت کی تخریج کی ہے۔ حاکم اور ذہبی اس کی صحت پر متفق ہیں۔ (ملاحظہ ہو مستدرک حاکم مع تلخیص الذہبی ص۵۵۷ ج۴)

۱۳...... ابن ماجہ میں امام ابن ماجہ قزوینیؒ نے بھی خروج مہدی کے لئے مستقل باب قائم کیا ہے اور حدیثیں نقل کی ہیں۔ ان میں سب سے پہلے انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت نقل کی ہے:

"حدثنا عثمان بن ابى شيبة حدثنا معاوية بن هشام حدثنا على بن صالح عن يزيد بن ابى زياد عن ابراهيم عن علقمه عن عبدالله قال

بینما نحن عندرسول الله ﷺ اذا قبل فتية من بنی هاشم فلمارآهم النبی ﷺ اغرو رقت عیناه وتغیر لونه قال فقلت مانزال نری فی وجهك شیئا نكرهه فقال انا اهل بیت اختار الله لنا الاخرة علی الدنیا وان اهل بیتی سیلقون بعدی بلاء وتشریدا وطریدا حتی یاتی قوم من قبل المشرق معهم رایات سود فیسئلون الخیر فلا یعطونه فیقاتلون فینصرون فیعطون ماسئلو افلا یقبلونه حتی یدفعو نها الی رجل من اهل بیتی فیملأ ها قسطا وعدلا كما ملؤها جورا فمن ادرك ذالك منهم فلیا تهم ولوحبوا علی الثلج (سنن ابن ماجه ص۲۹۹، باب خروج المهدی) ’’ ﴿عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ اتنے میں بنی ہاشم کے کچھ لڑکے سامنے آئے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آئے اور رنگ متغیر ہوگیا۔ میں نے عرض کیا کہ ہم آپؐ کے چہرے پر غم کے آثار دیکھتے ہیں، جو ہمیں پسند نہیں۔ فرمایا کہ ہم ایسے گھرانے کے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے آخرت کو اختیار فرمایا ہے اور میرے اہل بیت پر میرے بعد مصیبت آئے گی۔ یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے ایک قوم آئے گی۔ ان کے ساتھ کالے جھنڈے ہوں گے تو وہ لڑیں گے اور کامیاب ہوجائیں گے۔ پھر ان کی مانگی ہوئی چیز دی جائے گی۔ لیکن وہ اس کو قبول نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ حکومت میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی کے حوالے کریں گے جو زمین کو انصاف وعدل سے بھردے گا۔ جیسے انہوں نے اس کو ظلم سے بھرا تھا۔ جس کو یہ وقت ملے وہ اس کے پاس آئے اگر چہ برف پر گھسٹ کر آنا پڑے۔﴾

یہ روایت بھی قابل استدلال ہے اس لئے کہ کسی نے بھی اس روایت پر موضوع ہونے کا حکم نہیں لگایا۔ ’’ماتمس الیه الحاجة لم یطالع سنن ابن ماجة ‘‘میں علامہ عبدالرشید نعمانی نے اس سب احادیث کو جمع کیا ہے۔ جن پر موضوع ہونے کا حکم کسی نے لگایا ہے۔ ان میں یہ روایت نہیں ہے۔ اب اس کے بعد اس روایت کے راویوں پر ہم انفراداً جرح وتعدیل کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

۱...... عثمان بن ابی شیبہ: ان کا نام عثمان بن محمد بن ابراہیم ہے۔ تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا: ’’ثقة حافظ شهیر‘‘ (تقریب التہذیب ج۱ ص۳۹۵)

اور ان کے نام پر حافظ نے خ م د س ق کی علامتیں بنائی ہیں۔ یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔

۲...... معاویہ ابن ہشام: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں فرمایا ہے کہ "صدوق" اور ان کے نام پر بخ م ع کی علامتیں بنائی ہیں۔ (تقریب ج ۲ص ۵۹۳) یعنی امام بخاریؒ نے ادب المفرد میں اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں اور ابن ماجہ، ترمذی، ابوداؤد، نسائی میں ان محدثین ان کی روایتیں نقل کی ہیں۔ جس سے ان کا قابل اعتبار ہونا معلوم ہوتا ہے۔

۳...... علی ابن صالح بن صالح: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے لکھا کہ "ثـقـة عــابــد" (تقریب ج۱ص ۶۱۴) اور ان کے نام پر بھی م ع کے نشانی بنائی ہے۔ یعنی مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

۴...... یزید بن ابی زیاد: ان کے متعلق حافظ نے تقریب میں فرمایا "ثقہ" (ص ۳۸۲) اور ان کے نام پر بخ ت دک کی علامتیں لکھی ہیں۔ یعنی ادب المفرد ترمذی اور موطا مالک کے راوی ہیں۔

اس کے بعد ابراہیم نخعی اور علقمہ جو مشہور آئمہ حدیث اور ثقہ ہیں۔

۱۴...... ابوسعید خدریؓ کی روایت جو پہلے ابوداؤد، ترمذی اور جمع الفوائد کے حوالے سے نقل ہو چکی ہے۔ ابن ماجہ میں بھی مندرجہ ذیل سند کے ساتھ مروی ہے:

"حدثنا نصر بن علی الجهضمی حدثنا بن مروان العقیلی حدثنا عمارة بن ابی حفصة عن زید العمی عن ابی الصدیق الناجی عن ابی سعید الخدریؓ ان النبی ﷺ قال یکون فی امتی المهدی (ابن ماجه ص ۳۰۰، باب خروج المهدی)" یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں مہدی ہوں گے۔

یہ روایت بھی کم از کم یہ کہ موضوع نہیں ہے جیسے کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ حدیث بھی ان احادیث میں مذکور نہیں ہے کہ جن پر وضع کا قول کیا گیا ہے اور ساتھ یہ کہ ترمذی، ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں اس کے متابعات منقول ہیں۔ کما مر (ترمذی ص ۴۲ ج ۲، ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲) اور اب اس کے رواۃ پر انفرادا بحث کی جاتی ہے۔

۱...... نصر بن علی الجہضمی: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں فرمایا: "ثـقـة ثبــت" (ج ۲ص ۲۲۱) نیز ان پر ع کی علامت بنائی ہے۔ یعنی یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ یعنی

سب کے نزدیک قابل اعتبار ہیں۔

۲...... محمد بن مروان العقیلی: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا: ''صـــــدوق'' (تقریب التہذیب ج۲ ص۱۵۵) اوران پر ق کی علامت بنائی ہے۔ یعنی ابن ماجہ کے راوی ہیں۔

۳...... عمارة بن ابی حفصہ: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ''ثقه'' (کتاب التہذیب ج۱ ص۴۲۳) یعنی ثقہ ہے۔ نیز ان پر خ اور ع کی علامتیں بنائی ہیں۔ یعنی بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اورابوداؤد کے راوی ہیں۔

۴...... زید العمی: ان کے متعلق اگرچہ حافظ نے ضعیف لکھا ہے۔ لیکن طبقہ خامسہ کے راوی ہیں۔ جن کی احادیث مقبول ہیں۔ نیز یہ متابعات کی وجہ سے ضعف مجبرؔ ہوگیا ہے۔ نیز ان پر حافظ ابن حجرؒ نے ع کی علامت بنائی ہے۔ جو اس کی علامت ہے کہ یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں اورسب کے نزدیک قابل اعتبار ہیں۔

۵...... ابوالصدیق الناجی: ان کا نام بکر بن عمرو ہے اورحافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق (تقریب التہذیب ص۴۷، ج۱) میں لکھا ہے: ''ثـقـة'' نیز ان کے نام پر ع کی علامت لکھی ہے۔ یعنی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی قابل اعتبار ہے۔ روایت کے راویوں کے ثقہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ ہم اس روایت کی صحت کا جزم نہیں کر سکتے کیونکہ بقول محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ ہم اس منصب کے اہل نہیں: ''کما قال فی تقریظه علی ولایت علی للعل شاه بخاری'' لیکن کم ازکم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ روایت بہرحال موضوع یا ضعیف نہیں۔ بلکہ محدثین کے نزدیک قابل اعتبار ہے۔

۱۵...... ابن ماجہ میں حضرت ثوبانؓ کی حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

''حـدثـنـا محمد بن يحيیٰ واحمد بن يوسف قالا حدثنا عبدالرزاق عن سـفيـان الثـوری عـن خـالد الخذاء عن ابی قلابة عن ابی اسماء الرحبی عن ثوبانؓ قال قال رسول اللهﷺ يقتل عند كنزكم ثلاثة كلهمابن خليفة ثم لايـصيـر الـی واحد منهم ثم تطلع الرايات السود من قبل المشرق فيقتلونكم قتلالـم يـقتـلـه قـوم ثـم ذكـر شيـئـا لا احـفـظه فقال فاذا رأيتموه فبايعوه ولوحبوا علی الثلج فانه خليفة الله المهدی (سنن ابن ماجه ص۳۰۰، باب خروج

المهدی) ''﴿حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے خزانے کے پاس تین آدمی لڑیں گے ان میں سے ہر ایک خلیفہ کا بیٹا ہوگا۔ لیکن وہ خزانہ ان تینوں میں سے ایک کا بھی نہیں ہوگا۔ پر مشرق کی طرف سے کالے جھنڈے آئیں گے وہ تم سے ایسی لڑائی لڑیں گے کہ اس سے پہلے کسی قوم نے تم سے ایسی لڑائی نہیں لڑی ہوگی، پھر کچھ بات کی جو کہ راوی کو یاد نہیں رہی، پھر فرمایا کہ جب اس کو دیکھ لو تو اس کی بیعت کرو اگرچہ تمہیں برف پر گھسٹ کر ان کے پاس آنا پڑے اس لئے کہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہوگا۔﴾

یہ روایت بھی موضوع اور ضعیف نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو کسی نے بھی ابن ماجہ کے موضوعات میں شمار نہیں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو''ماتمس الیه الحاجة لمن یطالع سنن ابن ماجه ''نیز یہ کہ اس کے متابعات ابوداؤد میں (کتاب المہدی ص۲۳۲ ج۲) میں موجود ہیں۔ نیز مستدرک حاکم میں (ص۵۰۲ ج۴ پر) اس کا متابع موجود ہے اور دوسرے صحابہ کی احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس روایت کے رواۃ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱...... محمد بن یحییٰ: جو کہ ابن ماجہ وغیرہ کے راوی ہیں۔ محمد بن یحییٰ کے نام سے اگرچہ تقریب التہذیب میں کئی راوی ہیں۔ لیکن ابن ماجہ کی علامت جس پر بنی ہے۔ ان کا نام محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنی ہے۔ حافظ نے ان کے متعلق لکھا ہے:''صدوق ''(ج۲ ص۵۶۱) اگرچہ ابوحاتم کا قول بھی حافظ نے نقل کیا ہے:''قال ابوحاتم كانت فيه غلفة ''لیکن ان کا متابع احمد بن یوسف موجود ہے اور وہ ثقہ ہے۔

۲...... احمد بن یوسف بن خالد الازدی: حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے:''حافظ ثقه'' (تقریب التہذیب ج۱ ص۲۴)

۳...... عبدالرزاق: سے عبدالرزاق بن الہمام مراد ہیں۔ اس لئے کہ سفیان ثوریؒ کے شاگرد یہی ہیں اور یہ ثقہ ہیں۔ جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی صراحت کی ہے۔ ملاحظہ ہو (تقریب التہذیب ج۱ ص۳۵۵)

ان کے متعلق اگرچہ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے''وکان یتشیع '' (تقریب التہذیب ج۱ ص۳۵۵)

لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ متقدمین کے نزدیک تشیع کا الگ مفہوم تھا۔ موجودہ زمانہ کا

شیعہ عقیدہ مراد نہیں۔ جیسے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں اس کی صراحت کی ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۶، ۱۱، ۸۱)

نیز فیض الباری میں خاتم المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی اس پر بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو (فیض الباری ج ۴) نیز یہ عبدالرزاق صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ ''کما صرح علیه الحافظ ابن حجر فی التقریب بعلامة ع (تقریب التهذیب ج ۱ ص ۵۰۵)''

۴...... سفیان الثوری: ان کا نام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے: ''ثقة حافظ فقیه عابد امام حجة من رؤس الطبقة السابعة (ج ۱ ص ۲۱٦)'' صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

۵...... خالد الحذا: ان کا نام خالد بن مہران ہے۔ ابوالمنازل ان کی کنیت ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے: ''وهو ثقة یرسل (ج ۱ ص ۱۵۳)'' یعنی وہ ثقہ ہے۔ کبھی کبھی ارسال کرتے ہیں۔ نیز ان پر ع کی علامت بھی بنائی ہے۔ یعنی صحاح ستہ کے راویوں میں سے ہیں۔

۶...... ابی اسماء الرحبی: ان کا نام عمرو بن مرثد ہے اور ثقہ ہیں۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۴۴۶)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف نہیں ہے۔ بلکہ قابل اعتبار ہے۔

۱۲...... ''حدثنا عثمان بن ابی شیبة حدثنا ابوداؤد الحفری حدثنا یاسین عن ابراهیم بن محمد بن الحنیفة عن ابیه عن علی قال قال رسول الله ﷺ المهدی من اهل البیت یصلحه الله فی لیلة (سنن ابن ماجه ص ۳۰۰، باب خروج المهدی)'' ﴿یعنی مہدی اہل بیت سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو امارت کی صلاحیت ایک ہی رات میں دیں گے۔﴾

علیؓ کی روایت مہدی کے متعلق ترمذی، ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں بھی صحیح سندوں کے ساتھ مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو (ترمذی ص ۴۶ ج ۲، باب خروج المہدی، ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲، کتاب المہدی، مستدرک حاکم ص ۵۵۴، ۵۵۷ ج ۴) نیز اس کی صحت پر حاکم اور ذہبی دونوں متفق ہیں۔ اب اس روایت کے رواۃ کی تفصیل ملاحظہ ہو:

۱...... عثمان بن ابی شیبہ: ان کے متعلق تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۳۹۵)

نیز بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں: "کما صرح به الحافظ فی التقریب" (تقریب التہذیب ج۱ص۳۹۵)

۲...... ابوداؤد الحفری: ان کا نام عمر بن سعد ہے: (تقریب ج۱ص۴۲۸) اور ان پر کوئی جرح نہیں ہے۔

۳...... یاسین: ان کا نام یاسین بن شیبان ہے۔ تقریب التہذیب میں حافظ نے ان کے نام پر ق کی علامت بنائی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابن ماجہ کے راوی ہیں اور لکھا ہے "لا باس به" (تقریب ج۲ص۶۵۴)

۴...... ابراہیم بن محمد بن الحنفیۃ: ان کے متعلق حافظ نے (تقریب ج۱ص۳۳) میں لکھا کہ "صدوق" اور ان کے نام پر ت عس اور ق کی علامتیں بنائی ہیں۔ یعنی ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی کے مسند علی کا راوی اور قابل اعتبار ہے۔

۵...... محمد بن علی جو ابن الحنفیۃ: سے مشہور ہیں۔ مشہور تابعی زاہد اور فتنہ سے الگ رہنے والے ہیں اور حضرت علیؓ کے صاحبزادے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ج۲ص۵۴۱) اور صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

۱۷...... "حدثنا ابوبكر بن ابی شيبة حدثنا احمد بن عبدالمالك حدثنا ابوالمليح الرقی عن زياد بن بيان عن علی بن نفيل عن سعيد بن المسيب قال كنا عندام سلمةؓ فتذاكرنا المهدی فقالت سمعت رسول اللهﷺ يقول المهدی من ولد فاطمه (سنن ابن ماجه ص۳۳۰، باب خروج المهدی)" ﴿سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے آپس میں مہدی کے متعلق ذکر کیا تو ام سلمہؓ کہنے لگیں کہ میں نے رسول اللہﷺ سے سنا ہے کہ مہدی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا۔﴾

یہ روایت بھی ضعیف نہیں، مستدرک حاکم، ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں مذکور ہے۔ رواۃ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱...... ابوبکر ابی شیبہ: ان کا نام عبداللہ بن محمد ہے اور یہ عثمان بن ابی شیبہ کے بھائی ہیں۔ حافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ "ثقه حافظ صاحب تصانيف" (تقریب ج۱ص۱۳۰)

نیز ان پر خ م د س ق کی علامات بنائی ہیں۔یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔یعنی ان سب کے نزدیک قابل اعتبار اور ثقہ ہیں۔

۲...... احمد بن عبدالمالک: یہ بھی ثقہ ہیں۔حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے: ''ثـقـة تـكـلـم فيه بلاحجة'' (تقریب ج۱ص۱۸) یعنی ثقہ ہیں اور جن لوگوں نے ان پر جرح کی ہے وہ بلادلیل ہے۔

۳...... ابوالملیح الرقی: ان کا نام حسن بن عمر یا عمرو ثقہ ہیں اور بخاری، ابوداؤد، نسائی و ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ملاحظہ ہو (تقریب التہذیب ج۱ص۱۱۸)

۴...... زیاد بن بیان: یہ بھی صدوق ہیں اور ابوداؤد و ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔ (تقریب التہذیب ج۱ص۱۸۴)

۵...... علی بن نفیل: ان کے متعلق حافظ حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے: ''لا باس به'' (ج۱ص۴۲۰)

۶...... سعید بن میتب: مشہور تابعی اور امام جو توثیق سے مستغنی ہیں۔اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی قابل اعتبار ہے۔

۱۸...... ''حدثنا هدية بن عبدالوهاب حدثنا سعد بن عبدالحميد بن جعفر عـن عـلـى بـن زيـاد اليمامى عن عكرمة بن عمار عن اسحاق بن عبدالله بن ابى طـلـحة عـن انـس بـن مالك قال سمعت رسول الله ﷺ يقول نحن ولد عبدالمطلب سادة اهل الجنة انا وحمزة وعلى جعفر والحسن والحسين والمهدى (سنن ابن ماجه ص۳۰۰، باب خروج المهدى)'' ﴿انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، فرماتے ہیں کہ ہم عبدالمطلب کی اولاد جنت کے سردار ہوں گے۔یعنی میں حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور مہدی۔﴾

یہ روایت بھی ابن ماجہ کے موضوعات میں شامل نہیں ہے۔نیز اس کے متابعات اور شواہد موجود ہیں۔اس روایت کے رواۃ کی تفصیل یہ ہے:

۱...... ہدیۃ بن عبدالوہاب: یہ صرف ابن ماجہ کے راوی ہیں اور حافظ نے تقریب میں لکھا ہے: ''صدوق'' (ج۲ص۳۳۴) یعنی ثقہ ہیں۔

۲...... سعد بن عبدالحمید بن جعفر: حافظ نے لکھا ہے کہ ثقہ اور صادق تھے۔ (تقریب ص ۱۹۹) یہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راوی ہیں اور ضعیف ہیں۔ لیکن دوسرے شواہد کی وجہ سے روایت بہرحال قابل اعتبار ہے۔

۳...... عکرمہ بن عمار: حافظ نے لکھا "صـــــــدوق" یعنی صادق اور سچے تھے۔ (تقریب ج۱ ص ۴۰۸) نسائی ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ نیز بخاری نے بھی ان سے تعلیقاً روایت نقل کی ہے۔
"كما صرح به الحافظ ج۱ ص۴۰۸ تقريب التهذيب"

۴...... اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ: یہ بھی ثقہ ہیں۔ جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے۔ (ثقہ حجۃ ج۱ ص ۴۲) اس تفصیل سے بھی معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی قابل اعتبار ہے۔

۱۹...... "حـدثـنـا حرملة بن يحيىٰ المصري وابراهيم بن سعيد الجوهري قـالا حـدثنا ابوصالح عبدالغفار بن داؤد الحرانى قال حدثنا ابن لهيعه عن ابـى زرعـه عـمـرو بـن جـابـر الـحـضـر مى عن عبدالله بن الحارث بن جزء الـزبيـدى قال قال رسول الله ﷺ يخرج ناس من المشرق فيؤطون المهدى يـعنى سلطانه (سنن ابن ماجه ص۳۰۰،باب خروج المهدى) " ﴿یعنی مشرق کی طرف سے لوگ نکلیں گے اور مہدی کی تائید کر کے ان کی حکومت قائم کریں گے۔﴾

یہ حدیث بھی قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ کسی نے اس کو موضوع نہیں کہا ہے۔ رواۃ کی تفصیل یہ ہے:

۱...... حرملۃ بن یحییٰ بن حرملۃ: حافظ نے لکھا ہے "صدوق" (تقریب ج۱ ص ۱۱۰) مسلم، نسائی، ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔

۲...... ابراہیم بن سعید الجوہری: حافظ نے تقریب میں لکھا ہے "حـافـظ ثـقة تـكلم فيه بلا حـجة" (ج۱ ص ۲۸) یعنی ثقہ اور حافظ ہیں۔ جن لوگوں نے جرح کی ہے۔ بلا حجت ہے۔

۳...... عبدالغفار بن داؤد الحرانی ابوصالح: حافظ نے لکھا ہے "ثـقة فقيه" بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب ج۱ ص ۳۶۲)

۴...... ابن لھیعہ: عبداللہ بن لھیعہ ان کا نام ہے۔ مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ اگرچہ یہ کتابیں جل جانے کے بعد ان کی روایتوں میں خلط آیا لیکن کذاب نہیں ہیں۔ خصوصاً

جب ان کی روایت کی تائید دوسری روایتوں سے ہوتی ہے تو اعتبار کیا جائے گا۔

(تقریب التہذیب ج۱ص ۳۰۸)

۵...... ابوزرعہ عمرو بن جابر الحضرمی: یہ ضعیف ہے اور شیعہ بھی ہے۔ لیکن دوسری صحیح روایات سے اس روایات کی تائید ہوتی ہے۔ (ج۱ص ۴۳۶)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت بھی قابل اعتبار ہے۔ اب ہم اس مستدرک حاکم کی کچھ روایتیں نقل کرتے ہیں:

۲۰...... ”حدثنا ابومحمد احمد بن عبدالله المزنی حدثنا زکریا بن یحییٰ الساجی حدثنا محمد بن اسماعیل بن ابی سمینة حدثنا الولید بن مسلم حدثنا الاوزاعی عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمة عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ یخرج رجل یقال له السفیانی فی عمق دمشق وعامة من یتبعه من کلب فیقتل حتی یبقر بطون النساء ویقتل الصبیان فتجمع لهم قیس فیقتلها حتی لایمنع ذنب تلعة ویخرج رجل من اهل بیتی فی الحرة فیبلغ السفیانی فیبعث له جندا منجندة فیهز مهم فیسیر الیه السفیانی بمن معه حتی اذاصار ببیداء من الارض خسف بهم فلاینجوا منهم الا المخبر عنهم ۰ هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه (مستدرک حاکم ج۵ص ۷۲۷، حدیث نمبر ۸۶۳۳)“

﴿حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی دمشق کے درمیان سے نکلے گا۔ جس کو سفیانی کہا جائے گا۔ اس کے تابعداری کرنے والے قبیلہ کلب کے لوگ ہوں گے وہ لوگوں کو قتل کرے گا۔ یہاں تک کہ عورتوں کے پیٹ چاک کرے گا اور بچوں کو قتل کرے گا۔ قبیلہ قیس کے لوگ ان کے مقابلے میں جمع ہو جائیں گے۔ وہ ان کو بھی قتل کر دے گا۔ یہاں تک کہ کوئی باقی نہیں رہے گا اور میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی نکلے گا (یعنی مہدی) حرہ کے مقام پر سفیانی اس کے مقابلے کے لئے فوج بھیجے گا۔ مہدی ان کو شکست دے گا۔ پھر سفیانی خود اپنے سب لشکر کو لے کر اس کے مقابلے کے لئے آئے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ بیداء کے مقام تک پہنچے گا تو زمین ان کو نگل لے گی۔ ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔﴾

اس طرح تلخیص المستدرک میں ذہبی نے اس حدیث کو علی شرط الشیخین مانا ہے۔

اس روایت کی طرف امام ترمذیؒ نے بھی (ص۴۶ ج۲) میں اشارہ کیا ہے۔ اس روایت میں اگرچہ امام مہدی کے نام کی صراحت نہیں ہے۔لیکن ایک تو یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی دوسری روایت میں نام کی صراحت موجود ہے اور ساتھ یہی صفات مذکورہ موجود ہیں۔

نیز یہ بھی کہ محدثین نے اس سے مراد مہدی ہی لیا ہے:

۲۱...... ''اخبر نی احمدبن محمد بن سلمه العندی حدثنا عثمان بن سعيد الدارمی حدثنا سعيد بن ابی مريم انبانا نافع بن يزيد حدثنی عياش بن عباس ان الحارث بن يزيد حدثه انه سمع عبدالله بن زرير الغافقی يقول سمعت علی بن ابی طالبؓ يقول ستكون فتنة يحصل الناس منها كما يحصل الذهب فی المعدن فلاتسبوا اهلالشام وسبوا ظلمتهم فان فيهم الابدال وسيرسل الله اليهم سيبا من السماء فيغرقهم حتی لو قاتلهم الثعالب غلبهم ثم يبعث الله عندذالك رجلا من عترة لرسول ﷺ فی اثنی عشر الفااو خمسة عشرا الفا ان كثرو امارتهم اوعلامتهم امت امت علی ثلاث رأيات يقاتلهم اهل سبع رايات ليس من صاحب رأية الاوهو يطمع بالملك فيقتلون ويهزمون ثم يظهر الهاشمی فيرد الله الی الناس الفتهم ونعمتهم فيكونون علی ذالك حتی يخرج الدجال هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه (مستدرك حاكم ج٥ص٧١٥،٧١٤،حديث نمبر٨٦٠٥)''

﴿ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ عنقریب فتنہ ہوگا۔اس میں لوگ ایسے حاصل ہوں گے جیسے کان میں سونا نکلتا ہے۔تم اہل شام کو گالیاں مت دو۔وہاں کے ظالم لوگوں کو برا کہو ان میں ابدال ہوں گے۔وہاں کے لوگوں پر بارش برسے گی،زیادہ لوگ غرق اور کمزور ہو جائیں گے۔اگر گیدڑ بھی ان سے لڑے تو ان لوگوں پر غالب آئے۔پھر اللہ تعالیٰ ہاشمی کو یعنی مہدی کو مبعوث کریں گے جو نبی کریم ﷺ کے اولاد میں سے ہوں گے۔ان کے ساتھ بارہ ہزار یا پندرہ ہزار کا لشکر ہو گا۔ان کی لڑائی کا نعرہ امت کا لفظ ہوگا۔تین جھنڈوں کے نیچے ان کا لشکر لڑے گا۔ان کے مقابل سات جھنڈوں کے نیچے ہوں گے۔یعنی زیادہ ہر جھنڈے والا اقتدار کی طمع میں ہوگا۔وہ لڑیں گے

اور شکست کھائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہاشمی کو یعنی مہدی کو فتح دے گا۔﴾

اسی طرح امام ذہبیؒ نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (تلخیص المستدرک ص۵۵۳ ج۱)

اس روایت میں بھی اگرچہ نام کی صراحت نہیں۔ لیکن حضرت علیؓ کی دوسری روایت میں جیسے (ابوداؤد ص۱۳۱، کتاب المہدی، ج۲، ترمذی ص۴۶، ج۲) میں ہے، نام کی صراحت موجود ہے۔

۲۲...... "حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب حدثنا الحسن بن علی بن عفان العامری حدثنا عمر وبن محمدالعنقزی حدثنا یونس بن ابی اسحاق اخبر نی عمار الذهبی عن ابی الطفیل عن محمد بن الحنفیة قال کنا عند علیؓ فساله رجل عن المهدی فقال علیؓ هیهات ثم عقد بیده سبعاً فقال ذاك یخرج فی اخر الزمان اذاقال الرجل الله الله قتل فیجمع الله تعالیٰ قوما قزع کقزع السحاب یؤلف الله بین قلوبهم لایستو حشون الی احد ولا یفرحون باحد یدخل فیهم وعلی عدة اصحاب بدرلم یسبقهم الاولون ولایدرکهم الاخرون وعلی عدد اصحاب طالوت الذین جاوزوامعه النهر الی ان قال هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه (مستدرك حاكم ج۵ ص۷٦۸،۷٦۷، حدیث نمبر ۸۷۰۲)" اسی طرح امام ذہبیؒ نے اس روایت کا تسلیم کیا ہے۔

(صفحہ مذکور) محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت علیؓ کے پاس موجود تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے حضرت علیؓ سے مہدی کے متعلق پوچھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا: کہ یہ تو اور کی بات ہے۔ پھر اپنے ہاتھ کی مٹھی بنا کر سات مرتبہ اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ آخر زمانے میں اس وقت نکلے گا جب ایک آدمی اللہ اللہ کہے گا تو اسے شہید کر دیا جائے گا۔ (یعنی اللہ کا نام لینا جرم سمجھا جائے گا) پھر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایسے اکٹھا کر دے گا جیسا کہ بکھرے بادلوں کو اکٹھا کرتا ہے۔ پھر ان میں باہمی الفت پیدا کر دے گا۔ اس طرح کہ وہ کسی سے ڈریں گے نہیں اور نہ کسی کے آنے سے خوش ہوں گے۔ ان کی تعداد اصحاب بدر کے برابر ہوگی۔ پہلے لوگ ان سے آگے نہیں نکلے ہوں گے۔ بعد والے ان کے مرتبے کو نہیں پہنچے ہوں گے اور ان کی تعداد حضرت طالوت کے لشکر کے برابر ہوگی۔ وہ کہ جنہوں کے حضرت طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا۔ الیٰ آخر الحدیث!

نیز محمد بن الحنفیہ کی یہ روایت (ابن ماجہ ص۳۰۰، باب خروج المہدی) پر بھی ہے۔

۲۳...... ''حدثنا الشیخ ابوبکر بن اسحاق وعلی بن حشماذ العدل وابوبکر محمد بن احمد بن بالویه قالو احدثنا بشر بن موسیٰ الاسدی حدثنا هوذة بن خلیفه حدثنا عوف بن ابی جمیلة حدثنا محمد بن بشار حدثنا ابن ابی عدی عن عوف حدثنا ابوالصدیق الناجی عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللهﷺ لاتقوم الساعة حتی تملأ الارض ظلما وجورا وعدوانا ثم یخرج من اهل بیتی من یملأها قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وعدوانا۰ هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه (مستدرك حاکم ج۵ص ۷۷۱،۷۷۰، حدیث نمبر ۸۷۱۲) ''

﴿ابوخدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ زمین ظلم وزیادتی سے بھر جائے گی۔ اس کے بعد میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی نکلے گا۔ جو زمین کو انصاف وعدل سے بھرے دے گا۔﴾

اسی طرح امام ذہبیؒ نے بھی خ،م کی علامت لگائی۔ یعنی صحیح ہے اور بخاری ومسلم کے شرط پر ہے۔ یہ روایت (ترمذی ص۳۶ ج۲، ابوداؤد ص۱۳۱، ج۲، کتاب المہدی، ابن ماجہ ص۳۰۰، باب خروج المہدی) میں بھی موجود ہے۔ اس روایت میں اگرچہ نام کا ذکر نہیں۔ لیکن ایک تو یہ محدثین اس حدیث کو مہدی ہی کے باب میں ذکر کرتے ہیں۔ جیسے کہ ابن ماجہ، ابوداؤد اور ترمذی کا حوالہ گزر چکا ہے۔ نیز یہ کہ شارحین اس سے مراد امام مہدی ہی کو لیتے ہیں۔

۲۴...... ''حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب حدثنا محمد بن اسحاق الصغانی حدثنا عمرو بن عاصم الکلابی حدثنا عمران القطان حدثنا قتاده عن ابی نضرة عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللهﷺ المهدی منا اهل البیت اشم الانف اقنی اجلی یملأ الارض قسطا وعدلا کماملئت جورا وظلما یعیش هکذا وبسط یساره واصبعین من یمینه المسحة والا بهام وعقد ثلاثة ۰ هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه (مستدرك حاکم ج۵ص ۷۷۱، حدیث نمبر ۸۷۱۳)''

مطلب یہ کہ مہدی اہل بیت میں سے ہوگا۔ کھلی پیشانی اور سیدھی باریک ناک والا، زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

اسی طرح امام ذہبیؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح علی شرط مسلم تسلیم کیا ہے۔

۲۵...... "اخبرونی ابوالنضر الفقیه حدثنا عثمان بن سعید الدارمی حدثنا عبدالله بن صالح ابنلء انا ابوالملیح الرقی حدثنی زیاد بن بیان ونکر من فضله قال سمعت سعید بن المسیب یقول سمعت ام سلمة تقول سمعت النبی ایذکر المهدی فقال نعم هو حق وهو من نبی فاطمه (مستدرک حلکم ج ٥ ص ۷۷۱، حدیث نمبر ٨٧١٤)"

یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ امام ذہبیؒ نے اس پر کوئی جرح نہیں کی ہے۔ یعنی مہدی کا ظہور حق ہے اور وہ بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔

مستدرک حاکم کی یہ سب حدیثیں صحیح ہیں۔ جو صراحتہً خروج مہدی پر دلالت کرتی ہیں۔ عام طور پر لوگ حاکم کی تصحیح کا اعتبار نہیں کرتے ہیں۔ لیکن یہ قاعدہ تو محدثین کے نزدیک مشہور ہے کہ ذہبی اور حاکم جب کسی حدیث کی تصحیح پر متفق ہو جائیں تو وہ محدثین کے نزدیک یقیناً صحیح ہوتی ہے۔ جیسے کہ مولانا تقی عثمانی کی درس ترمذی میں اس کی صراحت موجود ہے۔

(درس ترمذی ص ۵۲، ۵۳، ج ۱)

اسی طرح حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بستان المحدثین میں فرمایا: "ذهبی گفته است که حلال نیست کسی راکه برتصحیح حاکم غره شو تاوقتیکه تعقبات وتلحیقات مرانه بینذ" (ص ۱۰۹، ۱۱۰)

یعنی ذہبی نے کہا ہے کہ جب تک میری گرفت اور بحث نہ دیکھی جائے۔ حاکم کی تصحیح پر مغرور نہ ہونا چاہئے۔ یعنی دونوں کا قول جب متفق ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ حدیث صحیح ہوتی ہے۔

مذکورہ احادیث میں کچھ تو صحیح ہیں اور کچھ درجہ حسن کی ہیں۔ ضعیف کوئی بھی نہیں۔ لیکن اگر ضعیف ہو بھی تو بھی تعدد طرق کی وجہ سے صحیح ہو جاتی ہے۔ جیسے حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے: "وبکثرة طرقه یصحح" (شرح نخبہ ص ۳۵) ﴿یعنی کثرت طرق کی وجہ سے حدیث درجہ صحت تک پہنچتی ہے۔﴾

۲۶...... ”اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن قتادة يرفعه الى النبی ﷺ قال يكون اختلاف عند موت خليفة فيخرج رجل من المدينة فياتی مكة فيستخرجه الناس من بيته وهوكاره فيبايعونه بين الركن والمقام فيبعث اليه جيش من الشام حتی اذا كانوا بالبيداء خسف بهم فياتيه عصائب العراق وابدال الشام فيبايعونه فيستخرج الكنوز ويقسم المال ويلقی الاسلام بجرانها الی الارض يعيش فی ذالك سبع سنين اوقال تسع سنين (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۳۱۲، باب المهدی، حديث نمبر ۲۰۹۳٤)“

یہ روایت پہلے ابوداؤد کے حوالہ سے گزر چکی ہے۔ وہاں ہم اس کا ترجمہ بھی کر چکے ہیں اور اس کی صحت کے متعلق بھی مختصر کلام ہو چکا ہے۔ نیز اس روایت کی صحت کو امام ہیثمیؒ نے بھی مجمع الزوائد میں تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی نے مصنف عبدالرزاق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: ”واخرجه الطبرانی ايضاً قال الهيثمی رجاله رجال الصحيح ص ۳۱۵ ج ۷ نقلا عن تعليق مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۳۱۷“

۲۷...... ”اخبرنا عبدالرزاق قال اخبرنا معمر عن ابی هارون عن معاويه بن قرة عن ابی الصديق الناجی عن ابی سعيد الخدریؓ قال ذكر رسول اللهﷺ بلاء يصيب هذه الامة حتی لايجدالرجل ملجأ يلجا اليه من الظلم فيبعث الله رجلا من عترتی من اهل بيتی فيملأ به الارض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا يرضی عنه ساكن السماء وساكن الارض لاتدع السماء من قطرهاشيئا الاصبته مدرارا ولاتدع الارض من مائها شيئا الا اخرجته حتی تتمنی الاحياء الاموات يعيش فی ذلك سبع سنين اوثمان اوتسع سنين (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۳۱٦، بال المهدی، حديث نمبر ۲۰۹۳۵)“

یہ حدیث پہلے ابوداؤد و ابن ماجہ کے حوالہ سے گزر چکی ہے اور مستدرک حاکم میں بھی ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی اس حدیث پر حاشیہ میں لکھتے ہیں: ”حديث ابی سعيد روی من غيروجه كماقال الترمذی فراجع الترمذی ص ٤٦ ج ۲ وابن ماجه ص ۳۰۰ والزوائد للهيثمی وامابهذااللفظ فاخرجه الحاكم فی

المستدرك"(نوٹ:اس حدیث کا ترجمہ بھی گزر چکا ہے)

۲۸...... "اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی الجلد قال تکون فتنة ثم تتبعها اخری لاتکن الاولی فی الاخرة الاکثرة السوط تتبعه ذباب السیف ثم تکون فتنة فلایبقی لله محرم الاستحل ثم یجتمع الناس علی خیرهم رجلاتاتینه امارته هنیئا وهو فی بیته (مصنف عبدالرزاق ج۱۰ص۳۱۷،باب المہدی،حدیث نمبر۲۰۹۳۶)" ﴿تین بڑے فتنے ہوں گے اس کے بعد چوتھا بہت بڑا فتنہ ہوگا۔جس میں اللہ تعالیٰ کی سب حرام کردہ چیزوں کو حلال بنادیا جائے گا۔اس کے بعد لوگ ایک بہتر اور بزرگ آدمی یعنی مہدی پر جمع ہوجائیں گے۔اس کے پاس امارت آسانی سے آئے گی۔یعنی خود بخود،جبکہ وہ گھر میں بیٹھا ہوگا۔﴾

اس حدیث کے راوی سب کے سب ثقہ ہیں۔

۲۹...... "اخبرنا عبدالرزاق عن معمرعن مطر عن رجل عن ابی سعید الخدریؓ قال ان المهدی اقنی اجلی (مصنف عبدالرزاق ج۱۰ص۳۱۷، باب المهدی حدیث نمبر۲۰۹۳۸)" یہ حدیث بھی ابوداؤد کے حوالہ سے بمعہ ترجمہ گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں باقی راوی تو ثقہ ہیں۔سوائے اس کے کہ ایک آدمی مجہول ہے۔لیکن جیسے کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ دوسری روایات اس کی متابع اور مؤید موجود ہیں۔اس لئے یہ روایت بھی قابل اعتبار ہے۔

۳۰...... "اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن سعید الخدریؓ عن ابی نضرة عن جابر بن عبدالله قال یکون علی الناس امام لایعدهم الدراهم ولکن یحثوا (مصنف عبدالرزاق ج۱۰ص۳۱۷،باب المهدی،حدیث نمبر۲۰۹۳۹)"

یہ حدیث بھی صحیح ہے۔علامہ حبیب الرحمٰن نے مصنف عبدالرزاق کے حاشیے میں لکھا ہے کہ:"اخرجه البزار ومسلم ص۳۲۵ج۲ من حدیث ابی سعید وجابر جمیعاً(مصنفص۳۷۳ج۱۱)" ہاں یہ حدیث موقوف ہے۔لیکن یہ بات محدثین کے نزدیک مسلم ہے کہ غیر مدرک بالقیاس مسائل میں قول صحابی مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔خصوصاً جبکہ یہ حدیث ابوسعید خدریؓ سے مرفوع بھی منقول ہے۔

اس حدیث میں بھی اگر چہ نام کی صراحت موجود نہیں ہے۔لیکن امام عبدالرزاق اور مسلم وغیرہ کا اس کو خروج مہدی کے باب میں نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں ''امام'' کے لفظ سے مہدی ہی مراد ہے۔

۳۱...... ''اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن ابی طاؤس عن علی بن عبدالله بن عباس قال لا یخرج المهدی حتی تطلع مع الشمس آیة ''(مصنف عبدالرزاق ج۱۰ص ۳۶۷،باب المہدی،حدیث نمبر ۲۰۹۴۰)یعنی مہدی اس وقت تک ظاہر نہیں ہوں گے جب تک سورج کے ساتھ کسی نشانی کا طلوع نہ ہو۔یہ روایت بھی صحیح ہے اور اس راوۃ قابل اعتبار ہیں۔

عبدالرزاق اور معمر بخاری اور مسلم کے مشہور راوی ہیں۔علی بن عبداللہ بن عباسؓ کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے:''ثقه عابد ''(ص ۲۴۷)نیزان پر خ م عد کی علامتیں بنائی ہیں۔یعنی مسلم، بخاری کے ادب المفرد اور سنن اربعہ کے راوی ہیں اور ابن طاؤس کا نام عبداللہ بن طاؤس ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں ان کے متعلق لکھا ہے:''ثقة عابد فاضل ''(ص ۱۷۷)یعنی ثقہ اور قابل اعتبار ہیں۔

یہ روایت اگر چہ مرسل ہے۔لیکن مرسل جمہور کے نزدیک حجت ہے۔امام شافعی کے نزدیک بھی جب مرفوع سے تائید ہو جائے تو پھر حجت ہے۔جیسے کہ علامہ شبیر احمد عثانی نے مقدمہ فتح الملہم میں لکھا ہے:''وقال بعض الائمة المرسل صحیح یحتج به وهو مذهب ابی حنیفه ومالك واحمد فی روایته المشهورة حکاه النووی وابن القیم وابن کثیر وغیرهم وجماعة من المحدثین وحکاه النووی فی شرح المذهب من کثیر من الفقهاء ونقله الغزالی عن الجماهیر (مقدمه فتح الملهم ص٣٤ج١)''

یعنی بعض آئمہ نے کہا ہے کہ مرسل حدیث حجت ہے۔یہ امام ابوحنیفہؒ،امام مالکؒ اور مشہور روایت کے مطابق امام احمدؒ کا مذہب ہے۔جیسے کہ امام نوویؒ،امام ابن قیمؒ اور ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے اور نوویؒ نے شرح مہذب میں اس کو بہت سے فقہاء سے اور امام غزالی نے جمہور سے نقل کیا ہے۔

اسی طرح اس روایت کی تائید ہماری نقل کردہ مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے۔تو پھر امام شافعیؒ کے نزدیک بھی حجت ہوگی۔جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں لکھا ہے:

”وثانيهما وهو قول المالكين والكوفيين يقبل مطلقا وقال الشافعي يقبل ان اعتضد بمجيئه من وجه اخريباين الطريق الاولیٰ مسندا كان اومرسلا يترجع احتمال كون المحذوف ثقة فی نفس الامر(ص۵۵)“

یعنی امام احمدؒ بن حنبل کا قول ثانی اور مالکیہ اور کوفیین یعنی امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کا قول یہ ہے کہ حدیث مرسل حجت ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب دوسری سند سے اس کی تائید ہو جائے تو پھر حجت ہوگی۔ چاہے دوسری سند مسند ہو یا مرسل۔

۳۲...... ”اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن ايوب وغيره عن بن سيرين قال ينزل ابن مريم عليه ممصرتان بين الاذان والاقامة فيقولون له تقدم فيقول بل يصلی بكم امامكم انتم امراء بعضكم علی بعض (مصنف عبدالرزاق ج۱۰ ص۳۳۵، باب الدجال، حديث نمبر ۲۱۰۰۲) “یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور ان کے اوپر دو زرد قسم کے کپڑے ہوں گے۔ اذان اور اقامت کے درمیان کا وقت ہوگا۔ لوگ ان سے کہیں گے کہ نماز کے لئے آگے آجایئے، وہ فرمائیں گے کہ نہیں! تم اس امت کے لوگ ایک دوسرے کے امام ہو، تمہارا امام نماز پڑھائے۔

اس حدیث میں جو امام نماز پڑھائیں گے۔ وہ امام مہدی ہوں گے۔ جیسے کہ مصنف عبدالرزاق میں اس روایت کے بعد دوسری روایت ہے کہ: ”اخبرنا عبدالرزاق عن معمر قال كان ابن سيرين يری انه المهدی الذی يصلی وراه عيسیٰ (مصنف عبدالرزاق ج۱۰ ص۳۳۵، باب الدجال، حديث نمبر ۲۱۰۰۳) “یعنی عیسیٰ علیہ السلام جس امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے وہ امام مہدی ہوں گے۔

یہ روایت صحیح ہے۔ علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی اس روایت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

”اخرج بعض معناه البخاری ص۳۱۷ ج۶ ومسلم من حديث ابی هريرة واحمد من حديث جابر وبعضه مسلم من حديث جابر ص۷۸ ج۱“

یعنی اس روایت کے کچھ حصوں کی تخریج بخاری نے کی ہے اور مسلم اور مسند احمد میں بھی روایت موجود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

۳۳...... ”اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن نافع مولی ابی قتادة

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ کیف بکم اذانزل فیکم ابن مریم حکما فامکم اوقال امامکم منکم (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص۳۳۶،۳۳۵، باب نزول عیسیٰ، حدیث نمبر ۲۱۰۰۵) ''﴿یعنی کیسے ہو گے تم جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام فیصلہ والے بن کر اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔﴾

اس روایت میں امام سے مراد امام مہدیؑ ہیں۔ جیسے کہ اس سے پہلے ابن سیرین کا قول مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج۱۰ص۳۳۵)

نیز یہ روایت بھی صحیح ہے۔ کیونکہ بخاری و مسلم دونوں نے اس کی تخریج کی ہے۔ جیسے مصنف عبدالرزاق کے محشی علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی نے لکھا ہے:''اخرجہ الشیخان لفظ البخاری ومسلم امامکم منکم (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص۳۳۵) ''یعنی یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی مروی ہے اور بخاری و مسلم دونوں میں لفظ وامامکم منکم مروی ہے۔

۳۴...... ''حدثنا عمرو الناقد وابن ابی عمرو واللفظ لعمر وقالا حدثنا سفیان بن عیینة عن امیة بن صفوان سمع جدة عبداللہ بن صفوان یقول اخبرتنی حفصة انها سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لیؤمن هذا البیت جیش یغزون حتی اذا کانو اببیداء من الارض یخسف بهم باوسطهم وینادی اولهم اخرهم ثم یخسف بهم فلایبقی الاالشرید الذی یخبر عنهم فقال رجل اشهد علیك انك لم تکذب علی حفصة واشهد علی حفصة انها لم تکذب علی النبی ﷺ (صحیح مسلم ص۳۸۸ج۲ کتاب الفتن)''

۳۵...... ''وحدثنی محمد بن حاتم بن میمون حدثنا الولید بن صالح حثنا عبید اللہ بن عمرو انبانا زید بن ابی انیسه عن عبدالملك العامری عن یوسف بن مالك قال اخبرنی عبداللہ بن صفوان عن ام المومنین ان رسول اللہ ﷺ قال سیعود بهذا البیت یعنی الکعبة قوم لسیت لهم متعة ولاعدد ولا عدة یبعث الیهم جیش حتی اذاکانو اببیداء من الارض خسف بهم قال یوسف واهل الشام یومئذیسیرون الی مکة فقال عبداللہ بن صفوان ام واللہ ماهوبهذاالجیش الذی ذکره عبداللہ بن صفوان (مسلم ص۳۸۸ج۲ کتاب الفتن)''

ان دونوں رواتیوں کا ترجمہ یہ ہے کہ ایک لشکر بیت اللہ کا قصد کرے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو بیداء کے مقام پر زمین میں دھنسا دیں گے۔ آگے عبداللہ بن صفوان فرماتے ہیں کہ اس سے شامیوں کا وہ لشکر مراد نہیں جو عبداللہ بن زبیرؓ کے دور میں بیت اللہ کے پاس ان کے مقابلے کے لئے آیا تھا۔

ان دونوں رواتیوں میں اگرچہ مہدی کی صراحت نہیں ہے۔ لیکن ان دونوں صحیح رواتیوں میں وہ صفات مذکور ہیں۔ جو مہدی کے نام کے صراحت سے احادیث میں مذکور ہیں۔ جس سے صرف اتنا ثابت کرنا مقصود ہے کہ مہدی کے متعلق وہ روایتیں جو پہلے ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے گزر چکی ہیں۔ وہ بے اصل نہیں۔ بلکہ ان کی مؤید روایتیں مسلم میں بھی موجود ہیں۔ نیز یہ کہ مسلم ہی میں ان رواتیوں کے بعد جو روایت مروی ہے۔ جس کو ہم آگے چل کر نقل کریں گے اس میں ”رجل من قریش “ کے الفاظ موجود ہیں۔ جس سے محدثین کی تصریح کے مطابق مہدی ہی مراد ہے۔ تو گویا ان حدیثوں کا تعلق بھی ظہور مہدی کے ساتھ ہے۔ نیز یہ کہ حدیث کے ساتھ تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ امام مسلم کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مبہم رواتیوں کو پہلے نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد اس روایت کی تشریح کے دوسری روایتیں نقل کرتے ہیں اور ان رواتیوں کے بعد امام مسلمؒ نے ”من رجل قریش “ والی روایت نقل کی ہے۔ جس میں گویا اس طرف اشارہ ہے کہ ان رواتیوں کا تعلق بھی ظہور مہدی ہی سے ہے۔

۳۶...... ”حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة حدثنا یونس بن محمد حدثنا القاسم بن الفضل الحرانی عن محمد بن زیاد عن عبداللہ بن الزبیر ان عائشة قالت لمعبث رسول اللہ ﷺ فی منامة فقلنا یا رسول اللہ صنعت شیئا فی منامك لم تکن تفعله فقال العجب ان ناسا من امتی یؤمون البیت برجل من قریش قد لجأ بالبیت حتی اذا کانوا بالبیداء خسف بهم فقلنا یارسول اللہ ان الطریق قد یجمع الناس قال نعم فیهم المستبصر والمجبور وابن السبیل یهلکون مهلکا واحداویصدرون من مصادر شتی یبعثهم اللہ علی نیاتهم (مسلم ص۳۸۸ ج۲ کتاب الفتن)“

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نیند میں ہل گئے اور مضطرب

ہوئے تو ہم نے پوچھا کہ آج آپؐ نے ایسا کام کیا جو آپؐ نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔فرمایا :ہاں تعجب ہے کہ میری امت میں سے کچھ لوگ قریش کے ایک آدمی کو قتل کرنے کے لئے بیت اللہ کا قصد کریں گے جبکہ اس نے بیت اللہ میں پناہ لی ہوگی۔ یہاں تک یہ لشکر جب بیداء تک پہنچے گا تو زمین میں دھنس جائے گا۔﴾

اب اس حدیث میں رجل من قریش سے مراد مہدی ہیں۔اس لئے کہ عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کے لئے لشکر تھا وہ تو زمین میں نہیں دھنسا تھا۔تاریخ اس کی گواہ ہے۔نیز لشکر کی یہ صفات ان احادیث میں مروی ہیں۔جس میں مہدی کے نام کی صراحت بھی ہے اوران احادیث کی محدثین نے خروج مہدی کے ابواب میں نقل بھی کیا ہے۔تو معلوم ہوا کہ قریش کے اس آدمی سے مراد مہدی ہیں۔واللہ اعلم بالصواب!

۳۷...... ”حدثنا زهير بن حرب وعلي بن حجر واللفظ لزهير قالا حدثنا اسماعيل بن ابراهيم عن الجريری عن ابی نضرة قال كنا عند جابر بن عبدالله فقال يوشك اهل العراق ان لايجیء اليهم ففزولا درهم قلنا من اين ذاك قال من قبل العجم يمنعون ذاك ثم قال يوشك اهل الشام ان لايجيی اليهم دينار ولامدی قلنا من اين ذاك قال من قبل الروم ثم سكت هينة ثم قال قال رسول الله ﷺ يكون فی اخرامتی خليفة يحثی المال حثيا ولا يعده عدا قال قلت لابی نضرة وابی العلاء اتريان انه عمر بن عبدالعزيز فقال لا (صحيح مسلم ص۳۹۵ج۲،كتاب الفتن)“

﴿یعنی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ہقریب ہے کہ اہل عراق کے پاس نہ درہم و دینار آئیں گے نہ کچھ غلہ،کسی نے پوچھا کہ یہ مصیبت کس کی طرف آئے گی۔کہا کہ عجم کی طرف سے،پھر فرمایا کہ قریب ہے کہ اہل شام کی بھی یہی حالت ہوگی،تو کسی نے پوچھا کہ یہ کس کی طرف سے؟ کہا کہ اہل روم کی طرف سے۔پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں آکر ایک خلیفہ ہوگا جو مال کو بغیر گنے تقسیم کرے گا۔جریری کہتے ہیں کہ میں نے ابونضرہ اورابوالعلاء سے پوچھا کہ کیا اس خلیفہ سے مراد عمر بن عبدالعزیز ہیں تو فرمایا نہیں۔﴾

اس حدیث میں خلیفہ سے محدثین کی تصریحات کے مطابق مہدی مراد ہیں۔کیونکہ اس

حدیث کوابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ نے مہدی کے صفات میں خروج مہدی کے باب میں ذکر کیا ہے۔

۳۸...... ''حدثنا نضر بن علی الجهضمی حدثنا بشر یعنی ابن المفضل ح و حدثنا علی بن حجر حدثنا اسماعیل یعنی ابن علیة کلا هما عن سعید بن یزید عن ابی نضرة عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ من خلفا ئکم خلیفة یحثو المال حثیا ولا یعده عددا وفی روایة ابن حجر یحثی المال (صحیح مسلم ص۳۹۵ج۲،کتاب الفتن)''

﴿نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے خلفاء میں ایک خلیفہ ہوں گے جو مال کو بغیر گنے تقسیم کریں گے۔﴾ اس حدیث میں بھی سابق تفصیل کے مطابق خلیفہ سے مراد مہدی ہیں۔

۳۹...... ''وحدثنی زهیر بن حرب حدثنا عبدالصمد بن عبدالوارث حدثنا ابی حدثنا داؤد عن ابی نضرة عن ابی سعید وجابر بن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ یکون فی اخر الزمان خلیفة یقسم المال ولایعده (مسلم ص۳۹۵ج۲،کتاب الفتن)'' اس حدیث کا بھی وہی مطلب ہے جو گزشتہ حدیثوں کا تھا۔اس حدیث میں بھی خلیفہ سے مراد مہدی ہیں۔ کمابیّناہ!

۴۰...... ''حدثنی حرملة بن یحییٰ قال اخبرنا ابن وهب قال اخبرنی یونس عن ابن شهاب قال اخبرنی نافع مولی ابی قتادة الانصاری ان ابا هریرة قال قال رسول الله ﷺ کیف انتم اذانزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم (صحیح مسلم ص۷۸ج۱،باب نزول عیسیٰ)'' یعنی کیا حال ہوگا تمہارا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔اس سے مراد مہدی ہیں۔جیسے کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثانی نے فتح الملہم میں لکھا ہے۔

(ملاحظہ ہو فتح الملہم ص۳۰۲ج۱)

۴۱...... ''حدثنا الولید بن شجاع وهارون بن عبدالله وحجاج بن الشاعر قالوا حدثنا حجاج وهوابن محمد عن ابن جریج قال اخبرنی ابو الزبیر انه سمع جابر بن عبدالله یقول سمعت النبی ﷺ یقول لاتزال طائفة من امتی

یـقـاتـلـون عـلـی الـحق ظاهرین الی یوم القیامة قال فینزل عیسیٰ بن مریم فیـقول امیرهم تعال صل لنا فیقول لاان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللّٰه هذا الامة (مسلم ص۷۸ ج ۱، باب نزول عیسیٰ)"

﴿یعنی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا فرمارہے تھے کہ ہمیشہ میری امت میں ایک جماعت حق کے لئے لڑتی رہے گی اور وہ غالب رہے گی۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو مسلمانوں کے امیر ان سے عرض کریں گے کہ آیئے نماز پڑھایئے۔ وہ فرمائیں گے کہ نہیں۔ اس امت کے لوگ خود بعض بعض کے لئے امام اور امیر ہیں۔﴾

اس حدیث میں بھی مسلمانوں کے امیر سے مراد مہدی ہیں۔ جیسے کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے فتح الملہم میں لکھا ہے کہ: "قـولـه فیقول امیرهم الخ هو امام المسلمین المهدی الموعود المسعود (فتح الملهم شرح صحیح مسلم ص۳۰۲ ج ۱)" علامہ شبیر احمد عثمانی کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ وہ سب احادیث جن میں امیر یا خلیفہ کا لفظ مبہم مذکور ہے۔ اس سے مراد مہدی ہیں۔

۴۲...... "ابشـر وابـالـمهدی رجل من قریش من عترتی یخرج فی اختلاف من الناس وزلزال فیملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا ویرضی سـاکـن السماء وساکن الارض ویقسم المال سماحا بالسویة ویملأ قلوب امة محـمـد غـنـی ویسعهم عدله حتی انه یامر منادیا ینادی من له حاجة الی فما یـأتیـه احـد الارجـل واحـد یـأتیه فیسئله فیقول ائت الخازن حتی یعطیك فیـاتیه فیقول انا رسول المهدی فیلقی حتی یکون قدر مایستطیع ان یحمله فیـخـرج بـه فیـنـدم فیقول انا کنت اجشع امة محمد نفسا کلهم دعی الی هذا الـمـال فتـرکـه غیـری فیـرد علمه فیقول انالانقبل شیئا اعطیناه فیلبث فی ذالك ستـاوسبـعـا اوثـمانیا اوتسع سنین ولاخیر فی الحیوٰة بعده (منتخب کنز العمال علی هامش مسنداحمد ص۲۹ ج ۲)"

﴿ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خوشخبری قبول کرو مہدی کے ساتھ کہ میرے اہل میں سے ہوگا اور اس کا ظہور امت کے اختلاف اور زلزلوں کے وقت ہو

گا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جیسے کہ وہ ظلم وزیادتی سے بھر چکی ہوگی۔ زمین و آسمان کے رہنے والے اس سے راضی ہوں گے اور مال برابر اور عدل سے تقسیم کرے گا اور امت محمدی کے دلوں کو مستغنی کر دے گا۔ یہاں تک کہ ان کا منادی آواز دے گا کہ اگر کسی کو کوئی حاجت ہو تو میرے پاس آئے، سوائے ایک آدمی کے اور کوئی نہیں آئے گا وہ ایک آدمی آ کر ان سے سوال کرے گا تو وہ فرمائیں گے کہ میرے خزانچی کے پاس جاؤ۔ وہ جائے گا تو خزانچی سے کہے گا کہ میں مہدی کا فرستادہ ہوں۔ مجھے مال دے گے۔ وہ کہے گا لے لو۔ تو وہ اتنا اٹھا لے گا کہ اٹھا نہیں سکے گا۔ پھر اس کو کم کرے گا۔ اتنا لے گا جتنا اٹھا سکے گا۔ پھر باہر جا کر نادم ہو جائے گا کہ پوری امت کو آواز دی گئی۔ سوائے میرے کوئی نہیں آیا۔ تو وہ مال واپس کرنا چاہے گا۔ لیکن خزانچی کہے گا نہیں ہم جب کچھ دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیتے۔ مہدی چھ، سات، آٹھ یا نو سال تک رہے گا۔

یہ حدیث منتخب کنز العمال میں محدث علی متقی نے مسند احمد کے حوالے سے نقل کی ہے۔:

''وکل ماکان فی مسند احمد فھو مقبول فان الضعیف الذی فیہ یقرب من الحسن (منتخب کنز العمال علی ھامش مسند احمد)'' یعنی جو حدیث مسند احمد کی ہوگی۔ وہ مقبول ہے۔ اس میں اگر ضعیف بھی ہو تو وہ درجہ حسن کے قریب ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بہر حال مقبول ہے۔ نیز یہ حدیث ان ہی الفاظ کے ساتھ (مسند احمد ص ۵۲ ج ۳) میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی۔ رواۃ کی تفصیل یہ ہے:

۱...... زید بن الحباب: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے:

''اصلہ من خراسان وکان بالکوفۃ ورجل فی الحدیث فلکثر منہ وھو صدوق (ج ۱ ص ۱۹۰)'' یعنی اصلاً یہ خراسان کے باشندے تھے۔ لیکن کوفہ میں رہتے تھے اور سچے تھے۔ نیز حافظ ابن حجرؒ کی تصریح کے مطابق یہ مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ گویا ان سب کے نزدیک قابل اعتبار ہیں۔

۲...... حماد بن زید: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے: ''ثقۃ ثبت فقیہ (ج ۱ ص ۱۳۷)'' یعنی قابل اعتماد اور فقیہ تھے۔

۳...... معلی بن زیاد: معلی بن زیاد کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے:

''صدوق قليل الحديث زاهد (ج۲ص۵۹۶) ''یعنی سچے اور زاہد ہیں اور بہت کم حدیث نقل کرتے ہیں۔خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال میں خزرجی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ:'' وثقة ابو حاتم (ص۳۸۳) ''یعنی ابوحاتم نے ان کو قابل اعتماد کہا ہے۔نیز یہ کہ امام بخاریؒ نے بھی ان سے تعلیقاً صحیح البخاری میں روایت لی ہے اور مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

۴...... ابوالصدیق الناجی: ان کا نام بکر بن عمرو ہے اور یہ سنن اربعہ یعنی ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں ان کی توثیق کی ہے۔(تقریب التہذیب ج۱ص۱۰۷) مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی قابل اعتماد اور صحیح ہے۔

۴۳...... ''اذا رأيتم الرايات السود قد جاء ت من قبل خراسان فائتو ها فان فيها خليفة الله المهدى (منتخب كنز العمال ص۲۹ ج۶، على هامش مسند احمد)''

یعنی جب تم کالے جھنڈے دیکھو کہ خراسان کی طرف سے آئے تو اس کی طرف چلے جاؤ۔اس لئے کہ اس میں خدا کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔

اس روایت کو صاحب منتخب نے مسند احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور مستدرک حاکم، بخاری، مسلم، صحیح ابن حبان اور مختارہ ضیاء مقدسی کے متعلق مصنف نے امام سیوطی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:''مافى الكتب الخمسه خ م حب ك ض صحيح فالعزواليها معلم بالصحه سوى مافى المستدرك من المتعقب فانبه عليه (منتخب كنزل العمال ص۹ ج۱، على هامش مسند احمد ج۱)''

یعنی بخاری، مسلم، صحیح ابن حبان، مستدرک اور ضیاء مقدسی کے مختارہ سے جب ہم روایت نقل کریں گے اور ان کتابوں کی طرف منسوب کریں گے۔تو یہ اس روایت کی صحت کی علامت ہے۔ہاں مستدرک کی وہ روایات جن پر جرح ہے۔اس پر تنبیہ کروں گا اور اس روایت پر کوئی تنبیہ نہیں کی گئی ہے۔تو معلوم ہوا کہ یہ روایت قابل اعتبار ہے۔نیز یہ روایت مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے:''حدثنا وكيع عن الاعمش عن سالم عن ثوبان قال قال رسول الله اذا رأيتم رايات السودقد جاء ت من قبل خراسان فائتو هافان فيها خليفة الله المهدى (ص۲۷۷ ج۵)'' اس روایت کے راوی سب ثقہ ہیں۔تفصیل درج ذیل ہے:

۱...... وکیع :ان کا نام وکیع بن الجراح ہے۔ یہ مشہور محدث ہیں اور ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے:"ثقه "(ج ۲ص ۶۴۶) نیز اگر وکیع بن عدس ہو یا وکیع بن محرز ہو تو یہ دونوں بھی ثقہ ہیں۔

۲...... اعمش :ان کا نام سلیمان بن مہران ہے۔ یہ بھی ثقہ ہیں۔(تقریب ج۱ص ۲۲۹) حافظ نے لکھا ہے کہ:"ثقه حافظ عارف بالقراء ة ورع "یعنی قابل اعتماد ہیں۔

۳...... سالم: سالم سے مراد سالم بن ابی الجعد ہیں۔ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ اور علامہ خزرجی نے خلاصہ میں لکھا ہے:"قال احمد:لم یلق ثوبان وقال البخاری لم یسمع منه "یعنی امام احمد نے فرمایا کہ ان کی ملاقات ثوبان سے ثابت نہیں ہے اور امام بخاری نے فرمایا کہ انہوں نے ثوبان سے نہیں سنا۔تو اب اس روایت پر اعتراض ہوگا کہ یہ روایت انہوں نے ثوبانؓ سے بالا واسطہ نقل کی ہے۔تو منقطع ہوگئی۔لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے اور ثوبان کے درمیان معدان بن ابی طلحہ موجود ہے۔جیسے کہ خود مسند احمد (ص ۲۷۶،۲۸۰،۲۸۱،۲۸۴ج ۵) میں سالم اور ثوبانؓ کے درمیان معدان بن ابی طلحہ موجود ہے۔تو معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی سالم نے معدان ہی سے لی ہے۔

البتہ ان کی عادات ارسال کی تھی یا یہ کہ معدان ان کے مشہور استاد تھے۔اس لئے ان کا نام ذکر نہیں کیا اور اگر تدلیس بھی ہے۔تو تدلیس ثقہ سے ہوگی۔اس لئے کہ معدان بھی ثقہ ہے۔ جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے معدان کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا کہ:"شامی ثقه "(ج ۲ ص ۵۹۴) یعنی معدان بن ابی طلحہ شامی ہیں اور قابل اعتبار ہیں۔تو تدلیس ثقہ سے ہے اور ایسی صورت تدلیس کی محدثین کے نزدیک قابل اعتبار ہوتی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بہر حال قابل اعتبار ہے۔نیز سالم کی توثیق، ابوزرعہ، یحییٰ بن معین اور امام نسائی نے کی ہے۔تو وہ خود بھی ثقہ ہیں۔(حاشیہ خلاصہ ص ۱۳۱) اس طرح معدان کی توثیق بھی عجلی اور ابن سعد نے کی ہے۔(حاشیہ خلاصہ ص ۳۸۳) نیز یہ کہ یہ حدیث مستدرک حاکم میں ثوبان سے بجائے معدان بن ابی طلحہ کے ابوالسماء الرجبی نے نقل کی ہے۔(مستدرک حاکم ص ۵۰۲ ج ۴)

ابوقلابہ سے نقل کرنے والے خالد الحذاء ہیں۔ان کا نام خالد بن مہران ہے۔حافظ ابن

حجرؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے: "ثـقـه" (تقریب التہذیب ج۱ص۱۵۳) یعنی قابل اعتماد ہیں۔ اسی طرح خلاصہ للخزرجی میں ان کی توثیق منقول ہے۔(۱۰۳) اسی طرح تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا کہ یحییٰ بن معین، نسائی، امام احمد وغیرہ نے توثیق کی ہے۔ (حاشیہ خلاصہ للخزرجی ص۱۰۳)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ روایت صرف سالم بن ابی الجعد سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کا متابع مستدرک کی روایت میں موجود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

۴۴...... "سيكون بعدى خلفاء ومن بعد الخلفاء امراء ومن بعد الامراء ملوك ومن بعد الملوك جبابرة ثم يخرج رجل من اهل بيتى يملأ الارض قسطا وعدلا كما ملئت جورا ثم يؤمر بعده القحطان فوالذى بعثنى بالحق ماهر بدونه (كنز العمال ج۱۴ص۲۶۵، باب خروج المهدى، حديث نمبر۳۸۶۶۷)"

﴿یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ پھر ان کے بعد امیر ہوں گے۔ پھر ان کے بعد بادشاہ ہوں گے۔ پھر ان کے بعد جابر بادشاہ ہوں گے۔ پھر میرے اہل میں سے ایک آدمی نکلے گا وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ جیسے وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی۔ ان کے بعد قحطانی امیر ہوں گے۔ وہ عدل میں ان سے کم نہیں ہوں گے۔

اس روایت میں بھی "رجل من اهل بيتى" سے مراد مہدی ہیں۔ مصنف کا اس کو مہدی کے باب میں نقل کرنا اس کی دلیل ہے۔ نیز یہ روایت قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ اس روایت کو طبرانی کبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے اور مصنف کے حوالے سے پہلے ہم نقل کر چکے ہیں۔ چونکہ طبرانی کی روایت اگر ضعیف ہوتی ہو تو وہ اس پر تنبیہ کرتے ہیں۔ لیکن اس روایت کے بعد کوئی تنبیہ نہیں کی ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک قابل اعتبار ہے۔

۴۵...... "اللهم انصر العباس وولد العباس ثلاثا ياعم اماعلمت ان المهدى من ولدك مرفقا رضيا مرضيا (منتخب كنزالعمال ص۳۱ج۶)" ﴿نبی کریم ﷺ نے حضرت عباسؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے چچا! کیا آپ نہیں جانتے کہ مہدی آپ کی اولاد میں سے ہوگا۔﴾

اس روایت کے متعلق صاحب منتخب نے آخر میں لکھا کہ "رجال سنده ثقات (ص۳۱ج۶)" یعنی اس حدیث کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث میں فرمایا کہ مہدی عباسؓ کی اولاد سے ہوں گے۔ تو ممکن ہے کہ ماں کی طرف سے حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوں اور باپ کی طرف سے حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے ہوں یا بالعکس۔

۴۶..... ''**یبایع رجل بین الرکن والمقام ولن یستحل هذا البیت الا اهله فاذا استحلوه فلا تسأل عن هلکة احد تجیئ الحبشة فیخربونه خرابالا یعمر بعده ابداوهم الذین یستخرجون کنزه.** (منتخب کنزالعمال ص۳۱ ج۲)''

﴿نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی کی بیعت رکن اور مقام کے درمیان کی جائے گی اور بیت اللہ کو لڑائی کے لئے حلال نہیں کریں گے۔ مگر اس کے بعد پھر سب کی ہلاکت ہوگی۔ حبشی آئیں گے اور بیت اللہ کو ویران کریں گے۔ اس کے بعد کبھی اس کی تعمیر نہیں ہوگی اور یہی لوگ بیت اللہ کا خزانہ نکالیں گے۔﴾

اس روایت میں رجل سے مراد مہدی ہے۔ کیونکہ صاحب کتاب نے اس حدیث کی تخریج مہدی کے باب میں کی ہے۔ نیز یہ کہ یہ حدیث بھی منصف کی تصریح کے مطابق صحیح ہے۔ اس حدیث کو صاحب منتخب نے مسند احمد، مستدرک حاکم اور مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور مصنف کا یہ قانون ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ مستدرک حاکم کی طرف سے کسی حدیث کی نسبت اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔ اگر کوئی ضعف ہو تو مصنف اس کو بیان کر دیتے ہیں۔ نیز مسند احمد کے بارے میں بھی مصنف نے یہ قانون بیان کیا ہے کہ اس کی احادیث صحیح اور حسن کے درجے کی ہوتی ہے اور اگر کوئی حدیث ضعیف بھی ہو تو وہ محدثین کے نزدیک قبول ہوتی ہے۔ (ملاحظہ ہو منتخب کنزالعمال ص۸،۹ ج۱) مسند احمد کے بارے میں اس قانون کو حافظ ابن حجرؒ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے۔

مسند احمد کی وہ احادیث جن پر امام ابن الجوزیؒ نے وضع کا حکم لگایا ہے۔ اس کو حافظ نے تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ القول المسدد کے نام سے اس پر مستقل کتاب لکھی اور ثابت کیا کہ وہ احادیث بھی موضوع نہیں ہیں۔

۴۷..... ''**عن علیؓ قال لایخرج المهدی یبصق بعضکم فی وجه بعض** (منتخب کنزالعمال ص۳۳ ج۶)'' ﴿حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مہدی کا خروج اس وقت تک

نہیں ہوگا جب تک کہ تم ایک دوسرے کے منہ پر نہ تھوکو۔﴾یعنی لوگوں کی حالت ایسی ہوگی کہ تہذیب انسانیت ان میں نہیں ہوگی اور ہر طرف فتنہ وفساد ہوگا تب مہدی کا ظہور ہوگا۔

یہ حدیث بھی قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ اس پر مصنف نے کوئی جرح نہیں کی ہے۔

۴۸...... ''عن علیؓ اذا خرج خیل السفیانی فی الکوفة بعث فی طلب اهل خراسان ویخرج اهل خراسان فی طلب المهدی فیلتقی هو والهاشمی برایات سود علی مقدمته شعیب بن صالح فیلتقی هو والسفیانی بباب اصطخر فتکون بینهم ملحمة عظیمة فتظهر الرأیات السود وتهرب خیل السفیانی فعند ذالك یتمنی الناس المهدی ویطلبونه (منتخب کنز العمال ص۳۳ج۶،هامش مسند احمد ج۶)''

﴿حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ جب سفیانی کا لشکر نکل کر کوفہ آئے گا تو اہل خراسان کے طلب میں لشکر بھیجے گا اور اہل خراسان مہدی کی طرف جائیں گے تو کالے جھنڈوں کے ساتھ ملیں گے تو وہاں پر ہاشمی اور سفیانی لشکروں میں لڑائی ہوگی۔ ہاشمی کا لشکر غالب آ جائے گا اور سفیانی کا لشکر بھاگ جائے گا۔ اس وقت لوگ مہدی کی تمنا کریں گے اور ان کو تلاش کریں گے۔﴾

یہ اور اس سے ماقبل والی روایت دونوں اگرچہ موقوف، لیکن ایک تو یہ کہ یہ روایتیں مرفوع بھی مروی ہیں۔ نیز یہ کہ مسائل غیر مدرک بالقیاس میں قول صحابی مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ نیز اس روایت پر مصنف نے بھی کوئی کلام نہیں کیا ہے۔ تو اس کے قاعدے کے مطابق یہ روایتیں صحیح ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!

۴۹...... ''عن علیؓ قال المهدی فتی من قریش ادم ضرب من الرجال (منتخب کنز العمال ص۳۴ج۶،هامش مسند احمد)'' ﴿یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مہدی قریش کے نوجوان ہوں گے اور چھریرے بدن کے آدمی ہوں گے۔﴾

۵۰...... ''عن علیؓ قال المهدی رجل منامن ولد فاطمه (منتخب کنز العمال ص۳۴ج۶)'' ﴿یعنی مہدی ہم میں سے ہوں گے حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے۔﴾

۵۱...... ''عن علیؓ قال یبعث بجیش الی المدینة فیأخذون من قدروا علیه من آل محمد ﷺ ویقتل من بنی هاشم رجالا ونشاء فعندذالك یهرب المهدی

والمبیض من المدینة الی مکة الخ (منتخب کنز العمال ص۳۳ ج۶، علی هامش مسند احمد ج۶) ’’ ﴿حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ وہ آل بیت کو قتل کردیں گے۔ مہدی اور مبیض مکہ بھاگ جائیں گے۔﴾

اس حدیث کو بھی مصنف نے بلا کسی جرح کے نقل کیا ہے۔ جو ان کے نزدیک صحت کی دلیل ہے۔

یہ پچاس حدیثیں ہیں جو صراحۃً ظہور مہدی پر دلالت کرتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہور مہدی کا عقیدہ بے اصل و بے بنیاد نہیں۔ جیسے کہ اختر کشمیری صاحب کا دعویٰ ہے۔

ظہور مہدی کے متعلق کچھ احادیث اور بھی ہیں۔ جو مستدرک کی جلد رابع میں اور منتخب کنز العمال میں ص۲۹ ج۶ سے ص۳۶ ج۶ تک مروی ہیں۔

نیز امام ترمذی، عبدالرزاق، ابن ماجہ، ابوعبداللہ حاکم اور دوسرے محدثین نے اپنی کتابوں میں اس کے لئے ابواب قائم کئے ہیں۔ جو صراحۃً اس کی دلیل ہے کہ یہ عقیدہ ان بزرگوں کے نزدیک بے اصل و بے بنیاد نہیں۔ ورنہ جلیل القدر محدثین اپنی کتابوں میں ان کے لئے ابواب قائم نہ کرتے۔

الباب الثانی

عقیدہ ظہور مہدی محدثین کی نظر میں

اس سے پہلے ہم وہ احادیث محدثینؒ کی کتابوں سے نقل کر چکے ہیں۔ جن میں ظہور مہدی کا ذکر تھا۔ متعدد محدثین نے اس کے لئے اپنی کتابوں میں ابواب قائم کئے ہیں۔ جس سے ان کا عقیدہ ظہور مہدی بخوبی واضح اور ثابت ہوتا ہے۔

علم حدیث سے تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ محدثین اپنی کتابوں میں جو ابواب قائم کرتے ہیں۔ وہ ان کی نظر میں احادیث سے ثابت ہوتے ہیں۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ باب میں نقل حدیث کے بعد وہ اس پر سکوت کرتے ہیں۔ اس قاعدہ کے مطابق اب یہ بات بلاخوف وخطر کہی جاسکتی ہے کہ جو محدثین نے ظہور مہدی کی احادیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور ان احادیث پر ابواب بھی قائم کئے ہیں تو یہ ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت مہدی کا ظہور ہوگا اور وہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوں گے۔

اب اس کے بعد ہم ان محدثین کی نشاندہی کرتے ہیں جنہوں نے ظہور مہدی کی احادیث کو نقل کر کے ابواب قائم کئے ہیں:

۱.....امام ترمذیؒ[۱]

ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی البوغی المتوفی ۲۷۹ھ۔

امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب "سنن ترمذی" میں ابواب الفتن میں "باب ماجاء فی المھدی" کا باب قائم کیا ہے۔ (ص ۵۶ وفی بعض المطابع ص ۴۷ ج ۲) اور اس کے تحت وہ احادیث مسلسل سندوں کے ساتھ نقل کی ہیں۔ جن کو ہم نقل کر چکے ہیں اور ان کی اسنادی حیثیت بھی واضح کی جا چکی ہے۔ اس سے ان کے عقیدے کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خود امام ترمذیؒ نے کتاب العلل میں واضح کیا ہے:

---

[۱] امام ترمذیؒ کے متعلق شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ: "وترمذی رادر حفظ بی مثل دانستدواوراخلیفه بخاری گفته اندوتورع وزهد وخوف بحدی داشت که فوق آن متصور نیست، بخوف الهی بسیار گریه وزاری کردونابیناشد" (بستان المحدثین ص ۲۹۰) اور ان کی کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ: "واین جامع بهترین آن کتب است بلکه به بعضی وجوه وحیثیات از جمیع کتب حدیث خوب تر واقع شده الخ" (ص ۲۹۰) اور خود شاہ صاحب امام ترمذی کا قول نقل کیا ہے کہ: "ترمذی گفته است که من هر گاه از تصنیف این جامع فارغ شد آنرا بعلماء حجاز شریف نمودم ،ایشان همه پسند فرموده بعد ازان پیش علماء عراق بردم ایشان نیز متفق الکلمه آن رامدح کردند بعد ازان برعلماء خراسان عرض کردم ایشان نیز رضامند شدند، بعدازان ترویج وتشهیر نمودم ونیز گفته درخانه هر که این کتاب باشد پس گویا درخانه اورا پیغمبر است که تکلم می کند" (بستان المحدثین ص ۲۹۲)

اسی طرح اس کتاب کے بارے میں نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب "الحطہ فی ذکر صحاح ستہ" میں (ص ۲۳۹ سے ۲۴۲) تک علماء کے اقوال نقل کئے ہیں اور پوری وضاحت سے اس کتاب کا مرتبہ واضح کیا ہے۔

"جمیع ما فی هذا الکتاب من الحدیث هو معمول به وبه اخذ بعض اهل العلم ماخلا حدیثین، حدیث بن عباس ان النبی ﷺ جمع بین الظهر والعصر بالمدینة والمغرب والعشاء من غیر خوف ولا سفر ولا مطر و حدیث النبی ﷺ انه قال اذا شرب الخمر فاجلدوه فان عاد فی الرابعة فاقتلوه وقد بیّنا علة الحدیثین جمیعاً فی الکتاب (سنن ترمذی، کتاب العلل ص۲۳۳ ج۲)"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ترمذیؒ کی سب احادیث امت میں کسی نہ کسی امام کے ہاں معمول بہا ہیں اور سوائے ان دونوں حدیثوں کے کوئی بھی حدیث پوری امت کے نزدیک متروک نہیں۔

اگرچہ ان دونوں حدیثوں کے متعلق بھی بعض محدثین نے ذکر کیا ہے کہ یہ بھی معمول بہا ہیں۔ لیکن بہرحال اتنا تو معلوم ہوا کہ باقی احادیث چاہے اعمال کے ساتھ ان کا تعلق ہو یا عقائد کے ساتھ، وہ معمول بہا ہیں۔

۲...... امام ابوداؤد

سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ۔ امام ابوداؤدؒ نے بھی اپنی کتاب "سنن ابوداؤد" میں کتاب الفتن میں احادیث مہدی پر باب قائم کیا ہے۔ (ج۲ ص۱۳۱، ۱۳۰) اور ظہور مہدی کی احادیث اپنی مسلسل سندوں کے ساتھ نقل کی ہیں اور بعض احادیث پر سکوت کیا ہے۔ جو ان کے نزدیک کم از کم حسن کے درجہ کی ہیں۔

---

[۱] حضرت الامام الحافظ الحجہ شاہ انور شاہ کشمیری سے منقول ہے کہ: "واعلم ان الحدیثین معمولان بهما عندنا علی ما حررت سابقا فان المذکور فی الحدیث هو الجمع الفعلی وذالك جائز عندنا بلا عذر واما قتل شارب الخمر فی المرة الرابعة فجائز عندنا تعزیرا (العرف الشذی ص۴۸۶، کتاب العلل)"

"وقال محدث العصر الشیخ البنوری (بعد نقل اقوال المحدثین) قال شیخنا وکل هذا تکلف والصحیح الذی یعتمد ان یقال کلن هو الجمع فعلا لا وقتا و اعترف به الحافظ ابن حجر فی الفتح (ص۱۹ ج۲)"

"فقال واستحسنه القرطبی ورجحه قبله امام الحرمین وجزم به من القدماء ابن الماجشون والطحاوی...... الخ (معارف السنن ص۱۶۳ ج۲)"

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے سنن ابوداؤد کے متعلق لکھا ہے:" چــــــون از تصنیف این سنن فارغ شدپیش امام احمد بن حنبل بردوعرض نمود، امام دید ندوبسیار پسند کردند، وابوداؤد دروقت تصنیف این سنن پنج لاکھ احادیث حاضر داشت از جملہ آنہمہ انتخاب نمودہ است کہ این سنن را مرتب ساخت چار ہزار وہشت صد احادیث است ودروے التزام نمودہ است کہ حدیث صحیح باشد یاحسن" (بستان المحدثین ص۲۸۵)

(اس بحث کو ہم پہلے باحوالہ لکھ چکے ہیں) اس سے ان کا اعتقاد واضح ہوتا ہے کہ یہ امام مہدی کے ظہور کے قائل تھے۔ اس لئے مہدی کی احادیث کو اپنی کتاب میں لائے۔

۳...... امام ابن ماجہؒ

ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ قزوینی ربعی المتوفی ۲۷۳ھ۔

انہوں نے بھی اپنی کتاب میں فتن کے ابواب کے ضمن میں ظہور مہدی کی کچھ احادیث کو اپنی سندوں میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (باب خروج المھدی ص۲۹۹) ان احادیث سے بھی ان کے عقیدہ پر استدلال کیا جائے گا۔ کمامر

سنن ابن ماجہ میں اگرچہ کچھ احادیث موضوع بھی ہیں۔ لیکن یہ احادیث ان احادیث میں شامل نہیں۔ جن پر محدثین نے وضع کا قول کیا ہے۔

ابن ماجہ کی وہ سب احادیث جن کو کسی محدث نے موضوع کہا ہے۔ علامہ عبدالرشید نعمانی کی کتاب "ماتمس الیه الحاجه لمن یطالع سنن ابن ماجه" میں موجود ہیں۔ ظہور مہدی کی احادیث ان میں شامل نہیں ہیں۔ ہاں "لا مھدی الا عیسی" کی حدیث پر ضرور کلام کیا ہے۔ جس سے ظہور مہدی کے منکرین استدلال کرتے ہیں۔

اس حدیث کے متعلق علامہ شوکانی نے اپنی کتاب "الفوائد المجموعة الاحادیث الموضوعة" میں لکھا ہے:" حدیث لامھدی الاعیسی بن مریم قال الصغانی موضوع (ص ۵۱۰)" اسی طرح امام ابن قیم نے "المنار المنیف" میں اس حدیث کو موضوع لکھا ہے۔

۴......امام عبدالرزاق بن ہمام بن نافعؒ

آپ نے اپنی کتاب ''مصنف عبدالرزاق'' میں ظہور مہدی کا باب قائم کیا ہے اور اس کے تحت احادیث ظہور مہدی ذکر کی ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج۱۰ص۳۱۸،۳۱۷)

---

[1] عبدالرزاق کو اگرچہ بعض محدثین نے شیعہ کہا ہے۔لیکن ان کی احادیث محدثین کے ہاں مقبول ہیں۔ کیونکہ متقدمین کے تشیع کو آج کل کے تشیع پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ عبدالرزاق نے مصنف میں شیخین اور حضرت عثمانؓ کی فضیلت میں احادیث ذکر کی ہیں اور علامہ ذہبی نے خود عبدالرزاق کا قول نقل کیا ہے کہ:''وقال احمد بن الازهر سمعت عبدالرزاق يقول افضل الشيخين بتفضيل على اياهما على نفسه ولولم يفضلهما لم افضلهما كفى بى ازراء ان احب عليا ثم اخالف قوله (ميزان الاعتدال ص٣٤٤ ج٤) ''اور دوسرا قول یہ منقول ہے کہ''والله ما انشرح صدرى قط ان افضل عليا على ابى بكر وعمر (ميزان ج٤ص٣٤٤)''اس طرح عبدالرزاق کی توثیق کے متعلق یحییٰ بن معین کا یہ قول بھی میزان الاعتدال میں منقول ہے:''لو ارتد عبدالرزاق عن الاسلام ماتر كنا حديثه (ج٤ص٣٤٤)''اور احمد بن صالح نے امام احمد سے نقل کیا ہے جو کہ''قلت لا حمد بن حنبل ارايت احسن حديثا من عبدالرزاق قال لا (ميزان الاعتدال للذهبى ج٤ص٣٤٤) ''اور اسی قول پر علامہ ذہبی نے عبدالرزاق کا ترجمہ ختم کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ذہبی کا رجحان بھی اس کی طرف ہے۔اس کے علاوہ عبدالرزاق بخاری ومسلم وغیرہ کے راوی ہیں۔ جو محدثین کے نزدیک وجہ تعدیل ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں عبدالرزاق کے متعلق لکھا ہے کہ:''ثقة حافظ منصف شهير عمى فى اخر عمره فتغير وكان يتشيع من التاسعه ...... الخ (ج١ص٣٥٥) ''یعنی ثقہ اور مقبول ہے۔حافظ کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ مطلق تشیع وجہ جرح نہیں ہے۔علم حدیث سے تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ صحاح میں کتنے ایسے راویوں کی روایات ہیں۔ جن کے متعلق ہم اسماء رجال کی کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ وہ شیعہ ہیں۔لیکن صرف شیعہ ہونا وجہ ترک نہیں ہوسکتی ہے۔ كما بيناه !اور حافظ ابن حجرؒ نے کتاب تقریب التہذیب میں ابن عدی کا قول نقل کیا ہے کہ:''واما فى باب الصدق فارجوانه لاباس به (ج٣ص٤٤٦)''اور عجلی کا قول ہے کہ:''ثقة تشيع (تقريب التهذيب ج٣ص٤٤٦)''فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

۵...... الامام الحافظ ابوعبداللہ الحاکم النیسابوریؒ

آپ نے بھی اپنی کتاب "مستدرک حاکم" میں ظہور مہدی کے متعلق بہت سے روایتیں نقل کی ہیں۔ ملاحظہ ہو (مستدرک حاکم ص ۶۵۸، ۶۵۷، ج ۵) اس سے ان کے عقیدہ کا اظہار ہوتا ہے کہ حاکم بھی عقیدہ ظہور مہدی کے قائل تھے۔ اس لئے انہوں نے ان احادیث کی تخریج اپنی کتاب میں کی ہے۔

حاکم کے متعلق بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ شیعہ تھے۔ لہٰذا ان کی روایتیں قابل اعتبار نہیں۔ لیکن یہ بات غلط ہے۔ اس لئے کہ حاکم کے زمانہ سے لے کر اب تک محدثین ان کی احادیث کا اعتبار کرتے رہے ہیں۔ البتہ مستدرک حاکم کی احادیث سب کی سب ایک مرتبہ کی نہیں۔ بلکہ ہر قسم کی حدیثیں موجود ہیں۔ لہٰذا وہ احادیث قابل اعتبار ہوں گی جن کی تصحیح پر حاکم کے ساتھ ذہبی بھی تلخیص المستدرک میں متفق ہوں: "کما قال الشاہ عبدالعزیز محدث دھلوی ولھذا علماء حدیث قرار دادہ اندکہ بر مستدرک حاکم اعتماد بنا یدکرد مگر بعد از تلخیص ذھبی (بستان المحدثین ص ۱۱۴)"

دوسری بات یہ کہ مطلق تشیع کسی راوی کی رد حدیث کے لئے کافی نہیں ہے۔ جیسے کہ ابان بن تغلب کے ترجمہ میں علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ: "الکوفی شیعی جلد ولکنه صدوق فلنا صدقه علیه بدعته وقد وثقه احمد بن حنبل یحییٰ معین وابوحاتم واورده ابن عدل وقال کان غالیا فی التشیع وقال السعدی زائغ ماجاهر فللقائل ان یقول کیف ساغ توثیق مبتدع وحد الثقة العدالة والا تقان فکیف یکون عدلا من هو صاحب بدعة وجوابه ان البدعة علی ضربین فبدعة صغریٰ کغلو التشیع اوکالتشیع بلا غلو ولا تحرف فهذا کثیر فی التابعین وتابعیهم مع الدین والورع والصدق فلورد حدیث هولاء لذهب جملة من الاثار النبویة وهذه مفسدة بینه...... الخ (میزان الاعتدال ص ۱۱۸)"

اس عبارت سے واضح ہوا کہ مطلق تشیع رد روایت کے لئے کافی نہیں ہے۔ جیسے کہ بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ جہاں کسی راوی کے ترجمہ میں دیکھا کہ یہ شیعہ ہے تو اس کی روایت کو رد کر

دیتے ہیں۔ یہ نری جہالت ہے اور یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے کہ جو محدثین کی آراء اور علم حدیث کے اصول سے واقف نہیں اور نہ ان کے اس طریقے سے عقیدہ اہل سنت کی کوئی خدمت ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جہل وضلال وعناد سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین!

امام نووی نے تقریب میں لکھا ہے کہ: ''**وقيل يحتج به ان لم يكن داعية الى بدعة ولا يحتج به ان كان داعية وهذا هوا الاظهر الاعدل وقول الكثير بل الاكثر وضعف الاول باحتجاج صاحبى الصحيحين وغير هما بكثير من المبتدعة غير الدعاة (تقريب النووى ص۳۲۵ ج۱)**''

اس عبارت کا بھی مطلب وہی ہے کہ اہل بدعت کی روایت مطلقاً رد نہیں کی جائے گی بلکہ کچھ شروط کے ساتھ قبول ہوگی۔

۶...... امام سیوطیؒ

آپ اپنی کتاب ''جمع الجوامع'' اور جامع صغیر وغیرہ میں ظہور مہدی کی احادیث کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ اس موضوع پر مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔ جس میں مہدی کے متعلق سب احادیث کو جمع کیا ہے اور اس عقیدے کے اثبات پر زور دیا ہے۔ ملاحظہ ہو (الحاوی جلد ثانی) جو علامہ سیوطیؒ کے رسائل کا مجموعہ ہے۔

۷...... اور علامہ سیوطیؒ کی کتاب جمع الجوامع کی تبویب جب علامہ علاؤالدین علی المتقی نے کی تو انہوں نے ''**المهدى عليه السلام**'' کا مستقل باب قائم کیا اور اس کے تحت تقریباً تیس روایتیں اس کے ثبوت میں پیش کیں۔ (ملاحظہ ہو کنز العمال ص۵۸۴ تا ۵۹۹ ج۱۴)

اسی طرح منتخب کنز العمال میں بھی المہدی کا عنوان قائم کیا اور اس کے تحت بھی احادیث ذکر کیں۔ (منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد از ص۲۹ تا ۳۷ ج۶)

۸...... اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں خروج مہدی کے متعلق مختلف احادیث کو نقل کیا ہے۔ جس سے ان کے اعتقاد پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ جیسے کہ مسند احمد کی حدیثیں پہلے باب میں ہم نقل کر چکے ہیں اور یہ کہ وہ حدیثیں کم از کم حسن کے درجہ کی ہیں۔ کیونکہ سیوطیؒ کا قول علامہ علی متقی کے حوالہ سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ مسند احمد کی حدیثیں کم از کم حسن کے درجہ کی ضرور ہیں اور عام طور پر محدثین نے ابن جوزی کے اس دعوے کو تسلیم نہیں کیا ہے کہ مسند احمد میں موضوع حدیثیں بھی ہیں۔ ابن حجرؒ کا ''القول المسدد'' اس پر دال ہے۔

۹...... حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ

انہوں نے اپنی کتاب "مجمع الزوائد" (ص ۳۱۴ ج ۷) پر ظہور مہدی کے متعلق حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت نقل کی ہے۔ جس کو ہم مختلف کتابوں کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں اور روایت کے آخر میں فرمایا کہ امام احمدؒ نے مسند میں اور ابویعلی نے اس روایت کو ایسی سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔ جن کے راوی ثقہ ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ظہور مہدی کے متعلق یہ حدیث صحیح ہے اور ساتھ یہ کہ مصنف کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ اس لئے کہ ادنیٰ مسلمان سے بھی یہ بعید ہے (کجا علامہ ہیثمی) کہ کسی چیز کے متعلق حدیث منقول ہو جائے اور وہ اس کا انکار کرے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حدیث مسند ابویعلی میں بھی موجود ہے اور سند بھی صحیح ہے۔

یہ تو مختصر طور پر ان محدثین کے اسماء گرامی ہیں۔ جنہوں نے مہدی کے نام کی صراحت کے ساتھ وہ روایات نقل کی ہیں۔ جن سے ظہور مہدی کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے اور بھی بیسیوں محدثین ہیں۔ جنہوں نے اس قسم کی احادیث نقل کی ہیں۔ جن کے اسماء گرامی کنز العمال اور اس کی تلخیص کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہو جاتے ہیں۔ حوالہ ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

اب اس کے بعد ان محدثین کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جنہوں نے حدیث کی کتابوں کے شروعات میں امام مہدی کے ظہور کا ذکر کیا ہے۔

۱۱...... امام العصر حضرت انور شاہ کشمیریؒ سے عرف الشذی میں منقول ہے: "ویبعث المهدی علیه السلام لاصلاح المسلمین فبعد نزول عیسیٰ علیه السلام یرتحل المهدی من الدنیا الی العقبیٰ (عرف الشذی باب ماجاء فی المهدی ص ٤٦٤)" یعنی حضرت مہدی مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ظاہر کئے جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد انتقال فرما جائیں گے۔

۱۲...... علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم میں باب نزول عیسیٰ علیہ السلام میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے ان الفاظ پر کہ: "امامکم منکم" پر بحث کرتے ہوئے حافظ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: "وقال ابوالحسن الخسعی الابدی فی مناقب الشافعی تواترت الاخبار بان المهدی من هذه الامة وان عیسیٰ یصلی خلفه (فتح الملهم ص ۳۰۲ ج ۱)"

یعنی ابوالحسن الخسعی نے مناقب شافعی مین ذکر کیا ہے کہ اس پر احادیث متواتر ہیں کہ مہدی اس امت سے ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اس کے بعد اس باب میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت میں ان الفاظ پر "فیقول امیرھم تعال صل لنا......الخ (فتح الملھم ص٣٠٣ ج١) "یعنی حدیث کے الفاظ میں امیرھم سے مراد حضرت مہدی ہی ہیں جو مسلمانوں کے امام ہوں گے۔ جن کے آنے کا احادیث میں ذکر موجود ہے۔

١٣...... اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی مایہ ناز کتاب "ازالۃ الخلفاء" کے شروع میں فرماتے ہیں:

"وھمچنین مابیقین میدا نیم که شارع علیه الصلوٰة والسلام نص فرموده است بآنکه امام مهدی درآان قیامت موعود خواهد شد دوی عندالله وعند رسوله امام برحق است وپرخواهد کرد زمین رابه عدل وانصاف چنانکه پیش ازوے پرشده باشد بجوروظلم۔ پس باین کلمه افاده فرموده اند که استخلاف امام مهدی راوا جب شداتباع وی درآنچه تعلق بخلیفه داردالخ (ازالة الخلفاء عن خلافة الخلفاء ص٦ ج١)"

﴿یعنی اسی طرح ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ شارع علیہ الصلوٰۃ السلام نے صراحت سے ذکر کیا ہے کہ امام مہدی قرب قیامت میں موجود ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں خلیفہ برحق ہوں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ جیسے کہ وہ پہلے ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔﴾

اب اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کی خلافت واجب ہوگی اور ان کی اتباع بھی واجب ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارت اپنے مطلب میں بالکل واضح ہے کہ عقیدہ ظہور مہدی کے ساتھ ان کی اتباع بھی واجب ہوگی۔

١٤...... مسلم کی شرح اکمال اکمال المعلم میں علامہ ابی مالکی التوفی ٨٦٧ھ۔ "وامامکم منکم" کی شرح میں فرماتے ہیں:

"قد فسره فی الاخرمن روایة الجابر ینزل عیسیٰ فیقول امیرهم الحدیث ،قلت: وقال ابن العربی وقیل یعنی بمنکم من قریش وقیل یعنی الامال المهدی الافی اخر الزمان الذی صح فیه حدیث الترمذی من طریق

ابن مسعود قال قال رسول اللهﷺ لاتذهب الدنيا حتی یملك العرب رجل من اهل بيتی يوافق اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی ومن طریق ابی هريرة لم یبق من الدنیا الایوم لطوله الله حتی لی وفی ابی داؤد عن ابی سعيد قال قال رسول الله ﷺ المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف فالا جلی الذی انحسر شعر مقدم رأسه والاقنی احدیدابفی الانف وفیه ایضا عن ام سلمه سمعت رسول اللهﷺیقول المهدی من عترتی ولد فاطمه یعمل فی الناس بسنة نبيهم ويلقى الاسلام بجرانه الى الارض يلبث سبع سنين ثم يموت ويصلی علیه المسلمون(ابن العربی)وماقيل انه المهدی بن ابی جعفر المنصور لا یصح فانه وان وافق اسمه اسمی واسم ابيه اسم ابی فلیس من ولد فاطمه وامنا هوالمهدی الاتی فی اخر الزمان (ص۲٦٨ج۱)"

اس پورے اقتباس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کے اس جملے "امامکم منکم" کی شرح دوسری حدیث "فیقول امیرهم" میں موجود ہے اور ابن عربی نے کہا ہے کہ "منکم" سے مراد یا تو قریش ہیں یا عام مسلمان لیکن امیر سے مراد مہدی ہیں۔ جو آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے۔ ان کے ظہور پر ترمذی کی عبداللہ بن مسعودؓ کی صحیح حدیث دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ اور ابوسعیدؓ اور ام سلمہؓ کی روایتیں بھی ان کے خروج پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۵...... مسلم کی دوسری شرح مکمل اکمال الاکمال میں علامہ محمد بن محمد یوسف سنوسی المتوفی ۸۹۵ھ اس لفظ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: "وقیل یعنی الامام المهدی الاتی فی اخر الزمان (ص۲٦٨ج۱)" یعنی مراد امامکم منکم اور فیقول امیرھم سے مہدی علیہ السلام ہیں۔ جو آخری زمانے میں آئیں گے۔

فتح الملہم اور اکمال الاکمال اور مکمل اکمال الاکمال کی عبارتوں سے ایک تو یہ بات بھی واضح ہوئی کہ صحیحین کی احادیث میں بھی امام مہدی کا ذکر موجود ہے۔ اگرچہ صراحۃً نہیں ہے۔ لیکن ان الفاظ سے مراد امام مہدی ہیں۔ تو اختر کاشمیری صاحب اور بعض دوسرے لوگوں کا وہ اعتراض ختم ہوا کہ صحیحین میں مہدی کا ذکر نہیں ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی ترمذی والی حدیث صحیح ہے۔ جیسے کہ علامہ ابی نے اکمال الاکمال میں لکھا ہے کہ: "صح فیه حدیث الترمذی من طریق ابن مسعود (ص۲۲۸ج۱)"

یعنی ظہور مہدی کے مسئلے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترمذی والی حدیث صحیح ہے اور یہ قول انہوں نے ابن العربی سے نقل کیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان دونوں کے نزدیک وہ روایت صحیح ہے۔ تو اختر صاحب کا یہ اعتراض بھی ختم ہوا کہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور اگر صحیح حدیث موجود ہو تو وہ ماننے کے لئے تیار ہیں۔ جیسے کہ انہوں نے اپنے اردو ڈائجسٹ والے مضمون میں لکھا تھا کہ خدا کے نبی کے بعد کسی شخص پر ایمان بالغیب ممکن نہیں۔ جب تک اس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا کوئی معتبر ارشاد سامنے نہ آ جائے۔ امید ہے کہ اب مہدی پر اختر صاحب کے ایمان بالغیب ممکن ہوگا۔ کیونکہ محدثین کی صراحت کے مطابق ابن مسعودؓ کی ترمذی والی روایت صحیح ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مہدی سے مراد مہدی بن جعفر نہیں۔ بلکہ وہ موعود مہدی آخری زمانے میں قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے۔

۱۶...... اسی طرح ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں مہدی کے متعلق وارد احادیث کی شرح کی ہے اور پھر مہدی موعود عند اھل السنۃ والجماعۃ اور موعود عند الشیعۃ پر مفصل کلام کیا ہے اور اہل تشیع کی تردید کی ہے اور اس کے ساتھ ہندوستان کے فرقہ مہدویہ کی بھی تردید کی ہے۔ (ملاحظہ ہو مرقاۃ از ص ۱۷۳ تا ۱۸۰ ج ۱۰)

۱۷...... حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے بھی التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں اس مسئلے پر طویل کلام کیا ہے اور مختلف احادیث کی تطبیق کی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

''وبالجملة ان احاديث ظهور المهدى قد بلغت فى الكثرة حد التواتر وقد تلقاها الامة بالقبول فيجب اعتقاده ولا يسوغ رده وانكاره كمانكر المتكلمون فى العقائد الازمة التى يجب اعتقادها على المسلم ۰ الخ (ص ۱۹۸ ج ۶)'' خلاصہ یہ ہے کہ ظہور مہدی کی احادیث تواتر کو پہنچ چکی ہیں اور پوری امت ان احادیث کو قبول کر چکی ہے۔ لہٰذا ظہور مہدی کا اعتقاد واجب ہے اور انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ متکلمین نے اس کو ان عقائد میں ذکر کیا ہے۔ جن کا اعتقاد ہر مسلمان پر واجب اور ضروری ہے۔

حضرت مولانا کی اس عبارت سے کئی فوائد حاصل ہوئے۔ ایک تو یہ کہ ظہور مہدی کی احادیث حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔ دوسرا یہ کہ مہدی کے ظہور کا عقیدہ ان عقائد میں سے ہے جن کا

اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اب اس کے بعد یہ کہنا کہ مہدی کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں، بالکل غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک ظہور مہدی کی احادیث تواتر تک پہنچ گئی ہیں جہاں کلام کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ احادیث متواتر کی سند سے بحث نہیں کی جاتی۔

حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں تواتر کے ساتھ بحث میں لکھا ہے کہ: "والمتواتر لایبحث عن رجاله بل یجب العمل به من غیر بحث (ص ۱۲)" یعنی حدیث متواتر کی سند اور اس کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی ہے۔ بلکہ اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اور یہی بات مولانا محمد حسین ہزاروی نے شرح نخبۃ الفکر کی فارسی شرح (توضیح الفکر ص ۳۹) میں لکھی ہے جو مشہور اہلحدیث عالم علامہ سید نذیر حسین دہلوی کے شاگرد ہیں۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ جو لوگ اس بناء پر انکار کرتے ہیں کہ مہدی کے متعلق احادیث صحیحین میں موجود نہیں، یہ غلط ہے۔ عبارت یہ ہے: "واعلم انه قد طعن بعض المؤرخین فی احادیث المهدی وقال انها احادیث ضعیفة ولذااعرض الشیخان البخاری ومسلم عن اخراجها......الخ (الی ان قال) قلت وهذا غلط وشطط وقطعاً وبتاتاً فان احادیث المهدی قد اخرجها ائمة الحدیث فی دواوین السنة کلامام احمدؒ والترمذیؒ البزارؒ وابن ماجةؒ والحاکمؒ والطبرانیؒ وابی یعلی الموصلی ونعیم بن حماد شیخ البخاری وغیرهم عن جماعة من الصحابه......الخ (ص ۱۹۷ ج ۶ تعلیق الصبیح شرح مشکوٰة المصابیح)"

یعنی بعض مورخین (ابن خلدون مراد ہے) نے ظہور مہدی کی احادیث کو مطعون کیا ہے کہ سب ضعیف احادیث ہیں۔ اس لئے بخاری و مسلم نے ان احادیث سے اعراض کیا ہے۔ لیکن غلط ہے کیونکہ ظہور مہدی کی احادیث کو ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ جیسے کہ امام احمدؒ، امام ترمذیؒ، بزارؒ، ابن ماجہؒ، حاکمؒ، طبرانیؒ، ابویعلی موصلیؒ، نعیم بن حماد جو امام بخاریؒ کے استاد ہیں اور ان کے علاوہ بہت سے محدثین نے صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے ان احادیث کو نقل کیا ہے۔

اس کے بعد مولانا نے ان صحابہ اور تابعین کے نام لکھے ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً ۲۵ ہے جو درج ذیل ہے: "حضرت علیؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت

عبداللہ بن عمرؓ، حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت انسؓ، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ثوبانؓ، حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدیؓ، حضرت قرۃ المزنیؓ، حضرت جابرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابوامامہؓ، عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہؓ، حضرت علی ہلالیؓ، حضرت عوف بن مالکؓ، حضرت سعید بن مسیبؓ، حضرت قتادہؓ، شہر بن حوشبؓ۔ (التعلیق الصبیح ص۱۹۷ ج۶)"

اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ: "باسانید مختلفة منها صحیح ومنها حسن ومنها ضعیف (ص۱۹۷ ج۶) "یعنی ظہور مہدی کی احادیث مختلف درجات کی ہیں۔ بعض صحیح ہیں اور بعض حسن وضعیف ہیں۔ اور پھر ظہور مہدی کے متعلق کل احادیث کی تعداد بتائی کہ: "ذاد الاحادیث المرفوعة فی المهدی علی تسعین والا ثار سوی ذالك (ص۱۹۷ ج۶) "یعنی ظہور مہدی کی مرفوع احادیث نوے سے زیادہ ہیں اور آثار صحابہ وتابعین اس کے علاوہ ہیں۔ اور پھر سیوطیؒ کے حوالے سے ابوالحسن محمد بن الحسین بن ابراہیم کا قول نقل کیا ہے کہ: "قد تواترت الاخبار واستفاضت بكثرت رواتها عن المصطفیٰ بمجیی المهدی وانه من اهل بیته ......الخ (ص۱۹۷ ج۶) "یعنی ظہور مہدی کی احادیث تواتر کے طریقے سے نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں۔

محدثین کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ ظہور مہدی کی احادیث صرف صحیح نہیں۔ بلکہ متواتر ہیں اور اتنے لوگوں سے مروی ہیں جن کا جھوٹ پر جمع ہو جانا ممکن نہیں اور پھر یہ کہ تمیں احادیث ایسی ہیں۔ جن میں مہدی کے نام کی صراحت موجود ہے اور بعض میں اگر نام مذکور نہیں ہے تو یہ قاعدہ محدثین کے ہاں مشہور ہے کہ اگر ایک واقعہ کے متعلق مختلف احادیث وارد ہوں تو بعض مجمل ہوں اور بعض مفصل تو مجمل کو مفصل ہی کے اوپر حمل کیا جاتا ہے۔

اس لئے علامہ سفارینی نے فرمایا ہے کہ ظہور مہدی کی احادیث کے تواتر کی وجہ سے اس عقیدے پر ایمان واجب ہے۔ جیسے کہ اگلے باب میں انشاءاللہ متکلمین کے اقوال کے ضمن میں ہم ان کا قول نقل کریں گے۔

۱۸...... علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی میں باب ماجاء فی المهدی میں لکھا ہے کہ:

"اعلم ان المشهور بین الکافة من اهل الاسلام علی ممر الاعصار انه لابدفی اخرالزمان من ظهوررجل من اهل البیت یؤید الدین ویظهر العدل ویتبعه المسلمون ویستولی علی المالك الاسلامیه من اشراط الساعة الثابتة فی الصحیح علی اثره وان عیسیٰ علیه السلام ینزل من بعده فیقتل الدجال اوینزل من بعده فیساعده علی قتله ویأتم بالمهدی فی صلاته ....الخ (ص٤٨٤ج٦)"

یعنی تمام اہل اسلام متقدمین ومتاخرین کے ہاں یہ مشہور ہے کہ آخری زمانے میں ایک آدمی کاظہور ہوگا جو دین کی تائید کرے گا اورعدل ظاہر کرے گا اورتمام مسلمان ان کی تابعداری کریں گے اورتمام ممالک اسلامیہ پراس کاغلبہ ہوگا۔اس آدمی کومہدی کہا جاتا ہے اورخروج دجال اوردوسری قیامت کی نشانیاں جوصحیح احادیث سے ثابت ہیں۔وہ ان کے بعدظہور پذیر ہوں گی اورحضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان کے ظہور کے بعداتریں گےاوردجال کوقتل کریں گےاورحضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

علامہ مبارکپوریؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ بعدکاایجاد شدہ نہیں۔بلکہ پہلے سےاہل اسلام کایہ عقیدہ چلا آرہاہے۔جیسے کہ ان کے یہ الفاظ کہ"المشهور بین الکافة من اهل الاسلام علی ممر الاعصار "صراحۃًاس دال پرہےاوراس کے بعدعلامہ مبارک پوری نےظہورمہدی کی احادیث کےمتعلق فرمایاہے کہ:

"وخرج احادیث المهدی جماعة من الائمه منهم ابوداؤد والترمذی وابن ماجه والبزار والحاکم والطبرانی وابویعلی الموصلی واسندوها الی جماعة من الصحابه ......الخ (تحفة الاحوذی شرح ترمذی ص٤٨٤ج٦)"

یعنی ظہورمہدی کی احادیث کوابوداؤد،ابن ماجہ،ترمذی،بزار،حاکم،طبرانی اورابویعلی موصلی نے ذکرکیاہےاوراس کے بعدعلامہ مبارک پوری نے ان صحابہ کے اسماء گرامی ذکر کئے ہیں۔جن سےظہورمہدی کی احادیث منقول ہیں۔جن کوہم التعلیق الصبیح کےحوالہ سے پہلے ذکرکر چکے ہیں۔

اورپھران احادیث کے بارے میں فرمایا کہ:"واسناد احادیث هولاء بین

صحيح وحسن ضعيف (ص٤٨٤ج٦)" ﴿یعنی ان صحابہ سے جواحادیث منقول ہیں وہ کچھ صحیح ہیں اور کچھ ضعیف۔﴾

تو معلوم ہوا کہ ظہور مہدی کی بعض احادیث ان کے نزدیک صحیح اور حسن بھی ہیں۔اس لئے علامہ مبارک پوریؒ نے ابن خلدون کی تردید کی ہے۔جن کے اتباع میں اختر کاشمیری صاحب اور دوسرے کچھ لوگوں نے بھی مہدی کی احادیث کو تضعیف وتردید کی ہے۔

علامہ مبارک پوریؒ فرماتے ہیں کہ:"وقد بالغ الامام المورخ عبدالرحمن بن خلدون المغربی فی تاریخه فی تضعیف احادیث المهدی کلها فلم یصب بل اخطا......الخ (تحفة الاحوذی ص٤٨٤ج٦)" ﴿یعنی ابن خلدون نے احادیث ظہور مہدی کی خوب تضعیف کی ہے اور سب روایتوں کو ضعیف کہا ہے۔لیکن یہ ان کی غلطی اور خطاء ہے۔﴾ اور اس کے بعد پھر علامہ مبارک پوریؒ نے اپنی تحقیق یہ ذکر کی ہے:

"قلت الاحادیث الواردة فی خروج المهدی کثیرة جداولکن اکثرهم ضعاف ولاشك فی ان حدیث عبدالله بن مسعود الذی رواه الترمذی فی هذا الباب لاینحط عن درجة الحسن وله شواهد کثیرة من بین حسان وضعاف فحدیث عبدالله بن مسعود هذا شواهده وتوابعه صالح للا حتجاج بلامریة فالقول بخروج المهدی وظهوره هوالقول الحق والصواب (تحفة الاحوذی ص٤٨٥ج٦)" ﴿میں کہتا ہوں کہ خروج مہدی کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔لیکن اکثر ضعیف ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی یہی حدیث جو امام ترمذیؒ نے باب ماجاء فی المہدی میں نقل کی ہے یہ حسن ہے اور اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں جو حسن کے درجہ کے ہیں اور بعض ضعیف ہیں۔لیکن عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث اپنے توابع وشواہد کے ساتھ دلیل کے لئے بلاشک کافی ہے۔لہٰذا امام مہدی کی خروج کا قول کرنا ہی حق ہے۔

اس عبارت میں اگرچہ مہدی کی عام احادیث کو علامہ نے ضعیف کہا۔لیکن خود انہوں نے کچھ حدیثوں کو حسن تسلیم کیا ہے اور اس سے پہلے ان ہی کی عبارت میں گزرا کہ کچھ کو صحیح تسلیم کر چکے اور اس کے علاوہ دوسرے محدثین نے تواتر سے قول کیا ہے اور خود علامہ مبارک پوریؒ نے بھی مہدی کی بحث کے آخر میں علامہ شوکانی کا قول نقل کیا ہے کہ مہدی کی احادیث حد تواتر کو پہنچ چکی

ہیں اور پھر شوکانی کے اس قول پر سکوت اختیار کیا کوئی تردید نہیں کی۔ جس سے معلوم ہوا کہ علامہ مبارک پوریؒ کو بھی شوکانی کی اس تحقیق پر اعتماد ہے۔

۱۹...... امام شوکانی بھی ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے ظہور مہدی کی احادیث کو متواتر تسلیم کیا ہے اور اس پر انہوں نے مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔ تحفۃ الاحوذی میں علامہ شوکانی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ:

"وقال القاضی الشوکانی فی الفتح الربانی الذی امکن الوقوف علیه من الاحادیث الواردة فی المهدی المنتظر خمسون حدیثا وثمانیة وعشرون اثراثم سردها مع الکلام علیها ثم قال وجمع ماسقناه بالغ حد التواتر کما لایخفی علی منله فضل اطلاع (ص۴۸۵ج۶)"

﴿یعنی شوکانی نے اپنی کتاب الفتح الربانی میں کہا ہے کہ مہدی کی وہ احادیث جن پر واقف ہونا ان کے لئے ممکن ہوا۔ پچاس مرفوع احادیث اور اٹھائیس آثار ہیں۔ پھر انہوں نے ان سب احادیث کے سند وغیرہ کلام کے ساتھ نقل کیا ہے اور پھر فرمایا کہ جتنی احادیث ہم نے نقل کی ہیں۔ یہ تواتر کی حد تک پہنچتی ہیں۔ جیسے کہ علم حدیث پر اطلاع رکھنے والوں سے مخفی نہیں۔﴾

شوکانی کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ مہدی کی احادیث متواتر ہیں لہٰذا اس پر عقیدہ رکھنا واجب ہے۔

۲۰...... حافظ ابن حجرؒ نے بخاری کی شرح فتح الباری میں باب نزول عیسیٰ بن مریم میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں "وامامکم منکم" کی شرح ابوالحسن الخسی الابدی سے نقل کی ہے کہ:

"تواترت الاخبار بان المهدی من هذا الامة وان عیسیٰ یصلی خلفه ......الخ (فتح الباری ص۳۵۸ج۶)" ﴿یعنی احادیث متواتر سے ثابت ہے کہ مہدی اس امت میں سے ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔﴾

اور اس کے بعد پھر حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ: "وفی صلوٰة عیسی خلف رجل من هذاالامة مع کونه فی اخر الزمان وقرب قیام الساعة دلالة لصحیح من الاقوال ان الارض لاتخلوا عن قائم الله بحجة (فتح الباری ص۳۵۸تا۳۵۹ج۶)"

﴿یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ زمین ایسے آدمی سے خالی نہیں ہوگی جو خدا کے دین کی خدمت دلیل سے کرے گا۔﴾

حافظ ابن حجرؒ کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی بخاری و مسلم والی احادیث میں "وامامکم منکم" کے الفاظ سے مراد حضرت مہدی ہیں۔ جیسے کہ یہ بات پہلے مسلم کے شارحین کے حوالے سے گزر چکی ہے اور یہی علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی رائے صحیح نہیں جو کہتے ہیں کہ بخاری و مسلم میں مہدی کا ذکر نہیں ہے اور نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے ان کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔ نیز فتح الباری میں ابن حجرؒ نے ابوالحسن الخسعیؒ کا جو قول نقل کیا ہے کہ ظہور مہدی کی احادیث متواتر ہیں اور پھر اس پر حافظ نے سکوت کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک بھی ظہور مہدی کی احادیث متواتر ہیں۔ اگر وہ خود اس کے قائل نہ ہوتے تو پھر اس کی تردید کرتے۔ جیسے کہ ان کا یہ طریقہ فتح الباری دیکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ جب وہ کسی کا قول نقل کرتے ہیں اور وہ ان کے نزدیک صحیح نہیں ہوتا تو ضرور اس پر رد کرتے ہیں۔

۲۱...... قاضی ابوبکر ابن العربی نے عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی میں باب نزول عیسیٰ علیہ السلام کے شروع میں "وامامکم منکم" کے الفاظ کی شرح کرتے ہوئے مختلف اقوال نقل کیے اور پھر ایک قول یہ نقل کیا کہ اس سے مراد حضرت مہدی ہیں اور پھر بہت سی روایتیں ذکر کر کے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں کہ: "**وقیل یعنی المهدی الذی روی ابوعیسی وغیره عن زربن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ لاتذهب الدنیا حتی یملك العرب رجل من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی......الخ (عارضة الاحوذی شرح** سنن ترمذی ص۷۸ ج۹)"

﴿یعنی کہا گیا ہے کہ مراد "وامامکم منکم" سے مہدی ہیں۔ جن کے متعلق امام ترمذیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک عرب کا بادشاہ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی نہ بنے جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔﴾

اس کے بعد ابوبکرؒ نے اس قول کی تائید کے لیے ابوہریرہؓ کی روایت بھی نقل کی ہے

اور پھر دونوں حدیثوں کے بارے میں لکھا ہے کہ:" حسنان صحیحان (ص۷۶ ج۹)" کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور اس کے بعد ام سلمہؓ اور دوسرے صحابہ کی روایتیں بھی نقل کی ہیں اور اس قول کو راجح قرار دیا ہے کہ "وامامکم منکم" سے مراد حضرت مہدی ہی ہیں۔

پھر اس باب کے آخر میں فوائد کے تحت فائدہ ثانی میں لکھا ہے کہ:" ویؤمکم منکم قد روی انه یصلی وراء امام المسلمین خضوعا لدین محمد اوشریعة (ص۷۸ ج۹)" کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ دین اسلام کے لئے خضوع اختیار کرتے ہوئے یعنی دین اسلام کی تائید کے لئے وہ پہلے مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اس سے بھی مراد مہدی ہی ہیں۔ اس لئے کہ سب مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے امام حضرت مہدی ہی ہوں گے۔

۲۲...... حافظ منذری نے بھی ابوداؤد کی تلخیص میں ظہور مہدی کی کئی احادیث کے متعلق صحت کا حکم لگایا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی ظہور مہدی کی حدیثیں صحیح ہیں۔ ملاحظہ ہو (شرح معالم السنن للخطابی ص۱۵۶ تا ۱۶۲ ج۶)

۲۳...... جیسے کہ باب کے شروع میں ہم حضرت شاہ انور شاہ کشمیری کا قول نقل کر چکے ہیں۔ اب حضرت کی تقریر بخاری المسمے الفیض الباری کے اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں:"قوله کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم" بخاری کی اس حدیث کی شرح میں حضرت لکھتے ہیں:"المتبادر منه الامام المهدی (فیض الباری ص۴۴ ج۴)" یعنی وامامکم منکم سے ظاہر مراد حضرت مہدی ہی ہیں۔ اور پھر مختلف احادیث کے الفاظ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والراجح عندی لفظ البخاری ای وامامکم منکم بالجملة الاسمیه والمراد منه الامام المهدی لماعند ابن ماجة ص۳۰۸ باسناد قوی یارسول الله فاین العرب یومئذ قال هم یومئذ قلیل ببیت المقدس وامامهم رجل صالح فبینما امامهم قد تقدم یصلی بهم الصبح اذانزل علیهم عیسیٰ بن مریم (الی ان قال) قد صریح فی ان مصداق الامام فی الاحادیث هو الامام المهدی دون عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام فلایبالی فیه باختلاف الروایة

بعد صراحة الحديث (فيض الباری ص ٤٥ تا٤٧ ج ٤)"

﴿یعنی راجح میرے نزدیک بخاری کے الفاظ "وامامکم منکم" ہیں جملہ اسمیہ کے ساتھ اور اس سے مراد امام مہدی ہیں۔ اس لئے کہ ابن ماجہ میں ص ۳۰۸ پر صحیح حدیث موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس دن عرب کہاں ہوں گے۔ تو فرمایا وہ تھوڑے سے بیت المقدس کے پاس ہوں گے اور ان کا امام ایک نیک آدمی یعنی مہدی ہوں گے۔ پس اس اثناء میں ان کا امام صبح کی نماز کے لئے آگے آچکا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صبح کے وقت اتریں گے تو وہ امام واپس ہوگا۔ اب اس حدیث میں صراحت ہوگئی کہ امام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرا ہوگا اور وہ امام مہدی ہوں گے نہ کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اب اس حدیث کی صراحت کے بعد راویوں کے اختلاف الفاظ کا کچھ اعتبار نہیں۔

اس کے بعد پھر فرماتے ہیں کہ: "فالامام فی اول صلوٰة بعد نزول المسیح علیه السلام یکون هوالمهدی علیه السلام لانهاکانت اقیمت له ثم بعد ها یصلی بهم المسیح علیه السلام(فيض الباری ص٤٧ ج ٤)"

﴿یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کے بعد پہلی نماز میں تو امام حضرت مہدی ہوں گے۔ کیونکہ ان ہی کی امامت میں وہ نماز شروع ہونے والی تھی۔ لیکن اس کے بعد پھر دوسری نمازوں میں امامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔ حضرت شاہ صاحب کے ان اقوال سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

۱..... ایک یہ کہ "وامامکم منکم" والی حدیث میں لوگوں نے جو دوسرے الفاظ اور کچھ تاویلیں نقل کی ہیں، وہ صحیح نہیں ہیں۔ صحیح الفاظ یہی ہیں۔

۲..... دوسری بات یہ ہے کہ اس جملے سے مراد حتماً حضرت مہدی ہی ہیں اور ابن ماجہ کی حدیث جس کی سند قوی ہے۔ اس پر صراحتاً دلالت کرتی ہے۔

۳..... تیسری بات یہ کہ پہلی نماز کی امامت تو امام مہدی کریں گے اور دوسری نمازوں کی امامت پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔

پھر مکرر عرض کرتا ہوں کہ اس سے وہ اعتراض جو ابن خلدون اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور اختر کاشمیری صاحب وغیرہم کا تھا (کہ مہدی کا ذکر بخاری ومسلم وغیرہ میں نہیں ہے جیسے کہ مولانا مودودی صاحب نے "رسائل ومسائل" میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس مسئلے کی دین میں اتنی بڑی اہمیت ہو اسے محض اخبار آحاد پر چھوڑا جاسکتا تھا اور اخبار آحاد بھی اس

درجہ کی امام مالک اور امام بخاری اور مسلم جیسے محدثین نے اپنے حدیث کے مجموعوں میں سرے سے ان کا لینا ہی پسند نہ کیا ہو۔ حصہ اول ص ۵۸) وہ اعتراض ختم ہو گیا۔

کیونکہ محدثین کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ بخاری و مسلم کی ان احادیث میں ''واماکم منکم'' سے مراد مہدی ہیں۔ منکرین کے دلائل پر تبصرہ چوتھے باب میں ہوگا۔ انشاء اللہ!

۲۴...... قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے الکوکب الدری میں نقل کیا گیا ہے کہ صحابہ نے جب پیغمبر علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کے بعد کیا واقعات پیش آئیں گے تو نبی کریم ﷺ نے جواب میں حضرت مہدی کا ذکر کیا۔ فرماتے ہیں: ''فدفعه النبی ﷺ باظهار ظهور المهدی اذذاك فيزكيهم ويعلمهم ويطهرهم عن دنس البدعات (الكوكب الدرى ص ۵۷ ج ۲) '' ﴿یعنی نبی کریم ﷺ نے ان کے سوال کے جواب میں حضرت مہدی کا ذکر کیا کہ مہدی کا ظہور ہوگا تو وہ لوگوں کو شرک و بدعت سے پاک کر دیں گے۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی بھی امت کو بغیر ہدایت کے نہیں چھوڑیں گے۔ بلکہ مختلف صورتوں میں ان کی ہدایت کا بندوبست ہوگا۔﴾

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہی کے نزدیک بھی ظہور مہدی ضروری ہے اور وہ اس کے فوائد کے لئے ہوگا۔

۲۵...... اسی طرح سنن ابوداؤد کی شرح بذل المجہود میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری احادیث مہدی کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی مختلف نشانیوں کا ذکر کرتے ہیں اور بغیر کسی تردید کے پورے باب کی احادیث کی شرح کی ہے۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ ظہور مہدی کی احادیث سب کی سب ان کے نزدیک صحیح ہیں۔ (ملاحظہ ہو بذل المجہود ج ۵ ص ۱۰۱ تا ۱۰۳)

۲۶...... علامہ مناوی جامع صغیر کی شرح فیض القدیر میں فرماتے ہیں: ''اخبار المهدی كثيرة شهيرة افردها غير واحد فى التاليف...... الخ (ص ۲۷۹ ج ۶) '' یعنی ظہور مہدی کی احادیث بہت ہیں اور مشہور ہیں۔ لوگوں نے اس پر مستقل تالیفات لکھی ہیں۔

۲۷...... علامہ نور الحق بن شیخ عبدالحق دہلوی صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: ''صحیح یہ ہے کہ مراد اماکم منکم سے حضرت مہدی ہیں۔ (تیسیر القاری ص ۳۳۶ ج ۳)''

۲۸...... امام جلال الدین سیوطیؒ نے ظہور مہدی پر مستقل رسالہ لکھا ہے ''العرف الوردی'' کے نام سے، ان کے مجموعہ رسائل ''الحاوی'' میں چھپ چکا ہے اور اس میں انہوں نے بہت سی احادیث وآثار جمع کئے ہیں اور ظہور مہدی کی احادیث کے لئے انہوں نے تواتر معنوی کا دعویٰ کیا

ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ظہور مہدی کا عقیدہ ان کے نزدیک عقائد ضروریہ میں سے ہے۔

۲۹...... اسی طرح حافظ ذہبی نے مختصر منہاج السنۃ میں ظہور مہدی کی احادیث کو صحیح کہا ہے۔ فرمایا کہ "الاحادیث التی یحتج بها علی خراج المهدی صحاح رواها احمد وابوداؤد والترمذی منها حدیث ابن مسعود ام سلمة وابی سعید وعلی (ص ٥٣٤)" ﴿یعنی ظہور مہدی کے لئے جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے، وہ صحیح ہیں۔ امام احمدؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ ان میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت علیؓ کی روایتیں ہیں۔﴾

۳۰...... مشہور محدث حضرت مولانا بدرعالم صاحب نے مسئلہ ظہور مہدی کے پر طویل کلام کیا ہے۔ ترجمان السنۃ میں فرماتے ہیں کہ: "یہاں جب آپ اس خاص تاریخ سے علیحدہ ہو کر نفس مسئلہ کی حیثیت سے احادیث پر نظر کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امام مہدی کا تذکرہ سلف سے لے کر محدثین کے دور تک بڑی اہمیت کے ساتھ ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ حتیٰ کہ امام ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ نے امام مہدی کے عنوان سے ایک ایک باب علیحدہ قائم کیا۔"

ان کے علاوہ وہ آئمہ حدیث جنہوں نے امام مہدی کے متعلق حدیثیں اپنی اپنی مؤلفات میں ذکر کی ہیں۔ ان میں سے چند کے اسماء حسب ذیل ہیں:

"امام احمد، البزار، ابن ابی شیبه، الحلکم، الطبرانی، ابویعلی موصلی رحمهم الله رحمة واسعة وغیره...... الخ (ترجمان السنة ص۳۷۷ ج٤)"

یہاں تک کہ ہم نے محدثین کے اقوال مختصر طور پر نقل کئے ہیں۔ جن سے اس مسئلے کی کافی وضاحت ہوئی اور مختلف حوالوں کے ضمن میں یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ ظہور مہدی کی احادیث کچھ محدثین کے نزدیک تو حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ جیسے امام سیوطیؒ، امام شوکانیؒ اور تعلیق الصبیح وغیرہ کے حوالے آپ پڑھ چکے ہیں۔

ابن ماجہ کے حاشیہ "انجاح الحاجۃ" میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نے اس مسئلے پر مجمع البحار سے مفصل کلام کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (ص۳۰۰ ابن ماجہ) ظہور مہدی کی احادیث کو متواتر ماننے والوں میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی ہیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ کی فارسی شرح "اشعۃ اللمعات" میں لکھتے ہیں کہ درین باب احادیث بسیار واردشدہ، قریب تواتر (اشعۃ اللمعات ص۳۱۸ ج۴) کہ خروج مہدی کے باب میں بہت سی احادیث وارد ہیں جو تواتر کے قریب ہیں۔

اور کچھ محدثین نے اگرچہ تواتر کا قول تو نہیں کیا۔ لیکن ان احادیث کو صحیح ضرور تسلیم

کیا۔ جس نے ان لوگوں کا مطالبہ پورا ہو گیا۔ جو کہتے ہیں کہ اگر صحیح حدیث سے ثابت ہو جائے تو ہم مان لیں گے۔ پوری احادیث کو مؤرخ ابن خلدون کے علاوہ کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا ہے۔ چوتھے باب میں انشاء اللہ تعالیٰ منکرین کے دلائل پر تبصرہ میں آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ لہٰذا اب یہ کہنا کہ سب احادیث ضعیف ہیں حق سے بہت دور اور بالکل بے جا بات ہے۔

الباب الثالث

عقیدہ ظہور مہدی متکلمین کی نظر میں

۱...... امام ابن تیمیہ[1] المتوفی ۷۲۸ھ اپنی کتاب منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریہ میں لکھتے ہیں: "ان الاحادیث التی یحتج بھا علی خروج المھدی احادیث صحیحہ رواھا ابو داؤد والترمذی واحمد وغیرھم من حدیث ابن مسعود وغیرہ کقولہ ﷺ فی الحدیث الذی رواہ ابن مسعود لولم یبق الا یوم لطول اللہ ذالك الیوم حتی یخرج فیہ رجل منی اومن اھل بیتی یو اطی اسمہ واسم ابیہ اسم ابی......الخ (ص۲۱۱ج۴)"

---

[1] امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کے بارے میں ملا علی قاری حنفی شمائل کی شرح جمع الوسائل میں لکھتے ہیں کہ "کلا من اکابر اھل السنۃ والجماعۃ ومن اولیاء ھذہ الامۃ (ص۳۰۸ج۱)" اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح میں لکھتے ہیں: "ومن طالع شرح منازل السائرین تبین لہ انھما کانا من اکابر اھل السنۃ والجماعۃ وان اولیاء ھذہ الامۃ (ص۴۲ج۴)" اور یہی عبارت مولانا ادریس کاندھلوی کی تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے (ص۳۸۸ج۴) اور تعلیق الصبیح میں ملا علی قاری سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں کہ "وانہ بری ممارماہ اعداء ہ الجھیمۃ من تشبیہ والتعطیل علی عادتھم فی رمی اھل السنۃ ومسلکہ فی حفظ حرمۃ نصوص الاسماء والصفات باجراء اخبارھا علی ظواھرھا موافق لاھل الحق من السلف وجمھور الخلف وکلامہ بعینہ مطابقاً قالہ الامام الاعظم والمجتھد الاقدم فی الفقہ الاکبر (تعلیق الصبیح ص۳۸۸ج۴)" اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یعنی وہ احادیث کہ جن میں ظہور مہدی کے لئے استدلال کیا جاتا ہے۔ وہ صحیح ہیں۔ جن کو امام ترمذی امام ابوداؤد، امام احمد وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ ان میں سے ایک عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ روایت ہے جس میں امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی ہو تو اللہ تبارک

حاشیہ گزشتہ صفحہ: "وعلیٰ هذا لاصل اعتقدنا فی شیخ الاسلام ابن تیمیه انا تحققنا من حاله انه عالم بکتاب الله ومعانیه اللغویة والشرعیة وحافظ لسنة رسول الله و آثار السلف عارف بمعانیه اللغویة والشرعیة استاذ فی النحور اللغة محرر لمذهب الحنابله وفروعه واصوله فائق فی النکله ذولسان وبلاغة فی الذب عن عقیدة اهل السنة لم یوثر عنه فسق ولا بدعة (الی ان قال) فمثل هذا الشیخ عزیز الوجود فی العلم ومن یطیق ان یلحق شاوه فی تحریره وتقریره والذین ضیقوا علیهما بلغوا معشار ما اتاه الله تعالیٰ (تاریخ دعوت وعزیمت لابی الحسن علی الندوی ص۱۷۹تا۱۸۰ج۲) "اور علامہ ذہبی کے معجم شیوخ سے ابن عماد حنبلی نے شذرات الذہب میں ان کا یہ قول امام ابن تیمیہ کے بارے میں نقل کیا کہ "وهو اکبر من این ینبه علی سیرته مثلی فلو حلفت بین الرکن والمقام لحلفت انی ما رایت بعینی مثله وانه ما راع مثل نفسه (ص۸۲ج۶) "اور اسی شذرات میں ابن سید الناس کا یہ قول بھی منقول ہے کہ "لم یراوسع من نحلة ولا ارفع من درایته برزفی کل فی علی ابناء جنسه ولم ترعین من راه مثله ولا رأت عینه مثل نفسه (ص۸۲ج۶) "اور ذہبی کا یہ قول بھی ان کی تاریخ کبیر کے حوالے سے شذرات الذہب میں منقول ہے کہ "یصدق علیه ان یقال کل حدیث لا یعرفه ابن تیمیه فلیس بحدیث (ص۸۲ج۶) "اور شیخ عمادالدین کا قول ہے کہ "فوالله ثم والله لم یرتحت ادیم السماء مثل شیخکم ابن تیمیه علما وعملا وحالا وخلقا واتباعا وکرما وحلما وقیما فی حق الله......الخ (ص۸۳ج۶) "اور امام تقی الدین بن دقیق العید کا یہ قول ہے کہ کسی نے جب ان سے پوچھا کہ ابن تیمیہ کو کیسے پایا تو فرمایا: "رایت رجل اسائر العلوم بین عینیه یاخذ ما شاء منها ویترك ما شاء (ص۸۳ج۶) "اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے درر کامنہ میں امام ابن تیمیہ کا طویل ترجمہ لکھا ہے اور ان کے معاصرین کے ان اقوال کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (درر کامنہ از ص۱۶۸ تا ۱۸۷ ج۱) طبقات حنابلہ میں ابن رجب نے ابن دقیق العید کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جب ابن دقیق العید کی ملاقات ابن تیمیہ سے ہوئی تو فرمایا کہ: "ماکنت اظن ان الله بقی یخلق مثلك (۳۹۲ج۲) "طبقات حنابلہ میں ابن رجب نے مختلف علماء کے اقوال ان کی توصیف میں نقل کئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو از ص۳۸۷ تا ۴۰۸ ج۲) اور ابن کثیر جو ان کے شاگرد اور ہم عصر بھی ہیں لکھتے ہیں: "فصار اماما فی التفسیر وما یتعلق به عارفا بالفقه فیقال انه کان اعرف بفقه المذاهب من اهلها الذین کانوا فی زمانه وغیره (الی ان قال) واما الحدیث فکان حامل رایته حافظ له ممیزا بین صحیحه عارفا برجاله متطعا من ذالك......الخ (البدایه والنهایه ص۱۳۷ج۱۴)"

وتعالیٰ اس کو طویل کر دیں گے۔ یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی ظاہر ہو جائے جس کا نام میرے نام پر اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا۔ جو زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ جیسے کہ پہلے وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی۔

امام ابن تیمیہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک ظہور مہدی کی احادیث صحیح ہیں۔ آگے پھر انہوں نے شیعوں کی تردید کی ہے کہ اس سے وہ مہدی غائب مراد نہیں جس کا شیعہ اعتقاد رکھتے ہیں۔

۲...... یہی عبارت امام ذہبی نے مختصر منہاج السنۃ میں لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو (ص ۵۳۴) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ذہبی کی بھی یہی رائے ہے کہ ظہور مہدی کی احادیث صحیح ہیں۔

۳...... اسی طرح عقائد کی کتاب شرح عقیدہ السفارینی میں ظہور مہدی کے مسئلے پر سب سے طویل کلام کیا گیا ہے اور ظہور مہدی کی سب احادیث کو نقل کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو (از ص ۶۶ تا ۸۴ ج ۲) اور اس کے بعد پھر لکھا ہے کہ:

”قد کثرت الروایات بخروج المهدی حتی بلغت حد التواتر المعنوی وشاع ذالك بین علماء السنة حتی عد من معتقد اتهم فالایمان بخروج المهدی واجب کما هومقرر عند اهل العلم ومدون فی عقائد اهل السنة والجماعة (شرح عقیده سفارینی ص ۸۰ ج ۲) ”یعنی خروج مہدی پر بہت سے احادیث دلالت کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ روایتیں تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں۔ لہٰذا خروج مہدی پر ایمان واجب ہے۔ جیسے کہ اہل علم کے نزدیک ثابت ہے اور عقائد کی کتابوں میں لکھا گیا ہے۔

علامہ سفارینی کی اس عبارت سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

۱...... ایک یہ کہ ظہور مہدی پر روایات کی کثرت ہے۔

۲...... دوسری بات یہ کہ یہ روایات حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔

۳...... تیسری بات یہ کہ خروج مہدی پر ایمان لانا واجب ہے۔

۴...... چوتھی بات یہ کہ عقیدہ علماء اہلسنت اور عام اہلسنت کے معتقدات میں شامل ہے۔

۵...... ملا علی قاری حنفی اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ:

”واما ظهور المهدی فی اخرالزمان وانه یملأ الارض قسطا وعدلا

کما ملئت ظلما وجورا من عترته علیه السلام من ولد فاطمه وانه قد وردبه الاخبار سید الابرار ﷺ (ص۱۷۶)" ﴿یعنی امام مہدی آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جب وہ ظلم اور زیادتی سے بھر چکی ہوگی اور یہ کہ مہدی نبی کریم ﷺ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے اس پر نبی کریم ﷺ سے احادیث وارد ہو چکی ہیں۔﴾

دوسری جگہ شیخ فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ:"فترتیب القضیه ان المهدی یظهر اولا فی الحرمین الشریفین ثم یاتی بیت المقدس......الخ (ص۱۳۶)" ﴿یعنی ترتیب واقعہ یہ ہوگی کہ اولاً حضرت امام مہدی کا ظہور ہوگا حرمین میں پھر بیت المقدس چلے جائیں گے۔ وہاں پھر دجال کا ظہور ہوگا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔﴾

اور تیسری جگہ لکھتے ہیں:"الاصح ان عیسیٰ یصلی بالناس ویقتدی به المهدی (ص۱۳۷)" ﴿یعنی صحیح یہ ہے کہ پہلی نماز کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام ہوں گے اور مہدی ان کی اقتداء کریں گے۔﴾

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ظہور مہدی حضرت ملا علی قاری کے نزدیک ثابت اور مسلم ہے۔

۵...... شارح شرح عقائد علامہ عبدالعزیز ایک جگہ مہدی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"صح فی الحدیث ان اسم والد المهدی عبدالله ،نبراس (ص۳۱۰)" ﴿کہ مہدی کے بارے میں صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ ان کے والد کا نام عبداللہ ہوگا۔﴾ پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"تواترات الاحادیث فی خروج المهدی وافردها بعض العلماء بالتالیفات وملحضها انه من اهل البیت النبی ﷺ......الخ (ص۳۱۰)" ﴿کہ خروج مہدی کے بارے میں احادیث متواتر آچکی ہیں۔ اس کے بعد پر ان لوگوں کی تردید کی ہے جو محمد بن عبداللہ المنصور عباسی یا عمر بن عبدالعزیز یا محمد بن حنفیہ کو مہدی کہتے ہیں۔

فرمایا:"فکله مخالف للحدیث (ص۳۱۰)" ﴿یعنی یہ سب باتیں احادیث کے خلاف ہیں۔﴾

اور آخر میں فرمایا ہے کہ بہت سے اولیاء وصوفیا نے مہدی کے لئے مخصوص اوقات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس میں سکوت بہتر ہے۔ کیونکہ دوسری علامات قیامت کی طرح اس کو بھی خدا نے مخفی رکھا ہے اور ظہور مہدی کے معین وقت کی اطلاع کسی کو نہیں دی۔ ملاحظہ ہو (نبراس ص ۳۱۴، ۳۱۵) علامہ عبدالعزیز کے ان ارشادات سے بھی کئی باتیں ثابت ہوئیں:

۱...... یہ کہ ظہور مہدی حق اور ثابت ہے۔

۲...... جن لوگوں نے احادیث کو کسی اور شخص پر حملہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ صحیح نہیں ہے۔

۳...... ظہور مہدی کی احادیث متواتر ہیں۔

۴...... ان کے ظہور کے متعین وقت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسری علامات قیامت کی طرح مخفی رکھا ہے۔ اسی طرح نبراس میں ہے: ’’وبالجملة فالتصديق بخروجه واجب (ص ۳۱۵)‘‘ یعنی خروج مہدی کی تصدیق واجب ہے۔

۵...... عقائد کی مشہور نظم بدء الامالی کی شرح نخبۃ الالی میں علامہ محمد بن سلیمان حلبی نے لکھا ہے کہ: ’’واعلم انه يجب الايمان بنزول عيسىٰ عليه السلام وكذابخروج المهدى (ص ۹۰)‘‘ ﴿جان لو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر اور امام مہدی کے خروج پر ایمان لانا واجب ہے اور پھر اس کے بعد پھر اس کے ثبوت کے لئے متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے۔

۶...... مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ اپنے رسالہ جواہر الایمان میں فرماتے ہیں کہ قیامت سے پہلے دجال کا نکلنا، حضرت مسیح اور حضرت مہدی کا تشریف لانا اور جن چیزوں کی خبر صحیح اور قابل استدلال احادیث سے ثابت ہوئی ہے۔ ان کا واقع ہونا حق ہے۔ (ص ۷)

۷...... حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی اپنی کتاب ’’عقائد الاسلام‘‘ میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد میں امام مہدی کا ظہور آخر زمانہ میں حق اور صدق ہے اور اس پر اعتقاد ضروری ہے۔ اس لئے کہ امام مہدی کا ظہور احادیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اگرچہ اس کی بعض تفصیلات اخبار آحاد سے ثابت ہوں عہد صحابہ وتابعین سے لے کر اس وقت تک امام مہدی کے ظہور کا مشرق ومغرب میں ہر طبقہ کے مسلمان علماء صلحاء عوام وخواص ہر قرآن وعصر میں نقل کرتے ہیں۔ (ص ۱۱۴)

۸...... فیض القدیر میں علامہ مناوی نے بسطامی کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت مہدی کا جب

انتقال ہوگا تو عام مسلمان پھر ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔(ص ۲۷۸ ج ۶) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ظہور مہدی حق ہے۔ اس لئے کہ موت تو بعد الظہور ہی ہوگی۔

۹...... "قال السمهودی ويتحصل مما ثبت فی الاخبار عنه انه من ولد فاطمه......الخ (ص ۲۷۹ ج ٦)" کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی اولاد فاطمہؓ میں سے ہوں گے۔

متکلمین کے ان اقوال کی روشنی میں یہ بات بلاخوف وخطر کہی جا سکتی ہے کہ عقیدہ ظہور مہدی اہل سنت والجماعت کے ضروری عقائد میں سے ہے۔ جیسا کہ آپ بعض متکلمین کے اقوال پڑھ آئے کہ ظہور مہدی پر ایمان واجب ہے۔ اللہ ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین!

الباب الرابع

منکرین ظہور مہدی کے دلائل پر تبصرہ

ظہور مہدی کے منکرین کا بنیادی ماخذ مقدمہ ابن خلدون کی وہ بحث ہے جو ابن خلدون نے اپنے مقدمہ[1] میں "الفصل الثانی والخمسون فی امر الفاطمی ومایذهب اليه الناس فی شانه وكشف الغطاء عن ذالك" کے عنوان سے کی ہے۔ اس لئے اس باب میں اولاً ہم ان کے دلائل پر تبصرہ کریں گے۔ اس کے بعد ان اشکالات کا جائزہ لیا جائے گا جو اختر کاشمیری صاحب نے اپنے مضمون میں اٹھائے ہیں۔

ابن خلدون کا تعارف

لیکن اس بحث سے پہلے ہم قارئین کے سامنے ابن خلدون کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔ جس سے واضح ہوگا کہ تاریخ وفلسفہ تاریخ میں امام ہونے کے باوجود فن حدیث میں ان کا کیا مقام ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ فن حدیث کے ماہرین اور آئمہ کے اقوال اور آراء کے مقابلے میں ان کے قول کی کیا حیثیت ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ج ۱ ص ۳۱۱ تا ۳۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ للمطبوعات بیروت لبنان۔

نام ونسب

عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن محمد بن الحسن بن محمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبدالرحیم[1] یہ ان کا پورا نام ونسب ہے۔ اصلاً تونس کے باشندے تھے۔ تونس کی طرف منسوب ہوکر تیونسی کہلاتے تھے۔ اسی طرح اسی علاقے کے ایک مقام اشبیلہ کی طرف منسوب ہوکر اشبیلی کہلاتے تھے[2]۔ ۷۳۲ھ میں بدھ کے دن رمضان کے اوائل میں ان کی پیدائش تونس میں ہوئی اور وہیں پر ان کا بچپن گزرا۔ عبداللہ بن سعد بن نزال کے پاس قرآن پڑھا اور ابوعبداللہ محمد بن عبدالسلام وغیرہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ عبدالمہیمن حضرمی اور محمد بن ابراہیم اربلی سے معقول کی تعلیم حاصل کی۔

علامہ سخاوی نے ضوء الامع میں ان کے اساتذہ کی تفصیل لکھی ہے۔ علم حدیث کی تحصیل ابوعبداللہ محمد بن عبدالسلام اور ابوعبداللہ دادیاشی سے کی۔ علامہ سخاوی سے خود انہی سے نقل کیا ہے کہ صحیح بخاری ابوالبرکات بلقینی سے سنی اور موطا امام مالک محمد بن عبدالسلام سے سنی اور صحیح مسلم علامہ دادیاشی کے پاس پڑھی اور علم قرأت کی تحصیل محمد بن سعد بن نزال انصاری سے کی۔ علم ادب سے بھی گہرا تعلق تھا اور حبیب بن اوس کے اشعار اور دیوان متنبی کا کچھ حصہ یاد تھا۔ مختصر یہ کہ اکثر علوم کی تحصیل بقول ابن العماد حنبلی **برع فی العلوم وتقدم فی الفنون وماهر فی الادب** (شذرات الذہب ص ۷۶ ج ۷) یعنی علوم میں کامل، فنون میں مقدم اور ادب میں ماہر تھے۔ مالکی المذہب تھے اور قاہرہ میں مالکی مذہب کے قاضی بنائے گئے۔

ایک دفعہ قضاء سے معزول کئے گئے۔ پھر دوبارہ قاضی بنائے گئے۔ اسی طرح کبھی معزول کئے جاتے اور کبھی دوبارہ اس عہدہ پر مقرر کئے جاتے تھے۔ پھر ۸۰۸ھ میں بدھ کے دن رمضان کے مہینے میں انتقال ہوا۔ امور سیاست میں ماہر تھے اور حکومت کے مختلف عہدوں پر رہنے کی وجہ سے عملی تجربہ بھی حاصل تھا۔ لیکن ان امور کے باوجود فقہ وحدیث میں وہ مقام حاصل نہ تھا جو اس وقت کے دوسرے آئمہ اور قضاۃ کو حاصل تھا۔ اسی لئے علامہ سخاوی نے لکھا ہے:

---

[1] ملاحظہ ہو الضوء الامع لاهل القرن التاسع للامام السخاوی ص ۱۴۵ ج ۴ وشذرات الذہب لابن العماد الحنبلی ص ۷۶ ج ۷۔

[2] ملاحظہ ہو الضوء الامع ص ۱۴۵ ج ۴ وشذرات الذہب ص ۷۶ ج ۷۔

”ویقال ان اهل المغرب لما بلغهم ولایته القضا تعجبوا ونسبوا المصریین الی قلة المعرفة بحیث قال ابن عرفة کنا نعد خطة القضاء اعظم المناصب فلما ولیها هذا عدنا ها بضد من ذالك (الضوالامع ص۱۸٦ج٤)“

﴿یعنی کہا جاتا ہے کہ اہل مغرب کی جب ان کی قضاء کے منصب پر فائز ہونے کی خبر ملی تو انہوں نے تعجب کیا اور اہل مصر کے متعلق کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مردم شناس نہیں ہیں اور ابن عرفہ نے کہا کہ ہم قضاء کے منصب کو بہت عظیم وجلیل منصب سمجھتے تھے۔لیکن ان جیسے لوگ جب قاضی بنے تو اب قضاء کی وہ عظمت باقی نہیں رہی۔اگرچہ کچھ وقت فقہ وحدیث کی تدریس بھی کی۔لیکن اکثر زندگی امراء کی مصاحب اور حکومت کے مختلف عہدوں پر رہنے کی وجہ سے ان علوم کی طرف پوری توجہ نہیں تھی۔﴾

علامہ سخاویؒ نے اپنے استاذ حافظ ابن حجرؒ نے نقل کیا ہے کہ ابن الخطیب نے ان کے (یعنی ابن خلدون) کے حالات میں ان کے بہت سے اوصاف لکھے ہیں۔لیکن سخاوی لکھتے ہیں کہ:”ومع ذالك فلم یصفه فیما قال شیخنا ایضا بعلم وانما ذکر له تصانیف فی الادب وشیئا من نظمه (الضوء الامع ص۱۰۷ج٤)“یعنی بہت سی صفات کے ساتھ ان کا ذکر تو کیا ہے۔لیکن باوجود ان صفات کے جیسے کہ ہمارے شیخ نے کہا کہ علم صنعت کے ساتھ ان کو موصوف نہیں کیا۔ادب میں ان کی کچھ تصانیف کا ذکر کیا ہے اور ان کے کچھ منظوم کلام کا ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد علامہ سخاویؒ نے حافظ ابن حجرؒ کا یہ قول ان کے متعلق نقل کیا ہے کہ:”قال شیخنا ولم یکن بالماهر فیه......الخ (ص۱٤۷ج٤)“کہ علم ادب میں بھی ماہر نہیں تھے۔

علامہ رکراکی سے کسی نے ابن خلدون کے متعلق پوچھا تو فرمایا:

”عری عن العلوم الشرعیة له معرفة بالعلوم العقلیة من غیر تقدم فیها (الضوء الامع ص۱٤۷ج٤)“کہ علوم شرعیہ یعنی فقہ حدیث تفسیر وغیرہ سے عاری تھے اور علوم عقلیہ میں کچھ درک تھا۔لیکن اس میں بھی تقدم حاصل نہ تھا۔

علامہ مقریزی نے ان کی تاریخ اور مقدمہ کی بہت تعریف کی اور بہت کچھ اوصاف بیان کیے۔لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ:”وماوصفها به فیما یتعلق بالبلاغة

والتلاعب بالكلام على الطريقة الجاحظية مسلم فيه واما الطراء به زيادة على ذالك فليس الامر كما قال الافى بعض دون بعض......الخ (الضوء الامع ص۱٤۷ ج٤) ''مقریزی نے جو تعریف کی ہے وہ بلاغت اور جاحظ کے طریقہ پر لفظی کھیل اور ہیر پھیر کے اعتبار سے تو مسلم ہے لیکن باقی امور میں تعریف کامل طریقے پر صحیح نہیں ہے۔ سوائے چند امور کے۔

اسی طرح حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے استاد اور مشہور محدث حافظ ہیثمی ابن خلدون کے خوب مذمت کرتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں حضرت امام حسینؓ کا ذکر جب کیا تو لکھا کہ ''قتل بسيف جده'' یعنی اپنے دادا کی تلوار سے قتل کئے گئے۔ سخاویؒ لکھتے ہیں کہ ہمارے استاد حافظ ابن حجرؒ نے جب ان کا یہ کلمہ نقل کیا تو ساتھ ہی ابن خلدون پر لعنت بھیجی اور برا کہا اور رو رہے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ان کے یہ الفاظ اب موجودہ تاریخ میں موجود نہیں ہیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی مدنظر رہے کہ ابن خلدون ناصبی بھی تھے اور آل علیؓ سے انحراف رکھتے تھے۔ علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ مقریزی اس لئے ابن خلدون کی تعریف کرتے تھے کہ مقریزی مصر کے فاطمین کے نسب کے حضرت علیؓ سے متصل ہونے کے قائل تھے اور ابن خلدون بھی فاطمین کے نسب کو حضرت علیؓ سے متصل ثابت کرتے تھے۔ حالانکہ ابن خلدون کا مقصد اس سے آل علیؓ میں نقص ثابت کرنا تھا۔ کیونکہ مصر کے فاطمین کے عقائد خراب تھے۔ بعض ان میں سے زندیق تھے اور بعض نے الوہیت کا بھی دعویٰ کیا تھا اور رافضی تو سب تھے تو ان کا نسب جب اصل علیؓ سے ثابت ہو جاتا ہے تو آل علیؓ کا نقص ثابت ہوتا ہے۔ سخاویؒ کے الفاظ یہ ہیں:

''وغفل عن مراد ابن خلدون فانه كان لانحرافه عن آل عليؓ يثبت نسب الفاطميين اليهم اشتهر من سوء معتقد الفاطمين وكون بعضهم نسب الى الزندقة وادعى الالهية كالحاكم وبعضهم فى الغاية من التعصب لمذهب الرفض حتى قتل فى زمانهم جمع من اهل السنة (الى ان قال) فاذا كانوا بهذه المثابة وصح انهم من آل عليؓ حقيقة التصق بال عليؓ العيب وكان ذالك من اسباب النفرة عنهم (الضوء الامع ص۱٤۷ ج٤)''

﴿یعنی مقریزی تو اس لئے تعریف کررہے ہیں کہ ابن خلدون فاطمین کے نسب کو آل علیؓ سے ثابت جانتے ہیں اور وہ ابن خلدون کے مقصد سے غافل ہیں کہ فاطمین جب اپنی ان بد اعتقادیوں کے ساتھ آل علیؓ کی طرف منسوب ہوں گے تو آل علیؓ میں عیب ثابت ہو جائے گا۔ اس لئے فاطمین میں کچھ تو زندیق تھے اور کچھ نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور کچھ انتہائی متعصب اور رافضی تھے کہ ان کے زمانے میں بہت سے اہلسنت قتل کیے گئے۔﴾

علامہ سخاوی کی اس عبارت سے ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ابن خلدون آل علیؓ کے انتہائی مخالف تھے۔ تو ظہور مہدی کے انکار کی اصل وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے۔ چونکہ مہدی آل علیؓ میں سے ہوں گے۔ جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہو چکا ہے اور ابن خلدون آل علیؓ کے لئے کسی بڑائی اور منقبت کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اس لئے ظہور مہدی کا انکار کیا کہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری کہ نہ مہدی آئیں گے اور نہ آل علیؓ کے لئے منقبت اور بڑائی ثابت ہوگی۔ حالانکہ آل علیؓ کی فضیلت ومنقبت مہدی کے آنے پر موقوف نہیں اور امور کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ یہ بھی مدنظر رہے کہ ابن خلدون علم وعمل کے اس مقام پر فائز نہیں ہیں کہ ان کی بات پر کسی عقیدہ کی بنیاد رکھی جاسکے۔

علامہ سخاویؒ نے ابن خلدون کے متعلق علامہ عینی حنفی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "وکان یتهم بامور قبیحة (الضوء اللامع ص١٤٨ ج٤)" کہ بہت سے قبیح امور کے ساتھ متہم تھے۔ اسی طرح لکھا ہے کہ قضاۃ کے ہاں اس کی گواہی بھی قبول نہیں کی جاتی تھی۔ چنانچہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے ایک قاضی کے ہاں کسی مسئلے میں گواہی دی تو "فلم یقبله مع انه کان من المتعصبین له (الضوء اللامع ص١٤٦ ج٤)" یعنی ان کی گواہی قبول نہیں کی حالانکہ وہ ان کے لئے تعصب کرنے والوں میں سے تھے۔ یعنی ان کے طرف داروں میں سے تھے۔ ان کے ساتھ ان کی طبیعت میں فطری طور پر مخالفت کا جذبہ تھا اور ہر معاملہ میں اپنی شان انفرادی رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب قاضی بنائے گئے تو قضاۃ کا لباس نہیں پہنا بلکہ اپنے مغربی طرز کے لباس میں ملبوس رہے۔ علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ "لحبه المخالفة فی کل شیء (الضوء اللامع ص١٤٦ ج٤)" یعنی یہ اس لئے کہ ہر چیز میں مخالفت پسند تھے۔ ان کے ان حالات سے معلوم ہوا کہ علوم شرعیہ خاص کر علم حدیث میں ان کو یہ مقام حاصل نہیں تھا

کہ ان کے کسی قول کو دلیل بنایا جائے۔اس بحث سے ہمارا مقصد ابن خلدون کی شان کو گھٹانا نہیں۔بلکہ ان کا اصل مقام متعین کرنا ہے۔

تاریخ وفلسفہ تاریخ واجتماع میں ان کا کلام اچھا ہے۔لیکن اس میں بھی بقول حافظ ابن حجر وہ مقام حاصل نہیں ہے۔جیسا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں لیکن ہمارے ہاں بدقسمتی سے فلسفہ اجتماع یا فلسفہ تاریخ کے خوش کن الفاظ دیکھ کر اور اہل یورپ کی تقلید میں ابن خلدون کو وہ مقام دیا جاتا ہے۔جس کا وہ مستحق نہیں ہے۔حالانکہ یہ حکم یہ حکم شرعی ہے کہ ہر آدمی کو اس کے مقام پر رکھ کر اس کے قول وفعل کا اعتبار اس کے مقام کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔"کما فی المسلم عن عائشۃؓ امرنا رسول اللہ ﷺ ان ننزل الناس منازلھم (مسلم ص۴ ج۱)"

اب ہم احادیث مہدی پر ابن خلدون کے کلام کا جائزہ لیں گے۔ابن خلدون کے کلام کا خلاصہ بقول مولانا بدر عالم صاحب کی تین باتیں ہیں۔

۱...... جرح وتعدیل میں جرح کو ترجیح ہے۔

۲...... امام مہدی کی کوئی حدیث صحیحین میں موجود نہیں۔

۳...... اس باب کی جو صحیح حدیثیں ہیں۔ان میں امام مہدی کی تصریح نہیں۔

(ترجمان السنہ ص۳۸۲ ج۴)

۱...... پہلی بات کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جو مولانا بدر عالم صاحب نے دیا ہے کہ فن حدیث کے جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ تینوں باتیں کچھ وزن نہیں رکھتیں۔کیونکہ ہمیشہ اور ہر جرح کو ترجیح دینا یہ بالکل خلاف واقع ہے۔چنانچہ خود محقق موصوف کو جب اس پر تنبیہ ہوئی کہ اس قاعدے کے تحت تو صحیحین کی حدیثیں بھی مجروح ہوئی جاتی ہیں تو اس کا جواب انہوں نے صرف یہ دے دیا کہ یہ حدیثیں چونکہ علماء کے درمیان مسلم ہو چکی ہیں۔اس لئے وہ مجروح نہیں کہی جا سکتیں۔مگر سوال تو یہ ہے کہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا تو پھر علماء کو وہ مسلم ہی کیوں ہوئیں۔

(ترجمان السنہ ص۳۸۲،۳۹۳ ج۴)

نیز اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ صحیحین کی حدیثیں چونکہ علماء کے نزدیک مسلم ہو چکی ہیں۔اس لئے اس قاعدے کا اطلاق صحیحین کی احادیث پر نہیں ہوگا۔جیسا کہ خود ابن خلدون نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

"ولاتقولن مثل ذالك ربما يتطرق الی رجال الصحيحين فان الالجماع قد اتصل فی الامة علی تلقيها بالقبول والعمل بمافيهما ولاجماع اعظم حماية واحسن دفعة (ابن خلدون ج۱ص۳۱۲)"

﴿یعنی یہ نہ کہا جائے کہ یہ قاعدہ بخاری ومسلم کے رجال کی طرف متوجہ ہوں۔اس لئے بخاری ومسلم کی احادیث کی قبولیت پر امت کا اجماع ہے تو اگر اس قاعدہ کے تحت بخاری ومسلم کے رجال کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے تو امت نے ان کو قبول کیا ہے۔تو اسی طرح احادیث مہدی کو بھی امت نے قبول کیا ہے اور بقول محدثین کے احادیث مہدی تواتر کی حد تک پہنچی ہیں تو یہ قاعدہ احادیث مہدی پر بھی لاگو ہونا چاہئے۔﴾

نیز یہ قاعدہ کہ جرح بھی تعدیل پر مقدم ہے اس اطلاق کے ساتھ مسلم بھی نہیں ہے۔جیسے کہ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں احمد بن صالح المصری کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ:

"قلت احمد بن صالح ثقة امام ولا التفات الی کلام من تکلم فيه ولکنا ننبهك هنا علی قاعدة فی الجرح والتعديل ضرورية نافعة لاتراها فی شیء من کتب الاصول فانك اذاسمعت ان الجرح مقدم علیٰ التعديل ورأيت الجرح والتعديل وکنت غرابا لامور اوقد ما مقتصراً علی منقول الاصول حسبت ان العمل علی جرحه فاياك ثم اياك والحذر کل الحذر من هذا الحسبان بل الصواب عندنا ان من ثبتت امامته وعدالته وکثر مادهوه ومنکوه وندرجارحه وکانت هناك قرينة دالة علی سبب جرحه من تعصب مذهبی اوغيره فانا لانلتفت الی الجرح فيه ونعمل فيه بالعدالة والا فلو فتحنا هذاالباب اواخذنا تقديم الجرح علی اطلاقه لما سلم لنا احد من الائمة اذما من امام الاوقد طعن فيه طاعنون وهلك فيه هالکون......الخ (ص۸۸ ج۱)"

﴿یعنی جب آپ نے یہ بات کہ جرح مقدم ہے۔تعدیل پر اور آپ کسی آدمی کے ترجمہ میں جرح وتعدیل دیکھیں اور دھوکے میں پڑنے والے اور اصول منقول پر اختصار کرنے والے ہو جائیں تو آپ سمجھ جائیں گے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے۔لیکن اپنے آپ کو اس غلطی

سے بچائیں اور ڈریں اس گمان سے بلکہ ہمارے نزدیک صحیح اور حق یہ ہے کہ جس راوی کی امامت اور عدالت ثابت ہو اور اس کی تعریف اور صفائی پیش کرنے والے زیادہ اور جرح کرنے والے اور کم ہوں اور وہاں کوئی ایسا قرینہ بھی موجود ہو جو دلالت کرتا ہو کہ جرح کا سبب کوئی مذہبی تعصب یا اور کوئی وجہ ہے تو ایسی صورت میں ہم جرح کی طرف التفات نہیں کریں گے اور عدالت پر عمل کریں گے ورنہ اگر ہم اس پر دروازے کو کھول لیں (کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر) یا مطلقاً جرح کو تعدیل پر مقدم مان لیں تو پھر ہمارے آئمہ میں سے بھی کوئی بھی صحیح سالم نہیں بچے گا اس لئے کہ کوئی بھی ایسا امام نہیں کہ جس پر طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو اور ان کے بارے میں ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔﴾

اور دوسرے مقام پر علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں: "ولكن نرى ان الضابطه مانقوله من ان ثابت العدالة لا يلتفت فيه الى قول من تشهد القرائن بانه متحامل عليه اما لتعصب مذهبي او غيره (طبقات الشافعه الكبرىٰ ص۱۸۸ ج ۱)"

﴿یعنی ہمارے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس کی عدالت ثابت ہو چکی ہو تو پھر اس کے بارے میں کسی ایسے آدمی کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا جس نے جرح کسی مذہبی تعصب وغیرہ کی وجہ سے کی ہو۔﴾

اور پھر حافظ ابن عبدالبر مالکی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ:

"الصحيح فى هذا الباب ان من ثبت عدالته وصحت فى العلم امامته وبالعلم عنايته لم يلتفت الى قول أحد ......الخ (ص۱۸۸ ج ۱)"

﴿یعنی جرح وتعدیل کے باب میں صحیح بات یہ ہے کہ جس کی عدالت، امامت اور علم کے ساتھ تعلق ثابت ہو چکا ہو تو پھر اس کے بارے میں کسی کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

اور پھر اس کے بعد حافظ ابن عبدالبر کی بعض باتوں پر گرفت کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"قلت عرفناك اولا من ان الجارح لا يقبل منه الجرح وان فسره فى حق من غلبت طاعته على معاصيه وما دحوه على ذاميه ومذكور على جارحيه اذاكانت هناك قرينة يشهد العقل بان مصلها حامل على الوقيعة فى

الـذی جرحـه مـن تـعـصـب مـذهبی اومنافسة دنیویة کمایکون من النظراء وغیر ذالك (طبقات الشافعیة الکبریٰ ص ۱۹۰ ج ۱)"

﴿یعنی پہلے ہم نے تم کو بتلا دیا کہ جس کی نیکیاں اس کے گناہوں پر غالب ہوں اور تعریف کرنے والے مذمت کرنے والوں سے اور صفائی پیش کرنے والے جرح کرنے والوں سے زیادہ ہوں تو ایسے آدمیوں کے بارے میں کسی قسم کی جرح مقبول نہیں ہوگی۔ اگر چہ وہ جرح مفسر کی ہو۔ خاص کر جب اس قسم کا کوئی قرینہ موجود ہو کہ جرح کسی مذہبی اختلاف یا دشمنی کی وجہ سے کی گئی ہو۔﴾

اگر اس قاعدے کو مطلقاً قبول کیا جائے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے تو پھر امام مالکؒ کے بارے میں ابن ابی ذئب نے اور امام شافعیؒ کے بارے میں یحییٰ بن معین نے اور امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں سفیان ثوری اور شعبیؒ وغیرہ نے جو کچھ کہا ہے۔ اس کو بھی قبول کر لینا چاہئے اور یہ آئمہ ساقط الاعتبار ہونے چاہئیں۔ حالانکہ کوئی بھی عاقل اس بات کو قبول نہیں کر سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اپنے اس اطلاق کے ساتھ کسی کے ہاں بھی مقبول نہیں ہے۔ ورنہ اسی قاعدے کے تحت خود ابن خلدون کی ذات بھی محفوظ نہیں رہ سکتی۔

۲..... جہاں تک ان کی دوسری بات کا تعلق ہے کہ ظہور مہدی کی احادیث صحیحین میں موجود نہیں تو یہ بھی کئی وجوہ سے غلط ہے:

۱..... بخاری ص ۴۹۰ ج ۱، مسلم ص ۸۷ ج ۱ میں نزول عیسیٰؑ کے باب میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں "وامامکم منکم" اور مسلم کی حضرت جابرؓ کی روایت میں "فیقول امیرهم" سے شارحین بخاری و مسلم کے حوالوں کے مطابق ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مراد امام مہدی ہیں۔ (ملاحظہ ہو اسی کتاب کا باب ثانی عقیدہ ظہور مہدی محدثین کی نظر میں) لہٰذا یہ اعتراض بالکل لغو اور بے کار ہے۔ یاد دہانی کے لئے فتح الملہم شرح صحیح مسلم کا حوالہ پھر نقل کرتا ہوں۔ شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی "فیقول امیرهم" کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: "هوامام المسلمین المهدی الموعود المسعود (ص ۳۰۲ ج ۱)" کہ مراد امیر سے امام مہدی ہیں۔

۲..... دوسری بات یہ کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ مہدی کا ذکر بخاری و مسلم میں نہیں تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ ہی باطل ہو جب کہ دوسری صحیح احادیث میں اس کا ذکر صراحتہً

موجود ہے۔ کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے کہیں بھی نہیں فرمایا کہ ہم نے سب صحیح احادیث کو جمع کیا ہے اور کوئی صحیح حدیث ان دونوں کتابوں سے باہر نہیں رہی ہے۔ بلکہ خود ان حضرات کے اقوال موجود ہیں کہ ہم نے صرف صحیح احادیث نقل کی ہیں اور بہت سی صحیح احادیث ایسی باقی ہیں جن کو ہم نے نقل نہیں کیا۔

مولانا بدر عالم میرٹھی لکھتے ہیں کہ: ''رہا امام مہدی کی حدیثوں کا صحیحین میں ذکر نہ آنا تو یہ اہل فن کے نزدیک کوئی جرح نہیں ہے۔ خود ان ہی حضرات کا اقرار ہے کہ انہوں نے جتنی صحیح احادیث جمع کی ہیں وہ سب کی سب اپنی کتابوں میں درج نہیں کی ہیں۔ اس لئے بعد میں ہمیشہ محدثین نے مستدرکات لکھی ہیں۔ (ترجمان السنۃ ص۳۸۳ ج۴)''

مولانا ادریس کاندھلوی تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں لکھتے ہیں کہ: ''**واعلم انه قد طعن بعض المورخين فى احاديث المهدى وقال انها احاديث ضعيفه ولذا عرض الشيخان البخارى ومسلم عن اخراجها فمال هذا المؤرخ الى انكار ظهور المهدى رأسا (قلت) هذا غلط وشطط (ص۱۹۷ ج۶)**''

﴿یعنی بعض مورخین (ابن خلدون) نے ظہور مہدی کی احادیث پر طعن کیا ہے کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں۔ اسی لئے بخاری ومسلم نے ان حدیثوں سے اعراض کیا ہے۔ لیکن یہ وجہ بالکل غلط ہے۔﴾ اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ:

''**واما تعلل هذا المؤرخ انكار ظهور المهدى بان الشيخين البخارى ومسلما لم يخرجا احاديث المهدى فتعلل معلوم لايقبله الاذوعلة فان البخارى ومسلما لم يستوعبا الاحاديث الصحيحه والالاف المؤلفة من الاحاديث الصحيحه لم يخرجها البخارى ومسلم وهى صحيحه بلا شك وشبهة عند ائمة الحديث (ص۱۹۸ ج۶)**''

﴿یعنی اس مورخ کا ظہور مہدی کی احادیث کے لئے یہ علت بیان کرنا کہ بخاری و مسلم نے ان احادیث کی تخریج نہیں کی ہے۔ خود معلوم اور کمزور ہے۔ اس لئے کہ امام بخاری ومسلم نے صحیح احادیث کا استقصاء نہیں کیا ہے۔ ہزاروں احادیث ایسی ہیں کہ جو محدثین کے نزدیک بلاشک وشبہ صحیح ہیں۔ لیکن بخاری ومسلم میں وہ حدیثیں موجود نہیں ہیں۔﴾

خود امام مسلم کا یہ قول ان کی کتاب صحیح مسلم باب التشھد فی الصلوۃ میں منقول ہے کہ جب امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی ایک لمبی روایت نقل کی تو ان کے شاگرد ابوبکر نے ان سے ابوہریرہؓ کی اس روایت کے متعلق پوچھا کہ جو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ والی حدیث کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ البتہ "واذاقرء فانصتوا" کے الفاظ اس میں زائد ہیں کہ ابوہریرہؓ کی اس روایت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ تو ابوبکر نے پوچھا کہ پھر آپ نے یہاں نقل کیوں نہیں کی تو فرمایا کہ ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہو میں اپنی کتاب میں نقل نہیں کرتا بلکہ میں تو وہ احادیث نقل کرتا ہوں کہ جن پر اجماع ہو۔ الفاظ یہ ہیں:

"قال ابواسحاق قال ابوبکر بن اخت ابی النضر هذا لحدیث فقال مسلم ترید احفظ من سلیمان فقال له ابوبکر فحدیث ابی هریرة فقال هو صحیح یعنی واذاقرء فانصتو افقال هو عندی صحیح فقال لم لم تضعه ههنا فقال لیس کل شیء عندی صحیح وضعت ههنا وانما وضعت ههنا ما اجمعو علیه (صحیح مسلم، باب التشهد فی الصلوٰة ص۱۷٤ج۱)"

﴿یعنی ابواسحاق کہتے ہیں کہ ابوبکر بن اخت ابی النضر نے اس حدیث پر کچھ کہا تو مسلم نے کہا کہ کیا سلیمان سے زیادہ کسی حافظ کو چاہتے ہو تو ابوبکر نے کہا کہ پھر ابوہریرہؓ کی حدیث کیسی ہے۔ یعنی "واذا قرء فانصتوا" والی روایت، تو مسلم نے کہا کہ وہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ تو ابوبکر نے کہا کہ پھر آپ نے یہاں نقل کیوں نہیں کی۔ تو فرمایا کہ ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہو میں یہاں نقل نہیں کرتا۔ بلکہ یہاں تو میں وہ نقل کرتا ہوں جس پر اجماع ہو۔﴾

اور علامہ ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی شروط الائمۃ الخمسۃ میں لکھتے ہیں کہ:

"واماالبخاریؒ فانه لم یلتزم ان یخرج کل ماصح من الحدیث حتی یتوجه علیه الاعتراض وکما انه لم یخرج عن کل من صح حدیثه ولم ینسب الی شیء من جهات الجرح وهم خلق کثیر یبلغ عددهم ثلث وثلاثین الفا لان تاریخه یشتمل علی نحومن اربعین الفا وزیادة وکتابه والضعفاء دون السبع مائة ومن خرجهم فی جامعه دون الفین کذالم یخرج کل ما صح من الحدیث (ص٦٠)"

﴿یعنی امام بخاریؒ نے اس کا التزام نہیں کیا ہے کہ ہر صحیح حدیث کی تخریج اپنی کتاب میں کریں تا کہ ان پر اعتراض وارد ہو اور جیسے کہ انہوں نے ہر اس آدمی کی حدیثیں نقل نہیں کیں جن کی حدیثیں صحیح ہوں اور اس پر کوئی جرح نہ ہو اور یہ بہت لوگ ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً تیس ہزار سے زائد اس لئے کہ بخاری کی اپنی تاریخ تقریباً چالیس ہزار افراد پر مشتمل ہے اور ان کی ضعفاء کی کتاب تقریباً سات سو آدمیوں پر مشتمل ہے اور جن احادیث کی تخریج انہوں نے صحیح بخاری میں کی ہے۔ وہ دو ہزار سے بھی کم ہیں۔ اسی طرح ہو صحیح حدیث کی بھی تخریج نہیں کی۔﴾

اور پھر اس کی دلیل میں بخاری کا یہ قول اپنی مسلسل سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:

"کنت عند اسحاق بن راهویه فقال لنا بعض اصحابنا لو جمعتم کتابا مختصرا لسنن النبی ﷺ فوقع ذالك فی قلبی فاخذت فی جمع هذا الکتاب فقد ظهر ان قصد البخاری کان وضع مختصر فی الصحیح ولم یقصد الاستیعاب لا فی الرجال ولا فی الحدیث (ص ۲۱)"

﴿یعنی امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں امام اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے کہا کہ اگر تم احادیث کی ایک مختصر کتاب جمع کر لیتے تو اچھا ہوتا تو یہ بات میرے دل کو لگی۔ علامہ مقدسیؒ فرماتے ہیں کہ بخاریؒ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ان کا قصد ایک مختصر کتاب جمع کرنے کا تھا۔ نہ صحیح اور ثقہ راویوں کا استیعاب مقصود تھا اور نہ صحیح احادیث کا۔﴾

اور امام ابو عبداللہ حاکمؒ نے مستدرک کے اول میں دونوں کے متعلق لکھا کہ:

"ولم یحکما ولا واحد منهما انه لم یصح من الحدیث غیر ما اخرجه......الخ (مستدرك الحاکم ص ۲ ج ۱)" یعنی نہ بخاری و مسلم نے اور نہ ان میں سے کسی ایک نے یہ کہا کہ صرف وہی احادیث صحیح ہیں جو انہوں نے نقل کی ہیں۔

امام بخاری و مسلمؒ کے ان اقوال سے اور محدثین کی تصریحات سے یہ بات بالکل پورے طریقے سے ثابت ہوئی کہ صحیح احادیث صرف وہ نہیں ہیں جو بخاری و مسلم میں منقول ہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ بھی اور بہت سی احادیث صحیح ہیں کہ جن کی تخریج بخاری و مسلم نے نہیں کی ہے۔

اب اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ ظہور مہدی کی احادیث اگر بالفرض بخاری و مسلم میں نہ ہوں تو یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ ابن خلدون اور اختر

کاشمیری کے اس اعتراض پر نظر ڈالیں کہ بخاری و مسلم میں ظہور مہدی کی کوئی حدیث نہیں ہے۔

یہ اشکال مولانا مودودی صاحب کو پیش آیا۔ اگرچہ مولانا فی الجملہ ظہور مہدی کے قائل ہیں اور منکرین میں سے نہیں ہیں۔ لیکن لکھتے ہیں کہ:

''درحقیقت جو شخص علوم دینی میں کچھ نظر و بصیرت رکھتا ہو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ جس مسئلے کی دین میں اتنی اہمیت ہو اسے محض اخبار آحاد پر چھوڑا جا سکتا تھا اور اخبار احاد بھی اس درجہ کی کہ امام مالکؒ اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ جیسے محدثین نے اپنی احادیث کے مجموعوں میں سرے سے ان کا لینا ہی پسند نہ کیا ہو۔'' (رسائل و مسائل ص ۵۸ ج ۱)

لیکن یہ اختر کاشمیری صاحب اور مولانا مودودی صاحب کی غلط فہمی ہے۔ اس لئے کہ نہ تو ظہور مہدی کی احادیث اخبار آحاد ہیں۔ جیسا کہ محدثین کی تصریحات باب ثانی میں گزر چکی ہیں۔ ''ظہور مہدی کی احادیث متواتر ہیں۔'' (ملاحظہ ہو شرح عقیدہ السفارینی ص ۸۰ ج ۲) اور نہ بخاریؒ اور مسلمؒ نے ان احادیث سے اعراض کیا ہے۔ بلکہ بخاری و مسلم میں ایسی احادیث موجود ہیں کہ جن سے محدثین کی تصریحات کے مطابق مراد امام مہدی ہی ہیں۔

ابن خلدون اور اختر کاشمیری صاحب کو تو صرف یہ اشکال تھا کہ بخاری و مسلم میں ظہور مہدی کی احادیث نہیں ہیں۔ لیکن مولانا مودودی صاحب کو یہ بھی اشکال ہے کہ موطا امام مالک میں ظہور مہدی کی احادیث کیوں نہیں۔

لیکن یہ اشکال وہ آدمی کر سکتا ہے کہ جس نے موطا امام مالکؒ کا صرف نام سنا ہو اور خود اس کا مطالعہ نہ کیا ہو۔ اس لئے کہ موطا امام مالک کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ دین کے سینکڑوں مسائل و معتقدات ایسے ہیں کہ جن کے متعلق موطا امام مالک میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ لیکن آج تک پوری امت میں سے بشمول مالکیہ کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ فلاں مسئلے کو ہم نہیں جانتے یا یہ کہ فلاں مسئلہ کمزور ہے۔ اس لئے کہ موطا امام مالک میں اس کے متعلق کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔ کیونکہ موطا امام مالک تو احادیث مرفوعہ کا ایک نہایت مختصر مجموعہ ہے۔ باقی مرسل روایات اور آثار و اقوال تابعین ہیں اور آثار و اقوال بھی صرف وہ کہ جن کا تعلق فقہی احکام یعنی دین کے عملی حصہ کے ساتھ ہے۔ نظری اور اعتقادی قسم کی احادیث تو موطا میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے اعتراضات کی جرأت وہ آدمی کر سکتا ہے کہ

جس کا فن حدیث سے کوئی خاص تعلق نہ ہو ورنہ حدیث کے کسی مجموعہ میں کسی حدیث کا نہ ہونا آج تک محدثین کے نزدیک قابل اعتراض نہیں رہا۔ واللہ یقول الحق وھویھدی السبیل!

۳...... اسی طرح ان کی تیسری بات کہ ”صحیح احادیث میں مہدی کی تصریح نہیں۔“ یہ بھی قابل تسلیم نہیں اس لئے کہ باب اوّل میں ہم ابوداؤد، ترمذی مسند احمد، مستدرک حاکم کے حوالے سے وہ حدیثیں مع تحقیق وسند کے نقل کر چکے ہیں کہ جو صحیح بھی ہیں اور جن میں مہدی کی تصریح بھی ہے۔

(اس اشکال کا اسی جواب سے ملا جلا جواب مولانا بدر عالم میرٹھی نے دیا ہے)

مولانا لکھتے ہیں کہ: یہ دعویٰ بھی تسلیم نہیں کہ صحیح حدیثوں میں امام مہدی کا نام مذکور نہیں ہے۔ کیا وہ حدیثیں جن کو امام ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ جیسے محدثین نے صحیح اور حسن[1] کہا ہے۔ صرف محقق موصوف کے بیان سے صحیح ہونے سے خارج ہو سکتی ہیں؟

دوم...... یہ کہ جن حدیثوں کو محقق موصوف نے بھی صحیح تسلیم کر لیا ہے۔ اگر وہاں ایسے قوی قرائن موجود ہیں جن سے اس شخص کا امام مہدی ہونا تقریباً یقینی[2] ہو جاتا ہے تو پھر امام مہدی کے لفظ کی تصریح ہی کیوں ضروری ہے۔

سوم...... یہاں اصل بحث مصداق میں ہے مہدی کے لفظ میں نہیں۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک خلیفہ کا ہونا اور اس کا خاص صفات کا حامل ہونا جو بقول ائے روایت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے شخص میں بھی نہ تھیں، ثابت ہو جاتا ہے تو بس اہل سنت والجماعت کا مقصد اتنی بات سے پورا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مہدی تو صرف ایک لقب ہے۔ علم اور نام نہیں ہے اور یہ آپ ابھی معلوم کر چکے ہیں کہ مہدی کا لفظ بطور لقب کے دوسرے اشخاص پر بھی اطلاق کیا گیا ہے۔ اگرچہ سب میں کامل مہدی وہی ہیں جن کا ظہور آئندہ زمانے مین مقدر ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ جس طرح دجال کا لفظ حدیثوں میں ستر مدعیان نبوت کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے۔ مگر دجال اکبر وہی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔...... ہاں...... اس لقب کی زد اگر پڑتی ہے تو ان اصحاب (مراد اہل تشیع ہیں) پر پڑتی ہے جو مہدی کے ساتھ ساتھ کسی قرآن کے منتظر بیٹھے ہیں۔

(ترجمان السنہ ص ۳۸۲ ج ۴)

---

[1] صرف صحیح وہ حسن بھی نہیں بلکہ دوسرے محدثین نے متواتر کہا ہے۔ جیسے کہ باب ثانی میں گزر گی ہے۔ نظام الدین!

[2] خاص کر اس صورت میں کہ شارحین بخاری ومسلم کے نزدیک مراد امام مہدی ہی ہیں جیسا کہ باب ثانی میں شارحین بخاری، مسلم کے حوالہ جات تفصیل سے گزر چکے ہیں۔ نظام الدین

اوراسی اشکال کے جواب میں مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں کہ:

"وقد اخرج الحافظ السیوطی هذه الاحادیث السبعین بطولها فی العرف الوردی وفی ستة وثلاثین حدیثا منها ورداسم المهدی صریحا والباقی منها جاء باسم الخلیفه وباوصافه التی وردت فی الاحادیث فبطل بهذا تعلل المورخ المذکوربان احادیث المهدی جاء ت مبهمة لیس فیها تصریح اسم المهدی والمبهم یحمل علی المفصل بالاجماع اذاکان الحدیث واحدا والا حادیث التی لم یقع فیها صراحة بل مبهما واشارة تحمل علی الاحادیث المفصلة التی وردفیها اسم المهدی صراحةً فان المفسر یقضی علی المبهم وکیف وان ایراد ائمه الحدیث هذاالاحادیث مبهمة فی باب ذکر المهدی دلیل ان هذه الاحادیث المبهمة الدالة علی خروج الخلیفة العادل فی اخر الزمان کلها محمولة علی المهدی عندأ یمة الحدیث (تعلیق الصبیح شرح مشکوٰة المصابیح ص۱۹۸ج۶)"

یعنی علامہ سیوطیؒ نے ظہور مہدی کی ان نوے احادیث کی تخریج اپنے رسالہ العرف الوردی میں کی ہے۔ جن میں تینتیس احادیث کی تخریج میں مہدی کا نام صراحتاً موجود ہے اور باقی احادیث خلیفہ کے لفظ اور ان اوصاف کے ساتھ وارد ہوئی ہیں کہ جو مہدی کی احادیث میں ہیں۔

سیوطیؒ کے اس بیان سے ابن خلدون کا یہ اعتراض بھی ختم ہو جاتا ہے کہ مہدی کی احادیث مبہم ہیں اور ان میں نام کی صراحت موجود نہیں ہے۔ نیز یہ کہ مبہم کو مفصل پر بالاتفاق حمل کیا جا سکتا ہے۔ جب حدیث ایک ہو۔ لہٰذا وہ احادیث جو کہ مبہم ہیں یا ان میں اشارۃ مہدی کا ذکر ہے۔ ان کو ان مفصل احادیث پر حمل کیا جائے گا کہ جن میں مہدی کا نام صراحتاً وارد ہوا ہے۔ اس لئے کہ مفسر قاضی ہوتا ہے مبہم پر۔ نیز محدثین کا ان مبہم احادیث کو مہدی کے باب میں ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احادیث مبہم جو ایک آخر زمانے میں ایک خلیفہ عالم کے ظہور پر دلالت کرتی ہیں۔ محدثین کے نزدیک مہدی ہی پر محمول ہیں۔

اس تفصیل سے ابن خلدون کے تینوں اعتراضات کا جواب علی الوجہ الاتم ہو جاتا ہے کہ نہ تو جرح مطلقاً تعدیل پر مقدم ہے۔ جیسا کہ ابن خلدون کا دعویٰ ہے اور نہ مہدی کی سب احادیث

ضعیف ہیں اور نہ مبہم ہیں۔ نیز یہ بھی ملحوظ رکھا جائے کہ اگر سب احادیث ضعیف بھی ہوتیں تو بھی بالکلیہ ظہور مہدی کا انکار صحیح نہ ہوتا۔ کیونکہ محدثین کے ہاں ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جب کسی حدیث کی روایات کی کثرت ہو جاتی ہے تو اگر چہ وہ ضعیف ہوں لیکن پھر بھی اتنا معلوم ہو جاتا ہے کہ اس حدیث کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور موجود ہے۔ چنانچہ ابوعبداللہ حاکم نے مستدرک میں یہ قاعدہ بیان کیا ہے اور ان سے ابن عراقی نے ''تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ الموضوعہ'' میں نقل کیا ہے کہ:

''قال الحاکم فی المستدرک اذاکثرت الروایات فی حدیث ظهر ان للحدیث اصلا (۲۰۰ ج ۱)'' یعنی حاکم نے مستدرک میں کہا ہے کہ جب کسی حدیث کی روایات کثیر ہو جاتی ہیں تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ حدیث کے لئے اصل موجود ہے۔

اب اس قاعدہ کے لحاظ سے اگر غور فرمائیں گے تو بھی ظاہر ہو جائے گا کہ مہدی کی احادیث اگر بالفرض سب کی سب ضعیف ہوں تب بھی اس کی اصل موجود ہے۔ اس لئے کہ مہدی کی احادیث کی تعداد نوے تک پہنچی ہے۔ جن میں سے تینتیس میں مہدی کی صراحت بھی موجود ہے اور تقریباً پچیس صحابہ وتابعین سے مروی ہیں۔ (تعلیق الصبیح ص ۱۹۷ ج ۶) اس لئے اس کو بالکل بے اصل کہنا صحیح نہیں ہے۔

جناب اختر کاشمیری کا ایک منفرد اشکال

اختر کاشمیری صاحب کا ایک منفرد اشکال یہ بھی ہے کہ مہدی کا ذکر قرآن میں موجود نہیں ہے۔ چنانچہ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں: ''مہدی کے ذکر سے قرآن خالی ہے، قرآن میں مہدی کا کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ قرآن میں عقیدہ کی ہر بات موجود ہے تو اس صورت میں جو لوگ ظہور مہدی کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان کے نزدیک قرآن کی کیا اہمیت ہوگی۔''

یہ اختر کاشمیری صاحب کا اشکال ہے۔ اس کو بار بار پڑھئے اور آپ پرویزیوں کے ان اعتراضات پر بھی نظر ڈالئے جو وہ حدیث کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ آپ کو ذرہ برابر فرق محسوس نہیں ہوگا۔

یہ بعینہ وہی حالت ہے جس کی خبر نبی کریم ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے دی تھی (فداہ ابی امی) مستدرک حاکم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی میں حضرت ابورافعؓ اور مقدام بن

معدیکربؓ سے مروی ہے کہ: ”قال لاالفین احدکم متکئا علی اریکته یأتیه الامر من امری مما امرت به اونهیت عنه فیقول مالادری ماوجدنا فی کتاب الله اتبعنا“ اورمستدرک کے دوسری روایت میں اس کے بجائے یہ الفاظ ہیں: ”ماوجدنا فی کتاب الله عملنا به والافلا “ اورایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ”وهذاکتاب الله ولیس هذافیه (مستدرك حاكم ص۱۰۸،۱۰۹ج۱) ““ واللفظ له وابن ماجه عن ابی رافع ص۳ باب تعظیم حدیث رسول اللهﷺ وابوداؤد باب فی لزوم السنة ص۶۳۲ج۲ ومشکوٰة المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الثانی ص۲۹ج۱ ومفتاح الجنة فی الاحتجاج بالسنة عن البیهقی ص۱۱“

”اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ میں اس حال میں کسی کو نہ پاؤں کہ وہ اپنے تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے ہو اور میرا کوئی امر اس کے پاس آئے جس میں میں نے کسی چیز کا حکم دیا ہو۔ کسی چیز سے منع کیا ہو تو وہ کہہ دے کہ میں تو اس کو نہیں جانتا۔ ہم تو جو قرآن میں پائیں گے اس کو جانیں گے اور جو قرآن میں نہیں ہوگا اس کو نہیں مانیں گے۔“ تو گویا اختر صاحب کے اعتراض کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اگر قرآن میں مہدی کا ذکر ہوتا تو ہم مانتے لیکن چونکہ قرآن مجید میں نہیں ہے اس لئے ہم نہیں مان سکتے۔ اللہ ہدایت نصیب فرمائے۔ اللهم ارنا الحق حقاوارزقنا اتباعه!

اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں نبی کریمﷺ کے صحابی حضرت عمران بن حصینؓ نے فرمایا تھا کہ کیا نماز کی رکعتوں کی تعداد اور زکوٰۃ کے مقادیر تمہیں قرآن میں ملتے ہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں جس کی صحت پر حاکمؒ اور ذہبیؒ دونوں متفق ہیں۔

”حدثنا الحسن قال بینما عمران بن حصین یحدث عن سنة نبیناﷺ فقال له رجل یاابانجید حدثنا بالقرآن فقال له عمران انت واصحابك یقرؤن القرآن اکنت محدثی عن الصلوٰة ومافیها وحدودهااکنت محدثی عن الزکوٰة فی الذهب والابل والبقرو اصناف المال ولکن قد شهدت وغبت انت ثم قال فرض علینا رسول اللهﷺ فی الزکوٰة، کذاکذاوقال الرجل احییتنی احیاك الله قال الحسن فمامات ذالك الرجل حتی صارمن

فقهاء المسلمين (مستدرک حاکم ص۱۰۹ ج۱) ''اورامام سیوطیؒ نے مفتاح الجنۃ میں یہ روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے:

''عن شبیب بن ابی فضالة المکی ان عمران بن حصینؓ ذکر الشفاعة فقال له رجل من القوم یاابانجید انکم تحدثونا باحادیث لم نجدها اصلافی القرآن فغضب عمران وقال للرجل قرأت القرآن قال نعم قال فهل وجدت فیه صلاة العشاء اربعا ووجدت المغرب ثلاثاوالغداة رکعتین والظهر اربعاوالعصر اربعاقال لاقال فعن من اخذتم ذالك ألستم عنا اخذتموه واخذنا عن رسول اللهﷺ اوجدتم فیه من کل اربعین شاة شاة وفی کل کذابعیرا کذاوفی کل کذا درهما کذاقال لا قال فعن من اخذتم ذالك الستم عنا اخذتموه واخذنا عن النبیﷺوقال اوجدتم فی القرآن ولیطوفوابالبیت العتیق اووجدتم فیه فطوفواسبعا وارکعو رکعتین خلف المقام اوجدتم فی القرآن لاجلب ولاجنب ولاشغارفی الاسلام؟اماسمعتم الله قال فی کتابه وماآتاکم الرسول فخذوه ومانهکم عنه فانتهواقال عمران فقد اخذنا عن رسول اللهﷺاشیاء لیس لکم بها علم (ص۱۰)''

﴿یعنی حضرت عمران بن حصینؓ نے شفاعت کے بارے میں ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے کہا کہ اے ابونجید (کنیت عمران بن حصین) تم ہمیں ایسی احادیث سناتے ہو جن کی کوئی اصل قرآن میں موجود نہیں ہے تو حضرت عمران بن حصینؓ کو غصہ آیا اور اس آدمی سے کہا کیا تم نے قرآن پڑھا ہے۔اس نے کہا ہاں! تو فرمایا کہ کیا تو نے قرآن میں دیکھا کہ عشاء کی چار رکعتیں اور مغرب کی تین اور صبح کی دو اور ظہر وعصر کی چار چار رکعتیں ہیں۔اس آدمی نے کہا کہ نہیں۔تو فرمایا کیا تم نے یہ ہم سے نہیں سیکھیں؟ اور ہم نے نبی کریمﷺ سے نہیں سیکھیں؟ پھر فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں دیکھا ہے کہ چالیس بکروں میں زکوٰۃ کی ایک بکری ہوتی ہے اور اونٹوں میں اتنے اونٹ اور دراہم میں اتنے دراہم تو اس آدمی نے کہا کہ نہیں۔تو فرمایا کہ کیا یہ تم نے ہم سے نہیں سیکھے اور ہم نے پیغمبرﷺ سے اور پھر فرمایا کہ تم قرآن میں پاتے ہو کہ طواف کرو بیت اللہ کا۔لیکن کیا قرآن مجید میں ساتھ یہ بھی ہے کہ سات طواف کرو اور پھر دو رکعت نماز پڑھو

اور پھر فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں یہ حکم دیکھا ہے کہ نہ عاشر مال والے کو تکلیف دے اور نہ مال والا عاشر کو اور نہ جلب اور جنب ہے اسلام میں (یہ دو فقہی اصطلاحیں ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں) اور پھر فرمایا کہ کیا تم قرآن میں نہیں پڑھتے کہ رسول ﷺ تم کو جو دے اس کو لو اور جس چیز سے تمہیں منع کرے اس سے رک جاؤ اور پھر حضرت عمران بن حصینؓ نے فرمایا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے بہت سی چیزیں سیکھی ہیں، جن کا تمہیں علم نہیں ہے

حضرت عمران بن حصینؓ کی اس حدیث سے واضح ہوا کہ عقائد و اعمال کا ثبوت صرف قرآن سے نہیں ہوتا۔ بلکہ احادیث سے بھی اعمال و عقائد ثابت کئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ جو مثالیں حضرت عمران بن حصینؓ نے پیش کی ہیں۔ ان میں سے ہر عمل کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک عملی اور ایک اعتقادی اور یہ دونوں احادیث سے ثابت ہیں۔ مثلاً ظہر کی نماز کی ایک تو عملی حیثیت ہے کہ چار رکعت فرض پڑھے جائیں اور ایک اعتقادی حیثیت ہے کہ چار رکعت نماز کا اعتقاد رکھا جائے کہ ظہر کی چار رکعتیں ہیں اور یہ دونوں چیزیں ایک جیسی فرض ہیں۔ مثلاً اگر کوئی آدمی ظہر کی نماز کی چار رکعتوں کا انکار کرے اور یہ کہے کہ ظہر کی نماز دو رکعت فرض ہے تو اس اعتقاد سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ ان اعمال کی دونوں حیثیتیں جو فرض ہیں، حدیث ہی سے ثابت ہیں۔

اسی طرح بخاریؒ و مسلمؒ دونوں کے حوالے سے علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ کی وہ مشہور حدیث نقل کی ہے کہ:

”اخرج الشیخان عن ابن مسعودؓ انہ قال لعن اللّٰہ الواشمات والمستوشمات والمنتصمات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللّٰہ تعالیٰ فبلغ ذالك امرأة یقال لھا ام یعقوب فجاء ت فقالت انہ بلغنی انك قلت کیت وکیت فقال مالی لاالعن من لعن رسول اللّٰہ ﷺ وھو فی کتاب اللّٰہ فقالت لقد قرأت مابین اللوحین فماوجدتہ قال ان کنت قرأتیہ فقد وجدتیہ اماقرأت وما اتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھو اقالت بلی قال فانہ نھی عنہ (مفتاح الجنۃ ص۱۹، ۲۰ وبخاری، باب المستوشمہ ص ۸۸۰ ج ۲، مسلم ص ۲۰۵ ج ۲، باب تحریم فصل المواصلہ کتاب اللباس)“

عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں بھی وہی بات ہے جو عمران بن حصینؓ کی روایت میں گزر چکی ہے۔ آپ ان احادیث کو پڑھیں اور اس کے بعد جناب اختر کاشمیری صاحب کے اعتراض پر نظر ڈالیں اور اس کے ساتھ مولانا مودودی صاحب کی اس عبارت پر بھی نظر ڈالیں۔ مولانا نے بھی دبے الفاظ میں تقریباً وہی بات کہی ہے جو اختر کاشمیری صاحب نے کھلے لفظوں میں کی تھی، لکھتے ہیں:

''اب مہدی کے متعلق خواہ کتنی ہی کھینچ تان کی جائے، بہرحال ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اسلام میں اس کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ اس کے جاننے اور ماننے پر کسی کے مسلمان ہونے اور نجات پانے کا انحصار ہو۔ یہ حیثیت اگر اس کی ہوتی تو قرآن میں پوری صراحت کے ساتھ اس کا ذکر کیا جاتا اور نبی ﷺ بھی دو چار آدمیوں سے اس کو بیان کر دینے میں اکتفاء نہ فرماتے۔ بلکہ پوری امت تک اسے پہنچانے کی سعی بلیغ فرماتے۔'' (رسائل و مسائل ص ۵۸ ج ۱)

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مودودی صاحب اور اختر کاشمیری ایک ہی بیماری میں مبتلا ہیں کہ عقائد سب کے سب قرآن میں مذکور ہونے چاہئیں اور مہدی کے ظہور کا ذکر چونکہ قرآن میں نہیں لہٰذا یہ ایک من گھڑت قصہ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن گزشتہ حدیثوں میں یہ بات واضح ہوئی کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان سے اگر کوئی عقیدہ یا عمل ثابت ہو جائے تو اس کا ماننا بھی لازمی ہوتا ہے۔ یہ تو مولانا اور اختر کاشمیری صاحب بھی تسلیم کرتے ہوں گے کہ قرآن میں بعض چیزوں کا ذکر تفصیلاً ہے اور کچھ چیزیں قرآن میں اجمال کے ساتھ اشارۃً ذکر کی گئی ہیں۔ ورنہ جیسا کہ حدیث میں گزر چکا ہے کہ ہر چیز یعنی عقیدہ و عمل اس تفصیل کے ساتھ قرآن میں کہاں موجود ہے کہ جس تفصیل کے ساتھ اس پر امت کا اجماع پایا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر ظہور مہدی کا ذکر قرآن میں نہیں تو کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔

لیکن یہ ملحوظ رہے کہ بعض مفسرین کی صراحت کے مطابق ظہور مہدی کا ذکر اجمالاً قرآن میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ سورۃ الانعام کی اس آیت میں کہ: ''یوم یاتی بعض ایات ربك (الانعام: ۱۵۸) '' میں علامات قیامت کا اجمالاً بیان ہے اور مفسرین کی تصریح کے مطابق اس میں بہت سے علامات قیامت کی طرف اجمالاً اشارہ ہے۔ جس میں سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دابۃ الارض کا خروج، نزول عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح اس میں خروج

مہدی کی طرف بھی اجمالاً اشارہ ہے۔جیسا کہ ہم علامہ سیوطیؒ کی تفسیر درمنثور کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔اسی تفصیل سے معلوم ہوا کہ ظہور مہدی بھی دوسرے بہت سے مسائل کی طرح اجمالاً قرآن مجید میں مذکور ہے۔

جناب اختر کاشمیری صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ:"حدیث نبوی کو بھی دیکھیں اگر اس پر (یعنی ظہور مہدی) کوئی صحیح یا متواتر حدیث مل جائے تو اسے ماننا پڑے گا ورنہ اس کے نہ ماننے سے حدیث نبوی کا انکار لازم نہیں آتا ہے۔"

میں قارئین سے درخواست کروں گا کہ جناب اختر کاشمیری کے ان الفاظ کو پڑھنے کے بعد آپ اس کتاب کے باب ثانی پر دوبارہ نظر ڈال لیں اور دیکھیں کہ محدثین کے ہاں ظہور مہدی کی احادیث کا مرتبہ کیا ہے۔صحت کے قائل تو سب محدثین بالاجماع ہیں اور اکثر تواتر کے قائل ہیں۔جیسے کہ شارح عقیدہ سفارینی کا قول ہم نقل کر چکے ہیں کہ:

"ان احادیث ظہور المہدی قد بلغت فی الکثرۃ حد التواتر وقد تلقاھا الامۃ بالقبول فیجب اعتقادہ......الخ ص ۸۰ ج ۲۔والبحث بکمالہ فی شرح عقیدۃ السفارینی من ص ۶۶ ج ۲ الی ص ۸۲ ج ۲ من حیث الروایۃ " کہ ظہور مہدی کی احادیث جو حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔اسی طرح دوسرے محدثین کے اقوال بھی گزر چکے ہیں اور اگر یہ الفاظ صرف نوک قلم سے نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے نکلے ہیں تو اس کتاب کے باب اول وثانی پر نظر ڈال کر اپنے رائے پر نظر ثانی فرمائیے۔**اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ!**

کچھ باتیں جناب اختر کاشمیری صاحب کے مضمون میں ایسی ہیں کہ جو ان کی ذہنی اختراع ہیں۔مثلاً وہ لکھتے ہیں کہ:"جس طرح پہلے لوگوں نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ چودھویں صدی ختم ہوتے ہی قیامت آجائے گی۔چودھویں صدی ختم ہوگئی مگر قیامت نہیں آئی جس طرح یہ گھڑا ہوا عقیدہ تھا،اسی طرح ظہور مہدی کا واقعہ بھی ایک من گھڑت عقیدہ۔ہے۔"

اسی کا نام ہے:"بناء الفاسد علی الفاسد" ان دونوں باتوں کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں اگر کسی نے غلط طور پر مشہور کر دیا کہ چودھویں صدی ختم ہوتے ہی قیامت آئے گی اور چودھویں صدی ختم ہوگئی مگر قیامت نہ آئی تو اس سے یہ کہیں لازم آتا ہے کہ قیامت کی وہ علامات جو نبی

کریم ﷺ نے بیان فرمائی اور ہمارے پاس صحیح سندوں سے پہنچیں۔ جیسا کہ ظہور مہدی، یہ بھی من گھڑت اور جھوٹ ہے۔

نیز یہ کہ ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ چودھویں صدی کے کے ختم ہونے پر قیامت کے آنے کی پیشین گوئی مرزا غلام احمد قادیانی نے کی تھی اور اس کو اپنا الہام ظاہر کیا تھا اور پھر قادیانیوں نے اس کو مشہور کر دیا اور جہال میں یہ بات مشہور ہوئی کہ چودھویں صدی کے اختتام پر قیامت قائم ہو جائے گی تو اس کا جھوٹ ہونا اب ہر ایک پر ظاہر ہوا اور اس لئے کہ اب سب پندرھویں صدی ہجری میں سانس لے رہے ہیں۔ بخلاف اس کے ظہور مہدی کا عقیدہ صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے اور پوری امت کے مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے تو کیا کسی عاقل کی نظر میں اس دونوں باتوں کا وزن ایک جیسا ہو سکتا ہے؟ ایک نبی صادق کی پیشین گوئی ہے جو صحیح اور متواتر اسناد سے ہم تک پہنچی ہے اور دوسری دجال اور کذاب کی پیشین گوئی تھی۔ جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذلیل وخوار اور جھوٹا کر دکھایا۔ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ پہلی بات کی تکذیب سے قادیانی کی تکذیب ہوتی ہے، جو ضروری جز ایمان ہے اور دوسری کی تکذیب سے محمد رسول اللہ ﷺ فداہ ابی وامی کی تکذیب ہوتی ہے۔ شتان ما بینهما!

نیز چودھویں صدی میں قیام قیامت والی بات کی پشت پر کوئی مضبوط دلیل موجود نہیں اور ظہور مہدی کے عقیدے پر نوے روایات جن کو پچیس صحابہ وتابعین نقل کرتے ہیں، موجود ہیں اور پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

نیز اختر صاحب لکھتے ہیں کہ: "مشہور ہے کہ ان کی پہچان یہ ہوگی (یعنی مہدی کی) کہ وہ ایٹمی اسلحہ سے بے نیاز ہو کر تلوار سے جنگ کریں گے۔ ان کی پھونکوں میں اتنی طاقت ہوگی کہ جہاں تک ان کی نظر جائے گی وہاں تک ان کی پھونک پہنچے گی۔"

خدا جانتا ہے کہ یہ باتیں کہاں اور کس حدیث میں ہیں اور کہاں سے اختر صاحب نے لکھیں، کیونکہ کسی صحیح روایت میں نہ تو اس کی نفی ہے کہ وہ ایٹمی اسلحہ استعمال نہیں کریں گے اور نہ یہ ذکر ہے کہ ان کی پھونکوں میں یہ طاقت ہوگی۔ ہاں البتہ ان کے غزوات کا ذکر احادیث میں ہے اور اگر احادیث میں تلوار کا ذکر ہو تو اس سے اس کی نفی کہاں لازم آتی ہے کہ وہ کسی دوسری قسم کا اسلحہ استعمال نہیں کریں گے اور یا اس کا ثبوت کہاں ہے کہ موجودہ حالت میں دنیا اپنے اس ایٹمی

دور کے ساتھ اس وقت بھی موجود رہے گی۔ کیا بعید ہے کہ سب کچھ ختم ہو جائے اور انسان پھر حالت اول کی طرف لوٹ جائے۔ جس میں جنگ کے وہی اوزار وقوانین ہوں کہ جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھے۔ اگر اس چیز کو اعتراض کا ذریعہ بنایا جائے کہ مہدی کی احادیث میں تلوار کا ذکر ہے تو بعینہ یہی اعتراض پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی احادیث پر بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں بھی اس کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلوار سے قتل کر دیں گے۔ حالانکہ ان احادیث کی صحت کے اختر صاحب بھی قائل معلوم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ان کی عبارت پہلے ہم نے نقل کی ہے۔

اپنے مضمون میں ایمان بالشہود کی سرخی قائم کر کے اختر کاشمیری صاحب لکھتے ہیں کہ:

"خدا کے نبی کے بعد کسی شخص پر ایمان بالغیب ممکن نہیں جب تک کہ اس کے بارے میں اللہ کے رسول کا کوئی معتبر اشارہ سامنے نہ آ جائے۔"

لیجئے! محدثین کی تصریحات کے مطابق ایک نہیں کئی صحیح احادیث موجود ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت جو باب اول میں گزر چکی ہے وہ تو محدثین کے نزدیک بالاتفاق صحیح ہے۔ جیسا کہ باب ثانی تحفۃ الاحوذی کے حوالے سے گزر چکا ہے اور ام سلمہؓ کی روایت جو ابوداؤد کے حوالے سے گزر چکی ہے، ابوداؤد، منذری، ابن قیم وغیرہ سب نے اس کو سکوت کیا۔ جو محدثین کی اصطلاح کے مطابق اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے اور عون المعبود میں اسی روایت کے متعلق لکھا ہے: "وفی الاذاعة رجاله رجال الصحیحین لامطعن فیهم لامغمز (ص۱۷٦ ج٤)"

کہ اس روایت کے راوی سب صحیحین یعنی بخاری، مسلم کے راوی ہیں۔ کوئی جرح اور طعن نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت محدثین کے نزدیک صحیح ہے۔ بلکہ صحت کو چھوڑیئے محدثین کے ہاں تو ظہور مہدی کی احادیث متواتر ہیں اور انکار کرنے والے بھی جانتے ہیں کہ احادیث بہت زیادہ ہیں۔ لیکن ہر حدیث میں منکرین حدیث کی طرح کوئی نہ کوئی کیڑا ضرور نکالا جاتا ہے۔ یا کسی راوی پر جرح نقل کی جاتی ہے۔ اگرچہ وہ راوی بخاری و مسلم کا ہو اور سب کے نزدیک ثقہ ہو۔ لیکن تعدیل کے اقوال کو چھوڑ کر صرف جرح نقل کی جاتی ہے تا کہ ضعف کو ثابت کیا جائے حالانکہ جہاں سے ضعف کا قول نقل کیا جاتا ہے۔ اس کے آگے پیچھے تعدیل کے اقوال کا انبار ہوتا ہے۔ جن کو دیکھ کر بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے:

حق بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں
ضد ہے جناب شیخ تقدس مآب کو

اختر صاحب لکھتے ہیں کہ: "بہر حال واضح ہے کہ پندرھویں صدی کا استقبال کرنے والا طبقہ گزشتہ تمام اعتبار سے بہر حال مختلف ہے۔ اس کے مسائل جدا، سوچ منفرد، انداز فکر انوکھا اور کسی چیز کو قبول کرنے کا طریقہ الگ ہے۔ یہ طبقہ اگر ایسا مطالبہ کرتا ہے تو بے جا نہیں ہے۔" اور لکھتے ہیں: "یہ میرے ذاتی خیالات کا خلاصہ نہیں۔ بلکہ اس جدید طبقہ کے جذبات کا عکس ہے۔ سائنسی دور کے دل ودماغ پر لگی چھاپ کو بلا دلیل نہ تو بدلا جا سکتا ہے اور نہ ہی شعور سے کھرچ کر نکالنا ممکن ہے۔ اب ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ مسئلے کے تمام پہلو سامنے لاکر رکھ دیئے جائیں اور قبول نا قبول کا فیصلہ اس فیصلے پر چھوڑ دیا جائے۔"

یہ تو بالکل صحیح ہے کہ عملی یا اعتقادی مسئلے کے متعلق دلیل طلب کی جائے کہ اس کا ثبوت کس چیز سے ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی کے دل ودماغ پر اگر سائنسی چھاپ لگی ہوئی ہو تو اس کے لئے ہم اپنے معتقدات کو بدلیں یا اس کو ایسے نہج پر لے آئیں کہ ان کے لئے ان کا ماننا ممکن ہو جائے۔ ہم اس کے مکلف نہیں۔ صحیح بات کو دلیل کے ساتھ ذکر کرنا یہ کار نبوت ہے۔ اگر وہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتی یا کسی بیرونی چھاپ کی وجہ سے وہ سمجھنا نہیں چاہتا تو اس کے لئے نہ تو کسی اعتقاد کا انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ دلیل کو جانچنے کا وہ طریقہ استعمال کرنا چاہئے جو اختر صاحب کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ کسی بھی فن کی بات ہو اس کے ماہرین کی رائے کا احترام واعتبار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس مسئلے میں فن حدیث کے ان ماہرین کی رائے کا اعتبار ہوگا۔ جنہوں نے اپنی زندگیاں اس فن کی تحقیق کے لئے وقف کیں اور اس فن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا۔ اس فن میں نہ میری رائے کا اعتبار ہوگا، نہ جناب اختر کاشمیری صاحب یا کسی اور کی رائے کا۔ بلکہ ہم اگر رائے زنی کریں گے تو یہ خود ہمارے لئے وبال وخسران ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ ہم محدثین کی رائے کا اعتبار کریں۔

تو اب دلیل کے مطالبہ سے مراد اگر دلیل شرعی کا مطالبہ ہے تو وہ پیش کی جا چکی ہے کہ احادیث اس باب میں متواتر ہیں اور دلیل سے مراد اگر عقلی دلیل ہو تو عقل بھی اس کی مخالف نہیں کہ آخری زمانے میں ایک مجدد پیدا ہو جو دین کی حفاظت اور احیاء سنت کے لئے کام کرے۔ نہ

معلوم وہ کون سا سائنسی نظریہ یا فارمولا ہے کہ ظہور مہدی کا عقیدہ اس کی مخالفت کی وجہ سے رد کیا جا رہا ہے یا سائنس کی چھاپ لگے ہوئے دل ودماغ اس کو نہیں سمجھ پا رہے ہیں اور وہ کونسا اشکال ہے جوان کو پیش آتا ہے۔ اس لئے کہ نہ تو مہدی پتھر سے پیدا ہوں گے اور نہ بغیر ماں باپ کے، بلکہ وہ اس معتاد اور جاری عادت کے مطابق پیدا ہونے والے ایک انسان ہوں گے جن سے اللہ تعالیٰ دین کی تجدید کا کام لے گا اور جن کا نام محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا اور وہ نبی کریم ﷺ کی نسل میں سے ہوں گے۔ ماں کی طرف سے حسینی اور باپ کی طرف سے حسنی ہوں گے اور حدیث ''ومن ولد العباس'' جو آیا ہے کہ حضرت عباسؓ کی اولاد سے ہوں گے تو وہ حدیث ضعیف ہے۔
(تعلیق الصبیح ص۱۹۶ ج ٦)

توان باتوں میں کوئی بات غیر معتاد اور سمجھ میں نہ آنی والی ہے۔ ہاں اگر کسی نے انکار مہدی کی ٹھان لی ہو اور عقل میں بھی کچھ فتور ہو تو وہ بات اور ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی عقل سے بچائے۔

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرائیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

۱...... ظہور مہدی کی احادیث پر بحث کرتے ہوئے ابن خلدون اور اختر کاشمیری نے سب سے پہلے ابوبکر الاسکاف کی اس حدیث پر بحث کی ہے جو ان الفاظ کے ساتھ حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ: ''من كذب بالمهدى فقد كفرومن كذب بالدجال فقد كذب...... الخ (مقدمه ابن خلدون ص۳۱۲ ج ۱)''

اس روایت کو ابن خلدون نے ابوبکر الاسکاف کی کتاب فوائد الاخبار کے حوالے سے اپنے مقدمہ میں نقل کیا ہے اور پھر آخر میں اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں: ''وحسبك هذا غلواوالله اعلم بصحة طريقه الى مالك بن انس على ان ابابكر الاسكاف عندهم متهم وضاع (مقدمه ص۳۱۲ ج۱، ابن خلدون)''

یہ روایت بعض محدثین کے نزدیک موضوع ہے۔ جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان میں محمد بن الحسن بن راشد الانصاری کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ''ووجدت فى كتاب معانى الاخبار للكلابازى خبراموضوعات حدث به عن محمد بن على بن الحسن عن

الحسین بن محمد بن احمد عن اسماعیل بن ابی اویس عن مالك عن ابن المنكدر عن جابر فیه من انكر خروج المهدی فقد كفر...... الخ (ص۱۳۰ج۵)"

لیکن بعض محدثین کے نزدیک یہ حدیث موضوع نہیں ہے۔ جیسے کہ سہیلی نے روض الانف میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور پھر اس کی سند کی غرابت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن موضوع نہیں کہا ہے۔ اگر ضعیف ہو تو بھی دوسری صحیح احادیث اس کی تائید کے کے لئے پیش کی جا سکتی ہیں اور اس بات کی طرف علامہ سہیلی نے بھی اشارہ کیا ہے کہ "والاحادیث الواردة فی المهدی کثیرة جدا (روض الانف ص۲۹ ا،ج۲)"

کہ ظہور مہدی کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ اسی طرح امام سیوطیؒ نے اپنے رسالہ "العرف الوردی" میں اس حدیث کو نقل کر کے سکوت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (الحاوی ص۸۳ج۲)

نیز اس کی سند بھی ایک نہیں بلکہ کئی ہیں۔ جس کی طرف سہیلی نے اشارہ کیا ہے: "وکذافی التصریح بماتواتر فی نزول المسیح (ص۲۴۳)"

ابن خلدون نے ابوبکر الاسکاف کو اس کا واضع ٹھہرایا ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ ابوبکر الاسکاف پر وضع حدیث کا الزام کسی نے بھی نہیں لگایا۔ اگر حدیث موضوع ہو تو پھر اس کا واضع بقول حافظ ابن حجر محمد بن الحسن بن علی بن راشد الانصاری ہے۔ (لسان المیزان ص۱۳۰ج۵)

رہا ابوبکر الاسکاف تو وہ ثقہ اور امام ہے: "كمافی الفوائد البهیة ۰ محمد بن احمد ابوبکر الاسكاف البلخی امام كبیرجلیل القدر (ص۱۶۰)"

۲...... ظہور مہدی کی دوسری روایت جس پر ابن خلدون اور اختر کاشمیری وغیرہ نے ضعف کا حکم لگایا ہے، وہ روایت ہے جو ابوداؤد و ترمذی کے حوالے سے باب اول میں ہم مع ترجمہ نقل کر چکے ہیں۔ جس کے الفاظ ابن خلدون نے یہ نقل کئے ہیں کہ: "عن عبدالله ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ لولم یبق من الدنیا الایوم لطول الله ذالك الیوم حتی یبعث الله فیه رجلا منی اومن اهل بیتی یواطی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی (مقدمه ابن خلدون ص۳۱۲ج۱)"

اس روایت میں ابن خلدون اور اختر کاشمیری صاحب نے عاصم بن ابی النجود پر جرح کی ہے اور روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن عاصم محدثین کے نزدیک قوی ثقہ ہیں۔

چنانچہ ابن ابی حاتم نے "کتاب الجرح والتعدیل" میں نقل کیا ہے: "اخبرنا عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل فیما کتب الی قال سالت ابن عن عاصم بن نهدلة (یعنی عاصم بن ابی النجود) فقال ثقة رجل صالح خیر ثقة والا عمش احفظ منه وکان شعبة یختار الاعمش علیه فی تثبیت الحدیث قال وسالت یحییٰ بن معین عنه فقال لیس به باس قال عبداللہ بن احمد وسالت ابی عن حماد بن ابی سلیمان وعاصم فقال عاصم احب الینا عاصم صاحب قرآن وحمادصاحب فقه (کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ص۳٤۱ ج٦)"

﴿ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن احمد بن حنبل نے خبر دی ہے کہ میں نے اپنے والداحمد بن حنبل سے عاصم کے متعلق پوچھاتو فرمایا کہ ثقہ ہے اور نیک آدمی ہے اور بہترین ثقہ ہے۔لیکن اعمش ان سے زیادہ حافظ تھے اور شعبہ اعمش کو عاصم پر ترجیح دیتے تھے اور عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے عاصم کے متعلق پوچھاتو فرمایا کہ عاصم کی روایت میں کوئی بات نہیں، یعنی ثقہ ہے اور عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل سے عاصم اور حماد کے متعلق پوچھاتو فرمایا کہ مجھے عاصم زیادہ پسند ہے۔اس لئے کہ عاصم قرآن والے تھے اور حماد فقہ والے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عاصم کو امام احمد بن حنبل اور امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین ثقہ مانتے ہیں۔البتہ شعبہ کے نزدیک عاصم پر اعمش کو ترجیح حاصل ہے۔لیکن یہ کوئی جرح کی بات نہیں ہے۔

اس کے بعد ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ابو حاتم سے عاصم کے متعلق پوچھاتو فرمایا کہ: "وهو صالح اکثر حدثنا من ابی قیس الاودی واشهر منه واحب الی من ابی قیس (کتاب الجرح والتعدیل ص۳٤۱ج٦)"

ابو حاتم نے کہا کہ عاصم صالح ہے اور ابو قیس سے زیادہ حدیثیں نقل کرنے والا ہے اور اس سے زیادہ مشہور ہے اور مجھے عاصم ابو قیس سے زیادہ پسند ہے۔

اور اس کے بعد پھر نقل کیا ہے کہ میرے والد سے عاصم بن النجود اور عبدالملک بن عمیر کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے عاصم کو عبدالملک پر ترجیح دی۔(ص۳۴۱ج۶)

اور ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ سے عاصم کے متعلق پوچھا تو کہا کہ ثقہ ہیں۔(ص۳۴۱ ج۶) ابن ابی حاتم کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل، امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین، ابوحاتم، ابوزرعہ جیسے محدثین اور جبال الحدیث کے نزدیک عاصم ثقہ ہے۔

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابوحاتم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "محلہ الصدق" عاصم کا مقام سچ کا ہے۔(میزان الاعتدال ج۴ ص۱۴)

اور خود ذہبی فرماتے ہیں: "قلت هو حسن الحديث وقال احمد وابوزرعه ثقه (ميزان الاعتدال ج٤ص١٤) "میں کہتا ہوں کہ وہ حسن الحدیث ہے۔یعنی اس کی احادیث حسن ہیں اور احمد وابوزرعہ نے عاصم کو ثقہ کہا ہے اور پھر کہا کہ یہ بخاری ومسلم کے راوی بھی ہیں۔(میزان الاعتدال ج۴ ص۱۴)

اور پھر ابن سعد سے بھی عاصم کی ثقاہت نقل کی ہے۔(میزان الاعتدال ج۴ ص۱۴) اور حافظ حجرؒ نے تقریب التہذیب میں یہ اقوال نقل کئے ہیں اور ساتھ عجلی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ: "وقال العجلى كان صاحب سنة وقرأة وكان ثقه (ج٤ص١٣٢)" عجلی نے کہا ہے کہ عاصم سنت والے تھے، ثقہ اور قاری تھے۔

اور حافظ نے تقریب التہذیب میں بزار کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ "ولا نعلم احدا تركه (ج٤ص١٣٢)" عاصم کو کسی نے ترک نہیں کیا۔اور تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ "عاصم بن نهدلة وهو ابن ابى النجود بنون وجيم الاسدى مولاهم ، الكوفى ابوبكر المقرى صدوق ......الخ (ج١ص١٦٦)"

ان اقوال سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوئی کہ عاصم بن ابی النجود دائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک ثقہ ہے۔لہٰذا ابن خلدون یا اختر کاشمیری کا عاصم کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہنا صحیح نہیں ہے۔

نیز یہ کہ عاصم صحیحین یعنی بخاری ومسلم کے راوی ہے۔اگر چہ بخاوی ومسلم نے ان سے مقرون بالغیر حدیثیں نقل کی ہیں۔لیکن پھر بھی اتنی بات تو ثابت ہوئی کہ بخاری ومسلم نے ان کی روایتیں نقل کی ہیں۔نیز سنن اربعہ میں بھی ان کی روایتیں منقول ہیں اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ روایت ان روایات میں سے ہے جن پر امام داؤد نے سکوت کیا ہے اور یہ قاعدہ ابن خلدون نے بھی نقل کیا ہے کہ ابوداؤد جس روایت پر سکوت کرے وہ قابل اعتبار ہوتی ہے: "كما قال:هذا

لفظ ابی داؤد وسکت علیه وقال فی رسالته المشهوره ان ماسکت علیه فی کتابه فهو صالح (مقدمه ابن خلدون ج۱ ص۳۱۲) "ابوداؤد نے اس روایت کے نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کیا ہے اور ابوداؤد نے اپنے خط میں یہ لکھا تھا کہ جس روایت پر سکوت کردں وہ قابل اعتبار ہوگی اور ترمذی نے اس روایت کو حسن اور صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو (ترمذی کا باب ماجاء فی المہدی اور مقدمہ ابن خلدون ص۳۱۲ ج۱)

نیز منذری نے تلخیص ابوداؤد میں، علامہ خطابی نے معالم السنن میں اور امام ابن قیم نے تہذیب السنن میں اس روایت پر کوئی جرح نہیں کی اور عون المعبود اور تحفۃ الاحوذی میں اس حدیث کو صحیح کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو (عون المعبود ص۱۷۶ ج۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک یہ روایت صحیح اور قابل اعتبار ہے۔ لہٰذا محدثین کے قول کا اعتبار ہوگا نہ کہ ابن خلدون اور اس کے مقلد کاشمیری کے قول کا، کیونکہ لکل فن رجال، مسلّم قاعدہ ہے۔

۳...... تیسری روایت جس پر ابن خلدون نے جرح کی ہے۔ حضرت علیؓ کی وہ روایت ہے جس کو ہم باب اول میں نقل کر چکے ہیں۔ جس کے الفاظ یہ ہیں "عن علی عن النبی ﷺ قال لولم یبق من الدهر الایوم لبعث الله رجلا من اهل بیتی یملأها عدلا کما ملئت جورا (مقدمه ابن خلدون ج۱ ص۳۱۳)"

اس روایت میں ابن خلدون نے ایک راوی قطن بن خلیفہ پر کلام کیا ہے اور اس کی وجہ سے روایت کو ضعیف کہا ہے۔ راوی کا اصل نام قطن نہیں بلکہ فطر بن خلیفہ ہے۔ جیسے کہ ابوداؤد کے اصل نسخہ اور رجال کی کتابوں میں لکھا ہے۔ پتہ نہیں یہ ابن خلدون کی غلطی ہے یا کہ کاتب نے تصحیف کی ہے۔ اس طرح ابن خلدون کی تقلید میں اختر صاحب نے بھی غلط نقل کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اختر صاحب نے ابوداؤد کی اصل روایت کی طرف رجوع کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ بلکہ ابن خلدون ہی پر اعتماد کیا (اگرچہ اختر صاحب نے اپنے پورے مضمون میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ ان کا مضمون ابن خلدون سے ماخوذ ہے۔ لیکن ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ان کا پورا مضمون ابن خلدون کی اس فصل کا ترجمہ ہے) لیکن یہ راوی محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔

حافظ ابن حجرؒ تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں: "صدوق (ج۲ ص۴۷۸)" یعنی سچے تھے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں: "وثقه احمد وقال ابوحاتم صالح الحدیث (ص۳۶۳ ج۳)" امام احمد نے توثیق کی ہے اور ابوحاتم نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں

صالح ہیں۔ ابن سعد نے کہا ہے "وثقہ انشاء اللہ تعالی (میزان الاعتدال ج ۵ ص ۱۴۴) " یعنی انشاء اللہ ثقہ ہے اور ذہبی نے امام احمد سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ "کان فطر عند یحییٰ ثقہ (میزان الاعتدال ج ۵ ص ۱۴۴) " یعنی ثقہ اور صالح الحدیث ہیں اور صاحب عون المعبود لکھتے ہیں کہ "وفی اسنادہ فطر بن خلیفة الکوفی وثقہ احمد ویحییٰ بن سعید القطان ویحیی بن معین والنسائی والعجلی وابن سعدوالساجی وقال ابوحاتم صالح الحدیث واخرج لہ البخاری فالحدیث قوی (عون المعبود شرح ابوداؤد ص۱۷۳ ج۴) "" وکذافی ترجمان السنة (ص۳۸۵ ج۴) " یعنی اس حدیث کی سند میں فطر بن خلیفہ ہے۔ امام احمد، یحییٰ بن سعید القطان، یحییٰ بن معین، نسائی، عجلی، ابن سعد اور ساجی نے ان کی توثیق کی ہے اور ابوحاتم نے صالح الحدیث کہا ہے اور بخاری نے ان کی حدیثیں نقل کی ہیں۔ پس حدیث قوی ہے۔

تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے وہ سب اقوال نقل کئے ہیں جو کہ ہم پہلے میزان وغیرہ کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں اور عجلی کا یہ قول بھی نقل کیا: "وقال العجلی، کوفی ثقة حسن الحدیث وکان فیہ تشیع قلیل (ج۶ ص۴۲۸) " عجلی نے کہا کہ فطر کوفی ہے۔ ثقہ ہے اور اچھے حدیث والے ہیں اور ان میں تھوڑا سا تشیع تھا۔ اسی طرح حافظ نے امام نسائی کا قول بھی نقل کیا ہے کہ "وقال النسائی لاباس بہ وقال فی موضع اخر ثقہ حافظ کیس (تقریب التھذیب ج۶ ص۴۲۹) " کہ نسائی نے کہا کہ فطر میں کوئی خرابی نہیں اور دوسری جگہ کہا کہ "فطر ثقة حافظ " اور ہوشیار ہے۔ نیز حافظ نے یہ بھی نقل کیا کہ: "وقال ابوذرعہ الدمشقی سمعت ابانعیم یرفع من فطر ویوثقہ وینکر انہ کان ثبتا فی الحدیث (تقریب التھذیب ج۶ ص۴۲۹) " یعنی ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ میں نے ابونعیم کو سنا ہے کہ فطر کو اونچا کر رہے تھے۔ یعنی اس کی بڑائی بیان کر رہے تھے اور کہا کہ وہ حدیث میں تثبت والے ہیں۔

نیز حافظ نے لکھا کہ: "وقال ابن عدی لہ احادیث صالحة عند الکوفیین وھومتماسک وارجوانہ لاباس بہ (ج۶ ص۴۲۹) " ابن عدی نے کہا کہ ان کی (فطر کی) کوفیوں کے ہاں احادیث اچھی ہیں اور ان سے دلیل پکڑی جا سکتی ہے اور مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک فطر بن خلیفہ ثقہ ہیں اور جن

محدثین نے کچھ جرح کی ہے تو تشیع کی بناء پر کی ہے۔ حالانکہ ان کی تشیع کی حقیقت صرف اتنی تھی کہ "کان یقدم علیا علی عثمان (تھذیب التھذیب ج٦ ص٤٢٩) "یعنی حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت میں مقدم سمجھتے تھے اور میزان الاعتدال میں ان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ "مایسرنی ان مکان کل شعرة فی جسدی ملك فیسبح الله لحبی اهل البیت (ج٥ ص٤٤٢) "یعنی مجھے محبت اہل بیت کے بدلے یہ پسند نہیں کہ میرے ہر بال کے بدلے ایک فرشتہ ہوتا اور تسبیح پڑھتا یعنی ان کا تشیع صرف اتنا تھا کہ اہل بیت سے محبت رکھتے تھے۔ جو ہر مسلمان کے نزدیک جزو ایمان ہے اور حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ پر فضیلت میں مقدم سمجھتے تھے۔ جیسے کہ یہ بعض اہل سنت سے بھی مروی ہے۔ صرف اتنی بات سے تشیع بھی ثابت نہیں ہوتا ہے اور نہ یہ ضعف کے لئے وجہ بن سکتی ہے۔ جیسے کہ امام الجرح والتعدیل علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال کے ابتداء میں کے لکھا ہے: "ان البدعة علی ضربین فبدعة صغریٰ کغلو االتشیع اور کالتشیع بلا غلو ولا تحرف فهذاکثیر فی التابعین وتابعیهم مع الدین والورع والصدة فلوردحدیث هولاء لذهب جملة من الاثار النبویة وهذه مفسده بیّنة (ص٥ ج١) "

یعنی بدعت دو قسم پر ہے۔ ایک بدعت صغریٰ جیسے کہ تشیع غلو کے ساتھ یا بغیر غلو اور تحریف کے۔ تو یہ تابعین اور تبع تابعین میں بہت تھا۔ لیکن دینداری، تقویٰ اور سچائی کے ساتھ تو اگر ان کی حدیثیں رد کر دی جاتیں تو احادیث نبوی کی ایک وافر مقدار رد ہو جائے گی اور یہ ظاہرا فساد ہے۔ اس کے بعد علامہ ذہبیؒ نے ابان بن تغلب کی توثیق کی ہے جو کہ حضرت علیؓ کو حضرت ابو بکرؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دے رہے ہیں اور کوئی جرح بھی موجود نہیں ہے تو بطریق اولیٰ ثقہ ہوں گے۔

اس پوری بحث سے ثابت ہوا کہ یہ تیسری حدیث بھی صحیح ہے۔

۴...... چوتھی حدیث جس پر مقدمہ میں ابن خلدون نے جرح کی ہے۔ وہ حضرت علیؓ کی وہ روایت ہے جس کو ہم ابوداؤد کے حوالہ سے پہلے نقل کر چکے ہیں کہ: "قال علی ونظر الی ابنه الحسن ان ابنی هذا سید کما سماه رسول الله ﷺ سیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبهه فی الخلق ولا یشبهه فی الخلق یملأ الارض عدلا ......الخ (ص٣١٣) "اس روایت میں اختر صاحب نے عمرو بن ابی قیس پر جرح کی ہے اور لکھا ہے کہ وہ رافضی تھے۔

عمرہ بن قیس کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ: "صدوق لا اوهام (ص ٤٤٥)" یعنی سچے ہیں۔ البتہ ان کے کچھ اوہام ہیں۔

اور تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ "رے" کے کچھ لوگ سفیان بن ثوری کے پاس آئے اور کچھ حدیثوں کے متعلق ان سے پوچھا تو سفیان ثوری نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس ازرق موجود نہیں۔ اس سے مراد عمرو بن ابی قیس ہے۔ (ج۶ ص ۲۰۱) اس سے معلوم ہوا کہ سفیان ثوریؒ کو ان پر اعتماد تھا اور لوگوں نے حدیث کے متعلق ان سے رجوع کرنے کے لئے کہا کرتے تھے اور ابوداؤد کا یہ قول بھی تہذیب میں منقول ہے کہ "لاباس بہ"

نیز حافظ نے لکھا کہ: "وذكره ابن حبان فی الثقات (ج٦ ص ٢٠١)" یعنی ابن حبان نے عمرو بن ابی قیس کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ ابن شاہین نے بھی ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے اور عثمان بن ابی شیبہ نے فرمایا "لا باس بـه" اور بزار نے کہا کہ مستقیم الحدیث تھے۔ (تہذیب التہذیب ج۶ ص ۲۰۱)

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ عمرو بن ابی قیس محدثین کے ہاں بالاتفاق قابل اعتبار ہیں۔

نوٹ: مقدمہ میں عمرو بن ابی قیس کی بجائے عمر بن ابی قیس لکھا ہے۔ شاید یہ کاتب کی غلطی ہو۔ نیز جو جوابی مضمون اردو ڈائجسٹ میں چھپا اس میں بھی عمرو بن قیس لکھا تھا۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ ابوداؤد کے سب نسخوں میں نام عمرو بن ابی قیس لکھا ہے۔ عمرو بن قیس کے نام کے اسماء رجال کی کتابوں میں دو راوی ہیں۔ لیکن وہ الگ ہیں اس روایت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

نیز اس روایت میں ابن خلدون نے ہورون بن المغیرہ پر بھی جرح کی ہے اور ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ ہارون شیعہ کی اولاد میں سے تھے۔ (مقدمہ ص ۳۱۴) لیکن ہارون بن المغیرہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ "هارون بن المغيره بن حكيم البجلی ثقة (ج۲ ص ٦٣١)" یعنی ہارون ثقہ ہیں۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ "وثقه النسائی" کہ نسائی نے ثقہ کہا ہے۔ (میزان الاعتدال ج۷ ص ۲۶) اور لکھا ہے کہ "قال ابوداؤد لاباس به (ج۷ ص ٦٦)"

اور حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ "قال جرير لااعلم لهذه البلد اصح حديثا منه (تهذيب التهذيب ج۹ ص ١٤)" کہ جریر نے کہا رے میں ان سے زیادہ صحیح حدیث والا کوئی نہیں تھا اور نسائی سے نقل کیا ہے کہ "قال النسائی كتب عنه يحيىٰ بن معين وقال صدوق (ج۹ ص ١٤)" یعنی نسائی نے کہا ہے کہ امام الجرح والتعدیل یحییٰ

بن معین نے ان سے حدیث نقل کی ہے اور ان کو ثقہ کہا ہے اور ابوداؤد نے شیعہ ہونے کے باوجود ''لا باس بہ'' کہا ہے اور امام احمد نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ ''شیخ صدوق ثقة (ج۹ ص۱٤)'' ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک ہارون شیعہ ہونے کے باوجود ثقہ ہیں۔ نفس تشیع وجہ جرح نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ آپ پہلے تفصیل سے اس مسئلے پر محدثین کے اقوال ملاحظہ کر چکے ہیں۔

اسی روایت میں ابن خلدون نے ابواسحاق السبیعی پر کلام کیا ہے۔ لیکن یہ ثقہ ہیں ان کا نام عمرو بن عبداللہ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق تقریب میں لکھا ہے کہ صحاح ستہ راوی ہیں اور ثقہ و عابد ہیں۔ البتہ آخری عمر میں اختلاط ہوگیا تھا۔ (ج۱ ص۴۴۲)

علامہ ذہبیؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ''من ائمة التابعین بالکوفة واثباتهم الاانه شاخ ونسی ولم یختلف (میزان ج۵ ص۳۲٦)'' یعنی ابواسحاق ائمہ تابعین اور ثقہ لوگوں میں سے ہیں۔ البتہ بوڑھا ہونے کی وجہ سے کچھ روایات بھول گئے تھے اور اختلاط نہیں ہوا تھا۔

اس عبارت میں علامہ ذہبی نے اختلاط کی بھی نفی کر دی۔ ابن خلدون کا اس روایت پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ ابواسحاق کی روایت حضرت علیؓ سے منقطع ہے۔ لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ان کی ولادت ہوئی تھی اور حضرت علیؓ کو دیکھا تھا۔ الفاظ یہ ہیں ''ورأی علیا واسامة بن زید......الخ (میزان ج۵ ص۳۲٦)'' یعنی حضرت علیؓ و اسامہ کو دیکھا تھا۔

نیز یہ بخاری و مسلم کے راوی بھی ہیں جن کے رواۃ کے متعلق خود ابن خلدون نے اپنی بحث کی ابتداء میں یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ: ''فان الاجماع قد اتصل فی الامة علی تلقیهما بالقبول والعمل بما فیهما وفی الاجماع اعظم حمایة واحسن دفعا ولیس غیر الصحیحین بمثا بتهما فی ذالك (مقدمه ابن خلدون ص۳۱۲)''

یعنی بخاری و مسلم کی قبولیت اور ان کی احادیث کے معمول ہونے پر امت کا اجماع ہے اور صحیحین کے علاوہ دوسری کتابیں اس مرتبے پر نہیں ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ابواسحاق سبیعی ثقہ ہے اور بخاری و مسلم کے راوی ہونے کی وجہ سے امت کا ان کی قبولیت و ثقاہت پر اجماع ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ کو دیکھا تھا لہٰذا روایت منقطع نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ ''روی عن علی بن ابی طالب والمغیره بن شعبه

وقدر راهما (ص۶۳ ج۸) "یعنی حضرت علیؓ اور مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ اور ان دونوں کو دیکھا بھی تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ کو نہیں دیکھا تھا لیکن یہ قول محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔ چنانچہ حافظ نے اس مذکور عبارت کے بعد دوسرے قول کو قیل سے نقل کیا ہے۔ جس میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔ نیز حافظ نے بغوی سے نقل کیا ہے کہ بغوی نے سند مسلسل کے ساتھ ابو احمد زبیری "لقي ابو اسحاق عليا (تهذيب ص۶۵ ج۸) "کہ ابواسحاق کی ملاقات حضرت علیؓ سے ہوئی تھی۔ لیکن اگر ملاقات نہ بھی ثابت ہو تو بھی ان کی روایت حضرت علیؓ سے امام مسلم اور جمہور کے قول کے مطابق صحیح ہوگی۔ کیونکہ انہوں نے حضرت علیؓ کا زمانہ پایا۔

ایک اعتراض اس روایت پر یہ ہے کہ ہارون المغیرہ اور ابوداؤد کے درمیان کا راوی بھی معلوم نہیں ہے اور یہ بھی انقطاع ہے۔ لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہارون کی یہ روایت ابوداؤد نے اصالتاً نقل نہیں کی ہے۔ بلکہ ماقبل والی روایتوں کی تائید کے لئے اس کو لائے ہیں۔ اس لئے یہ انقطاع مضر نہیں۔ نیز یہ کہ ابوداؤد کے سکوت کے بعد روایت پھر بھی درجہ حسن کی ہے۔

۵...... پانچویں روایت جس پر ابن خلدون نے مقدمہ میں کلام کیا ہے۔ وہ بھی حضرت علیؓ ہی کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہے: "قال النبی ﷺ يخرج رجل من وراء النهر يقال له الحارث على مقدمته رجل يقال له المنصور ......الخ (مقدمه ص۳۱۳)"

اس روایت پر اعتراض یہ ہے کہ اس میں ابوالحسن اور ہلال بن عمر مجہول ہیں۔ لیکن یہ اعتراض بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ ایک تو روایت اصالتاً منقول نہیں۔ بلکہ تائید کے لئے ہے۔ نیز ابوداؤد نے سکوت بھی کیا ہے اور ہلال بن عمرو مجہول بھی نہیں۔ ابن ابی حاتم نے کتاب الجروح والتعدیل میں لکھا ہے کہ: "هلال بن عمرو سمع ابابردة عن ابی موسیٰ روی عنه یحییٰ بن سعيد القطان سمعت ابي يقول ذالك (ص۷۶ ج۹) "یعنی ہلال بن عمرو نے ابو بردہ سے روایتیں سنی ہیں اور ہلال سے یحییٰ بن سعید القطان نے روایتیں نقل کی ہیں۔

نیز ابوالحسن بھی مجہول نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ مطرف بن طریف جیسا ثقہ آدمی اس سے نقل کرتا ہے۔ جبکہ مطرف کے متعلق یہ مشہور ہے کہ انہوں نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ نقل کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج۱۰ ص۱۸۱)

نوٹ: ابوداؤد کے نسخہ میں ابوالحسن کے بجائے حسن نام ہے۔

۶...... چھٹی روایت جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے جرح کی ہے۔ وہ ابوداؤد کی وہ

روایت ہے جس کو ام سلمہؓ سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔الفاظ یہ ہیں:"سمعت رسول الله ﷺ یقول المهدی من ولد فاطمه......الخ (وکذافی المستدرك الحاکم مقدمه ص ۳۱٤)"

اس روایت میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے علی بن نفیل پر جرح کی ہے اور وہ صرف اسی روایت کے ساتھ پہچانے جاتے ہیں۔نیز ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ابوجعفر عقیلی نے علی بن نفیل کی تضعیف کی ہے۔لیکن یہ جرح بھی صحیح نہیں ہے۔اس لئے کہ محدثین کے نزدیک علی بن نفیل ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔حافظ ابن حجرؒ تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ ابوالملیح الرقی علی بن نفیل کی تعریف کیا کرتا تھا اور لکھا ہے کہ"قال ابوحاتم لاباس به وذکره ابن حبان الثقات (تهذیب التهذیب ج ٥ ص ۷٤۹)"ابوحاتم نے لکھا ہے کہ علی میں کوئی خرابی نہیں ہے اور ابن حبان نے ان کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے اگرچہ عقیلی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ احادیث مہدی میں اس کا کوئی متابع موجود نہیں ہے۔لیکن پھر خود اس کی تردید کی ہے کہ:"وفی المهدی احادیث جیاد من غیر هذاالوجه (تهذیب التهذیب ج ٥ ص ۷٤۹)"کہ ظہور مہدی کے بارے میں ان کی احادیث کے علاوہ بھی جید اور مضبوط احادیث مروی ہیں۔

حافظ کے اس قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہدی کی سب احادیث ضعیف نہیں ہیں۔ جیسے کہ ابن خلدون اور اختر صاحب کی رائے ہے۔بلکہ جید اور قابل اعتماد احادیث بھی مروی ہیں۔ والله الموفق!

اور حافظ ابن حجرؒ تقریب میں ان کے متعلق لکھتے ہیں:"علی بن نفیل النهدی الجزری لاباس به (ج ۱ ص ٤۲۰)"یعنی علی بن نفیل میں کوئی خرابی نہیں۔علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں ابوحاتم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ"لاباس به (ج ٥ ص ۷٤۹)"

اور کتاب الجرح والتعدیل میں بھی ابن ابی حاتم نے سند کے ساتھ ابوالملیح کا قول نقل کیا ہے جس کو تہذیب کے حوالے سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔نیز اپنے والد ابوحاتم سے"لاباس به" کا قول بھی نقل کیا ہے۔(ملاحظہ ہو ص ۲۰٦ ج ٦)

۷...... ساتویں روایت جو ابن خلدون اور اختر صاحب کے ہاں مجروح ہے وہ ہے جو ابوداؤد کے حوالے سے حضرت سلمہؓ سے پہلے ہم نقل کر چکے ہیں۔الفاظ یہ ہیں:"عن ام سلمةؓ قال یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینة هاربا الی مکه فیاتیه ناس من اهل مکة فیخرجونه وهوکاره فیبایعونه بین الرکن والمقام ......الخ

(مقدمه ص ۳۱٤) ''اس حدیث پر ابن خلدون کو تو دو اعتراض ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس روایت میں مہدی کے نام کی صراحت نہیں ہے اور دوسرا یہ کہ قتادہ نے اس کو عن کے ساتھ نقل کیا ہے اور مدلس جس روایت کو ''عن'' کے ساتھ نقل کرے وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۴)

لیکن یہ دونوں اعتراض صحیح نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اگر چہ حدیث میں مہدی کے نام کی صراحت نہیں لیکن صفات سب وہی مذکور ہیں جو دوسری احادیث میں مہدی کے نام کی صراحت کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں۔ نیز محدثین کا اس حدیث کو مہدی کے باب میں ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے مراد حضرت مہدی ہی ہیں۔ چنانچہ خود ابن خلدون لکھتے ہیں: ''نعم ذکرہ ابوداؤد فی ابوابہ (مقدمہ ص ۳۱٤) ''یعنی ہاں یہ تسلیم شدہ ہے کہ ابوداؤد نے اس کو مہدی کے ابواب میں ذکر کیا ہے۔

جہاں تک دوسرے اعتراض کا تعلق ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے قتادہ کی ملاقات اور سماع ابوالخلیل سے ثابت ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں اس کے اساتذہ میں صالح ابی الخلیل کا نام لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۳۵۱ ج ۸)

نیز محدثین نے ان لوگوں کے نام الگ ذکر کئے ہیں کہ جن سے قتادہ نقل کرتے ہیں اور سماع ثابت نہیں ہے۔ ان میں صالح ابی الخلیل کا نام نہیں ہے۔ بلکہ صالح ابی الخلیل کا نام ان لوگوں میں لکھا ہے جن سے قتادہ بلاواسطہ روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب ص ۳۵۱ تا ۳۵۲ ج ۸) اور پھر جہاں تہذیب التہذیب میں صالح کا ذکر ہے تو اس کے شاگردوں میں قتادہ کا نام لکھا ہے کہ ''وعندعطاء بن ابی رباع وقتادۃ عثمان البتی...... الخ (ص ۴۰۲ ج ٤)''

ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ قتادہ نے اس روایت میں تدلیس نہیں کی لہذا تدلیس کا اعتراض غلط ہے۔ صالح ابی الخلیل کے بارے میں اختر صاحب نے ایک دلچسپ اعتراض کیا ہے کہ یہ اپنے ساتھی کا نام لئے بغیر روایت کر رہے ہیں۔ اگر وہ اپنے ساتھی کا نام بھول گئے ہیں تو حدیث کے الفاظ کیسے یاد رہ گئے ہوں گے؟ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اختر صاحب نے ابوداؤد کی طرف رجوع نہیں فرمایا۔ کیونکہ یہ حدیث ابوداؤد میں تین سندوں کے ساتھ منقول ہے اور آخری سند میں صالح ابی الخلیل اس روایت کو عبداللہ بن الحارث کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ جس میں نام کی صراحت ہو گئی۔ ابن خلدون لکھتے ہیں: ''ثم رواہ ابوداؤد من روایۃ ابی الخلیل عن عبداللہ بن الحارث عن ام سلمۃؓ فتبین بذالک المبھم فی الاسناد الاول

(مقدمہ ابن خلدون ص ٣١٤) ''کہ ابوداؤد نے پھراس حدیث کودوسری سند سے نقل کیا ہے جس میں مبہم روایت کی وضاحت ہوگئی ہے کہ وہ عبداللہ بن الحارث ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اختر صاحب کی اپنے ماخذ پر بھی پوری نظر نہیں یا انہوں نے جان بوجھ کر دھوکہ دینے کے لئے یہ مہمل بات لکھ دی۔ اس روایت کے راوی صحیحین (بخاری ومسلم) کے ہیں۔ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:''ورجاله رجال الصحيحين لامطعن فيه ولامغمز (مقدمه ص ٣١٤) ''اورعون المعبود شرح ابوداؤد میں بھی رواۃ کی پوری تفصیل کے ساتھ یہی لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۷۶ ج ۴) اور صاحب عون المعبود نے قتادۃ پر تدلیس کے الزام میں ابن خلدون کے اعتراض کو ذکر کر کے لکھا ہے کہ:''فلاشك ان ابوداؤد يعلم تدليس قتادة بل هواعرف بهذه القاعدة من ابن خلدون ومع ذالك سكت عنه ثم المنذرى وابن القيم ولم يتكلموا على هذالحديث فعلم ان عندهم علما ثبوت سماع قتادة من ابى الخليل لهذا الحديث (ص١٧٦ ج ٤)''

یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوداؤد کو قتادۃ کی تدلیس کا بھی علم تھا اور وہ اس قاعدہ پر کہ مدلس کا عنعنہ قبول نہیں۔ ابن خلدون سے بھی زیادہ عالم تھے۔ لیکن باوجود اس کے ابوداؤد نے پھر علامہ منذری نے اور ابن قیم نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اس حدیث میں قتادۃ کا سماع ابی الخلیل سے ثابت ہے۔ اس لئے ان حضرات نے سکوت کیا۔ ورنہ یہ حضرات ہرگز سکوت نہ کرتے۔ نیز تہذیب التہذیب کے حوالہ سے آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ قتادہ کا لقا اور سماع ابی الخلیل سے ثابت ہے۔

۸...... روایت نمبر ۸ میں بھی وہی کلام ہے جو ماقبل والی روایت میں نقل کیا جا چکا ہے۔ اس لئے یہ روایت بھی اسی سند کے ساتھ حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے۔

۹...... روایت نمبر ۹ جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے کلام کیا ہے۔ یہ وہ روایت ہے جو ابوداؤد اور مستدرک حاکم کے حوالے سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔ الفاظ یہ ہیں:''عن ابى سعيد الخدرىؓ قال قال رسول اللهﷺ المهدى منى اجلى الجبهة اقنى الانف يملأ الارض قسطا وعدلا كماملئت ظلما وجوراً......الخ (مقدمه ص٣١٥)''

اس روایت میں ابن خلدون اور اختر صاحب کو عمران القطان پر اعتراض ہے کہ یہ خارجی تھے۔ چنانچہ ابن خلدون نقل کرتے ہیں کہ''كان حروريا (مقدمه ص ٣١٥) ''اور اختر صاحب نے بھی یزید بن زریع کے حوالے سے ان کا خارجی ہونا نقل کیا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ بعض محدثین نے ان کو خارجی کہا ہے۔ لیکن باوجود اس کے ان کی توثیق بھی کی ہے اور کہا ہے کہ ان کی روایات قبول ہیں۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ: "ارجوا ان یکون صالح الحدیث (میزان الاعتدال ج۲۳۶ ج۳)" اور آخر میں لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ "کان عمران القطان یری رای الخوارج ولم یکن داعیة (ص۲۳۷ ج۳)" کہ خارجی تو تھے، لیکن داعی نہ تھے اور مبتدع جب داعی الی بدعتہ نہ ہو تو پھر اس کی روایت محدثین کے ہاں قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لسان المیز: ان کے مقدمہ میں مبتدعین کی روایت کے قبول اور عدل قبول کے متعلق تین قول نقل کرتے ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر مبتدع اپنے مذہب کی طرف داعی ہو تو اس کی روایت قبول نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ داعی نہ ہو اور صادق بھی ہو تو اس کی روایت قبول ہوتی ہے۔

اسی بحث میں انہوں نے یزید بن ہارون کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: "یکتب عن کل صاحب بدعة اذالم یکن داعیة (ص۱۰ ج۱)" اور پھر اسی تیسرے قول کے متعلق لکھتے ہیں: "واما التفصیل فھو الذی علیہ اکثر اھل الحدیث بل نقل فیہ ابن حبان اجماعھم (لسان المیزان ص۱۰ ج۱)" کہ اس تفصیل والے قول کو اکثر محدثین نے اختیار کیا ہے۔ بلکہ ابن حبان نے اس پر محدثین کا اجماع نقل کیا ہے اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ "وینبغی ان یقید قولنا بقبول روایة المبتدع اذاکان صدوقا ولم یکن داعیة بشرط ان لایکون الحدیث الذی یحدث بہ مما یعضد بدعتہ ویشیدھا...... الخ (ص۱۱ ج۱)"

یعنی محدثین کا یہ قاعدہ کہ مبتدع جب صادق ہو اور داعی نہ ہو تو اس کی روایت قبول ہوتی ہے۔ اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ وہ روایت ایسی نہ ہو جس سے اس کی بدعت کی تائید ہوتی ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مقدمہ فتح الملہم میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور ابن حجرؒ و سیوطیؒ کے اقوال نقل کئے ہیں کہ غیر داعی مبتدع جب صادق ہو تو اس کی روایت قبول ہوتی ہے۔ (مقدمہ فتح الملہم ص۶۵، ۶۶ ج۱)

علامہ نوری تقریب میں لکھتے ہیں کہ: "وقیل یحتج بہ ان لم یکن داعیة الی بدعتہ ولایحتج بہ ان کان داعیة وھذا ھوالاظھر الاعدل وقول الکثیر والا کثر (ص۳۲۵ ج۱)" غیر داعی کی روایت سے دلیل پکڑی جاسکتی ہے اور داعی کی روایت سے نہیں اور یہی قول اعدل اور ظاہر اور اکثر محدثین کا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ متبدع کے اندر جب تین صفات موجود ہوں تو اس کی روایت قبول کی جاتی ہے۔

۱...... جب صادق ہو۔

۲...... جب داعی نہ ہو۔

۳...... جس روایت کو بیان کرتا ہو اس سے اس کی بدعت کی تائید نہ ہوتی ہو۔

اب اس قانون کے تحت جب ہم عمران القطان کو دیکھتے ہیں تو وہ صادق بھی ہے جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ: "صدوق (ص ٢٦٤)" اور داعی بھی نہیں تھا۔ جیسے کہ ذہبیؒ نے میزان میں (ص ۲۳۷ ج ۳) اور ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب (ص ۱۳۲ ج ۸) میں یحییٰ بن معین کا قول نقل کیا ہے "ولم يكن داعية" اور ظہور مہدی کی روایت سے خوارج کے کسی عقیدے کی تائید بھی نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا عمران القطان کی یہ روایت قابل قبول ہونی چاہئے۔

یہ تفصیل اس صورت میں تھی کہ جب عمران کو خارجی تسلیم کیا جائے جیسے کہ بعض محدثین کا قول ہے۔ لیکن محدثین کہتے ہیں کہ یہ خارجی نہیں تھے۔ ان کے ایک فتویٰ کی وجہ سے لوگ انہیں خارجی سمجھ رہے ہیں۔ جبکہ اس فتویٰ کا معروف خارجی عقیدے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں یزید بن زریع کے اس قول کے بعد کہ "كان حروريا" یعنی عمران خارجی تھے۔ لکھتے ہیں "قلت في قوله حروريًا نظر ولعله شبهة بهم (ص ١٣١ ج ٨)" کہ ان کو خارجی کہنا محل نظر ہے۔ شاید کچھ محدثین کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس کے بعد حافظ نے غلط فہمی کا منشاء واضح کیا ہے کہ جب ابراہیم اور محمد نے منصور کے خلاف خروج کیا تھا تو عمران نے ان کے حق میں فتویٰ دیا تھا۔ جس کی وجہ سے محدثین کو غلط فہمی ہوئی اور محدثین نے لکھا کہ "كان يرى السيف على اهل القبلة (تهذيب ص ١٣١ ج ٨)" یعنی اہل قبلہ کے قتل کو جائز جانتے تھے۔ حالانکہ ابراہیم کے خروج کا معروف خوارج کے ٹولے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔

چنانچہ حافظ لکھتے ہیں کہ: "ليس هؤلاء من الحرورية في شيء (تهذيب ص ١٣٢ ج ٨)" کہ ابراہیم اور اس کے ساتھیوں کا خوارج کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ بلکہ وہ تو اہل بیت میں سے تھے۔

بہر حال اگر خارجی بھی تھے تو صرف خارجی ہونا وجہ حرج نہیں ہے۔ اس لئے کہ خوارج تو سب سے زیادہ سچے تھے۔ کیونکہ وہ کذب کو کفر سمجھتے تھے۔ اس لئے محدثین کا قول ہے کہ "ليس في اهل الاهواء اصح حديثا من الخوارج (ميزان ص ٢٣٦ ج ٣)" کہ اہل بدع میں

خوارج سے زیادہ صحیح حدیث والے کوئی نہیں تھے۔امام بخاریؒ ساجیؒ،عقیلی،ابن شاہین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔(تہذیب التہذیب ص۱۳۲ج ۸)

۱۰۔۔۔۔۔ دسویں حدیث جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے کلام کیا ہے۔وہ ہے جو ترمذی، حاکم اور ابن ماجہ نے ابوسعید خدریؓ سے نقل کی ہے:"عن ابی سعید الخدریؓ قال خشینا ان یکون یعض شیء حدث فسالنا نبی اللہ ﷺ فقال ان فی امتی المھدی یخرج ویعین خمسا اوسبعا اوتسعا......الخ (مقدمہ ۳۱۵)"

اس روایت میں ان حضرات نے زید العمی پر جرح کی ہے۔زید العمی کو اگرچہ بعض محدثین نے ضعیف کہا ہے۔لیکن کچھ محدثین نے توثیق کی ہے۔چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے عبداللہ بن احمد سے ان کے والد امام احمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:"صالح وھوفوق یزید الرقاشی (تھذیب التھذیب ص۴۰۸ ج۳)" کہ یزید رقاشی سے اونچے درجے کے ہیں اور صالح ہیں۔ یحیٰ بن معین کا بھی ایک قول توثیق کا ہے۔(تہذیب ص۴۰۸ ج۳،میزان الاعتدال ص۱۰۲ ج۲)

ابوداؤد سے ان کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ:"ماسمعت الاخیرا"یعنی میں نے ان کے بارے میں اچھا ہی سنا ہے۔(تہذیب ص۴۰۸ ج۳) دارقطنی نے بھی صالح کہا ہے۔(ص۴۰۸ ج۳،تہذیب وکذا قال ابوبکر البزار صالح،تہذیب ص۴۰۸ ج۳)

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ زید العمی متفق علیہ ضعیف نہیں اور نہ بالکل بے حقیقت ہیں۔جیسا کہ اختر صاحب کا ارشاد ہے۔بلکہ کئی محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

نیز یہ کہ ابوسعید خدریؓ کی یہ روایت صرف زید عمی کی سند سے نہیں۔بلکہ یہ حدیث تو متعدد سندوں سے منقول ہے۔جیسے کہ خود ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس روایت کو حاکم نے بھی کئی سندوں سے ابوسعید خدریؓ سے نقل کیا ہے۔حاکم کی ایک روایت میں ابوالصدیق ناجی سے نقل کرنے والے سلیمان بن عبید ہیں جن کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔دوسری سند میں ابوالصدیق ناجی سے نقل کرنے والے مطر الوراق اور ابوہارون العبدی ہیں۔تیسری سند میں ابوالصدیق سے نقل کرنے والے عوف الاعرابی ہیں۔

طبرانی نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔طبرانی کو سند میں ابوالصدیق الناجی سے نقل کرنے والے ابوالواصل عبدالحمید بن واصل ہیں۔جن کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص۳۱۶)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی نقل میں زید العمی ابوالصدیق الناجی سے

متفرد نہیں ہیں۔بلکہ مستدرک حاکم میں ان کے متابع سلیمان بن عبید مطر الوراق، ابوہارون العبدی، عوف الاعرابی اور طبرانی میں عبدالحمید بن واصل موجود ہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ زید العمی کی تضعیف سے روایت پر کچھ اثر نہیں پڑتا ہے۔اس لئے کہ روایت کرنے میں وہ متفرد نہیں ہیں۔ نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ روایت درحقیقت مسلم کی اس روایت کی شرح ہے جو باب اول میں ہم مسلم کے حوالے سے ابوسعید خدریؓ سے نقل کرچکے ہیں۔جس کے الفاظ یہ ہیں: ''عن ابی سعید قال من خلفائکم خلیفة یحثو المال حثوا'' اور دوسری روایت میں ہے کہ: ''یکون فی اخر الزمان خلیفة یقسم المال ولا یعده (ملاحظه هو مسلم کتاب الفتن ص۳۵۵ج٦)''

جریری نے جب اس روایت کے بیان کے بعد ابونضرہ اور ابوالعلاء سے پوچھا کہ کیا اس سے مراد عمر بن عبدالعزیز ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں اور یہی روایت مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ سے بھی مروی ہے۔جب مسلم اور سنن کی روایتوں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں روایتیں ایک ہیں۔ البتہ سنن اور مستدرک کی روایتیں تفصیلی ہیں اور مسلم کی روایت اجمالی ہے۔تو معلوم ہوا کہ نفس روایت ثابت ہے۔

اگرچہ ابن خلدون نے اس کا انکار کیا ہے کہ یہ حدیثیں مسلم والی حدیث کی تفسیر نہیں ہیں۔لکھتے ہیں: ''واحادیث مسلم لم یقع فیها ذکر المهدی ولا دلیل یقول علی انه المراد منها (مقدمه ص٣١٦)'' کہ مسلم کی احادیث میں مہدی کا ذکر نہیں ہے اور نہ کوئی دلیل اس پر قائم ہے کہ مہدی ہی ان احادیث سے مراد ہیں۔لیکن محدثین نے ابن خلدون کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا ہے اور کہا ہے کہ ابوداؤد، ترمذی والی احادیث مسلم کی ان مجمل احادیث کی تفسیر ہیں۔چنانچہ علامہ ابی مالکی اکمال اکمال المعلم شرح مسلم میں لکھتے ہیں.

''قیل ان هذا الخلیفة هو عمر بن عبدالعزیز ولا یصح اذلیست فیه تلك الصفات وذکر الترمذی وابوداؤد (وکذاالحاکم) هذا الخلیفة وسمیاه بالمهدی وفی الترمذی لاتقوم الساعة حتی یملك العرب رجل من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی وقال حدیث حسن وزاد ابوداؤد یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا ومن حدیث ابی سعید وقال خشینا ان یکون بعدنبینا حدث فسالنا فقال یخرج من امتی المهدی یعیش خمساوسبعا وتسعا زید الشارك قال قلنا وماذاك یارسول الله ﷺ قال سنین قال یجیئ

الیه الرجل فیقول یامهدی اعطنی یامهدی اعطنی قال فیحثی له فی ثوبه مااستطاع ان یحمله قال حدیث حسن وفی ابی داؤد المهدی من امتی اجلی الجبهة اقنی الانف یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا یملك سبع سنین فهذه اخبار صحیحة مشهورة تدل علی خروج هذا الخلیفة الصالح فی اٰخرالزمان وهومنتظر اذلم یوجد من کملت فیه تلك الصفات التی تضمنها تلك الحدیث قلت وقال ابن العربی ولاخلاف انه سیکون ولیس المهدی المتقدم (ص۲۰۳ ج۷ اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم)‘‘

یعنی کہا گیا کہ ان احادیث میں (یعنی مسلم والی احادیث میں) جو خلیفہ مذکور ہے یہ عمر بن عبدالعزیز ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ صفات حضرت عمر بن عبدالعزیز میں موجود نہیں تھیں۔ ترمذی، ابوداؤد نے اس خلیفہ کا ذکر مہدی کے نام سے کیا ہے۔ چنانچہ ترمذی میں منقول ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میری اہل بیت میں سے ایک آدمی عرب کا بادشاہ نہ بن جائے۔ اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے اور ابوداؤد میں اس روایت کے ساتھ یہ الفاظ بھی زائد ہیں کہ وہ خلیفہ زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی اور ابوسعید خدریؓ کی روایت میں ہے کہ ہم ڈر گئے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی واقعہ پیش نہ آئے تو ہم نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے مہدی نکلیں گے۔ خلافت کے بعد یا تو پانچ یا سات یا نو سال رہیں گے۔ اس حدیث کے راوی زید کو شک ہوا کہ کون سا عدد ذکر کیا تھا۔ ہم نے پوچھا کہ اس عدد سے کیا مراد ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سال مراد ہیں۔ پھر فرمایا کہ مہدی کے پاس آدمی آئے گا، کہے گا کہ اے مہدی! مجھے مال دے دے۔ تو ہاتھ بھر بھر کر اس کو کپڑے میں اتنا دیں گے جتنا وہ اٹھا سکے گا۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور ابوداؤد میں ہے کہ مہدی میری امت میں سے ہوگا۔ کھلی پیشانی والا اور نیچی ناک والا۔ زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی۔ سات سال تک بادشاہ رہے گا۔ یہ سب احادیث صحیح اور مشہور ہیں۔ جو دلالت کرتی ہیں کہ اس صالح خلیفہ کا ظہور آخر زمانے میں ہوگا۔ اس لئے کہ اب تک کوئی ایسا آدمی نہیں آیا جس میں ان احادیث میں مذکور صفات مکمل طور پر موجود ہوئی ہوں۔ ابن عربی نے کہا کہ اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ مہدی آئندہ آئے گا اور پہلے مہدی کے نام سے جو خلیفہ گزرا ہے وہ مراد نہیں ہے۔ اسی قسم کی عبارت ان الفاظ کے ساتھ مسلم کی دوسری شرح مکمل اکمال الاکمال للسنوسی میں ہے۔ ملاحظہ ہو (ص۲۵۳ ج۸)

شارحین مسلم کی ان عبارتوں سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

۱...... ایک کہ ابوداؤد ترمذی ومستدرک حاکم کی روایتیں مسلم والی رروایتوں کی شرح اور تفصیل ہیں۔

۲...... دوسری بات یہ کہ مسلم والی احادیث سے مراد مہدی ہیں۔اگرچہ ان کے نام کی صراحت نہیں ہے۔

۳...... تیسری بات یہ کہ وہ آئندہ آئیں گے۔

۴...... چوتھی بات یہ کہ ابوداؤد اور ترمذی کی یہ احادیث جن میں مہدی کا ذکر ہے۔صحیح اور مشہور ہیں۔واللہ الموفق!

اس پوری تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی کہ ابوداؤد کی روایت جس کی سند میں زید العمی تھے۔بے حقیقت اور ساقط نہیں ہے۔جیسا کہ ابن خلدون اور اختر صاحب کی رائے ہے۔

اس روایت میں اور آنے والی کچھ روایتوں میں اختر صاحب نے ابوالصدیق الناجی پر بھی جرح کی ہے۔لکھتے ہیں کہ ان کی روایت کو آئمہ حدیث نے رد کیا ہے۔ان کا پورا نام ابو بکر بن عمرو المعافری ہے۔

لیکن اختر صاحب کی یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں۔نہ تو ابوالصدیق بکر بن عمرو معافری ہیں جیسے کہ اختر صاحب کا ارشاد ہے۔بلکہ ان کا نام بکر بن عمرو الناجی ہے اور بعض محدثین نے بکر بن قیس نام ذکر کیا ہے۔یہ الگ ہیں اور بکر بن عمرو معافری الگ ہیں۔اسماء رجال کی کتابوں میں دونوں الگ الگ مذکور ہیں۔اختر صاحب نے محنت کی زحمت گوارہ نہیں فرمائی ورنہ یہ مغالطہ پیش نہ آتا۔حافظ ابن حجرؒ تقریب التہذیب کے باب الکنیٰ میں لکھتے ہیں کہ:"ابوالصدیق بتشدید الدال المکسورۃ ھوبکربن عمرو وقیل ابن قیس ابوالصدیق الناجی بالنون والجیم بصری ثقۃ (ص۴۷)"

تقریب میں حافظ نے ان کے نام سے پہلے بکر بن عمرو معافری کا ذکر الگ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ص مذکور۔معافری مصری ہے اور ابوالصدیق بصری ہے۔نیز ابوالصدیق صحاح ستہ کے راوی ہیں۔حافظ نے ان کے نام پر"ع" کی علامت بنائی ہے۔تہذیب التہذیب میں بھی حافظ ابن حجرؒ نے دونوں کو الگ الگ ذکر کیا ہے۔(ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۴۸۵،۴۸۶ ج ا)

ابوالصدیق کے بارے میں تہذیب میں لکھا ہے کہ:"قال ابن معین و ابوذرعہ

والنسائي ثقة وذكره ابن حبان فی الثقات (ص۴۸٦ ج ۱) ''یعنی ابن معین ابوزرعہ اورنسائی نے ثقہ کہا ہے اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔اسی طرح کتاب الجرح والتعدیل میں ابن ابی حاتم نے دونوں کو الگ الگ ذکر کیا ہے اور ابوالصدیق کے بارے میں یحییٰ بن معین اور ابوزرعہ سے توثیق کے اقوال نقل کئے ہیں۔(ملاحظہ ہو ص۳۹۰ ج۲)

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ بکر بن عمرو معافری الگ آدمی ہے۔جن پر بعض محدثین نے جرح کی ہے اور بکر بن عمرو ناجی الگ آدمی ہے جو متفق علیہ ثقہ ہیں۔کسی نے بھی ان پر جرح نہیں کی ہے۔

۱۱...... گیارھویں روایت جس پر اختر صاحب نے کلام کیا ہے وہ بھی ابوسعید خدریؓ کی مستدرک حاکم کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ''عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللهﷺ لاتقوم الساعة حتی تملأ الارض جورا وظلما وعدوانا ثم یخرج من اهل بیتی رجل یملأها قسطا وعدلا......الخ ''اس روایت پر ابن خلدون نے کوئی اعتراض نہیں کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ ص۳۱٦)

لیکن اختر صاحب نے اس روایت میں ابوالصدیق الناجی پر کلام کیا ہے۔جس کا جواب اس سے ماقبل والی حدیث کے ضمن میں گزر چکا ہے۔حاکم نے اس روایت کو علی شرط الصحیحین کہا ہے۔وکذاالذهبی!

۱۲...... بارھویں روایت جس پر کلام کیا گیا ہے۔وہ بھی مستدرک حاکم کی ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے۔الفاظ یہ ہے:

''عن ابی سعید الخدریؓ عن رسول اللهﷺ قال یخرج فی آخر امتی المهدی......الخ ''اس روایت کو حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے کہ اس کے سب راوی صحیحین کے ہیں۔سوائے سلیمان بن عبید کے بھی ثقہ ہیں۔ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص۳۱٦)

۱۳...... تیرھویں روایت جس پر اختر صاحب نے جرح کی ہے وہ مستدرک حاکم کی ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ''عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللهﷺ قال تملأ الارض جورا وظلما فیخرج رجل من عترتی فیملك سبعا اوتسعا......الخ''

اس روایت میں ابوہارون عبدی پر بھی کلام کیا گیا ہے۔(ملاحظہ ہو مقدمہ ص۳۱٦) لیکن

ہورون عبدی کی تضعیف کی وجہ سے روایت پر ضعف کا حکم صحیح ہے۔ اس لئے کہ ابو ہارون عبدی کے ساتھ اس روایت کو ابوالصدیق الناجی سے مطر الوراق بھی نقل کرتے ہیں۔ جو ثقہ ہے۔ حافظ ابن حجر تقریب میں ان کے متعلق لکھتے ہیں "صدوق (ص۳۳۸)"

نیز مسلم کے راوی بھی ہیں۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ "مطر من رجال مسلم حسن الحدیث (میزان الاعتدال ص۱۲۷ ج ٤) " کہ مطر الوراق مسلم کے راوی ہیں اور اچھے حدیث والے ہیں۔ یہ روایت مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

ابو حاتم نے ان کو صالح الحدیث اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔ بخاری میں بھی تعلیقاً ان کی روایت ہے۔ (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۱۶۸ ج ۱۰) خلیفہ نے کہا کہ "لا بـاس بـه" عجلی نے کہا کہ "بـصـری صـدوق وقـال مـرة لاباس به وقال ابوبكر البزار ليس به بـاس" نیز بزار کا قول ہے کہ "لا نـعـلـم احـد تـرك حـديثـه وقال الساجی صدوق (تهـذيـب التهـذيب ص١٦٨، ١٦٩ ج١٠) " یحییٰ بن معین، ابوزرعہ، ابوحاتم سب نے صالح کہا ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ص ۲۸۸ ج ۸)

اسی روایت میں ابن خلدون نے اسد بن موسیٰ پر بھی جرح کی ہے۔ حالانکہ وہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں اور قوی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے "صدوق (تـقـريـب ص ٣١) " بخاری، ابوداؤد، سنن نسائی کے راوی ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ: "قـال الـنـسـائـی ثـقة وقال البخاری هو مشهور الحديث وقد استشهد به البخاری فاحتج به النسائی وابوداؤد وماعلمت به بأسا (ميزان ص۲۰۷ ج۱) "

ابن حزم نے اس کی تضعیف کی ہے۔ جس کے متعلق علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے: "وهـذا تضعيف مردود (ميزان ص۲۰۷ ج۱) " کہ ابن حزم کی تضعیف مردود ہے اور اسد بن موسیٰ ثقہ ہیں۔ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں بخاری، نسائی ابن یونس، ابن قانع، عجلی، بزار، ابن حبان وغیرہ سے ان کی توثیق نقل کی ہے۔ (ملاحظہ ہو ص۲۶۰ ج ۱) اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ ابو ہارون العبدی کی وجہ سے یہ روایت ضعیف نہیں ہے۔

۱۴...... چودھویں روایت جس پر ابن خلدون وغیرہ نے کلام کیا ہے۔ وہ بھی حضرت ابوسعید خدریؓ نے روایت کی۔ جس امام طبرانی نے معجم الاوسط میں نقل کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں: "عـن ابـی سـعـيـد الـخـدریؓ قـال سـمـعـت رسـول اللهﷺ يخرج رجل من امتی يقول بسـنـتـی يـنـزل الله عزوجل له القطر من السماء وتخرج الارض بركتها وتملأ

الارض منه قسطا وعدلا كما ملئت جورا وظلما يعمل على هذه الامة سبع سنين وينزل على بيت المقدس"

اس روایت کی سند میں حسن بن یزید اور ابوالواصل پر کلام کیا ہے۔لیکن ان دونوں کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔(مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۷)لہٰذا یہ روایت بھی قوی ہے۔نیز یہ کہ ماقبل والی روایتیں بھی تائید میں موجود ہیں۔نیز حسن بن یزید کو حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں ثقہ لکھا ہے۔(ملاحظہ ہو ص ۳۲۸ ج ۲)

اس روایت پر اختر صاحب نے عقلی اعتراض بھی کیا ہے۔لکھتے ہیں کہ:"ہم مضمون حدیث کے بارے میں ایک اور طرح بھی سوچنے پر مجبور ہیں۔اس حدیث میں ظہور مہدی کی خوشخبری تو موجود ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی بیت المقدس مسلمانوں کے پاس نہ ہونے کی بدشگونی بھی جھانک رہی ہے۔اب اگر اس روایت کو درست مان لیا جائے تو عالم اسلام کے تن آسان مسلمان کیوں نہ یہ کہہ کر جہاد سے جی چرائیں کہ بیت المقدس کے لئے ہماری کوشش ہی عبث ہے۔کیونکہ یہ تو امام مہدی فتح کریں گے۔خدا کے رسول ﷺ کا فرمان تو غلط نہیں ہوسکتا۔ان سادہ دل مسلمانوں کو تو معلوم نہیں کہ یہ خدا کے رسول ﷺ کا فرمان بھی ہے کہ نہیں۔"

لیکن اختر صاحب کی یہ بات بوجوہ صحیح نہیں:

۱...... ایک تو اس لئے کہ روایت کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں۔اس میں فتح کا کوئی ذکر نہیں:"**وینزل علی بیت المقدس**" کا لفظ ہے۔جس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ وہ بیت المقدس جائیں گے۔

۲...... نیز حدیث میں اس کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے کہ مسلمان تن آسانی اختیار کر کے بیٹھ جائیں کہ فتح بیت المقدس کے لئے جہاد نہ کریں۔آج کل پورا عالم اسلام ویسے ہی تن آسانی میں مبتلا ہے۔پورے عالم اسلام میں دس فیصد مسلمان بھی نہیں ہوں گے جن کو اس حدیث کو علم ہو یا اس حدیث نے ان کو جہاد سے روکا ہے بلکہ حدیث میں جو فتح بیت المقدس کا اشارہ ہے۔ممکن ہے اس سے مسلمانوں کی موجودہ یاس شاید آس سے بدل جائے۔کیونکہ موجودہ دور کا مسلمان اگرچہ زبانی اقرار نہ کرے۔لیکن عملاً ہم سب یہود کو ناقابل تسخیر اور مافوق الفطرت مخلوق مانتے ہیں۔اس لئے مقبوضہ علاقوں کے لئے حربی کوشش سے کنارہ کش ہوگئے ہیں۔کبھی مذاکرات کئے جاتے ہیں اور کبھی عالمی اداروں کے دروازوں پر دہائی دیتے ہیں۔حالانکہ ان اداروں نے ہمیشہ مسلم دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔اب تو کئی ممالک اسرائیل کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔

۱۵...... پندرھویں روایت جس پر ابن خلدون اوراختر صاحب نے کلام کیا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں:"عن عبداللہ بن مسعودؓ قال بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ اذاقبل فتیة من بنی ھاشم فلما راھم رسول اللہ ﷺ ذرفت عیناہ وتغیر لونه قال فقلت مانزال نری فی وجهك شیئا نکرھه فقال انا اھل البیت اختار اللہ لنا الاخرة علی الدنیا......الخ"

اس روایت میں ابن خلدون اوراختر صاحب نے یزیدؒ بن ابی زیاد پر کلام کیا ہے۔ ملاحظہ ہو(مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۷)یزید بن ابی زیاد پر اگرچہ بعض محدثین نے جرح کی ہے اور اس روایت کو نا قابل اعتبار بتایا ہے۔لیکن یہ روایت ثابت ہے۔باب اول کی حدیث نمبر ۴۱ کے تحت اس کی پوری بحث گزر چکی ہے۔اس قسم کی روایت منتخب کنز العمال میں مسند احمد اور مستدرک کے حوالے سے حضرت ثوبانؓ نے نقل کی ہے۔ملاحظہ ہو(ص۲۹ ج۶ علی ہامش مسند احمد)اور مستدرک حاکم وغیرہ کے بارے میں منتخب کنز العمال کے اول میں یہ لکھا ہے کہ:"ما فی الکتب الخمسة خ م حب ك ض صحیح فالعزو الیھا معلم بالصحة سوی ما فی المستدرك من المتعقب فانبه علیه ص۹ ج۱ علی ھامش مسند احمد"

یعنی ان پانچ کتابوں میں جو حدیثیں ہیں۔وہ صحیح ہیں۔پس ان کتابوں کی طرف کسی حدیث کا منسوب ہونا اس حدیث کی صحت کی علامت ہوگی۔ہاں مستدرک کی وہ بعض روایتیں کہ جن پر محدثین نے تنقید کی ہے۔اس پر تنبیہ کروں گا۔ان پانچ کتابوں سے مراد بخاری، مسلم، صحیح ابن حبان، مستدرک اور مختارہ ضیاء مقدسی ہیں۔اب مستدرک کی اس روایت پر منتخب کنز العمال میں کوئی تنبیہ نہیں کی گئی ہے۔

لہٰذا یہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہے۔نیز یہ روایت مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔:"حدثنا وکیع عن الاعمش عن سالم عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذارأیتم رأیات السودقد جاء ت من قبل خراسان فائتو ھا فان فیھا خلیفة اللہ المھدی (ص۲۷۷ ج۵)"اس روایت کے رواۃ سب ثقہ ہیں اور عادل ہیں۔ تفصیل باب اول میں حدیث نمبر ۴۱ کے تحت گزر چکی ہے۔نیز مستدرک میں یہ روایت ایک اور سند کے ساتھ بھی مروی ہے۔ملاحظہ ہو۔ (مستدرک ص ۵۰۲ ج۴)

بہر حال اس تفصیل سے اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ رأیات سود کی روایت بے

اصل نہیں ہیں۔ نیز یزید بن ابی زیاد کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں یعقوب بن سفیان سے نقل کیا ہے: "یزید وانما کانوا یتکلمون فیه لتغیره فهو علی العدالة الثقة (ص ۳۳۱ ج ۱۱) "یعنی یزید پر اگرچہ تغیر کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے۔ لیکن وہ عادل اور ثقہ ہیں۔

ابن شاہین نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ احمد بن صالح مصری نے ثقہ کہا ہے اور کہا ہے کہ: "ولا یعجبنی قول من تکلم فیه (تهذیب ص ۳۳۱) " کہ یزید پر کلام کرنے والوں کا قول مجھے پسند نہیں ہے۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ: "کان ثقه (تهذیب ص ۳۳۱ ج ۱۱) " کہ یزید ثقہ تھے۔ امام مسلم نے ان کو طبقہ ثالثہ کے راویوں میں شمار کیا ہے اور ان سے روایتیں نقل کی ہیں۔

(تہذیب ص ۳۳۱ ج ۱۱)

۱۶...... سولہویں روایت جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے کلام کیا ہے۔ وہ حضرت علیؓ کی ابن ماجہ والی روایت ہے جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ الفاظ یہ ہیں: "قال رسول اللهﷺ المهدی منا اهل البیت......الخ"

اس روایت میں ابن خلدون نے یاسین العجلی پر کلام کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (مقدمہ ص ۳۱۸) لیکن یاسین العجلی پر کسی محدث نے جرح نہیں کی ہے۔ حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں "لا باس به (۳۷۳) "تہذیب التہذیب میں یحیٰی ابن معین سے منقول ہے کہ "لا باس به "اور اسحاق بن منصور نے ان کے متعلق یحیٰی بن معین سے نقل کیا ہے "صالح "ابو زرعہ سے منقول ہے کہ "لا باس به (ص ۱۷۳ ج ۱۱) "اور تہذیب ہی میں ہے کہ سفیان ثوری اس حدیث کے متعلق ان سے پوچھتے تھے۔ (ص ۱۷۳ ج ۱۱)

اور یہ حدیث بھی قوی ہے۔ جن محدثین نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے ان کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ انہوں نے اس یاسین ابن شیبان العجلی کو یاسین بن معاذ زیات سمجھ کر حدیث کی تضعیف کی ہے۔ حالانکہ وہ دوسرا آدمی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں: "ووقع سنن ابی ماجة عن یاسین غیر منسوب فظنه بعض الحفاظ المتاخرین یاسین بن معاذ الزیات فضعف الحدیث به فلم یصنع شیئا (ص ۱۷۳ ج ۱۱) " کہ سنن ابن ماجہ کی سند میں یاسین کا نام بغیر کسی نسبت کے ذکر ہوا ہے تو بعض متاخرین حفاظ نے اس کو یاسین بن معاذ زیات سمجھ کر حدیث کو ضعف کہا۔ لیکن یہ صحیح نہیں

ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے۔غلط فہمی کی وجہ سے کی ہے۔جو صحیح نہیں۔یہ روایت صحیح ہے۔

۱۷...... اس حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:"عن علیؓ انہ قال للنبی ﷺ أمنّا المھدی ام من غیرنا یارسول اللہ فقال بل منا......الخ"

یہ حدیث امام طبرانی کی معجم اوسط کے حوالے سے مقدمہ ابن خلدون میں (ص ۳۱۸) یہ منقول ہے۔اس میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے ابن لہیعہ پر جرح کی ہے۔ابن لہیعہ کا نام عبداللہ بن لہیعہ ہے۔محدثین نے ان پر کافی کلام کیا ہے۔مگران کا واقعہ یہ ہے کہ ۱۶۹ھ میں ان کی مرویات کی کتابیں جل گئی تھیں۔جس کی وجہ سے اس کے بعد یہ یاد سے روایتیں بیان کرتے تھے تو کچھ خلط واقع ہو جاتا تھا۔میزان الاعتدال ص ۴۷۷ ج ۲ اور امام بخاری نے فرمایا کہ ۱۷۰ھ میں جلی تھیں۔

بہر حال اس واقعے کے بعد ان کی روایتوں میں خلط واقع ہوا تھا جس کی وجہ سے محدثین نے ان پر کلام کیا ہے اور ایک دوسرا واقعہ بھی پیش آیا تھا کہ جس کی وجہ سے ان کے دماغ پر کچھ اثر ہوا تھا۔چنانچہ میزان الاعتدال میں علامہ ذہبیؒ نے عثمان بن صالح کا قول نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ جمعہ کی نماز کے بعد گدھے پر سوار ہو کر گھر جا رہے تھے کہ راستے میں گر پڑے۔جس کی وجہ سے ان کے دماغ پر چوٹ آئی۔تو کچھ حافظہ کمزور ہو گیا۔ورنہ فی نفسہ صادق اور ثقہ تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ"عبداللہ بن لھیعة ابن عقبہ الحضرمی ابوعبدالرحمن المصری القاضی صدوق خلط بعد احتراق کتبہ ......الخ (ص ۱۸٦)" کہ یہ صادق اور سچے ہیں۔البتہ کتابیں جل جانے کے بعد روایتوں میں خلط واقع ہوا تھا۔یعنی فی نفسہ صادق ہیں اور مسلم،ابوداؤد،ترمذی،ابن ماجہ کے راوی ہیں۔(تقریب التہذیب ص ۱۸٦) چنانچہ احمد بن صالح ابن وہب وغیرہ نے مطلقاً توثیق کی ہے۔ ملاحظہ ہو(میزان الاعتدال ص ۴۷٦ وص ۴۷۷ ج ۲) اور خود ذہبیؒ کا قول ہے کہ"کامل صدوق (میزان الاعتدال ص ٤٨٣ ج ٦)" معتدل بات وہی ہے جو حضرت مولانا تقی عثمانیؒ نے فرمائی ہے کہ ابن لہیعہ اگرچہ ضعیف ہیں۔لیکن پھر بھی ان کی احادیث کو استشہاداً پیش کیا جا سکتا ہے۔

(درس ترمذی ص ۱۹۸ ج ۱)

کچھ محدثین نے کتابیں جل جانے سے پہلے کی روایات قبول کی ہیں اور بعد والی

کوضعیف کہا ہے اور کچھ نے خاص شاگردوں کی روایات کو قبول کیا ہے۔ تفصیل اسماء رجال کی کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن بہرحال محدثین اس پر متفق ہیں کہ بالکل ساقط الاعتبار نہیں ہیں۔ اسی لئے تو امام مسلم نے ان کی روایتیں استشہاداً نقل کی ہیں۔

ابن خلدون نے اس حدیث کے ایک دوسرے راوی عمرو بن جابر الحضرمی پر بھی جرح کی ہے۔ لیکن عمرو بن جابر کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ جیسا کہ ابن حاتم نے لکھا ہے کہ: ''سالت ابی عن عمرو بن جابر الحضر می فقال عنده نحو عشرين حديثا هو صالح الحديث (كتاب الجرح والتعديل ص ٢٢٤ ج٦) '' کہ میں نے اپنے والد ابوحاتم سے عمرو بن جابر کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ وہ تقریباً بیس حدیثیں نقل کرتے ہیں اور صالح الحدیث ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے بھی میزان الاعتدال میں عمرو بن جابر کے ترجمہ کے آخر میں ابوحاتم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''صالح الحديث له نحو عشرين حديثا (ص ٢٥٠ ج٢) '' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ذہبی کی رائے بھی یہی ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں کئی محدثین سے ان کی توثیق نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ: ''قلت ذكر ابن يونس انه توفى بعد العشرين ومائة وذكره البرقى فيمن ضعف بسبب التشيع وهوثقة وذكره يعقوب بن سفيان فى جملة الثقات وصحح الترمذى حديثه (ص ١١ ج٨) '' میں کہتا ہوں کہ (یعنی ابن حجر) ابن یونس نے ذکر کیا ہے کہ ان کی وفات ۱۲۰ھ کے بعد ہوئی ہے اور برقی نے عمرو بن جابر کو ان لوگوں میں ذکر کیا ہے کہ جو فی نفسہ تو ثقہ ہیں۔ لیکن تشیع کی وجہ سے ان کی تضعیف کی گئی ہے اور یعقوب بن سفیان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور ترمذی نے ان کی حدیث کی تصیح کی ہے۔ ان اقوال سے معلوم ہوا کہ عمرو بن جابر بھی کچھ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ تضعیف تشیع کی وجہ سے کی گئی ہے اور ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ نفس تشیع وجہ ضعف نہیں ہے۔

۱۸...... اٹھارویں حدیث جس کو ابن خلدون اور اختر صاحب نے مجروح کیا ہے وہ حضرت علیؓ کی روایت ہے جس کو طبرانی اور حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں کہ: ''عن علیؓ ان رسول اللهﷺ قال يكون فى اٰخرالزمان فتنة يحصل الناس فيها كما يحصل الذهب فى المعدن فلاتسبوا اهل الشام......الخ''

اس روایت میں بھی عبداللہ ابن لہیعہ پر کلام کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ ص ۳۱۹ ج۱)

لیکن یہ بھی صحیح نہیں۔ ماقبل والی حدیث کے ضمن میں اسی راوی کے متعلق بحث گزر چکی ہے۔ نیز اس حدیث کی حاکم نے بھی تصیح کی ہے۔ جیسا کہ خود ابن خلدون نے لکھا ہے کہ: ”رواہ الحاکم فی المستدرك وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاه (مقدمه ابن خلدون ج۱ ص۳۱۹) “یعنی حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ سند کے اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے۔

۱۹...... ”عن محمد بن الحنفیة قال کنا علیؓ فسالہ رجل عن المهدی فقال له هیهات ثم عقد بیده سبعا فقال ذالك یخرج فی اخرالزمان......الخ (مقدمه ابن خلدون ج۱ ص۳۱۹)“

یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ حاکم نے تو مستدرک میں اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ ”ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین (مقدمه ابن خلدون ص۳۱۹) “یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری و مسلم کے شرط پر پورا اترتی ہے اور خود علی شرط مسلم تو ابن خلدون نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ ”وانما هو علی شرط مسلم فقط (مقدمه ج۱ ص۳۱۹) “یعنی یہ روایت صرف مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور جب یہ روایت علیٰ شرط مسلم ہوگی تو صحیح ہوگی۔ جیسا کہ محدثین نے لکھا ہے کہ ”الصحیح اقسام اعلاھا ماتفق علیه البخاری ومسلم ثم ماانفرد به البخاری ثم مسلم ثم علی شرطهما ثم علی شرط البخاری ثم مسلم......الخ (تقریب للنوعی ص۳۱۳ ج۱)“

یعنی صحیح حدیث کی کئی قسمیں ہیں:

۱...... وہ جو بخاری اور مسلم میں ہو۔

۲...... وہ جو صرف بخاری میں ہو۔

۳...... جو مسلم میں ہو۔

۴...... جو بخاری و مسلم کی شرط پر ہو۔

۵...... جو صرف بخاری کی شرط پر ہو۔

۶...... جو صرف مسلم کی شرط پر ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو حدیث مسلم کی شرط پر ہوگی وہ صحیح کی قسم ہے۔ اس کے راوی بخاری و مسلم کا راوی ہے۔ جس کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے۔ ایک راوی عماد ذہبی پر تشیع کا الزام

ہے۔لیکن امام احمد، یحییٰ بن معین، ابوحاتم، امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ملاحظہ ہو

(مقدمہ ابن خلدون ج ۱ ص ۳۱۹)

۲۰...... بیسویں روایت جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے مجروح ہونے کا حکم لگایا ہے وہ حضرت انسؓ کی روایت ہے جس پر تخریج ابن ماجہ نے کی ہے۔الفاظ یہ ہیں کہ:" عن انسؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول نحن ولد عبدالمطلب سادات اهل الجنة انا وحمزة وعلی وجعفر والحسن والحسین والمهدی"

اس روایت میں ابن خلدون نے عکرمہ بن عمار اور علی بن زیاد پر جرح کی ہے۔عکرمہ بن عمار کے متعلق حافظ حجرؒ تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ" صدوق (ص ۲٤۲)" یعنی سچے ہیں اور امام بخاری نے صحیح بخاری میں ان سے تعلیقاً نقل کیا ہے کہ مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق مندرجہ ذیل محدثین سے نقل کی ہے۔
یحیٰ بن معین، عثمان الدارمی، علی ابن المدینی، عجلی، ابوداؤد، امام نسائی، ابوحاتم، ساجی، علی بن محمد، طنافسی، صالح بن محمد اسحاق بن احمد، ابن خلف البخاری، سفیان ثوری، ابن خراش، دارقطنی، ابن عدی، عاصم بن علی، ابن حبان، یعقوب بن شیبہ، ابن شاہین، احمد بن صالح۔

(ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۲۶۲، ۲۶۳ ج ۷، میزان الاعتدال ص ۹۱ ج ۳)

ان تمام محدثین کی توثیق کے مقابلے میں ابن خلدون کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔
اسی طرح علی بن زید کی محدثین نے توثیق کی ہے۔چنانچہ حافظ ابن حجرؒ تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ ابن حبان نے ان کو ذکر کر کے کوئی جرح نہیں کی ہے اور ابن حبان نے ان کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ (ص ۳۲۱، ۳۲، ج ۷)

نیز حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ عکرمہ سے اس حدیث کو عبداللہ بن سحیمی نے بھی نقل کیا ہے کہ" وكذالك روى هذا الحديث المذكور (ای حديث المهدى) محمد بن خلف الحدادی عن سعد بن عبدالحميد وتابعه ابوبكر محمد بن صالح القناد عن محمد بن الحجاج عن عبدالله بن زياد الحسينى عن عكرمه بن عمار (ص ۳۲۱ ج ۷)"

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی متعدد سندیں موجود ہیں۔لہٰذا حدیث بے اصل نہیں ہے۔اس حدیث میں ابن خلدون نے سعد بن عبدالحمید پر بھی جرح کی ہے۔حالانکہ یہ

بھی محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ "صدوق (ص ۱۱۸) "یعنی سچے تھے اور علامہ ذہبی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ "لا باس به (ص ۱۲۴ ج ۲ میزان الاعتدال) "یعنی ان میں کوئی خرابی نہیں تھی اور حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں یحییٰ بن معین کے علاوہ صالح جزرہ کا قول بھی ان کی توثیق میں نقل کیا ہے۔ نیز یہ ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ حالانکہ امام نسائی کے نزدیک جو راوی مجروح ہوتا ہے وہ اس سے نقل نہیں کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی قوی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۷۷ ج ۳)

اور خود ابن خلدون نے لکھا ہے کہ: "وجعله الذهبى ممن لم يقدح فيه كلام من تكلم فيه (مقدمه ابن خلدون ج ۱ ص ۳۲۰) "یعنی ذہبیؒ نے ان کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے کہ کلام کرنے والوں کے کلام سے ان کے بارے میں کوئی قدح لازم نہیں آتی ہے۔ یعنی یہ ثقہ ہیں۔ کلام کرنے والوں کے کلام کا کچھ اثر نہیں ہوگا۔ لہٰذا اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی صحیح ہے۔

۲۱...... اکیسویں راویت جس پر ابن خلدون اور ان کے مقلد اختر کاشمیری نے کلام کیا ہے وہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی مستدرک حاکم والی روایت ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: "قال ابن عباس منا اهل البيت اربعة منا السفاح ومنا المنذر ومنا المهدى (الى ان قال) واما المهدى الذى يملأ الارض عدلا كما ملئت جورا......الخ"

اس روایت میں اسماعیل بن ابراہیم یعنی باپ اور بیٹے دونوں پر جرح کی گئی ہے اور ابن خلدون نے کہا ہے کہ دونوں ضعیف ہیں۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ ج ۱ ص ۳۲۰)

ابراہیم بن مہاجر محدثین کے نزدیک قوی ہیں۔ مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے "صدوق (ص ۲۳) "یعنی سچے تھے۔ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں امام احمد کا قول نقل کیا ہے کہ "لا بأس به (ص ۶۷ ج ۱) "یعنی ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ "وقال الثورى واحمد لاباس به (ص ۱۶۷ ج ۱) "یعنی سفیان ثوری اور امام احمد نے فرمایا کہ ان میں کوئی خرابی نہ تھی۔ امام نسائی نے بھی فرمایا: "ليس به بأس (تهذيب ص ۱۶۸ ج ۱) "ابن سعد نے کہا "ثقہ (تہذیب ص ۱۶۸ ج ۱)" علامہ ساجی نے کہا کہ صدوق، ابوداؤد نے کہا کہ "صالح الحديث" ابو

حاتم نے ان کے اور کچھ دوسرے راویوں کے بارے میں فرمایا کہ ''ومحلهم عندنا محل الصدق (تهذيب التهذيب ص١٦٨ج١)''

ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ ابراہیم قوی ہیں اور ثقہ ہیں۔ان کے بیٹے اسماعیل کے بارے میں جرح کے اقوال بھی مروی ہیں۔لیکن محدثین نے توثیق بھی کی ہے۔ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔(تقریب ص۳۲)

علامہ ابوالحجاج مزی نے تہذیب الکمال میں لکھا ہے کہ:''قال عبدالله سالت ابى عن ابراهيم بن مهاجر فقال ليس به باس كذاوكذاوسالته عن ابنه اسماعيل فقال ابوه قوى فى الحديث منه وروى له الترمذى وابن ماجه (تهذيب الكمال ص٩٤ج١)'' (نقلاً عن مضمون مولوی عبدالشکور صاحب کشمیری) یعنی عبداللہ نے اپنے والد امام احمد سے ابراہیم کے متعلق پوچھا تو کہا کہ کوئی خرابی نہیں۔پھر ان کے بیٹے کے متعلق پوچھا یعنی اسماعیل کے متعلق پوچھا تو کہا کہ ان کے والد ان سے زیادہ قوی ہیں۔

محدثین کے نزدیک تو باپ بیٹے سے زیادہ قوی ہیں۔لیکن اختر صاحب لکھتے ہیں کہ اس کا باپ اس سے بلند درجے کا ضعیف ہے۔یہ اختر صاحب کا اگر ذاتی خیال ہو تو الگ بات ہے۔باقی کسی محدث نے نہیں لکھا ہے۔

۲۲...... بائیسویں روایت، جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے جرح کی ہے وہ ابن ماجہ کی حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ جس کے الفاظ یہ ہیں:''عن ثوبانؓ قال قال رسول الله ﷺ يقتل عند كنز كم ثلاثه كلهم ابن خليفه ثم لايصير الى واحد منهم ثم تطلع الرأيات السود من قبل المشرق''

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:''اس روایت کے راوی سب صحیحین کے ہیں۔البتہ ابوقلابہ مدلس ہیں۔''(مقدمہ ج۱ص۳۲۰)

حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ یہ صحاح ستہ کے راوی ہی۔ثقہ اور فاضل ہیں(تقریب ص۱۷۴) اور تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق پر ابن سعد، مسلم بن یسار، ابن سیرین، ایوب سختیانی، عجلی وغیرہ کے اقوال نقل کئے ہیں اور ابتداء میں لکھا ہے کہ:''احدالاعلام (تهذيب ص٢٢٤تا٢٦ ج٥)'' حافظ نے ان کی تدلیس کی بھی نفی کی ہے کہ''ولايعرف له تدليس (تهذيب ص٢٢٦ج٥)''

نیز یہ کہ یہ روایت ابو قلابہ ابو اسماء رحبی سے نقل کرتے ہیں کہ ابو اسماء رحبی اور ان کا زمانہ ایک تھا نیز ابو اسماء رحبی بھی دمشق میں رہتے تھے۔ (تقریب ص۲۶۲) اور یہ بھی آخری عمر میں شام میں رہتے تھے۔ (تقریب ص۱۷۴ او تہذیب التہذیب ص۲۲۶ ج۵) اور ابو اسماء رحبی سے ان کا سماع بھی دوسری متعدد احادیث میں ثابت ہے۔ تو اگر یہ روایت عن سے منقول ہے تو بھی امام بخاری و امام مسلم سب کے نزدیک یہ معنعن مقبول ہے۔ رد کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔ اگر صرف تدلیس کی وجہ سے کسی کی روایات کو رد کرنا شروع کیا جائے۔ تو بہت سی احادیث سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

اسی حدیث میں ابن خلدون اور اختر کاشمیری نے سفیان ثوریؒ کو بھی مدلس کہہ کر روایت کو مجروح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کاش ابن خلدون اور اختر صاحب کچھ انصاف سے کام لیتے۔ اس مقام پر زیادہ مناسب ہے کہ وہ عبارت نقل کر دوں جو کہ علامہ ذہبی نے عقیلی کے رد میں لکھی ہے۔ جب اس نے علی ابن المدینی پر جرح کی کہ "افما لك عقل یا عقیلی اتدری فیمن تتکلم (میزان ص۱٤٠ ج۳) "سفیان ثوریؒ کی تدلیس کا کچھ حصہ محدثین نے ذکر کیا ہے لیکن اس کی وجہ سے کسی نے بھی ان کی روایت کو رد نہیں کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ: "سفیان بن سعید بن مسروق الثوری ابوعبدالله الکوفی ثقة حافظ فقیه عابد امام حجة...... الخ (ص۱۲۸) "تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے ان کے اساتذہ میں خالد الحذاء کا نام بھی لکھا ہے۔ جو اس حدیث میں ابھی ان کے استاد ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خالد الحذاء سے ان کی ملاقات اور سماع ثابت ہے۔ باقی ان کی توثیق تو توثیق سے بقول خطیب بغدادی یہ مستغنی ہیں: "کمافی تهذیب التهذیب کان اماما من ائمة المسلمین وعالما من اعلام الدین مجمعا علی امانته بحیث یستغنی عن تزکیته مع الاتقان والحفظ والمعرفة والضبط والورع والزهد (ص١١٤، ج٤) "وقال النسائی هو اجل من ان یقال فیه ثقة ......الخ (تهذیب التهذیب ص١١٤ ج٤) "وقال صالح بن محمد بن سفیان لیس یقدمه عندی احمد فی الدنیا (تهذیب التهذیب ص٤١٥ ج٤)"

اسی حدیث میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے عبدالرزاق بن ہمام پر بھی جرح کی ہے کہ وہ شیعہ تھے۔ ان کے تشیع کے بارے میں واقعی اقوال ہیں کہ یہ شیعہ تھے۔ لیکن ثقہ تھے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ "ثقه حافظ مصنف شهیر

(ص ۲۱۳) ''نیز یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ امام بخاری، امام مسلم نے ان کی روایات کی تخریج کی ہے۔ (ملاحظہ ہو تقریب ص ۲۱۳) تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے عبدالرزاق سے اچھی حدیث والا بھی کسی کو دیکھا ہے کہ فرمایا کہ نہیں (ص ۳۱۱ ج ۶) اور خود عبدالرزاق کے استاد معمر کا قول ہے کہ ''واما عبدالرزاق فخليق ان تضرب اليه اكباد الابل (تهذيب ص ۳۱۲) '' کہ عبدالرزاق اس کا مستحق ہے کہ اس کے پاس اونٹوں پر سفر کر کے حاضری دی جائے اور یہ بھی منقول ہے کہ یحییٰ بن معین کے سامنے کسی نے کہا کہ عبداللہ بن موسیٰ عبدالرزاق کی احادیث کو تشیع کی وجہ سے رد کرتا ہے: ''فقال كان عبدالرزاق والله الذى لااله الاهو اعلىٰ فى ذالك منه مأته ضعف (تهذيب التهذيب ص ۳۱۳ ج ۶) '' کہ یحییٰ بن معین نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ عبدالرزاق سو درجے عبیداللہ بن موسیٰ سے اچھے تھے۔

اور عبداللہ ابن احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے پوچھا کہ ''هل كان عبدالرزاق يتشيع ويفرط فى التشيع فقال اماانا فلم اسمع منه فى هذا شيئا (تهذيب ص ۳۱۳ ج ۶) '' کہ کیا عبدالرزاق غالی شیعہ تھا۔ تو فرمایا کہ میں نے اس بارے میں ان سے کچھ نہیں سنا اور خود عبدالرزاق کا قول ہے کہ اس بارے میں کبھی میرا انشراح نہیں ہوا کہ حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دوں۔ (تہذیب ص ۳۱۳ ج ۲) ابن خلدون اور اختر صاحب تو تشیع کو رو رہے ہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ ''لوارتد عبدالرزاق ماتركناه حديثه (تهذيب ص ۳۱٤ ص ۶) '' کہ عبدالرزاق اگر نعوذ باللہ مرتد ہو جائے۔ پھر بھی ہم ان کی احادیث کو ترک نہیں کریں گے۔

اور علامہ ذہبیؒ نے عباس بن عبدالعظیم کی جرح نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ''قلت ما وافق العباس عليه مسلم بل سائر الحفاظ وائمة العلم يحتجون به (ميزان الاعتدال ص ٦١١ ج ۲) '' کہ اس جرح پر کسی مسلمان نے بھی عباس کی موافقت نہیں کی ہے۔ بلکہ تمام محدثین عبدالرزاق کی احادیث کو قابل احتجاج مانتے ہیں اور علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں علی بن مدینی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ''ولوتركت حديث على وصاحبه محمد وشيخه عبدالرزاق وعثمان بن ابى شيبة وابراهيم ابن سعد و عفان وابان العطار واسرائيل وازهر السمان وبهز بن اسد وثابت البنانى وجرير .

بن عبدالحميد لغلقنا الباب وانقطع الخطاب ولماتت الاثار واستولت الزنادقة ولخرج الدجال (ص ۱٤۰ ج ۲) '' کہ اگر ان مذکورہ لوگوں کی احادیث کو ہم ان پر جرح یا کسی بدعت کے موجود ہونے کی وجہ سے ترک کر دیں تو پھر تو روایات کا دروازہ بند ہو جائے گا اور شریعت کا خطاب منقطع ہو جائے گا اور احادیث دنیا سے نابود ہو جائیں گی اور زنادقہ غالب ہو جائیں گے۔ دجال نکل آئے گا۔

اور پھر لکھتے ہیں کہ: '' ثم ماكل احد فيه بدعة اوله هفوة اوذنوب يقدح فيه بما يوهن حديثه ولا من شرط الثقة ان يكون معصوما من الخطايا والخطاء...... الخ (ميزان الاعتدال ص ۱٤۱ ج ۲) '' اور ہر وہ آدمی جس میں کوئی بدعت ثابت ہو جائے یا جس کا کوئی غلط کلام مروی ہو جائے جو سبب قدح ہو اور اس سے اس کی حدیث ضعیف ہو جائے، ایسا نہیں ہے۔ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ عبدالرزاق کی احادیث محدثین کے نزدیک قبول ہیں اور صرف تشیع سبب جرح نہیں جیسا کہ پہلے بھی تفصیل سے گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

۲۳...... تیئیسویں روایت جس پر ابن خلدونؒ اور اختر صاحب نے جرح کی ہے وہ ابن ماجہ کی روایت ہے جو عبداللہ بن الحارث بن جزء سے مروی ہے کہ: '' قال قال رسول الله ﷺ يخرج ناس من المشرق فيوطون للمهدى يعنى سلطانه...... الخ ''

اس روایت میں ایک تو عبداللہ ابن لہیعہ پر جرح کی گئی ہے جس کے بارے میں بحث پہلے حدیث نمبر ۱۷ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ اسی طرح ان کے شیخ عمرو بن جابر الحضرمی پر بھی جرح کی گئی ہے۔ ان کے بارے میں بھی بحث حدیث نمبر ۱۷ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

۲۴...... چوبیسویں روایت حضرت ابوہریرہؓ کی ہے جس کو ان دونوں حضرات نے ساقط الاعتبار قرار دیا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہے کہ: '' عن ابى هريرةؓ عن النبى ﷺ يكون فى امتى المهدى...... الخ ''

اس روایت میں محمد بن مروان العجلی پر کلام کیا ہے کہ وہ متفرد ہیں۔ اس روایت کو صرف وہ نقل کرتے ہیں کہ کسی نے نقل نہیں کی ہے۔ لیکن یہ وجہ جرح نہیں ہے۔ اس لئے کہ خود ابن خلدون نے تسلیم کیا ہے کہ محمد بن مروان ثقہ ہیں۔ ابوداؤد، ابن حبان، یحییٰ بن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔ (مقدمہ ص ۳۲۱) تو جب محمد بن مروان ثقہ ہیں۔ تو ان کی تفرد سے روایت مردود کیسے

ہوسکتی ہے؟ کیونکہ ضعیف کے تفرد سے تو روایت پر ضعف کا حکم لگتا ہے لیکن ثقہ کے تفرد کی وجہ سے کسی محدث نے کبھی کسی روایت کو ضعیف نہیں کہا ہے۔ خصوصاً جبکہ مہدی کے بارے میں دوسری متواتر روایات بھی موجود ہیں۔

محمد بن مروان کی توثیق یحییٰ بن معین، امام ابوداؤد، مرۃ ابن حبان وغیرہ نے کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ص۴۳۶ ج۹)

۲۵...... پچیسویں روایت بھی حضرت ابوہریرہؓ کی ہے جس کی تخرج ابویعلیٰ موصلی نے اپنے مسند میں کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہے کہ: ''لاتقوم الساعة حتیٰ یخرج علیهم رجل من اهل بیتی......الخ''

اس روایت میں بشیر بن نھیک کے اوپر جرح کی گئی ہے۔ حالانکہ بشیر بن نھیک صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں لکھتے ہیں ثقہ (ص۴۶)۔ عجلی اور امام نسائی نے بھی ثقہ کہا ہے (تہذیب التہذیب ص۴۷۰ ج۱) اور ابوحاتم کے قول ''لایحتج بحدیثه '' جو ابن خلدون نے نقل کیا ہے۔ اس کے متعلق حافظ حجر لکھتے ہیں کہ: ''وهذا وهم وتضعیف وانما قال ابوحاتم روی عنه النضر بن انس وابومجلز وبرکة ویحییٰ بن سعید (تهذیب التهذیب ص ٤٧٠ ج ١) '' کہ ابوحاتم نے یہ نہیں کہا بلکہ یہ لوگوں کا وہم ہے اور عبارت میں تضعیف کی گئی ہے۔ ابن سعید نے بھی ثقہ کہا ہے۔ ابن حبان نے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ امام احمد نے بھی ثقہ کہا ہے (ملاحظہ ہو تہذیب ص۴۷۰ ج۱) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی قوی ہے۔

۲۶...... حضرت قرۃ بن ایس کی روایت جو مسند بزار اور معجم کبیر للطبرانی میں ہے کہ جس کے الفاظ یہ ہیں: ''لتملأن الارض جورا وظلما فاذاملئت جورا وظلما یعث الله رجلا من امتی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی ......الخ''

اس روایت میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے داؤد بن المحبی بن المحرم پر جرح کی ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث کو داؤد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔ (مقدمہ ص۳۲۲)

ان دونوں کے حالات کتب اسماء رجال میں مل نہیں سکے۔ لیکن دوسری صحیح روایات کی موجودگی میں ضعیف روایات بھی تائید اً پیش کی جاسکتی ہیں۔

۲۷...... ''عن ابن عمر قال كان رسول اللهﷺ فی نفر من المهاجرين والانصار (الی ان قال) فعليكم الفتی التميمی فانه يقبل من قبل المشرق وهو صاحب رأية المهدی''

اس روایت میں ابن خلدون وغیرہ نے ابن لہیعہ پر کلام کیا ہے جس کے بارے میں تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ ابن خلدون نے اس روایت میں عبداللہ ابن عمر کو بھی ضعیف کہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے عبداللہ بن عمر بن خطابؓ تو مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ تو صحابی ہیں اور ''الصحابة كلهم عدول '' کا قاعدہ تو مشہور ہے۔ اس کے علاوہ اس نام کے راوی تقریب التہذیب میں تقریباً آٹھ ہیں اور سب کے سب ثقہ ہیں۔ عبداللہ بن عمر بن حفص کو بعض محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن وہ بھی اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں اور مسلم، بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ (ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص ۱۸۲)

۲۸...... اٹھائیسویں روایت حضرت طلحہ بن عبداللہ کی ہے جو طبرانی کے معجم اوسط کے حوالے سے مقدمہ میں منقول ہے۔ جس میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے مثنیٰ بن صباح پر جرح کی ہے۔ (مقدمہ ص ۳۲۲)

مثنیٰ اگرچہ اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ لیکن ابن عدی نے ان کی احادیث کو صالحہ کہا ہے۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے کہ: ''قال ابن عدی له حديث صالح (ص ۳۶ ج ۱) '' اور داؤد العطار نے کہا ہے: ''لم ادرك فی هذا لمسجد اعبد من المثنی بن الصباح (تهذيب التهذيب ص ۳۶ ج ۱) '' کہ اس مسجد میں ان سے زیادہ کسی عابد کو میں نے نہیں دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ بعض محدثین کے نزدیک قابل اعتبار ہیں۔ نیز ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۳۵ ج ۱۰ تقریب التہذیب ص ۳۲۸)

اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ ضعیف روایات تائید میں پیش کی جا رہی ہیں۔ عقیدہ ظہور مہدی ان ضعیف احادیث پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ کما مر یہ وہ بعض احادیث تھیں۔ جن پر منکرین ظہور مہدی نے کلام کیا تھا۔ بعض منکرین نے اس سلسلے میں ''لا مهدی الا عيسیٰ '' کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جو ابن ماجہ وغیرہ میں منقول ہے۔ لیکن یہ خود ابن خلدون کے اقرار کے مطابق منقطع مضطرب اور ضعیف ہے۔

چنانچہ مقدمہ میں اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ''وهو منقطع و بالجملة

فالحدیث ضعیف مضطرب (ص ۳۲۲) ''نیز بعض محدثین نے اس حدیث کو موضوع بھی کہا ہے جیسا کہ اس باب کے اول میں فوائد المجموعہ للشوکانی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

(فوائد مجموعہ ص ۵۱۰)

بہر حال ظہور مہدی متواتر احادیث سے ثابت ہے اور محدثین کے نزدیک قیامت کی علامت میں سے ہے۔ جیسا کہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کی کتاب علامات قیامت کے ضمن میں اس کو ذکر کیا ہے۔ نیز حدیث جبرائیل کے ضمن میں امارات قیامت پر بحث کرتے ہوئے محدثین نے جیسا کہ دوسری امارات وعلامات کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ظہور مہدی کو بھی ثابت شدہ علامات قیامت میں ذکر کیا ہے۔

مسلم کی شرح اکمال المعلم میں علامہ ابی نے لکھا ہے کہ علامات قیامت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ علامات جو معتاد ہیں۔ جیسا کہ علم کا اٹھ جانا، جہل کا ظاہر ہونا، زنا اور شراب نوشی کی کثرت اور دوسری علامات وہ ہیں کہ جو غیر معتاد ہیں جیسا کہ ظہور دجال، نزول عیسیٰ علیہ السلام، خروج یاجوج ماجوج، خروج دابۃ الارض اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا وغیرہ۔ اس کے بعد پانچ علامات غیر معتاد اور بھی ذکر کی ہیں اور اس کے بعد پھر لکھا ہے کہ: ''وزاد بعضهم فتح قسطنطنيه وظهور المهدی (ص ۷۰ ج ۱) ''یعنی محدثین نے فتح قسطنطنیہ اور ظہور مہدی کو بھی علامات قیامت میں ذکر کیا ہے۔ اسی قسم کی عبارت مکمل اکمال الاکمال میں علامہ سنوسی کی بھی ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۷۰ ج ۱)

ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ ظہور مہدی محدثین کے نزدیک ثابت شدہ علامات قیامت میں سے ہیں۔

فی الحال ہم ان ہی گزارشات پر اکتفا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں صراط مستقیم پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے۔

نظام الدین شامزئی...... کراچی

۷ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه و

وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه ، آمين!

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

مرزائی مذہب کا

خاتمہ

حضرت مولانا ابوالنذیرؒ راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان کا جائزہ

ہر شخص کو مرنا ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ لہٰذا ہر وہ مسلمان جو آخرت میں اپنی نجات چاہتا ہے اس پر فرض ہے کہ موت آنے سے پہلے اپنے ایمان کا جائزہ لے کہ ان کا ایمان ہے یا نہیں۔ اگر ہے، تو ناقص تو نہیں ہے۔ کیونکہ ایمان کے بغیر نجات ممکن نہیں اور ناقص ایمان خدا جانے مقبول ہو یا نہیں۔ اس لئے ایمان کے بارے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایمان کا جائزہ کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ خدا کو وحدہ لاشریک مان لو اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ کلمہ طیبہ کا مفہوم ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایمان بالانبیاء، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب الٰہیہ اور ایمان بالآخرت بھی ضروری ہے۔ کیونکہ یہ سب باتیں ارکان ایمان میں سے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ خدا اور رسول ﷺ پر ایمان کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی صرف ہستیوں کو مان لیا جائے اور ان کے احکام کو نہ مانا جائے۔ بلکہ خدا اور رسول ﷺ کے ماننے کے معنی ہی یہ ہیں کہ خدا اور رسول ﷺ کے جملہ احکام کو بھی دل سے قبول کیا جائے اور اس کی تصدیق کی جائے اور اس پر عمل کی کوشش کی جائے۔

اس کے بعد یہ دیکھا جائے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کیسے نبی ہیں۔ آیا اول اور شروع کے نبی ہیں جیسے آدم علیہ السلام تھے یا درمیانی نبی ہیں جیسے نوح اور ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام تھے یا آخری نبی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (احزاب:۴۰)" ﴿محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ کے رسول ہیں اور ختم کرنے والے سب نبیوں کے۔﴾

حق تعالیٰ نے اس آیت موصوفہ میں حضور ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا ہے۔ یعنی آپ تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ یعنی آخری نبی ہیں۔ یا آپ نبیوں پر مہر ہیں اور مہر کے معنی بھی یہی ہیں کہ سلسلہ نبوت کو بند کرنے والے ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی تشریعی یا غیر تشریعی نہیں ہوگا۔ کیونکہ لفظ نبیین اپنے معنی کے اعتبار سے مطلق ہے۔ اس کے ساتھ کوئی تصریح تشریعی نبی یا غیر تشریعی کی نہیں ہے اور یہ بات کہ مہر کے معنی بند کر دینے کے ہیں، ہر طرح ثابت ہے۔

۱...... بادشاہ نے فرمان لکھا اور اس کے آخر میں اپنے دستخط یا مہر لگادی۔ مطلب صاف ہے کہ اب اس فرمان کی عبارت بند ہوگئی۔ نہ گھٹ سکتی ہے نہ بڑھ سکتی ہے۔

۲...... خط لکھا گیا، آخر میں مہر کر دی گئی۔ اب اس خط کی عبارت بند ہوگئی۔

۳...... دستاویز لکھی گئی۔ آخر میں دستخط ہوگئے اور مہر کر دی گئی۔ اب یہ دستاویز مکمل اور بند ہوگئی۔

۴...... لفافہ میں خط وغیرہ بند کر کے لفافہ سربمہر کر دیا گیا اب جب تک یہ مہر نہ توڑی جائے لفافہ بند ہی رہے گا۔

۵...... تالا بند کر دیا گیا اور مہر لگادی گئی۔ اب جب تک مہر نہ ٹوٹے تالا بند ہی رہے گا۔

۶...... دکان یا مکان بند کر کے سیل کر دی گئی یا مہر لگادی گئی۔ اب یہ دکان یا مکان جب تک سیل مہر کو توڑا نہ جائے، بند رہے گی۔ یہ تمام عقلی دلائل واقعات اور مشاہدات ثابت کرتے ہیں کہ مہر کے معنی تمام کر دینے، ختم کر دینے اور بند کر دینے کے ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے جو آخرالانبیاء ہیں، خاتم الانبیاء ہیں۔ سلسلہ نبوت کو ختم نہ کیا ہو۔ ہر قسم کی نبوت ختم ہوگئی اور یہی عقیدہ تیرہ سو برس سے تمام امت محمدیہ کا ہے۔

مہر کے شرعی معنی

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ خود قرآن پاک کیا فیصلہ کرتا ہے اور مہر کے کیا معنی لیتا ہے۔

پہلی آیت...... ”ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ (بقرہ:۷)“ ﴿بند لگادیا یا مہر کی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔﴾ اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر بند کیوں لگایا۔ یا مہر کیوں لگادی؟ اس لئے کہ اللہ کے علم میں وہ ایسے کافر ہیں کہ کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ دیکھئے یہاں پر مہر کے معنی بند کر دینے کے ہیں کہ نہ کانوں کے ذریعہ سے ہدایت کو سن سکیں۔ نہ قلوب کے اندر ایمان داخل ہو سکے۔ ہدایت کے راستے بند کر دیئے گئے۔

دوسری آیت...... ”الیوم نختم علی افواھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون (یٰس:٦٥)“ ﴿آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور گواہی دیں گے۔ پاؤں ان کے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔﴾

دیکھئے یہاں بھی یہی مذکور ہے کہ قیامت کے دن کفار کے مونہوں پر مہر لگا کر بند کر دیئے جائیں گے اوران کے ہاتھ کلام کریں گے اور پیران کے گواہی دیں گے۔ کہئے مہر کے معنی بند کر دینے کے ہوئے یا نہیں؟

تیسری آیت...... ''وختم علی سمعه وقلبه وجعل علی بصره غشوٰة (جاثیه:۲۳)'' ﴿خداتعالیٰ نے ان کے کان اور دل پر مہر لگادی اوران کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا﴾ یہاں بھی مہر کے معنی کان اور دل بند کر دینے کے ہیں۔ جو پہلی آیت میں بیان کئے گئے ہیں۔

چوتھی آیت...... ''یسقون من رحیق مختوم ختامه مسك (تطفیف:۲۵)''
﴿اوران کے پینے کے لئے شراب خالص سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی، ملے گی۔﴾

رحیق ایک قسم کی شراب ہوگی۔ جو جنت میں جنتیوں کو پینے کے لئے ملے گی۔ یہ شراب جس برتن میں بھی ہو۔ خواہ صراحی میں ہو یا بوتل وغیرہ میں، بہر حال بند ہوگی اور سربمہر ہوگی اور اس کی مہر جس سے یہ بند کی گئی ہوگی، مشک کی ہوگی۔

دیکھا آپ قرآن شریف میں جہاں کہیں ''خاتم یا ختم'' لفظ آیا ہے۔ وہاں مہر ہی کے معنی ہیں اور مہر کے معنی بند کر دینے کے ہی ہیں۔ جاری کر دینے یا جاری ہونے یا تصدیق کر دینے یا منظوری دینے کے کہیں بھی نہیں ہیں۔ پس خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء، خاتم الانبیاء یعنی نبیوں کو ختم کرنے والے اور سلسلہ نبوت بند کرنے والا ہی ہیں اور تیرہ سو برس سے تمام امت محمدیہ کا مسلمہ طور پر یہی عقیدہ رہا ہے، اور ہے۔ اس کے خلاف کوئی اپنے آپ کو نبی کہنے والا اور اس کو نبی ماننے والا اور سلسلہ نبوت کو خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی، ظلی ہو یا بروزی قطعی کافر اور امت محمدیہ سے خارج ہے۔

ہاتھ کے ہاتھ ایک شرعی مسئلہ بھی بیان کر دوں۔ اگر محمد ﷺ کے بعد کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اور کہے کہ میں خدا کی طرف سے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور کوئی مسلمان اس سے یہ کہے کہ اگر تو نبی ہے تو معجزہ دکھلا، تو ایسا کہنے والا شخص فوراً کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ختم نبوت پر اس شخص کا ایمان نہیں ہے۔ گویا اس کے ناقص خیال میں ابھی نبوت ختم نہیں ہوئی اور کوئی نیا نبی آسکتا ہے۔ جب ہی تو اس سے معجزہ طلب کرتا ہے۔ ایسے شخص کو تجدید ایمان کرنا چاہئے۔

خاتم النبیین کے متعلق مرزائیوں کے من گھڑت معنی اوراس کے فساد اب ذرا قادیانیوں یا احمدیوں یا مرزائیوں کی بھی سن لیجئے کہ اس آیت شریفہ کے متعلق کیا کہتے ہیں کہ خاتم

کے معنی ہیں "مہر" اور خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ جو نبی ہوگا وہ نبی کریم ﷺ کی مہر یا تصدیق یا منظوری سے ہوگا۔ چونکہ سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا اور قیامت تک جاری رہے گا۔ لہٰذا کوئی نبی محمد ﷺ کی مہر یا تصدیق یا منظوری کے بغیر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ گویا حضور ﷺ نبی گر ہیں۔ یعنی نبیوں کے بنانے والے ہیں اور یہ حضور ﷺ کا بڑا شرف ہے۔ جو کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا۔ قبل اس کے کہ اس پر بحث کی جائے۔ ہم مرزائیوں سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ یہ معنی شرعی ہیں یا طبعی ہیں۔ اگر شرعی ہیں تو اس کے استدلال میں قرآن شریف کی آیات، احادیث رسول ﷺ پیش کرنا ہوں گی۔

جیسا کہ ہم نے مہر کے معنی قرآن شریف سے پیش کئے ہیں اور اگر یہ معنی آپ کے طبعی ہیں کہ اپنے اپنی طبیعت سے گھڑے ہیں۔ تو کسی کو کیا غرض پڑی ہے کہ آپ کی من گھڑت باتوں کو مانتا پھرے۔ ان معنوں کو کم سے کم کسی عقلی دلیل سے کسی لغت کی کتاب سے ہی ثابت کیا ہوتا۔ آپ کا کہہ دینا تو کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ یہ معنی کیوں گھڑے گئے ہیں۔ جھوٹے مدعیان نبوت کے نبی بننے کا راستہ صاف کرنے کے لئے اپنے متبعین کو بیوقوف بنانے کے لئے تاکہ جاہل لوگ خوش ہو جائیں کہ واہ ہمارے نبی کی کیا شان ہے اور کیا مرتبہ ہے۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ اس چھوٹی سی بات میں کتنا بڑا فساد بھرا ہے۔ سنئے اور فرض کر لیجئے کہ اللہ پاک نے نبی کریم ﷺ کے تیرہ سو برس بعد قادیان میں مرزا قادیانی کو نبی بنانا چاہا اور اپنی منظوری کے بعد کاغذات نبوت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیئے تاکہ حضور ﷺ کی مہر یا تصدیق یا منظوری ہو جائے۔

اگر حضور ﷺ کی اور خدا کی رائے میں اختلاف ہو جاتا تو ایک بہت بڑا جھگڑا پڑ جاتا اور پھر نہ معلوم کس کی رائے فائق رہتی۔ خدا کی یا حضور ﷺ کی اور مرزا غلام احمد قادیانی نبی بنتے یا نہیں۔ مگر تھوڑی دیر کے لئے مان لیجئے کہ حضور ﷺ نے بھی اپنی مہر لگا دی، تصدیق کر دی، منظوری دے دی اور مرزا قادیانی نبی ہو گئے۔ معلوم ہے آپ کو کہ اس میں فساد کیا ہوا۔ جی جناب اس سے حضور اکرم ﷺ کی شان بڑھی ہو یا گھٹی ہو۔ لیکن خدا کی شان ضرور گھٹ گئی۔ خدا کی توہین ضرور ہو گئی۔ آج تک تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ خدا اپنے کاموں میں کسی کا محتاج نہیں خود مختار اور "لاشریك له" ہے "مالهم فیهما من شرك وماله منهم من ظهیره (سبا:۲۲)" زمین و آسمان کے پیدا کرنے میں نہ تو اس کے ساتھ کسی کی شرکت ہے نہ اس میں سے اس کا کوئی مددگار ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں نہ تو کسی سے مشورہ کرتے ہیں نہ کسی کی مدد لیتے ہیں۔ نہ کسی

کی کسی کام میں تصدیق کراتے ہیں۔ نہ کسی کی منظوری لیتے ہیں۔ یہ شرف فی الافعال ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا قطعی شرک اور کفر ہے۔ میاں وہ تو خیریت ہوگئی کہ خدا اور رسول میں اتفاق رائے ہوگیا اور معاملہ طے ہوگیا۔ اگر خدانخواستہ دونوں میں اختلاف رائے ہو جاتا تو معلوم ہے آپ کو کیا ہوتا۔ اجی وہی ہوتا جو خدا نے فرمایا: ''لوکان فیهما الهة الا الله لفسدنا(انبیاء:۲۲)'' اگر زمین و آسمان میں کوئی اور بھی خدا ہوتا تو یہ دونوں یعنی زمین و آسمان تباہ ہو جاتے۔ یا خدا کی خدائی نہ رہتی یا حضور کی رسالت اور نبوت نہ رہتی۔

دیکھا آپ نے اس چھوٹی سی بات میں کتنا بڑا فساد بھرا ہے۔ اس قسم کے معنی گھڑ کر اور اس قسم کا عقیدہ رکھ کر کیا کوئی شخص مسلمان رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس قسم کی باتیں قطعی شرک اور کفر ہیں۔ جب ہی تو ہم نے کہا کہ مسلمانو مرنے سے پہلے اپنے ایمان کا جائزہ لے لو۔ کہیں نجات سے محروم رہ جاؤ اور دوزخ میں ڈالے جاؤ۔

اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ چھوٹے حاکم اپنے کام کی تصدیق یا منظوری بڑے حکام سے لیا کرتے ہیں۔ لیکن مرزائی قانون نرالا ہے۔ یہاں سب سے بڑا حاکم احکم الحاکمین اپنے ایک بندے سے نبوت کی تصدیق کراتا ہے اور منظوری لیتا ہے۔ یہ بڑے حاکم کی توہین نہیں ہے اور یہ بھی کھلا ہوا مسئلہ ہے کہ کوئی نبی کسی کو نبی نہیں بنا سکتا اس کی بھی شریعت میں کوئی سند نہیں ہے۔

جب آپ کو یہ معلوم ہو چکا کہ ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی اور اب محمد رسول ﷺ کے بعد اور کوئی نبی تشریعی یا غیر تشریعی آنے والا نہیں ہے۔ اس کے بعد خدا کی طرف سے بشارت آئی: ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (مائده:۳)'' ﴿آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کیا۔﴾

سبحان اللہ! کیا پیاری بشارت ہے اور کتنا مکمل بیان ہے اور کتنی اچھی بات ہے اور عمدہ ترتیب ہے۔ سمجھو اور غور کرو کہ نبوت اور ایمان بالانبیاء ارکان دین میں سے ہے اور کوئی چیز مکمل نہیں ہوسکتی جب تک اس کا کوئی رکن یا کوئی چیز باقی ہو۔ پس اگر نبوت جاری ہے اور انبیاء آتے رہیں گے تو دین کا ایک رکن تکمیل سے باقی رہے گا۔ جب تک جتنے انبیاء قیامت تک آنے والے ہیں۔ سب کے سب نہ آچکیں، اور جب تک دین کا رکن تکمیل سے باقی رہے گا۔ دین اسلام مکمل کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا کوئی ایسی عمارت بھی مکمل کہلا سکتی ہے جس کا کوئی حصہ یا کوئی جز تعمیر سے باقی

ہو؟ ہرگز نہیں۔ تکمیل شروع میں یا درمیان میں نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ ہمیشہ آخر میں ہوتی ہے۔

پھر مرزا غلام احمد قادیانی اگر نبی ہے تو ان پر ایمان لانا دین کا ایک رکن ہوگا اور ان کی نبوت دین اسلام کا ایک حصہ یا جز ہوگا۔ پھر یہ عجیب بات ہے کہ مرزا قادیانی کے نبی بننے سے پہلے اور ان پر ایمان لانے سے تیرہ سو برس پہلے ہی دین اسلام مکمل ہوگیا۔ یہ تو کمال پر زیادتی ہے اور کمال پر زیادتی ہمیشہ عیب ہوا کرتی ہے۔ دیکھئے پنجہ کا کمال یہ ہے کہ اس میں پانچ انگلیاں ہوں۔ اگر کسی شخص کے پانچ کی بجائے چھ انگلیاں ہوجائیں تو یہ شخص چھینگا یا چھیانگہ کہلائے گا اور یہی عیب ہے۔ کیونکہ کمال پر زیادتی ہوئی ہے۔

پس تو خوب سمجھ لو۔ اپنے ایمان کا جائزہ لے لو کہ مرزا قادیانی کو نبی مانا جائے اور نبوت کو جاری سمجھا جائے تو یہ تکمیل اسلام کے بعد کی بات ہے۔ جو کمال پر زیادتی ہونے کی وجہ سے سراسر عیب ہے۔ لہٰذا ایسے معیوب اسلام کو ہرگز نہیں مان سکتے نہ نبوت کو جاری مان سکتے ہیں۔ نہ مرزا قادیانی پر ایمان لا سکتے ہیں۔ مرزا قادیانی کی نبوت اسلام میں چھٹی انگلی ہے جو عیب ہے۔ کمال دین کے بعد اتمام نعمت ایک لازمی چیز ہے۔ دین ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ انبیاء ومرسلین کتب الہیہ اور شریعت وغیرہ سب ہی دین کے ارکان اور اجزاء ہیں اور چونکہ یہ سب چیزیں ذریعہ ہدایت ہیں۔ لہٰذا سب کی سب بڑی نعمتیں ہیں۔ اتمام نعمت کے حق تعالیٰ نے اپنی رضا کا اظہار فرمادیا کہ ہم نے دین اسلام تمہارے لئے پسند فرمایا۔ حق تعالیٰ کی رضا بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کام سے جس بات سے حق تعالیٰ رضامند ہوجائے، باقی کیا رہا؟ اس سے بڑی اور کیا نعمت اور سعادت ہوگی۔ دیکھا آپ نے کتنی اچھی اور عمدہ ترتیب ہے۔ پہلے نبوت کو ختم کیا گیا۔ پھر اکمال دین کیا گیا۔ کیونکہ کوئی چیز آنے کو باقی تو رہی نہ تھی۔ انبیاء، کتب شریعت سب ہی بند کر دیئے گئے۔ یہ نعمتیں تھیں جو امت محمدیہ کو دے دی گئیں۔ لہٰذا اتمام نعمت ہوگیا اور اتمام نعمت کے بعد اپنی رضا کی بشارت دے دی:

ایں سعادت بزور بازو نیست   تانہ بخشد خدائے بخشندہ

جب ہم کو یہ سب کچھ حاصل ہوگیا تو اب ہمیں کیا پڑی ہے کہ ہم سلسلہ نبوت کو جاری مانتے پھریں۔ یا مرزا قادیانی کو نبی مانتے پھریں؟ ہمیں تو دوزخ میں جانا منظور نہیں۔ ہمیں اصلی ایمان اور اصلی سعادت حاصل ہے۔

اس مسئلہ کے ایک اور پہلو پر نظر کرو جو مرزائی کہتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے فرض کر

کے یہ مان لو کہ نبوت جاری ہے اور ابھی ختم نہیں ہوئی۔ لیکن فوراً ہی یہ سوال پیدا ہوگا کہ آخر کبھی نبوت ختم ہوگی بھی یا نہیں؟ اگر یہ کہو کہ کبھی ختم نہیں ہوگی تو یہ ناممکن اور محال عقلی ہے۔ کیونکہ اگر کسی چیز کا شروع ہے تو اس کا ختم بھی ضرور ہے۔ ایک سرے کی رسی اور ایک کنارے کا دریا کبھی ہوتا ہی نہیں۔ بہرحال قیامت آنے سے پہلے کبھی نہ کبھی نبوت ختم ضرور ہوگی اور کوئی نہ کوئی ایسا نبی ضرور ہوگا جس کے بعد پھر کوئی نبی نہ ہوگا اور قیامت آجائے گی۔ نبی اور سلسلہ نبوت دونوں ختم ہو جائیں گے۔ اس وقت یہ قرآن شریف موجود ہوگا یا نہیں، ضرور ہوگا اور قرآن میں وہ آیات:

''یبنی ادم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایتی (اعراف:۳۵)''''وانعم اللہ علیهم من النبیین والصدیقین والشهدء والصلحین (نساء:۶۹)''موجود ہوں گی یا نہیں، یقیناً ہوں گی۔ اس وقت ان سب آیات کا کیا مطلب ہوگا۔ سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہوگا۔ نبی آنے بند ہو چکے ہوں گے۔ آخر الانبیاء نبی آچکا ہوگا۔ اس وقت اجراء نبوت کا سوال ہی باقی نہ رہے گا۔ کوئی اور نئی وحی آنے کی نہیں کہ سلسلہ نبوت جو جاری تھا، بند کر دیا گیا اور نبوت ختم ہوگئی اور اگر کوئی ایسی وحی آئے گی بھی تو کس پر وہ ناسخ قرآن ہوگی اور یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ آنے والا نبی محمد ﷺ کا تبع نبی ہوگا نہ کہ ناسخ شریعت غرضیکہ اجراء نبوت کا عقیدہ ہر طرح سے باطل ہے۔ مسلمانو اس سے بچو۔

اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے ختم نبوت کے متعلق مختلف طریقوں سے کیا کیا ارشاد فرمایا ہے؟۔ ایک اشتہار مورخہ ۲؍اکتوبر ۱۸۹۱ء مجموعہ اشتہارات ج۱ص۲۳۰ میں فرماتے ہیں:''میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہلسنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا حضرت محمد ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔''

دیکھا آپ نے مرزا قادیانی نے کتنے زوردار الفاظ میں اور کتنی صفائی کے ساتھ ختم نبوت کے منکر اور مدعی کو کاذب اور کافر کہا ہے۔ اس قول کے بموجب وہ خود ہی کاذب اور کافر بن گئے ہیں۔ دوسرا کوئی کیا کہے۔

ازالہ اوہام مرزا قادیانی کی مشہور کتاب ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:''اور رسول کی حقیقت

اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے۔“(ص۵۳۴، خزائن ج۳ ص۳۸۷) اور”یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تاقیامت منقطع ہے۔“(ازالہ اوہام ص۷۶۱، خزائن ج۳ ص۵۱۱) تو کیا بغیر وحی بھی کوئی نبی یا رسول ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ (کتاب البریہ ص۱۸۴ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۲۱۷) میں فرماتے ہیں کہ”آنحضرت ﷺ نے بار بار فرمادیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث”لانبی بعدی“ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیت”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔“

جب حدیث”لا نبی بعدی“کی صحت میں کسی کو کلام نہیں تھا اور قرآن شریف بھی اس کی تصدیق کرتا ہے کہ نبوت ختم ہو چکی۔ تو اب یہ باتیں غلط کیونکر ہوگئیں؟ سوائے اس کے ان کی تغلیط کرنے والا ہی کاذب اور کافر ہے۔

(فیصلہ آسمانی ص۱۵، خزائن ج۴ ص۳۳۵) اور (حقیقت النبوت ص۹۲) پر فرماتے ہیں:

”اے لوگو! اے مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو، دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔“

معلوم نہیں مرزائی امت مرزا قادیانی کے اس قول کو مانے گی یا نہیں اور اس پر عمل کرے گی یا نہیں۔ کیونکہ خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ مرزا قادیانی اور ان کی امت ہی نے جاری کیا ہے۔

مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۷۶۱، خزائن ج۳ ص۵۱۱) میں ایک جگہ ایک ایسی بات کہہ گئے ہیں۔ جس سے ثابت ہے کہ کوئی نبی کسی قسم کا ہرگز ہو نہیں سکتا۔ فرماتے ہیں:”قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔“

کہئے مرزا قادیانی تو خود کہتے ہیں کہ وحی رسالت بند ہے۔ اس لئے نہ جبرائیل آسکتے ہیں نہ کوئی نیا یا پرانا رسول آسکتا ہے۔ ذرا گھبرا کر یہ نہ کہہ دیجئے گا کہ رسول تو نہیں آسکتا کیونکہ وہ صاحب شریعت ہوتا ہے۔ مگر صرف تبع نبی آسکتا ہے کہ وہ صاحب شریعت نہیں ہوتا۔ اس کہنے

سے کام نہیں چل سکتا۔ کیونکہ آیت شریفہ لفظ خاتم النبیین ہی ہے۔ خاتم المرسلین نہیں ہے۔ جبھی تو جمہور اسلام اس کے قائل ہیں کہ چونکہ آیت میں لفظ خاتم النبیین ہے۔ اس لئے کوئی نیا نبی صاحب شریعت یا غیر صاحب شریعت ہرگز نہیں آسکتا۔ جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ قطعی کافر ہے۔

- پھر یہ شعر بھی مرزا قادیانی ہی کا ہے۔ چنانچہ سراج منیر (ص ح، خزائن ج۱۲ص۹۵) میں فرماتے ہیں:

ہست روز خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت کا بروشد اختتام

یہ ہیں مرزا قادیانی کے اقوال ختم نبوت کے متعلق۔ ایک عقلمند آدمی حیران ہوگا کہ جو شخص ختم نبوت کے منکر اور مدعی نبوت کو کاذب اور کافر کہہ رہا ہے، پھر وہ خود ہی ختم نبوت کا منکر اور مدعی نبوت ہو یہ عجیب بات ہے۔ آخر معاملہ کیا ہے۔ اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے اور کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے اقوال دعوے نبوت سے پہلے کے ہیں۔ اب آپ کو خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ تو نبی ہے تو مرزا قادیانی نے اپنے عقیدہ کو بدل دیا۔

لیکن پھر سوال پیدا ہوگا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے مرزا قادیانی نے قرآن شریف اور حدیث شریف یعنی کلام خدا اور کلام رسول کو صحیح سمجھا تھا یا غلط۔ اگر صحیح سمجھا تھا تو پھر دعویٰ نبوت کیوں کیا اور اگر غلط سمجھا تھا تو کلام خدا اور کلام رسول کو غلط سمجھنے والا شخص نبوت کے قابل ہی نہیں۔ بھلا جو شخص قرآن کا اور رسول کا متبع ہو کر قرآن اور حدیث کو سمجھے ہی گا نہیں وہ تبلیغ دین کیا خاک کرے گا۔ دوسرے یہ رسالت کا مسئلہ عقائد کا مسئلہ ہے۔ اس میں تنسیخ بھی جائز۔ اعمال تو تنسیخ سے بدل جاتے ہیں۔ مگر عقائد نہیں بدلا کرتے۔ تیسرے یہ کہ نبی اپنی ذات سے معصوم ہوتا ہے۔ وہ اس قسم کی غلطی کر ہی نہیں سکتا۔ اس کو تو خدا محفوظ رکھتا ہے کہ یہ ایسی بات نہ کہے جو کل کو غلط ثابت ہو۔ ورنہ لوگ اس کو نہ صادق کہیں گے نہ امین اور نہ وہ معصوم رہے گا اور نبوت کی یہی صفات ہیں۔ پس ایسا شخص جو نہ معصوم ہو نہ صادق ہو اور نہ امین ہو۔ وہ نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا مرزا قادیانی کی نبوت کی تغلیط کے لئے یہ کافی ہے۔

ایک بات مسلمان کو یاد رکھنی چاہئے کہ کسی مسلمان کو یہ نہ دیکھنا چاہئے کہ اسلام کے متعلق مرزا قادیانی کیا کہتے ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی کی سچائی ابھی خود محل نزاع ہے۔ پس جب تک مرزا قادیانی کی سچائی ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک ان کی کوئی بات سچی نہیں مانی جاسکتی۔ اسلام کے متعلق ہمیشہ ہم کو یہ دیکھنا ہوگا کہ مرزا قادیانی سے پہلے تیرہ سو برس تک۔ اسلام کیا تھا۔ ان

مسائل کی نوعیت جن کو مرزا قادیانی پیش کرتے ہیں، کیا تھی؟ مرزا قادیانی کے اقوال اور ان کی باتوں کا نام اسلام نہیں ہے۔ خدا اور رسول کے احکام کا نام اسلام ہے۔ لہٰذا اسلام اور مسلمانوں کا یہ متفقہ اور مسلمہ مسئلہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی ہے اور اب کوئی نبی نہیں ہوگا۔

مرزا قادیانی بھی برسوں یہی کہتے رہے جیسا کہ اوپر ان کے اقوال سے ثابت ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب اس کے خلاف مرزا قادیانی کی کوئی بات نہیں مانی جاسکتی۔ مرزائی صاحبان کو چاہئے کہ مسلمانوں کے سامنے مرزا قادیانی سے پہلے کا اسلام پیش کریں۔ مرزا قادیانی کا اختراعی اسلام کوئی مسلمان ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ مرزائیوں کو جو وہم سوار ہے۔ ذرا اس کو دور کر دوں۔ ایک وہم ان کا یہ ہے کہ پہلے بڑے بڑے انبیاء اس مرتبہ کے نہیں تھے جیسے کہ ہمارے نبی کریم ہیں۔ ان کی امت بھی اس مرتبہ کی نہیں تھی جیسے کہ ہمارے نبی کی امت خیر الامم ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان نبیوں کے بعد ان کی امت میں سے ان کے متبع انبیاء ہوتے رہے اور ان کی امت پر انعام نبوت بند نہیں ہوا۔ مگر یہ امت جو خیر الامم ہے، انعام نبوت اس پر کیوں بند کر دیا گیا؟

اجی جناب انعام بند نہیں کیا گیا۔ بلکہ کلیتہً عطاء کر دیا گیا ہے۔ کیا آپ اوپر ''**واتممت علیکم نعمتی**'' نہیں پڑھ چکے اور قرآن شریف میں دوسری جگہ یہ نہیں فرمایا کہ: ''**واسبغ علیکم نعمه ظاهرة وباطنه**'' ﴿اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دیں۔﴾

پس آپ کا یہ کہنا کہ امت محمدیہ پر انعام نبوت کیوں بند کر دیا گیا، کفران نعمت ہے۔ اس وقت یعنی پہلے نبی یوں ہوتے رہے کہ نبوت بند نہیں ہوئی تھی اور اب چونکہ نبوت بند ہوگئی۔ لہٰذا نبی نہیں ہوتے۔ انعامات کا حصر صرف نبوت پر ہی نہیں ہے۔ نبوت بھی انعام کی ایک فرد ہے۔ جو ہمارے نبی ﷺ پر ختم کر دی گئی اور یہ چیز ایسی ہے کہ کہیں نہ کہیں جا کر ختم ضرور ہوتی لہٰذا اس کا شرف ہمارے نبی کریم ہی کو دے دیا گیا۔ باقی اس سے کم درجہ کے انعامات مثلاً صدیقیت، شہادت، صالحیت، ولائت اور خلافت، مجددیت وغیرہ سب کے سب امت کے لئے کھلے ہوئے ہیں اور نبوت کی سعادت و برکات میں نبی کے ساتھ اس کی امت بھی شریک ہوتی ہے۔ اس ہی لئے اس امت کا لقب خیر الامم ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ امت کا ہر فرد بشر نبی بنایا جائے۔ ساری امت کے لئے ایک ہی نبی کافی ہوتا ہے۔

چنانچہ ہمارے نبی کریم سرور دو عالم اپنی ساری امت کے لئے کافی ہیں۔ ہمیں مرزا قادیانی کی یا کسی اور نبی کی ضرورت نہیں۔ اگر امت کے سارے لوگ نبی بنادیئے جائیں۔ وہ پھر امت کہاں رہے گی؟ دوسرا وہم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دعا سکھلائی ہے کہ: ''اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم (فاتحه:۰)'' ﴿ہم کو صراط مستقیم پر چلا، راہ ان لوگوں کے جن پر تو نے انعام کیا۔﴾ وہ انعام یافتہ لوگ کون ہیں۔ دوسری آیت میں فرمایا: ''انعم الله عليهم من النبيين وصديقين والشهد اء والصالحين (نساء:۶۹)'' یہ دعا ہم روزانہ پانچ وقت نماز میں مانگتے ہیں۔ پس اگر یہ دعا مانگ کر اور ان لوگوں کی راہ پر چل کر ہم ان جیسے نہیں بن سکتے تو یہ دعا مانگنا ہی بیکار ہے۔

میاں یہ دعا تو نماز میں عورتیں اور بچے بھی مانگتے ہیں۔ تو کیا عورتوں اور بچوں کو بھی نبوت ملنی چاہئے اور پھر یہ دعا کروڑوں مسلمان مانگتے ہیں تو کیا پھر سب کو نبی بنادیا جائے؟ کیا بے عقلی کی سی باتیں ہیں۔ میاں معلوم بھی ہے کہ نبوت بنص قرآنی بند ہوچکی ہے۔ اس کے لئے دعا مانگنا ہی شریعت میں حرام ہے۔ اگر آپ نبوت کے لئے دعا مانگتے ہوں تو خدا کے لئے اس سے جلد توبہ کر لیجئے۔ ورنہ یہ دعا آپ کی کبھی قبول نہ ہوگی اور معصیت الگ سر رہے گی۔

پہلے آپ کو یہ معلوم کرنا چاہئے کہ راہ مستقیم اور انعام یافتہ لوگوں کی راہ سے کیا مراد ہے۔ اس سے مراد ہے اسلام کی راہ، لہٰذا جو مسلمان ہیں۔ وہ بفضلہ تعالیٰ اسلام پر چل رہے ہیں۔ ان کی دعا قبول ہورہی ہے۔ اب رہے مرتبے کہ نبوت تو بند ہوچکی البتہ صدیقیت، شہادت، صالحیت، ولایت وغیرہ ان مرتبوں کے لئے آپ دعا بھی کیجئے اور کوشش بھی کیجئے۔ اگر عطاء ربانی شامل حال ہوگی تو ان میں سے کوئی نہ کوئی مرتبہ آپ کو بھی مل جائے گا ورنہ ہم تو روزانہ یہ دعا مانگتے ہیں کہ: ''اللهم احينا على الاسلام وتوفنا على الايمان'' اگر اللہ تعالیٰ اس ہی کو قبول کر لیں تو اس کی بڑی مہربانی ہے اور شہادت حاصل کرنے کی اس سے آسان ترکیب ہے کہ آپ خدا کے لئے یعنی فی سبیل اللہ جہاد کیجئے اور شہید بن جائیں۔ یہ مرتبہ محض دعا سے حاصل نہ ہو سکے گا۔

ایک مرزائی صاحب نے آیت شریفہ: ''ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصلحين (نساء:۶۹)'' ﴿جو اطاعت کرے اللہ کی اور رسول کی پس وہ ساتھ ہوں گے ان لوگوں کے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیین، صدیقین اور شہداء اور صالحین کے﴾ پیش کر کے ہم سے کہا کہ اس

آیت کی رو سے جو لوگ اس امت میں سے خدا اور رسول کی اطاعت کریں۔ وہ نبی، صدیق، شہید اور صالحین ہو سکتے ہیں۔ ہم نے ان سے عرض کیا کہ جناب اس آیت میں تو صرف ان لوگوں کی معیت کا ذکر ہے جو مسلمان اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان بزرگوں کے ساتھ ہوں گے۔ کہاں ساتھ ہوں گے؟ جنت میں اور جنت کے درجات میں کیا آپ کو اتنی بات بھی معلوم نہیں کہ نبی بننے اور نبی کے ساتھ ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اس آیت کا آخری فقرہ جو اس ساری آیت کی تفسیر ہے۔ اس کو آپ ہضم کر گئے۔ اس آیت کا آخری فقرہ ہے: ''وحسن اولئك رفيقاً (نساء:٦٩)'' ﴿یعنی یہ لوگ نبی، صدیق، شہید، صالحین مسلمانوں کے اچھے رفیق ہیں۔﴾ فرمائیے آپ کا مدعا کیونکر ثابت ہوا۔ آیت کے اس آخری فقرے نے تو آپ کے سارے استدلال کی جڑ ہی کاٹ دی۔ پھر فرمایا جب اس امت میں مسلمان صدیق، شہید، صالح بن سکتا ہے۔ تو نبی کیوں نہیں بن سکتا؟ ہم نے عرض کیا کہ یوں نہیں بن سکتا کہ آیت خاتم النبیین کی رو سے ہر قسم کی نبوت بند ہے۔ مرزا قادیانی اپنی کتاب سراج منیر (ص ح، خزائن ج۱۲ ص۹۵) میں خود فرماتے ہیں:

ہست اوخیر الرسل خیر الانام ہر نبوت رابروشد اختتام

اور صدیق، شہید اور صالحین یوں ہو سکتے ہیں کہ قرآن شریف میں ان کا ہونا ثابت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''والذين امنوا بالله ورسله اولئك هم الصديقون والشهداء عند ربهم (حديد:١٩)'' صدیق اور شہداء کا ہونا اس آیت سے ثابت ہوا اور صالحین کی بابت فرمایا کہ: ''ان تكونوا صالحين فانه كان للا وابين غفورا (بنی اسرائيل:٢٥)'' کہئے! تینوں کا قرآن شریف سے ہونا ثابت ہوا یا نہیں۔ پھر فرمایا کہ آیت میں نبی کا لفظ موجود ہے۔ اگر ان میں سے ایک نعمت کا حصول ناممکن ہے تو سب کا انکار لازم آئے گا۔ ہم نے عرض کیا کہ جناب انکار تو آپ خود ہی فرما رہے ہیں کہ تشریعی نبی نہیں ہوگا۔ حالانکہ سب سے بڑی نعمت تشریعی نبوت ہی ہے۔ اس کے آپ خود منکر ہیں کہ تشریعی نبی نہیں ہوگا۔

ہم آیت خاتم النبیین کی بناء پر کہتے ہیں کہ تشریعی یا غیر تشریعی نبی نہیں ہوگا اور آپ کہتے ہیں کہ تشریعی نبی نہیں ہوگا اور غیر تشریعی ہوگا اور کوئی ثبوت قرآن مجید سے پیش نہیں کرتے اور یہ جو بار بار آپ فرماتے ہیں کہ خدا اور رسول کی اطاعت سے مسلمان نبی بن سکتا ہے۔ مگر یہ تو بتائیے کہ رسول اللہ ﷺ میں آل رسول خلفائے راشدین و دیگر بڑے بڑے صحابہ، تابعین، تبع

تابعین، اولیائے کرام، صوفیائے، علماء، قطب، غوث، ابدال ودیگر بزرگان دین میں سے صحیح معنوں میں کوئی متبع رسول ہوا یا نہیں۔ اگر ہوا تو اس میں سے کسی کو نبوت کیوں نہیں ملی اور مرزا قادیانی جو صحیح معنوں میں متبع رسول نہیں تھے۔ کیونکہ ان کے عقائد صحیح نہیں تھے۔ اخلاق اچھے نہیں تھے۔ اعمال کے اعتبار سے تارک فرائض تھے۔ نہ ہجرت کی، نہ جہاد کیا، نہ حج کیا نہ نصاب کے حساب سے زکوٰۃ دی۔ ان کو نبوت کس عمل کے صلہ میں مل گئی؟

وہ عمل ہم کو بتلانا بھی چاہئے تاکہ ہم بھی نبی بننے کی کوشش کریں۔ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ نبوت کسبی نہیں ہے۔ وہبی ہے۔ کسی عمل کے صلہ میں نہیں مل سکتی۔ ہم نے عقلی دلائل سے قرآن شریف کی آیات سے مرزا قادیانی کے اقوال سے غرض ہر طرح سے ثابت کر دیا ہے کہ ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی کسی قسم کا نہیں آئے گا۔ ہمارے اور مرزا قادیانی کے درمیان صرف یہی ایک مسئلہ بنیادی ہے۔ اگر نبوت جاری ہے تو کوئی نہ کوئی ضرور نبی آ سکتا ہے۔ وہ مرزا قادیانی ہوں یا کوئی اور۔ اگر نبوت ختم ہو چکی ہے جیسا کہ حقیقت یہی ہے تو مرزا قادیانی کیا کسی بھی نبی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس سمجھنا چاہئے کہ ختم نبوت کے ساتھ مرزائی مذہب بھی ختم ہے اور اسی نسبت سے ہم نے اس چھوٹے سے رسالہ کا نام ”مرزائی مذہب کا خاتمہ“ رکھا ہے۔ جن لوگوں کے نصیب میں ہدایت لکھی ہے۔ وہ اس سے ہدایت پائیں گے ورنہ جن کو خدا ہی نے گمراہ کر دیا ہے۔ ان کو کون ہدایت دے سکتا ہے۔

دیگر مسائل جیسے وفات مسیح، رفع، خلا وغیرہ پر بحث بالکل فضول ہے۔ کیونکہ یہ بنیادی مسائل نہیں ہیں نہ مرزا قادیانی کی نبوت سے ان کا کوئی تعلق ہے۔ اسلام مرزا قادیانی کی پیدائش سے پہلے بھی تھا۔ یہ نہیں کہ اسلام ہم کو مرزا قادیانی نے آ کر بتلایا ہو۔ لہٰذا ہم اسلام کے ہر مسئلہ کو مرزا قادیانی کی پیدائش سے پہلے جو کچھ تھا۔ اس طرح مانیں گے۔ مرزا قادیانی کے کہنے سے یا ان کے بتلانے سے ہرگز نہ مانیں گے۔ کیونکہ ہمارے پاس صحیح اور مکمل اسلام پہلے سے موجود ہے۔

وما علینا الا البلاغ

خادم الاسلام ابوالنذیر ناظم انجمن تبلیغ دین حال مہاجر مغربی پاکستان راولپنڈی

یکم جنوری ۱۹۵۰ء مطابق ۱۱ ربیع الاول ۶۹ھ

مرزا قادیانی کے نبی نہ ہونے کے دلائل

اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ نبوت ختم نہیں ہوئی، بلکہ جاری ہے تو بھی ہمارا دعویٰ ہے کہ مرزا قادیانی پھر بھی ہرگز نبی نہیں ہوسکتے۔ وجوہات حسب ذیل ہیں:

۱...... مرزا قادیانی کے دعوے کی کوئی تحدید نہ تھی۔ کبھی مجدد، کبھی محدث، کبھی مہدی اور کبھی مسیح موعود اور کبھی ظلی اور بروزی نبی، کبھی غیر تشریعی نبی اور کبھی تشریعی نبی بنتے رہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ان میں سے کچھ بھی نہ تھے۔

۲...... نبوت کی صفات میں سے ان میں کوئی بھی صفت نہ تھی۔ نہ وہ صاحب معجزہ تھے نہ معصوم تھے۔ نہ امین، نہ صادق، نہ ان میں انبیاء جیسے فراست نہ وہ عقل سلیم اور خلق عظیم کے مالک تھے۔ لہٰذا وہ ہرگز نبی نہیں ہوسکتے۔

۳...... انبیاء کے پاس ہمیشہ جبرئیل علیہ السلام وحی لاتے رہے ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں کہ رسول کی حقیقت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ اب وحی رسالت تاقیامت منقطع ہے۔ جب وحی رسالت بند ہے اور بغیر وحی جبرائیل کے کوئی نبی ہو نہیں سکتا اور مرزا قادیانی کے پاس جبرائیل کبھی وحی نہیں لائے تو مرزا قادیانی ہرگز نبی نہیں ہوسکتے۔

۴...... انبیاء کا علم وہبی ہوتا ہے۔ یعنی خدا کی طرف سے براہ راست عطاء شدہ اور مرزا قادیانی کا علم اکتسابی تھا۔ یعنی استادوں سے سیکھ کر اور کتابیں پڑھ کر حاصل کیا تھا۔ لہٰذا ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ ان کو علم نبوت حاصل تھا۔ بس جب ان کو علم نبوت تھا ہی نہیں تو وہ نبی کیسے ہوسکتے ہیں۔

۵...... مرزا قادیانی کو مراق کی بیماری تھی۔ یہ ان کی تسلیم شدہ بات ہے اور مراق کی بیماری میں انسان کا دماغی توازن صحیح نہیں رہتا۔ کبھی جنون کی سی حالت ہوجاتی ہے۔ کبھی کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ کہتا ہے اور یہ امر منافی نبوت ہے۔ لہٰذا ایسا شخص نبی ہرگز نہیں ہوسکتا۔

۶...... مرزا قادیانی خدا اور رسول کے پورے متبع نہیں تھے۔ بلکہ تارک الفرائض تھے۔ نہ حج کیا نہ جہاد بلکہ جہاد کے منکر تھے۔ بس ایسا شخص جو تارک الفرائض ہو اور خدا اور رسول خدا کے احکام کا منکر ہو، ہرگز نبی نہیں ہوسکتا۔

۷...... نبی کی پیشگوئیاں ہمیشہ سچی ہوا کرتی ہیں۔ مرزا کی صدہا پیشگوئیاں جھوٹی اور غلط ثابت ہوئی ہیں۔ لہٰذا وہ نبی ہرگز نہیں ہوسکتے۔

۸...... کوئی نبی شاعر نہیں ہوا۔ مرزا قادیانی چونکہ شاعر بھی تھے۔ اس لئے وہ نبی نہیں ہوسکتے۔

۹...... کوئی نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوا۔ مرزا قادیانی نے استادوں کی شاگردی کی ہے۔ لہٰذا وہ نبی نہیں ہوسکتے۔

۱۰...... کسی نبی نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ مرزا قادیانی چونکہ صدہا کتابوں کے مصنف ہیں۔ لہٰذا وہ نبی ہرگز نہیں ہوسکتے۔

۱۱...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ''وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه (ابراهیم:۴)'' ﴿اللہ تعالیٰ نے جتنے نبی بھیجے۔ ان کی زبان میں وحی بھیجی۔﴾ کسی نبی کو مختلف زبانوں میں الہام یا وحی نہیں ہوئی اور چونکہ مرزا قادیانی کو مختلف زبانوں میں الہام یا وحی ہوتی تھی۔ لہٰذا وہ نبی نہیں ہوسکتے۔

۱۲...... کسی نبی نے اپنی نبوت کو حصول زر کا ذریعہ نہیں بنایا۔ مرزا نے اپنے متبعین سے مختلف حیلوں سے دولت حاصل کی اور چندے وصول کئے اور خوب مزے اڑائے۔ لہٰذا وہ نبی نہیں ہوسکتے۔

۱۳...... مرزا قادیانی کی نبوت کا ذکر تعریفانہ قرآن پاک میں ہے نہ حدیث شریف میں۔ تو پھر کیسے مانا جائے کہ مرزا قادیانی نبی تھے۔ بے جا تاویلات کر کے اور کھینچ تان کر قرآن کی آیات اور احادیث کو اپنے اوپر چپکانے سے تو کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ نبوت چونکہ عقائد کا مسئلہ ہے۔ اس لئے اس کے لئے نص صریح ہونا چاہئے۔ ورنہ ایسے تو ہر وہ شخص جس کا نام موسیٰ، عیسیٰ، یا محمد ہو، یہ کہہ کر کہ دیکھو میرا نام قرآن میں ہے۔ نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

۱۴...... اگر مرزا قادیانی کو نبی مان لیا جائے تو اس سے محمد ﷺ پر الزام قائم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ انہوں نے جھوٹ بولا اور اپنی امت کو دھوکہ دیا کہ آنے والا تھا غلام احمد قادیانی اور بتلا دیا کہ عیسیٰ ابن مریم کا۔ جہاں حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم آئے گا، وہاں آپ ﷺ آسانی سے یہ بھی تو فرما سکتے تھے کہ قادیان میں ایک نبی ہوگا۔ اس کو مان لینا تا کہ حجت تمام ہو جاتی اور کوئی اختلاف نہ رہتا۔ چونکہ حضور ﷺ نے مرزا قادیانی کی بابت کچھ نہیں فرمایا لہٰذا وہ نبی نہیں ہوسکتے۔

۱۵...... مرزا قادیانی نے دین اسلام کی کوئی خدمت نہیں کی۔ ساری عمر یہی کہتے رہے کہ مسیح مر گئے۔ مجھے مانو۔ مرزا قادیانی کے آنے سے مسلمانوں کی اصلاح نہیں ہوئی۔ دین اسلام کے تین

بڑے ارکان ہیں۔عقائد،اخلاق،اعمال۔مسلمانوں کے عقائد پہلے سے زیادہ بگڑ گئے۔دہریت پھیل گئی۔اخلاق تو بالکل ہی خراب ہوگئے۔اعمال کی خرابی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں اور یہ تینوں ارکان مرزا قادیانی کے بھی ٹھیک نہیں تھے۔جب خود مرزا قادیانی کے ہی عقائد اور اخلاق اور اعمال ٹھیک نہیں تھے تو وہ دوسروں کی اصلاح کیا کرتے؟لہٰذا ایسا شخص نبی ہرگز نہیں ہوسکتا:

اوخویش گم ست کرا رہبری کند

۱۶...... جن لوگوں نے مرزا قادیانی کی تصانیف پڑھی ہیں۔وہ جانتے ہوں گے کہ ان کے کلام میں بے انتہاء تضاد موجود ہے۔کبھی وہ کسی بات کا اقرار کرتے ہیں پھر اسی کا انکار کر دیتے ہیں۔کبھی وہ حیات مسیح کے قائل تھے۔پھر وفات مسیح کے قائل ہوگئے۔پہلے وہ ختم نبوت کے قائل تھے۔پھر اس سے انکار کر کے اجراء نبوت کے قائل ہوگئے۔پہلے کہتے تھے کہ میں نبی نہیں ہوں۔ پھر نبی بن بیٹھے۔غرض ان کی بات کا ان کے قول قرار کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اللہ پاک نے اپنے کلام قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا تو اس میں اختلاف کثیر ہوتا۔پس مرزا قادیانی کے کلام میں اختلاف کثیر کا ہونا دلیل ہے۔اس بات کی ان کا کلام خدا کی طرف سے نہیں ہے۔بلکہ وہ سب من گھڑت ہے۔لہٰذا وہ نبی نہیں ہوسکتے۔

۱۷...... مرزا قادیانی نے بعض کلمات کفریہ کہے ہیں۔ایک جگہ کہا کہ:’’میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں۔میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں۔‘‘(کتاب البریہ ص۸۷، خزائن ج۱۳ ص۱۰۳)اس کی بابت ایک مرزائی نے فرمایا کہ یہ خواب کی بات ہی کفر کیسے ہوسکتی ہے؟ ہم نے کہا کہ دو باتوں میں سے ایک ضرور ماننی پڑے گی۔یا تو مرزا قادیانی کا یہ خواب سچا اور صحیح ہے۔یا جھوٹا یا غلط ہے۔اگر سچا اور صحیح ہے تا اس کے کفر ہونے میں کیا شبہ ہے اور اگر جھوٹا اور غلط ہے تو چونکہ نبی کو جھوٹے اور غلط خواب نہیں ہوا کرتے۔لہٰذا مرزا قادیانی ہرگز نبی نہیں۔ایک جگہ فرمایا :’’ربنا عاج کہ میرا خدا ہاتھی دانت کا ہے۔‘‘(براہین ص۵۵۴،خزائن ج۱ ص۶۶۲ حاشیہ در حاشیہ) نبی اس قسم کی غلط باتیں نہیں کہا کرتا۔لہٰذا وہ نبی نہیں ہوسکتا۔

۱۸...... مرزا قادیانی کی بہت سی باتیں غلط اور جھوٹ ثابت ہوئیں۔نبی جھوٹ نہیں بولا کرتا۔

لہٰذا مرزا قادیانی ہرگز نبی نہیں ہوسکتے۔

۱۹...... مرزا قادیانی نے علماء دین کو گالیاں دی ہیں۔کوئی نبی ایسے اخلاق سے گرے ہوئے الفاظ کسی کی نسبت نہیں کہا کرتا۔لہٰذا مرزا قادیانی ہرگز نبی نہیں تھے۔

۲۰...... مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ قرآن شریف میں جہاد کا حکم موجود ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"کتب علیکم القتال (بقرہ:۲۱۶)" ﴿کہ تم پر جہاد یعنی قتال فرض کیا گیا۔﴾ پھر:"وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم (توبہ:۴۱)" ﴿یعنی جہاد کرو اللہ کے راہ میں مال سے اور جان سے۔﴾ اور مرزا قادیانی نے صرف یہی نہیں کہ جہاد نہیں کیا۔بلکہ اس فرض کا انکار کیا اور نہ صرف انکار کیا بلکہ جہاد کو منسوخ قرار دے دیا۔چنانچہ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۷، خزائن ج۱۷ ص۷۷) میں فرماتے ہیں:

اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
لوگوں کو یہ بتائیے کہ وقت مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

بتلائیے ایسا شخص جو خدا کے حکم کو منسوخ قرار دے۔فرض کو حرام بتلائے۔عقائد اسلامیہ میں تبدیلی کرے۔نبی ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں، ایسا شخص نبی تو کیا مسلمان بھی نہیں رہ سکتا۔

خادم الاسلام ...... ابوالنذیر راولپنڈی
۱۱ ربیع الاول مطابق یکم جنوری ۱۹۵۰ء
فرنٹیئر پریس صدر راولپنڈی

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
بناسپتی نبوت
جناب نیاز لدھیانوی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرزائیوں کی خواہش کیا ہے؟

مرزائی آج کل کوشش کر رہے ہیں کہ تحریک تحفظ ختم نبوت کو کسی نہ کسی طریق سے ناکام بنایا جائے۔ چنانچہ وہ مسلمانوں میں پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ یہ تحریک ختم ہوگئی۔ ان کا مقصد فقط یہ ہے کہ سادہ لوح مسلمانوں کو بھڑکا کر یا تو حکومت سے ٹکرا دیں یا پھر مسلمانوں میں بد دلی پھیلا کر تحریک سے برگشتہ کر دیں تا کہ ان کو پھر اپنے مکر و فریب کے جال میں پھنسایا جائے۔ مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمانان پاکستان ان کی سب چالوں کو سمجھ رہے ہیں۔ مرزائیوں نے ایک اور مذموم حرکت بھی کی ہے۔ اپنے اخبار الفضل کا خاتم النبیین نمبر نکال کر مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح سے بھی ہم مسلمان کو اس تحریک سے جدا کرنے میں کامیاب ہوسکیں گے۔ میں یہ اپنا دینی اور دنیوی فرض سمجھتا ہوں کہ ان کے دجل و فریب کو آپ حضرات کی خدمت میں پیش کر دوں تا کہ ناظرین کرام پر واضح ہو سکے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور ہیں۔ زیر نظر ٹریکٹ میں آپ کو معلوم ہوگا کہ کس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے مسلمانان عالم، صحابہ کرام، اہلبیت، انبیاء کرام حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کی توہین کی ہے اور خود کو تمام انبیاء کرام سے افضل ثابت کیا ہے۔

ا...... مسلمانان عالم پر کفر کا فتویٰ

''کل مسلم یقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریة البغایا الذین ختم اللہ علی قلوبھم فھم لایقبلون'' (آیت کمالات اسلام ص ۵۴۷، ۵۴۸، خزائن ج ۵ ص ۵۴۷، ۵۴۸)

ترجمہ: کل مسلمانوں نے مجھے قبول کیا اور میری دعوت کی تصدیق کی۔ مگر کنجریوں کی اولاد جنکے دلوں پر مہر کردی گئی ہے۔ وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔''

یعنی جو مسلمان میری دعوت (نبوت) کو نہیں مانتا وہ کنجریوں کی اولاد ہے۔ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا فضل احمد نے مرزا کا دیانی کے باطل دعاوی کو تسلیم نہیں کیا تو پھر وہ کس کی اولاد ٹھہرا اور مرزائی امت کی اماجان (مرزا قادیانی کی بیوی) کون سی عورت قرار پائیں؟

ب...... ''جو شخص ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولدالحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔'' (انوارالاسلام ص۳۱،خزائن ج۹ص۳۱)

سوال...... نوابزدہ، وزیرزادہ وغیرہ کے الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ جس انسان کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے جائیں اس کا والد یا تو نواب ہے یا وزیر یا پیر ہے۔اسی طرح حلال زادہ سے مراد اس شخص کے والد کا حلالی ہونا ثابت ہوتا ہے۔مگر مرزا افضل احمد جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے کہ مرزا قادیانی کا منکر تھا۔وہ کیا ہوا اور خود مرزا قادیانی کیا تھا اور اس کی والدہ کا چال چلن کیسا تھا۔امت مرزائیہ اس کا جواب دے؟۔

ج......

ان العداء صاروا خنازیر الفلا
ونساء ھم من دونھن الاکلب

(نجم الہدیٰ ص۵۳،خزائن ج۱۴ص۵۳)

ترجمہ:بیشک ہمارے دشمن (مسلمان) جنگل کے سور ہوگئے اوران کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود(مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میری عقائد ہیں،(آئینہ صداقت ص۳۵)اس لئے تو مرزا قادیانی اورامت مرزائیہ نے مرزا افضل احمد کا نماز جنازہ نہیں پڑھا۔کیونکہ وہ ان کے عقائد کی بناء پر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج تھا۔

د...... ''مجھے خدا کا الہام ہے جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا۔وہ خدا اور رسول کی نافرمائی کرنے والا جہنمی ہے۔''

(معیارالاخیار ص۸،مجموعہ اشتہارات ج۳ص۲۷۵)

و...... ''اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔'' (انجام آتھم ص۶۲،خزائن ج۱۱ص۶۲)

ز...... ''کفر دو قسم پر ہے۔ایک یہ کہ کفر ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور

آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت جھوٹا مانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کا منکر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔" (حقیقت الوحی ص۱۷۹، خزائن ج۲۲ ص۱۸۵)

ح...... "جو احمدی ان کے (مسلمانوں کے) پیچھے نماز پڑھتا ہے جب تک تو یہ نہ کرلے۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔" (فتاویٰ احمدیہ ص۱۵)

ع...... مرزائی چونکہ مسلمانان عالم کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اس لئے تو سر ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان نے کراچی میں موجود ہوتے ہوئے بھی پاکستان کے محبوب قائداعظم کا نماز جنازہ نہیں پڑھا۔ سنی، شیعہ، مقلد غیر مقلد حتیٰ کہ ہر عقیدہ و ہر مسلک اور ہر مدرسہ فکر کے مسلمانوں نے بغیر کسی اختلاف کے نماز جنازہ پڑھی۔ جب ظفر اللہ سے حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب خطیب جامع مسجد ایبٹ آباد نے سوال کیا تو ظفر اللہ نے جواب دیا کہ بے شک میں نے قائداعظم کا جنازہ عمداً نہیں پڑھا۔ میں اس کو صرف سیاسی لیڈر سمجھتا ہوں۔ اس پر حضرت مولانا ممدوح نے پوچھا کیا آپ مرزا قادیانی کو پیغمبر نہ ماننے والے سارے مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں حالانکہ تم اسی مسلمان حکومت کے وزیر بھی ہو؟ سر ظفر اللہ خان نے کمال بے باکی سے کہا کہ آپ مجھے کافر حکومت کا مسلمان ملازم سمجھ لیں یا مسلمان حکومت کا کافر ملازم۔ تم کو بھی ایسا سمجھنے کا حق ہے۔" (منقول از اخبار زمیندار ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ)

اب قارئین کرام سے درخواست ہے کہ مندرجہ بالا حوالہ جات سے فیصلہ فرمادیں کہ تمام دنیا کے مسلمان سور، مسلمان عورتیں کتیں اور محمد عربی ﷺ کے ماننے والے، وزیراعظم الحاج خواجہ ناظم الدین صاحب، سردار عبدالرب نشتر، میاں مشتاق احمد گورمانی ودیگر وزراء، وزیراعلیٰ سردار، وزیراعلیٰ پنجاب، وزیراعلیٰ بنگال، وزیراعلیٰ بلوچستان، ممبران اسمبلی، صوبوں کے گورنر، گورنر جنرل اور باقی تمام اسلامی ممالک کے حکمران، علماء فرزندان توحید کیا ہوئے؟ ثابت ہوا کہ یہ خود ہی ایک علیحدہ قوم ہیں۔ جن کا قرآن بھی الگ، حج بھی الگ، نماز بھی الگ، خدا بھی جدا، نبی بھی الگ۔ پھر مسلمانان پاکستان ان حقائق کی روشنی میں مرزائیوں کو علیحدہ غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے

کے مطالبہ میں حق بجانب ہیں یا نہیں۔ یہ فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتا ہوں۔

۲...... صحابہ کرام کی توہین

ا...... ''وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا در حقیقت میرے سردار خیر المسلمین کے صحابہ میں داخل ہوا۔'' (خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱، خزائن ج ۱۶ ص ۲۵۸، ۲۵۹)

مرزائی آئے دن ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم کتر بیونت کر کے حوالے شائع کرتے ہیں۔ ہم نے مندرجہ بالا حوالہ کی تشریح خود ہی مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم۔اے کی کتاب سے نقل کی ہے۔

ب...... ''خود حضرت (مرزا محمود۔ ناقل) جس پلیٹ فارم پر کھڑے تقریر فرما رہے تھے۔ اس پر کسی ایک آدمی کو بھی بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ جو ''صحابی'' نہ ہو یا جو خلیفہ کا قریبی نہ ہو۔ پاکستان کے مشہور معروف وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ ایک معمولی دری فرش تھے اور وہ ان ۳۱۳ لوگوں میں سے تھے جنہیں پلیٹ فارم پر جگہ ملی تھی۔''

(منقول از اخبار آفاق بعنوان لاہور کی ڈائری، م،ش ۳۰ دسمبر ۱۹۵۱ء)

اس سے ثابت ہوا کہ مرزائیوں کو یہ کرنا تھا کہ جب حضرت محمد ﷺ ۳۱۳ صحابہ کو لے کر میدان بدر میں نکلے اور فتح نے ان کے قدم چومے۔ چنانچہ مرزا محمود کا بیان بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ ۳۱۳ کا نشان اور مرزا محمود کا اپنے آپ کو محمد ثابت کرنا کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ چنانچہ مرزا محمود نے اپنے سالانہ جلسہ واقع ربوہ (چناب نگر) ضلع جھنگ میں اپنے مخالفوں کو ان الفاظ میں دھمکی دی۔

ج...... ''میں انہیں فتح مکہ کا واقع یاد دلانا چاہتا ہوں اور یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہاری حکومت مجھے پکڑ سکتی ہے۔ مار سکتی ہے۔ مگر میرے عقائد کو نہیں دبا سکتی۔ میرا عقیدہ فتح پانے والا ہے اور بالکل وہی ہے جیسا کہ فتح مکہ کے بعد ابوجہل کے حامیوں نے رسول کریم ﷺ سے استفسار پر ان سے ایسے سلوک کی خواہش کی تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام نے درگزر سے کام لیتے ہوئے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ وہ وقت آنے والا ہے کہ جب یہ لوگ مجرموں کی حیثیت سے ہمارے سامنے پیش ہوں گے۔'' (منقول از اخبار آفاق ۳۰ ستمبر ۱۹۵۱ء)

اوپر کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا محمود کوئی ایسی سازش تیار کر چکا ہے جس کے

ذریعہ سے وہ مملکت پاکستان پر قبضہ کرلے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے ۵سر ظفر اللہ بھی اس سازش میں شریک ہیں۔تب ہی تو یہاں اسٹیج پر بیٹھ کر یہ تقریر کی گئی ہے۔

۳......توہین انبیاء سابقین

الف...... تمام رسول میری قمیص میں چھپے ہوئے ہیں(مرزا قادیانی)

زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسولے نہاں بپیراہنم

(نزول المسیح ص۱۰۰،خزائن ج۱۸ص۴۷۸)

ترجمہ:میری آمد کی(مرزا) کی وجہ سے ہر نبی زندہ ہوگیا اور ہر رسول میری(مرزا قادیانی) قمیص میں چھپا ہوا ہے۔

ب......

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا
منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب ص۳،خزائن ج۱۵ص۱۳۴)

ترجمہ:میں مسیح زماں ہوں۔میں کلیم خدا یعنی موسیٰ ہوں۔میں محمد میں احمد مجتبیٰ ہوں۔

ج...... ''خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔میں آدم ہوں۔میں شیث ہوں۔میں نوح ہوں۔میں ابراہیم ہوں۔میں اسحاق ہوں۔میں اسماعیل ہوں۔میں یعقوب ہوں۔یوسف ہوں۔میں موسیٰ ہوں۔داؤد ہوں۔عیسیٰ ہوں اور آنحضرت کے نام میں مظہراتم ہوں،یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔''

(حاشیہ حقیقت الوحی ص۷۲،خزائن ج۲۲ص۷۶)

د...... ''دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا ہو۔جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ میں آدم ہوں۔نوح ہوں۔ابراہیم ہوں۔اسحاق ہوں۔یعقوب ہوں۔اسماعیل ہوں۔موسیٰ ہوں۔داؤد ہوں۔عیسیٰ ابن مریم ہوں۔محمد ہوں۔یعنی بروزی طور پر جیسا کہ خدا نے اس کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے ہیں اور میری نسبت جری اللہ فی حلل الانبیاء فرمایا یعنی خدا کا رسول،نبیوں کے پیرایوں میں سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی

جائے اور ہرایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعہ ظہور ہو۔"

(تتمہ حقیقت الوحی ص۸۴،۸۵، خزائن ج۲۲ ص۵۲۱)

ہ......

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۰۳، خزائن ج۲۱ ص۵۲۱)

و......

آدمم نیز احمد مختار ‎ ‎ دربرم جامہ ہمہ ابرار
آنچہ دادست ہر نبی راجام ‎ ‎ دادآں جام رامرابتمام

"میں آدم ہوں، نیز احمد مختار ہوں میں۔ تمام نبیوں کے لباس میں ہوں۔ خدا نے جو پیالے ہر نبی کو دیئے ہیں۔ ان تمام پیالوں کا مجموعہ ہوں میں۔"

(درثمین فارسی ص۱۶۳، نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

ز......

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ‎ ‎ من بعرفان نہ کمترم زکسے

(درثمین فارسی ص۱۶۳، نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

"اگرچہ دنیا میں بہت سے نبی ہوئے ہیں۔ میں عرفان میں ان نبیوں میں سے کسی سے کم نہیں ہوں۔"

ح...... "اس زمانے میں خدا نے چاہا کہ جس قدر راست باز نبی گزرے ہیں۔ ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جائیں۔ سو وہ میں ہوں۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، ص۹۰، خزائن ج۲۱ ص۱۱۷)

ل......

روضہ آدم تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ وبار

(درثمین اردو ص۸۴، خزائن ج۲۱ ص۱۴۴، براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۱۴)

معزز ناظرین! مندرجہ بالا حوالہ جات میں مرزا قادیانی نے کس ڈھٹائی، بے شرمی سے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور ساتھ ہی انبیاء کرام کی توہین کی اور لاہوری قادیانی بتائیں کہ تم جو روز روز مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہو کہ مرزا قادیانی نے کوئی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تو کیا مندرجہ بالا حوالوں سے مجددیت برستی ہے۔ اس نے تو صاف الفاظ میں اعلان کر دیا ہے کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ بلکہ تمام انبیاء کا مظہر اپنے آپ کو قرار دیا۔ کیوں اس کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ اگر تمہارا ایمان یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی کسی قسم کا نہیں آ سکتا تو بھیجو اس کذاب پر تین حرف اور کلمہ پڑھ کر امت محمدیہ میں داخل ہو جاؤ تاکہ قیامت میں شفیع دو جہاں ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔ اگر اوپر کے حوالہ جات کافی نہیں تو کیا اس سے بھی انکار کرو گے۔

ی...... ''مگر جب مولوی محمد علی صاحب نے بار بار پیش کیا اور اپنی رائے پر اصرار کیا تو حضرت صاحب کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اپنے غصے کے لہجے میں فرمایا: ''جب نبی ہتھیار لگا کر باہر آ جاتا ہے تو پھر ہتھیار نہیں اتارتا۔'' (سیرت المہدی حصہ اول ص ۳۵، روایت نمبر ۴۲)

۴......توہین اہل بیت کرامؓ

ا...... ''ایک دن میں (مرزا قادیانی) عشاء کی نماز سے فارغ ہوا۔ اس وقت نہ تو مجھ پر نیند طاری تھی اور نہ ہی کوئی بے ہوشی کے آثار تھے۔ بلکہ بیداری کے عالم میں تھا۔ اچانک سامنے سے آواز آئی۔ آواز کے ساتھ دروازے کھٹکھٹانے لگا۔ تھوڑی دیر میں دیکھتا ہوں کہ دروازے کھٹکھٹانے والے جلدی جلدی میرے قریب آ رہے ہے۔ بے شک یہ پنجتن پاک تھے۔ یعنی علیؓ ساتھ اپنے بیٹوں کے اور پر دیکھتا ہوں کہ فاطمہؓ نے میرا سر (مرزا) اپنی ران پر رکھ لیا اور میری طرف گھور گھور کر دیکھنا شروع کر دیا۔'' (ترجمہ آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۹، ۵۵۰، خزائن ج ۵ ص ۵۴۹، ۵۵۰)

ب......۱

شتان مابینی وبین حسینکم فانی اوید کل ان وانصر

''اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔''

......۲

امام حسین فانکرو اله دشت کربلا الی هذا الایام تبکون فانظرو

''مگر حسین، پس تم دشت کربلا کو یاد کرلو۔ اب تک تم روتے ہو۔ پس سوچ لو
(اعجاز احمدی ص۶۹، خزائن ج۱۹ ص۱۸۱)

ج......

کربلائیست سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم

''میں ہر وقت کربلا کی سیر کرتا ہوں اور سینکڑوں حسین میری جیب میں ہیں۔''
(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

جب دو شخص آپس میں جھگڑ پڑیں تو ایک دوسرے کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوئے اور اپنی بڑائی کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے چل بے چل، تیرے جیسے سینکڑوں آدمی تو میری جیب میں پڑے ہیں۔ تو کس باغ کی مولی ہے، آیا کہیں سے بڑا۔ مرزائیو! خدارا انصاف سے کہو کہ حضرت امام عالی مقام شہید کربلا کی توہین نہیں تو کیا ہے؟

د...... ''اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی (نجات دلانے والا) ہے۔ کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم میں ایک ہے جو حسین سے بڑھ کر ہے۔''
(دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

ہ......

نسیتم جلال المجد دالعلے ومادرد کم الاّ الحسین أتنکر
فهذا علی الاسلام احدیٰ المصائب لدی نفهات المسك قدز مقنطر

''تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا اور تمہارا ورد صرف حسین ہے۔ کیا تو انکار کرتا ہے۔ پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے۔ کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ (انسانی گندگی) کا ڈھیر ہے۔''
(اعجاز احمدی ص۸۲، خزائن ج۱۹ ص۱۹۴)

ناظرین کرام! بے شرمی ملاحظہ ہو کہ حضرت عالی مقام کے ذکر کو نعوذ باللہ گندگی کے ڈھیر سے تشبیہ دی ہے اور اپنے ذکر کو کستوری سے۔ حالانکہ مسلمان ہر وقت درود پڑھتے ہوئے ان الفاظ کا تکرار ضرور بضرور کرتا ہے: (اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد) آل میں حضرت سیدنا امام حسینؓ کی ذات بابرکات بھی ہے۔ مگر بے شرم کی بے شرمی ملاحظہ ہو۔

و......

انی قتیل الحب لکن حسینکم　　قتیل العدی فالفرق اجلی واظہر

''میں محبت کا کشتہ ہوں مگر تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔پس فرق بین اور ظاہر ہے۔
(اعجاز احمدی ص۸۱،خزائن ج۱۹ص۱۹۳)

مرزائیو ذرا بتاؤ مرزا نے جو یہ کہا ہے''میں محبت کا کشتہ ہوں'' یہ کس کی محبت میں کشتہ ہونے کا اعلان ہے۔ذرا سوچ سمجھ کر جواب دینا۔کہیں محمدی بیگم کی محبت کی آنچ میں تو مرزا دپھک نہیں آ رہا؟

۵......توہین حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ا...... ''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔اس کا سبب تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔''
(حاشیہ کشتی نوح ص۶۵،خزائن ج۱۹ ص۷۱)

ناظرین کرام خدارا انصاف نبی بھی کوئی شرابی ہوا ہے؟یا نبی پر شراب حلال ہوئی ہے۔بناسپتی نبی نے خود بھی شراب پی ہے۔اپنی شراب خوری چھپانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگا دی۔مرزا غلام احمد قادیانی کے شراب پینے کا اقرار خود مرزا محمود نے کیا ہے کہ مرزا قادیانی اپنے صحابی یار محمد کے ہاتھ سے ٹانک وائن (شراب کی قسم) منگوا کر پیا کرتے تھے۔

ب...... ''آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔تین دادیاں اور نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔جن کے خون سے آپ کا وجود (حضرت عیسیٰ کا) ظہور پذیر ہوا۔''
(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۷،خزائن ج۱۱ص۲۹۱)

ج...... ''الحمدلله الذی جعلك المسیح ابن مریم ''یعنی اس خدا کی تعریف جس نے تجھے ابن مریم بنایا۔''
(حقیقت الوحی ص۸۸،خزائن ج۲۲ص۹۱)

د...... ''دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا۔پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو عیسیٰ علیہ السلام کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخری کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینہ سے زیادہ نہیں۔مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔پس اس طور سے میں ابن مریم ہوا۔''
(کشتی نوح ص۴۶،۴۷،خزائن ج۱۹ص۵۰)

اوپر کے ہر دو حوالہ جات سے ثابت ہوتا یہ کہ مرزا قادیانی مرد نہیں بلکہ عورت تھی۔ کیونکہ یہ اس کا اپنا دعویٰ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ: ”مجھے خدا سے ایک پوشیدہ تعلق ہے جو قابل بیان نہیں۔“ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ۶۳، خزائن ج ۲۱ ص ۸۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ داستان جوان کے حوالہ سے ان کے نام نہاد صحابی یار محمد نے بیان کی ہے۔ وہ صحیح ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ: ”مسیح نے اپنے آپ کو عورت پایا اور خدا نے اپنی طاقت رجولیت کو اظہار فرمایا۔“ معلوم ہوتا ہے یہ وہی داستان ہے جس کو مرزا نے نا قابل بیان قرار دیا ہے۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی خود ہی عیسیٰ بن گیا تو اس کے اپنے خاندان کی دادیاں اور نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ پس قادیانی بتائیں کہ بقول مرزا ولد الحرام کون ہوئے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھوٹ بولنے کی عادت تھی

و...... ”مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اس وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا۔ مگر مسیح کا نام نہ رکھا۔ کیونکہ مسیح کا نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔“ (دافع البلاء آخری ص، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۰)

مرزائی آئے دن یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ توہین تو فرضی یسوع کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جو کہ ایک برگزیدہ رسول ہیں۔ ہم یہ فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ مرزا مندرجہ بالا حوالہ میں صاف لکھتا ہے کہ خدا نے اس لئے قرآن میں مسیح کا نام حصور نہ رکھا کیونکہ اس کے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) بدچلن تھے۔ تو فیصلہ فرماتے یہ قرآن مسیح کی بات ہے یا فرضی مسیح کی۔ نیز مرزا قادیانی بھی تسلیم کرتا ہے کہ یسوع اور مسیح دونوں ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ دیکھئے! (توضیح المرام ص ۳، خزائن ج ۳ ص ۵۲)

مرزائی سوچیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ہی مرزا بن گیا تو مسلمان عالم کس طرح اس کو سچا سمجھ سکتے ہیں۔ جب کہ وہ خود ہی جھوٹ بولنے کا اقرار کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ بے تعلق جوان عورت نے اس کی خدمت کی ہو۔ بات دراصل یہ ہے کہ مرزا نے اپنا کیریکٹر دنیا کے سامنے خود ہی پیش کر دیا تا کہ کوئی بھی بھانو نوکرانی کا طعنہ نہ دے سکے۔

ز......

ابن مریم کا ذکر چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰)

ہم خود تسلیم کرتے ہیں کہ غلام احمد کا مسیح ربانی کس طرح مقابلہ کر سکتا۔ کجا ایک زانی انگریزی مسیح۔ کجا پاک باز ربانی مسیح ابن مریم۔

ح...... اے عیسائیو مشنریو! ربنا المسیح مت کہو، دیکھو آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔"

(دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳)

ط......

انیک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجا ست تا نہد پا بمنبرم

(ازالہ اوہام ص ۱۵۸، خزائن ج ۳ ص ۱۸۰)

"میں وہ ہوں کہ جو حسب بشارات آیا ہوں۔ عیسیٰ کہاں ہے کہ میرے ممبر پر پاؤں رکھے۔"

ٹھیک ہے جب شیطان اپنی شیطنت اپنے ممبر پر کھڑا ظاہر کرتا ہے تو نبی اپنے ممبر سے اس کے خلاف اعلان کرتا ہے نہ کہ خود ہی شیطان کے پیرو ہو کر اس کے ممبر پر کھڑا ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیا ضرورت اس کے ممبر پر کھڑا ہونے کی۔

ظ...... "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا ہے جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے۔"

(حقیقت الوحی ص ۱۴۸، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲)

ک...... "مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں، ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ وہ ہرگز نہ دکھا سکتا۔"

(حقیقت الوحی ص ۱۴۸، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲)

ٹھیک ہے صاحب! نبی جب بھی دنیا میں تشریف لاتا ہے تو باطل حکومت سے جہاد کرتا ہے۔ جیسا کہ انبیاء سابقین کے فعل اور قرآن سے ثابت ہے۔ اگر مسیح ابن مریم جو کہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے۔ وہ کبھی بھی انگریز کے حق میں جہاد کو حرام قرار نہ دیتے۔ تو صرف انگریزی مسیح (مرزا) ہی کرسکتا ہے۔ کیونکہ اسے آسمان لندن سے بذریعہ الہام معرفت حضرت ٹیچی ٹیچی یہی پیغام ملا تھا کہ جہاد کو حرام قرار دینا چاہئے، کسی نے مرزا کے متعلق ہی شاید یہ کہا تھا: ''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے'' ٹھیک ہے بھئی کہ مسیح صادق، ابن چراغ بی بی کا کس طرح مقابلہ کرسکتا ہے؟۔ کجا مسیح ابن مریم ربانی۔ کجا مسیح ابن چراغ بی بی شیطانی!

۶...... سرور دو جہاں، فخر کائنات حضرت سیدنا محمد ﷺ کی توہین

''له خسف القمر المنیر وان لی غساء القمران المشرقان تنکر''

''اس کے لئے (حضرت محمد ﷺ) چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے (مرزا قادیانی) کے لئے چاند اور سورج دونوں کا، کیا تو انکار کرے گا۔'' (اعجاز احمدی ج۱۹ص۱۸۳)

مرزا قادیانی کا کذب ملاحظہ ہو کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے لئے تو صرف چاند کا خسوف ظاہر کرتا ہے۔ مگر اپنے لئے چاند اور سورج دونوں کا یہ ثابت کرنے کے لئے کہ میں نبی اکرم ﷺ سے افضل ہوں۔ اس میں حضور کی توہین نہیں تو اور کیا ہے۔

ب...... ''نبی کریم کے معجزات کی تعداد صرف تین ہزار ہے۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۴۰، خزائن ج۱۷ص۱۵۳)

مرزا قادیانی نے (براہین احمدیہ کے حصہ پنجم ص۵۶، خزائن ج۲۱ص۷۲) پر اپنے معجزات کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ بتائی ہے۔

اس سے بھی مرزا قادیانی کا صاف اور صریح مطلب اپنے آپ کو حضور ﷺ سے افضل ثابت کرنا اور رسول کریم کی توہین کرنا ہے۔

ج...... ''محمد رسول الله والذین معه اشدا...... الخ'' اس آیت میں میرا نام محمد اور رسول بھی رکھا گیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص۴، خزائن ج۱۸ص۲۰۷)

د...... ''ظلی نبوت نے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا کہ نبی کریم ﷺ کے پہلو بہ پہلو کھڑا کر دیا ہے۔'' (کلمۃ الفصل ص۱۱۳)

ناظرین کرام! خیال فرماویں کہ حضور پر نور ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو تمام دنیا میں امن قائم فرمایا۔ کفر وظلمت کی گھٹائیں چھٹیں۔ لیکن یہ کیسا بناسپتی نبی آیا کہ جس کے آنے پر اسلام پر ادبار کی گھٹائیں چھا گئیں۔ برباد کن جنگیں، طاعون، ہیضہ، قحط سالی ساتھ لے کر آیا۔ سبحان اللہ کیا مقام پایا اس انگریز کے خودکاشتہ پودے نے۔

ہ...... ''قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد صلعم کو اتارا تا کہ اپنے وعدے کو پورا کرے۔''

(کلمۃ الفصل ص ۱۰۵)

و...... ''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ حاصل کر سکتا ہے حتیٰ کہ محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔'' (اخبار الفضل مورخہ ۱۷؍جولائی ۱۹۲۲ء)

ز...... مرزا قادیانی کے ایک مرید اکمل نامی نے مندرجہ ذیل شعر لکھ کر مرزا کی خدمت میں پیش کئے اور پھر محفل میں سنائے۔ اس کے بعد مرزا اس کے لکھے ہوئے قطعہ کو لے کر گھر کے اندر چلے گئے اور جزاک اللہ بھی کہا۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں ۔۔۔ اور آگے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جسے اکمل ۔۔۔ غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(بدر قادیان ج ۲ نمبر ۴۳ ص ۱۴، ۲۵؍اکتوبر ۱۹۰۶ء)

ح...... ''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء کرام اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔'' (حقیقت الوحی ص ۳۹۱، خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۶)

''اس حوالہ سے رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی تکذیب مرزا کو مقصود تھی ''لا نبی بعدی'' میرے بعد کوئی اور کسی طرح کا اور کسی زمانے میں نبی نہیں ہے اور دوسرے تمام اصحابہ کرام، اولیاء اللہ، صوفیاء کرام کی توہین کر دی اور سب سے بلند اپنے مقام کو کیا اور اس قول سے اس کا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔

۷......حضور پرنور ﷺ کے معجزات سے انکار

حضور کا چاند کو دو ٹکڑے کرنا قرآن تاریخ کی کتابوں اور غیر مسلم تاریخ دانوں سے ثابت ہے اور مرزا قادیانی نے خود کہا ہے کہ: ''انبیاء کرام کے معجزات شعبدہ بازی سے پاک ہوتے ہیں۔'' ملاحظہ ہو (براہین حصہ چہارم ص۳۹۲، خزائن ج۱ص ۵۱۸، ۵۱۹) لیکن پھر خود مرزا قادیانی نے شق القمر کے معجزے کو چاند گرہن قرار دیا۔ دیکھئے! (اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ص ۱۸۳)

حالانکہ قرآن کریم میں صاف الفاظ میں آیا ہے: ''اقتربت الساعة وانشق القمر'' ﴿گھڑی قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔﴾

مرزا قادیانی نے قرآنی گواہی کو قبول نہ سمجھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ کے ایک عظیم الشان معجزہ کی غلط تاویل کر کے اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنایا۔ کیونکہ ان کا قرآن کریم پر ایمان ہی نہیں۔ جن کی چند مثالیں پیش کر چکا ہوں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نازل ہونے والے قرآن کو حقیقت الوحی میں لکھا ہے۔ (معاذ اللہ) چند قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

۸......مرزائیوں کا قرآن

''انا انزلناہ قریباً من القادیان بالحق انزلناہ وبالحق نزل صدق اللہ ورسولہ وکان اللہ مفعولا'' (حاشیہ براہین احمدیہ ص۴۹۸، حقیقت الوحی ص۸۸، خزائن ج۲۲ ص۹۱) ''ہم نے ایسے قادیان کے قریب اتارا سچائی کے ساتھ اتارا اور سچائی اس کے ساتھ اتری اور خدا اور رسول اس کے نے خبر دی کہ وہ اپنے وقت پر پوری ہوئی خدا کا ارادہ پورا ہونا ہی تھا۔

''انما امرک اذا اردت شیا ان تقول لہ کن فیکون'' (حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ص ۱۰۸) ''تو (مرزا) جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور پورا ہو جاتا ہے۔''

قارئین کرام ذرا سوچئے کہ مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے نکاح کا ارادہ کیا اور اس کے والد کو حکما کہا۔ گو بعد میں منتیں بھی کیں اور بات ہے مگر وہ نکاح نہ ہونا تھا نہ ہوا۔

ج...... ''واتانی مالم یؤت احد من العالمین'' (حقیقت الوحی ص۱۰۷، خزائن ج۲۲ ص۱۱۰) ''مجھ کو وہ چیز دی جو دنیا کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی۔

د...... ”انی مع الروح معك ومع اهلك لاتخف انی لایخاف لدی المرسلون “(حقیقت الوحی ص۹۱،خزائن ج۲۲ص۹۴)”میں اورروح القدس تیرے ساتھ ہیں اور تیرے اہل کے ساتھ مت ڈرو میرے قرب میں میرے رسول نہیں ڈرتے۔“

کیوں نہ ہو باپ، بیٹا، روح القدس ماننے والے انگریز بہادر نے یہ ٹھیک ہی اپنے فرشتہ ٹیچی ٹیچی کے ذریعہ الہام کیا اور آج تک بیٹا اور مرید باوفا سر ظفر اللہ اسی خدائے لندنی کی خیر خواہی اسی انگریز بہادر کی حکومت تمام دنیا اسلام پر دیکھنے کے تمنائی ہیں۔

۹......مرزائیوں کا خدا

ا...... ”یحمدك الله من عرشه یحمدك الله ویمشی الیك “(انجام آتھم ص۵۵، رسالہ دعوت قوم ص۵۵،خزائن ج۱۱ص۵۵)”خدا عرش پر سے تیری حمد کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔“

ب...... ”انت اسمی الاعلیٰ“”اے مرزا تو میرا سب سے بڑا نام ہے۔“
(البشریٰ جلد دوئم ص۶۱)

مرزا قادیانی کا نام غلام احمد تھا۔ اس لئے مرزائیوں کے خدا کا نام بھی غلام احمد ہے۔ یعنی مرزا غلام احمد خود ہی خدا ہیں۔ کیوں نہ ہو اہل ہنود کے عقیدہ میں اوتار جو ہوئے۔ خود مرزا بھی اس کا اقرار کرتا ہے کہ ”میں ہندوؤں کے لئے کرشن ہوں۔“(لیکچر سیالکوٹ ص۳۳،خزائن ج۲۰ ص۲۲۸)”ہے کرشن جی رودر گوپال“(البشریٰ جلد اول ص۵۶)”برہمن اوتار (مرزا قادیانی) سے مقابلہ اچھا نہیں۔(البشریٰ جلد دوئم ص۱۱۶)”آریوں کا باوشاہ“(البشریٰ جلد اول ص۵۶)”امین الملک جے سنگھ بہادر(البشریٰ جلد دوئم ص۱۱۸) وغیرہ وغیرہ۔

ج...... ”انی حمی الرحمن“”میں خدا کی باڑھ ہوں۔“ (البشریٰ جلد دوئم ص۸۹)

غور فرمایئے کہ مرزائیوں کا خدا کتنا کمزور ہے کہ اسے اپنے اردگرد باڑھ لگانے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ کوئی اسے چرا کر نہ لے جائے۔(استغفراللہ)

د...... ”خدا قادیان میں نازل ہوگا۔“ (البشریٰ جلد اول ص۵۶)

ہ...... ”ظہورک ظہوری۔“”اے مرزا تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔“ (البشریٰ جلد دوئم ص۱۲۶)

و...... ”رایتنی فی المنام عین الله وتیقنت “(آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴،۵۶۵، خزائن ج۵ص۵۶۴)”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہ اللہ ہوں۔ میں نے یقین کریں میں وہی ہوں۔“

۱۰......مرزائیوں کے عقائد یعنی نماز، روزہ، حج وغیرہ الگ ہیں

ا...... "ہماری نماز اور ہے اوران کی نماز روزہ اور ہے۔ان کا روزہ اور ہے ہمارا حج اوران کا حج اور ہے۔" (عقائد احمدیت)

ب...... "پس ان مبارک ایام میں جو خوش قسمت احباب قادیان آئیں گے۔ وہ نہ صرف ارض حرم میں آ کر نفلی حج کریں گے۔ بلکہ جس طرح مکہ کے میدان میں حاجی قربانیوں کے جانور ذبح کرتے ہیں۔اسی طرح قادیان میں عید قربان کے روز قربانیاں کر کے اللہ تعالیٰ کی خاص رضا حاصل کریں۔" (الفضل مورخہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۴۶ء)

۱۱......مرزا قادیانی کی خرافات (گالیاں)

ا...... "کل مسلمانوں نے مجھے قبول کیا اور میری دعوت کی تصدیق کی۔مگر کنجریوں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کردی ہے، وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷، خزائن ج ۵ ص ۵۴۷، ۵۴۸)

ب...... "جو شخص ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔" (انوار اسلام ص ۳۰، خزائن ج ۹ ص ۳۱)

ج...... "اے بدذات فرقہ مولویاں! کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت چھوڑو گے۔" (انجام آتھم حاشیہ ص ۲۱، خزائن ج ۱۱ ص ۲۱)

د...... "اے بے ایمانو! دجال کے ہمراہیو! اسلام کے دشمنو! تمہاری ایسی کی تیسی۔"

(اشتہار انعامی تین ہزار حاشیہ، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۶۹)

اور بھی اس قسم کی سینکڑوں گالیاں مرزا قادیانی نے اپنے نہ ماننے والوں کو دی ہیں۔ جو طوالت کے خوف سے ہدیہ ناظرین نہ کرسکا۔ آپ اندازہ لگائیں کہ یہ نبی کی زبان ہے۔ سبحان اللہ! کیسے جواہر پارے زبان فیض ترجمان سے ادا ہو رہے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ سلطان القلم جو ہوئے:

باده عصیاں سے دامن تر بتر ہے شیخ کا
پھر بھی دعویٰ ہے اصلاح دو عالم ہم سے ہے

آگے چل کر خود ہی حضرت کے گالیاں نکالنے والوں کے متعلق فیصلہ کردیا ملاحظہ

۱۲......بدزبانی کے متعلق مرزا قادیانی کا فیصلہ

ا...... "گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔" (ست بچن ص ۲۱، خزائن ج ۱۰ ص [illegible])

ب......

بدتر ہر ایک بد سے ہے جو بدزبان ہے
جس دل میں یہ نجاست بیت الخلاء وہی ہے
گو ہیں بہت درندے انسان کی پوستین میں
پاکوں کا خون جو پیوے وہ بھیڑیا ہی ہیں

(درثمین اردو، ص۱۲)

مرزا قادیانی کی گالیاں اور گالیاں نکالنے والے کے متعلق جو کہا اس میں مرزا قادیانی خود کیا ہیں؟ میں یہ فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتا ہوں۔

قوم یا ملت اس وقت عالم وجود میں آتی ہے۔ جب وہ پہلے نبی کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے بعد آنے والے رسول کو جس کا ماقبل نبی نے پتہ دیا ہو۔ مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے یہودی کہلائے پھر موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی لیکن ساتھ ساتھ اپنی نبوت کا بھی اقرار کروایا۔ جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول برحق تسلیم کیا لیکن انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے انکار نہیں کیا تو وہ لوگ عیسائی کہلائے۔ یہودی قوم سے وہ عیسائی قوم بن گئی۔ پھر ہم اسے یہودی نہیں کہہ سکتے جب حضورﷺ دنیا میں تشریف لائے تو ان عیسائیوں نے جنھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی نبی تسلیم کیا تھا۔ حضورﷺ پر ایمان لائے تو مسلمان کہلائے۔ حالانکہ اب تک انہوں نے نہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے انکار کیا اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے سے انکار کیا۔ بلکہ دونوں پیغمبروں کو نبی اللہ اور رسول مانتے رہے اور ان کی کتب توریت اور انجیل کو بھی خدا کی کتابیں تسلیم کرتے رہے۔ تو اب ہم ان کو نہ یہودی اور نہ ہی عیسائی کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح حضرت محمدﷺ کے بعد اگر کوئی شخص کسی اور نبی کو تسلیم کرتا ہے تو قاعدے کی رو سے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ حضورﷺ کو بھی رسول تسلیم کرتا ہو۔

اب اوپر کے حوالہ جات سے بات صاف طور پر پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہے کہ مرزا کا نبی الگ، قرآن الگ، حج الگ، خدا جدا، تو کس طرح مسلمان رہے؟۔ ان حقائق کی روشنی میں مسلمانان پاکستان اس بات کا مطالبہ کریں کہ ان کو ایک علیحدہ غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے تو وہ کون سی غلطی کر رہے ہیں؟ وماعلینا الاالبلاغ!